

سلطان برکیاروق
اسلم راہی ایم اے

پیش لفظ

سلطان برکیاروق، عالم اسلام کے فرزند عظیم، سلطان الپ ارسلان کا پوتا اور ملت مسلمہ کے محسن اور رجل عظیم، سلطان ملک شاہ سلجوقی کا بڑا بیٹا تھا۔ سلجوقی سلطانوں نے نہ صرف خلافت بغداد کو تقویت بخشی بلکہ بنی بویہ سے اس کی جان چھڑائی جو خلیفہ پر عذاب کی صورت حاوی تھے اور خلیفہ بغداد ہر کام میں ان کی ہاں میں ہاں ملانے پر مجبور تھا۔

سلجوقی سلطانوں کا دور وہ سنہری دور تھا کہ انہوں نے ایک طرف صلیبیوں کو پے در پے شکستیں دے کر ان کی عسکری طاقت کی کمر توڑ دی تو دوسری طرف ان کی عظمت، اسلام سے ان کی محبت اور ان کی قوت دیکھتے ہوئے وحشی منگولوں کو کبھی جرأت و جسارت تک نہ ہوئی کہ وہ مسلمانوں کے علاقوں کو میلی آنکھ سے بھی دیکھ سکیں۔ اس لئے کہ سلجوقی اپنا دفاع کرنا جانتے تھے۔

افسوس صد افسوس! سلطان برکیاروق کو ساری زندگی دو قوتوں کا سامنا کرنا پڑا۔ ایک اندرونی بغاوتیں اور شورشیں جو خود ان کے بھائی کھڑی کر رہے تھے اور دوسری باطنی قوتیں جو مسلمانوں کی عظمت کو زنگ آلود کرنے کے درپے تھیں۔ افسوس سلطان برکیاروق جب ان دونوں قوتوں کو اپنے سامنے زیر کرنے میں کامیاب ہوا تو موت نے اسے آلیا اور وہ صلیبیوں کے خلاف اس طرح حرکت میں نہ آسکا جس طرح اس کے آباؤ اجداد آتے رہے تھے۔ یہ ناول انشاء اللہ آپ کے علمی ذخیرے میں یقیناً اضافے کا باعث ہوگا۔

اسلم راہی ایم۔اے

ہجری چار سو چھیاسی کی سرد ٹھٹھری ہوئی رات بڑی تیزی کے ساتھ سحر سے گلے ملنے کو بھاگی جا رہی تھی۔

ایسے میں گہری رات کی تاریکی میں چند سوار اپنے گھوڑے کو اُس شاہراہ پر سرپٹ انداز میں دوڑا رہے تھے' جو شاہراہ دریائے جیحوں کی طرف سے آتی ہوئی وہاں سے نیشاپور' سبزوار کے نواح سے گزرتی ہوئی اصفہان کی طرف چلی گئی تھی۔

اصفہان شہر سے چند فرلانگ دور کچھ مسلح جوان رُک گئے' شاید انہوں نے یہ سارا معاملہ پہلے سے طے کر لیا تھا۔ صرف تین سوار اصفہان شہر کی طرف بڑھے تھے۔ ان تین سواروں میں سے ایک کا نام ایاز بن سیف الدین' دوسرے کا نام چکرمش بن صالح اور تیسرے کا نام برسق بن برسق تھا۔

یہ تینوں وہاں رکنے والے مسلح ساتھیوں سے صلاح مشورہ کرتے رہے۔ اس کے بعد انہوں نے ایاز بن سیف الدین کی طرف دیکھا' پھر ایک اسے مخاطب کر کے کہنے لگا۔

''کیا آپ اس تجویز سے اتفاق کرتے ہیں کہ یہ مسلح جوان یہیں کھڑے رہیں' ہم تینوں اصفہان شہر کی طرف بڑھیں اور سلطان برکیاروق کو اصفہان کے زندان سے نکال کر یہاں لانے کا اہتمام کریں۔''

ان سب کا سرکردہ ایاز بن سیف الدین ہی تھا' جس کی بناء پر اس سے مشورہ کیا گیا تھا۔ ایاز بن سیف الدین کے باپ کو حسن بن صباح کے فدائیوں نے کیونکہ قتل کر دیا تھا لٰہذا ایاز کی پرورش نامور سلجوقی سلطان ملک شاہ سلجوقی کے بڑے بیٹے سلطان برکیاروق کی ماں زبیدہ نے کی تھی۔

بہرحال آپس میں مشورہ کرنے کے بعد وہ تینوں سوار اپنے ساتھ ایک خالی گھوڑا لے کر بڑی تیزی سے اصفہان شہر کی فصیل کی طرف بڑھے تھے۔

فصیل سے اتنے فاصلے پر جا کر وہ رک گئے کہ اگر فصیل سے کوئی تیر چلایا جائے تو ان تک نہ پہنچے۔ وہاں رکنے کے بعد گھوڑے پر بیٹھے ہی بیٹھے ایاز بن سیف الدین نے اپنی کمان سیدھی کی اور جلتے ہوئے پروں کا ایک تیر اس نے اس انداز سے چلایا تھا کہ جس سے محسوس ہوتا تھا کہ جلتے پروں کا وہ تیر اصفہان کی فصیل کے اوپر سے کسی نے مشرقی جانب چلایا ہے۔

جلتے پروں کا تیر چلانے کے بعد ایاز بن سیف الدین اور اس کے دونوں ساتھی برسق بن برسق اور چکرمش بن صالح بالکل خاموش کھڑے ہو گئے تھے۔

فضاؤں کے اندر جلتے ہوئے تیر کے بلند ہونے کے چند ہی لمحوں بعد رسیوں کی ایک سیڑھی اصفہان شہر کے مشرقی دروازے کے قریب نیچے گرائی گئی۔ ان کے بعد کچھ مسلح جوان فصیل کے اوپر کھڑے رہے' صرف ایک شخص نیچے اترا تھا' جو رات کی تاریکی میں ایک ہیولے کی طرح دکھائی دیتا تھا۔

نیچے اترنے والا جب اپنے پاؤں زمین پر جما چکا' تب فصیل پر کھڑے لوگوں نے رسیوں کی سیڑھی پھینک دی تھی۔ یہاں تک کہ جو رسیوں کی سیڑھیوں کے ذریعے زمین پر اترا تھا' وہ بڑی تیزی سے اس سمت بڑھا' جہاں ایاز بن سیف الدین اور اس کے ساتھی ایک خالی گھوڑا لئے کھڑے تھے۔ ان کی طرف بڑھنے والا سلطان برکیاروق ہی تھا۔

سلطان برکیاروق جب ان تینوں کے قریب گیا' تب وہ تینوں اپنے گھوڑوں کی طرف گئے۔ سلطان برکیاروق آگے بڑھا پہلے ایاز بن سیف الدین سے گلے ملا۔ کئی بار اس کی پیشانی چومی' پھر اسی طرح چکرمش اور برسق بن برسق سے ملا۔ اس کے بعد سلطان برکیاروق خالی گھوڑے پر سوار ہوا' چکرمش اور برسق بن برسق اپنی ننگی تلواریں لئے آگے ہو لئے تھے۔ ان دونوں کے پیچھے سلطان رہا اور سلطان کے پیچھے اپنی برہنہ تلوار فضا میں بلند کئے ایاز بن سیف الدین تھا۔ اس طرح چاروں نے اپنے گھوڑوں کو ایڑ لگاتے ہوئے اس سمت سرپٹ دوڑا دیا تھا' جہاں وہ اپنے مسلح جوانوں کو چھوڑ کر آئے تھے۔

دراصل سلطان برکیاروق سلجوقی' سلطان ملک شاہ سلجوقی کا بڑا بیٹا تھا۔ حالات کی ستم ظریفی کہ جب نظام الملک طوسی کو حسن صباح کے فدائیوں نے قتل کر دیا تو سلطان ملک شاہ سلجوقی بغداد کی طرف بڑھا' ہجری چار سو پچاسی میں وہ بغداد میں داخل ہوا۔ اس موقع پر اس کی بیویوں میں سے ترکمان خاتون اس کے ساتھ ہی تھی' جسے تاریخ کے اوراق میں ترکمان

خاتون جلالیہ کا نام بھی دیا جاتا ہے۔ وقت کی ستم ظریفی اور مسلمانوں کی بدقسمتی کہ بغداد میں داخل ہونے کے بعد سلطان ملک شاہ سلجوقی بیمار ہوا اور ہجری چار سو پچاسی میں انتقال کر گیا۔ جب تک سلطان ملک شاہ سلجوقی زندہ رہا' نہ کسی صلیبی کو مسلمانوں کی طرف میلی آنکھ سے دیکھنے کی جرأت ہوئی اور نہ ہی شمال کے وحشی منگولوں اور تاتاریوں میں اتنی ہمت تھی کہ وہ مسلمانوں پر چڑھ دوڑیں' حالانکہ سلطان ملک شاہ کی سلطنت ان کے علاقوں تک پھیلی ہوئی تھی۔

سلطان ملک شاہ سلجوقی کی وفات کے وقت اس کی بیوی ترکمان خاتون سلطان کے ساتھ بغداد میں موجود تھی۔ سلطان سے اس خاتون کا ایک ہی لڑکا تھا' جس کا نام محمود تھا۔

مؤرخین لکھتے ہیں کہ ترکمان خاتون نے مصلحتاً سلطان کی موت کو چھپایا اور اس کی لاش لئے ہوئے اصفہان کی طرف روانہ ہوئی۔ سلطان کے امراء میں سے تاج الملک وغیرہ اور کچھ دیگر امراء اس کے ہم رکاب تھے۔ اس کے علاوہ ایک اور اہم اور سرکردہ رئیس اور امیر کربوغا جو بعد کے دور میں والئ موصل ہوا' وہ بھی ترکمان خاتون سے آن ملا تھا۔

اس موقع پر ترکمان خاتون نے سلطان ملک شاہ کی انگوٹھی امیر کربوغا کو دے کر والئ قلعہ اصفہان کے پاس بھیجا۔

اصفہان کے قلعہ دار نے سلطان کی انگوٹھی دیکھ کر قلعے کی کنجیاں کربوغا کو دے دیں۔ کربوغا نے قلعے پر قبضہ کر لیا اور اس کے بعد ترکمان خاتون بھی اصفہان آن پہنچی۔ اس نے اصفہان میں آتے ہی بڑے بڑے امراء اور سالاروں کو خوب نوازا اس کے ساتھ ہی اس نے اپنے نابالغ بیٹے محمود کی تخت نشینی کی تیاری کی اور لوگوں سے اس کے سلطان ہونے کی بیعت لے لی۔

محمود کی بیعت لینے کے بعد ترکمان خاتون نے عباسی خلیفہ بغداد کی خدمت میں درخواست کی کہ اس کے بیٹے محمود کی سلطان ملک شاہ سلجوقی کے بعد باضابطہ تخت نشینی ہو گئی ہے اور اراکین سلطنت نے اس کی بیعت کر لی ہے۔ لہٰذا خطبوں میں اس کے نام کے داخل ہونے کی اجازت دے دی جائے۔

چنانچہ خلیفہ نے اس شرط سے اس معاملے کی منظوری دی کہ محمود ابھی نابالغ ہے' اس کی نابالغی تک ترکمان خاتون کا ایک امیر انز امور سلطنت کا نگران اور منتظم رہے گا' جبکہ دوسرا امیر

مجد الملک عمال کے تقرر و تنزل کا مختار ہو گا۔

ترکمان خاتون یعنی محمود کی ماں شاید ان شرائط کو قبول کرنے کے لئے کوئی عذر پیش کرتی' پر اس موقع پر حجتہ اسلام امام غزالی رحمتہ اللہ علیہ نے جو خلیفہ کا پیغام لے کر گئے تھے' ترکمان خاتون کو سمجھایا کہ شرعاً تمہارا لڑکا نابالغی کی وجہ سے حکومت اور سلطنت کی باگ ڈور ہاتھ میں نہیں لے سکتا۔ اگر تم ان شرائط کو قبول نہ کرو گی تو سلطان ملک شاہ کا دوسرا لڑکا تخت نشین کر دیا جائے گا۔ چنانچہ مجبوراً ترکمان خاتون نے شرائط مذکورہ بالا کو منظور کر لیا اور اس طرح اس کے بیٹے کو سلطان تسلیم کر لیا گیا اور اس کا نام خطبوں میں پڑھا جانے لگا۔

جب ترکمان خاتون اس سارے کام سے فارغ ہوئی تو اس نے سلطان ملک شاہ سلجوقی کے بڑے بیٹے برکیاروق کو گرفتار کر کے اصفہان کے زندان میں بند کر دیا۔ سلطان ملک شاہ سلجوقی کے بعد اس کی سلطنت کی یہ عجیب حالت تھی۔ سلطان ملک شاہ سلجوقی جو بڑا پائے کا بادشاہ تھا' جس کی حکومت کا سکہ چین سے شام تک اور اقصائے شام سے یمن تک چلتا تھا۔ اس کے علاوہ رومن حکمران اسے جزیہ دیتے تھے اور بڑی بڑی حکومتیں اس کا نام سن کر لرز جاتی تھیں۔

جہاں تک سلطان برکیاروق کا تعلق ہے تو برکیاروق سلطان ملک شاہ سلجوقی کا بڑا بیٹا تھا۔ اس کی ماں کا نام زبیدہ تھا' جو سلطان ملک شاہ کے چچا یاقوتی بن داؤد کی بیٹی تھی۔ برکیاروق کی گرفتاری پر اس کی ماں زبیدہ نے اپنے سالاروں اور امراء سے مشورہ کرنے کے ساتھ ساتھ ان لوگوں سے بھی مشورہ کیا' جو سلطان ملک شاہ سلجوقی کے وزیر نظام الملک طوسی کے حمایتی اور حامی تھے۔ ان سب نے ترکمان خاتون کے مقابلے میں زبیدہ خاتون اور اس کے بیٹے برکیاروق کا ساتھ دینے کا عزم کیا' چنانچہ یہ عزم کرنے کے بعد کچھ لوگوں کو بھیجا گیا تاکہ سلطان برکیاروق کو اصفہان کے زندان سے نکالا جائے اور اس کے سلطان ہونے کا اعلان کیا جائے۔

ترکمان خاتون کی بدقسمتی کہ جس وقت اصفہان کے زندان سے برکیاروق کو نکالا جا رہا تھا' اس وقت وہ اپنے بیٹے محمود اور کچھ دوستوں کے ساتھ بغداد کی طرف گئی ہوئی تھی۔ لہٰذا اس کی غیر موجودگی میں برکیاروق کے حامیوں نے برکیاروق کو زندان سے نکال لیا۔ برکیاروق کو زندان سے نکالنے کے بعد امیر ایاز بن سیف الدین اپنے ساتھیوں اور مسلح جوانوں کے ساتھ

برکیاروق کو اپنے شہر کی طرف لے گیا' وہاں اس کے سلطان ہونے کا اعلان کر دیا گیا اور اس کے نام کا خطبہ پڑھا جانے لگا۔

ترکمان خاتون جو اپنے بیٹے محمود کے ساتھ بغداد میں تھی۔ مؤرخین لکھتے ہیں کہ اس خبر کو سن کر وہ بڑی تیزی اور برق رفتاری کے ساتھ بغداد سے اصفہان کی طرف روانہ ہوئی۔ اس نے اپنے وزیر اور اپنے لشکر کے سالار تاج الملک کو اپنی طاقت اور قوت مجتمع کرنے کا حکم دیا۔ بہرحال ترکمان خاتون اصفہان پہنچی اور بڑی تیزی سے اس نے دوبارہ برکیاروق پر حملہ آور ہونے' اسے گرفتار کر کے اس کا خاتمہ کرنے کی تیاریوں کو آخری شکل دینا شروع کر دی تھی۔

دوسری طرف سلطان ملک شاہ سلجوقی کے ادھر ادھر بکھرے ہوئے لشکریوں کو جب خبر ہوئی کہ سلطان برکیاروق کو اصفہان کے زندان سے نکال لیا گیا ہے تو وہ سلطان کے گرد جمع ہونے لگے۔ اس لئے کہ سلطان ملک شاہ سلجوقی کے بعد وہ سب سے زیادہ اس کے بیٹے برکیاروق ہی کو پسند کرتے تھے۔ اس طرح امیر ایاز بن سیف الدین اور اس کے ساتھی سلطان برکیاروق کو لے کر رے کی طرف بڑھے اور رے شہر تک پہنچتے پہنچتے سلطان برکیاروق کے پاس ایک بہت بڑا لشکر جمع ہو گیا تھا۔

رے شہر کا حاکم ان دنوں ارغش نظامی تھا۔ اسے جب خبر ہوئی کہ لوگ برکیاروق سے بڑی عقیدت اور ارادتمندی کا اظہار کر رہے ہیں اور سلطان ملک شاہ سلجوقی کے ادھر ادھر بکھرے ہوئے سرگرداں لشکری اور سالار بھی سلطان برکیاروق کے پاس جمع ہو گئے ہیں' تب ارغش نظامی نے بھی سلطان برکیاروق کی اطاعت قبول کر لی اور اس کے پاس اس وقت جو لشکر تھا' اس لشکر کے ساتھ ارغش نظامی سلطان برکیاروق کے لشکر میں شامل ہو گیا تھا۔ مؤرخین لکھتے ہیں کہ ارغش نظامی کے مل جانے سے سلطان برکیاروق کی قوت میں اضافہ ہوا۔ لہٰذا سب سے پہلے اس نے رے شہر پر قبضہ کیا۔ اپنی ماں اور دوسرے عزیز و اقارب اور رشتہ داروں کو اس نے رے شہر میں ٹھہرایا۔ اس کے بعد وہ ایک دوسرے انتہائی اہم قلعے کی طرف بڑھا' جس کا نام طبرک تھا اور جس سے سلطان برکیاروق بڑے فوائد حاصل کر سکتا تھا۔ چنانچہ اس قلعے پر قبضہ کرنے کے لئے سلطان برکیاروق اپنے لشکر کے ساتھ بڑی تیزی اور برق رفتاری سے اس سمت بڑھا تھا۔

طبرک شہر اور اس کا قلعہ بڑا مضبوط اور مستحکم تھا۔ اس لحاظ سے بڑی اہمیت کا حامل تھا۔

چنانچہ وہاں پہنچ کر سلطان برکیاروق نے اپنے لشکر کے ساتھ پڑاؤ کیا' جبکہ طبرک کا حاکم اور قلعہ دار پہلے ہی اپنے لشکر کے ساتھ شہر سے باہر نکل کر سلطان برکیاروق کا مقابلہ کرنے کے لئے پڑاؤ کئے ہوئے تھا۔

سلطان برکیاروق چاہتا تو آتے ہی طبرک کے حاکم اور قلعہ دار پر حملہ آور ہوتا اور یقینی طور پر اسے اپنے سامنے زیر کر کے طبرک پر قبضہ کر لیتا' لیکن سلطان نے ایسا نہیں کیا۔ دراصل سلطان برکیاروق طبرک شہر اور قلعہ صلح صفائی سے زیر کرنا چاہتا تھا۔ چنانچہ جب سلطان کے لشکر نے پڑاؤ قائم کر لیا' تب سلطان نے اپنے بھائی سنجر کے علاوہ اپنے بڑے سالاروں میں سے ایاز بن سیف الدین' چکرمش بن صالح' سعمان بن ارتق اور برسق بن برسق کے علاوہ دیگر بڑے سالاروں کو اپنے خیمے میں بلایا۔

جب یہ سارے سالار اس کے پاس جمع ہو گئے' تب سلطان انہیں مخاطب کر کے کہنے لگا۔

"سب سے پہلی بات جو میں اس موقع پر کہنا چاہتا ہوں' وہ یہ کہ ہماری بدقسمتی ہے کہ دونوں طرف مسلمان ایک دوسرے کے خلاف صف آراء ہو رہے ہیں۔ میں نے سن رکھا ہے کہ طبرک کا قلعہ دار بڑا معتوی اور ہٹ دھرم ہے۔ میں چاہتا تو آتے ہی اس پر حملہ آور ہو کر جنگ کا فیصلہ کرتا' لیکن میں چاہتا ہوں کہ سارے معاملات صلح صفائی سے طے ہونے چاہئیں۔"

"میں نے یہ بھی ارادہ کیا ہے کہ ایک سفیر کو طبرک کے قلعہ دار کی طرف روانہ کروں۔ یہ اس سے جا کر صلح صفائی کی بات کرے' بالکل نرم رویہ رکھے اور اسے اس بات پر آمادہ کرنے کی کوشش کرے کہ چونکہ لوگوں نے میرے ہاتھ پر بیعت کرتے ہوئے مجھے اپنا سلطان تسلیم کر لیا ہے اور طبرک کا قلعہ کیونکہ میری عملداری میں آتا ہے' لہٰذا طبرک کے والئی اور قلعہ دار کو میرا مطیع اور فرمانبردار ہونا چاہیے۔ اگر وہ اطاعت شعاری کا مظاہرہ کرتا ہے تو اسے کچھ نہیں کہا جائے گا اور اگر وہ ایسا کرنے سے انکار کرتا ہے تو پھر ہماری مجبوری ہے کہ ہم اس پر حملہ آور ہوں گے۔"

یہاں تک کہنے کے بعد سلطان برکیاروق رکا اور جب اس نے اپنے سالاروں سے اس تجویز سے متعلق گفتگو کی تو سب نے اس سے اتفاق کیا تھا' چنانچہ سلطان نے اپنے سالار کو

سفیر بنا کر طبرک کے حاکم اور قلعہ دار کی طرف روانہ کیا۔

وہ سفیر اپنے دو ساتھیوں کے ساتھ سفید علم لہراتا ہوا طبرک کے قلعہ دار کے لشکر کی طرف گیا اور طبرک کے قلعہ دار سے ملاقات کی خواہش کا اظہار کیا۔

چار مسلح جوان سلطان کے سفیر اور اس کے دونوں ساتھیوں کو طبرک کے قلعہ دار کے خیمے میں لے گئے' جو اس کے پڑاؤ کے پشتی حصے میں نصب تھا۔ سلطان کے تینوں قاصد طبرک کے قلعہ دار کے خیمے میں داخل ہوئے' اندر قلعہ دار اپنے کچھ مسلح ساتھیوں کے ساتھ بیٹھا ہوا تھا' اپنی جگہ سے اٹھ کر اس نے سلطان کے سفیر اور اس کے ساتھیوں کا استقبال کیا' پھر جب تینوں اس کے کہنے پر بیٹھ گئے' تب طبرک کے قلعہ دار نے گفتگو کا آغاز کیا اور کہنے لگا۔

"میرا اندازہ ہے کہ تمہیں برکیاروق نے کسی خاص مقصد کے تحت بھیجا ہے۔"

سلطان کے سالار نے ان الفاظ کو ناپسند کیا تھا اور قلعہ دار کی طرف غور سے دیکھتے ہوئے کہنے لگا۔

"برکیاروق نہیں' سلطان برکیاروق کہو' قلعہ دار کے چہرے پر طنزیہ سی مسکراہٹ نمودار ہوئی۔" کہنے لگا۔

"جب میں اسے سلطان تسلیم ہی نہیں کرتا تو پھر میں برکیاروق ہی کہوں گا' سلطان برکیاروق کیسے کہہ سکتا ہوں۔"

"بس تم یہ کہو' تم کیا پیغام لے کر آئے ہو' کیا کہنا چاہتے ہو؟"

اس سالار نے گلہ صاف کیا' پھر کہنے لگا۔

"دیکھو دونوں طرف مسلمان ہیں' اگر ٹکراؤ ہوتا ہے تو دونوں طرف مسلمانوں کا نقصان ہو گا۔ سلطان برکیاروق کی سب بیعت کر چکے ہیں' اب وہ اپنے باپ ملک شاہ سلجوقی کے بعد مسلمانوں کے سلطان ہیں' لہٰذا ان کی اطاعت لازم ہے۔"

سلطان کا سالار جب خاموش ہوا' تب قلعہ دار جھٹ سے بولا۔

"کسی نے اس کی سلطان ہونے کی بیعت نہیں کی۔ سلطان ملک شاہ کی بیوی ترکمان خاتون جلالیہ اور اس کا بیٹا محمود اس کے بدترین دشمن ہیں اور تمہیں یہ بھی خبر ہو گی کہ لوگ تو ترکمان خاتون کے بیٹے محمود کو بھی اپنا سلطان تسلیم کر چکے ہیں اور خلیفہ بغداد نے اس کی تصدیق بھی کر رکھی ہے۔"

"اور پھر اس کے علاوہ برکیاروق کے ساتھ اس کا کوئی عزیز و اقارب بھی نہیں ہے۔"

سفیر پھر کہنے لگا۔

"یہ تمہاری غلط فہمی ہے، جس طرح محمود کے ساتھ اس کی ماں ترکمان خاتون ہے۔ اس طرح برکیاروق کے ساتھ اس کی ماں زبیدہ ہے اور پھر برکیاروق کا بھائی سنجر بھی اس کے ساتھ ہے اور ہر طرح سے اس کی حمایت کر رہا ہے۔ اس کا ساتھ دے رہا ہے۔ اس کے علاوہ چھوٹا بھائی محمد بھی برکیاروق کے زیر سایہ ہے۔"

یہاں تک کہنے کے بعد سفیر رکا، پھر دوبارہ قلعہ دار کو مخاطب کر کے کہنے لگا۔

"دیکھو اگر مسلمانوں کے یہ دونوں لشکر آپس میں ٹکرائیں گے تو کئی بھور لگی ٹہنیاں آگ و خاک کا شکار ہو جائیں گی۔ خوشبو کی کہانیاں رسوائی شعاری اور بدن فروشی میں ڈوب جائیں گی، بے آبروئی کے پرچم عزت نفس کو جھکاتے پھریں گے، کالے مکروہ سائے بڑی بڑی خواہشوں کو جنم دیں گے اور یہ بھی لازم ہے کہ سلطان برکیاروق تمہیں جھکائے اور اپنا مطیع اور فرمانبردار بنائے، بنا جائے گا بھی نہیں، جب ایسا ہو گا تو ان علاقوں میں شفق رنگ لمحوں سے بھری کئی صدائیں وقت کے اڑتے بگولوں کے سکوت میں ڈوب جائیں گی، کئی گھرانے غم اور دکھ کا شکار ہو جائیں گے، کئی لشکری خون میں نہا کر ہمیشہ کے لئے خاموش ہو جائیں گے۔"

یہاں تک کہنے کے بعد سلطان کا سفیر جب دم لینے کے لئے رکا، تب قلعہ دار بڑے غرور اور تکبر کا مظاہرہ کرتے ہوئے کہنے لگا۔

"اگر برکیاروق نے ہماری انا کی شکستگی، بے آبروئی کا ہیجان، آفتوں کا سیل کرب کی منزل بننے کی کوشش کی تو وہ طبرک نام کے اس قلعہ کے باہر اپنے لئے سلگتی جلتی دوپہر کا سماں دیکھے گا۔ ہم اس کے لئے فطرت کے منفی عمل کی طرح حرکت میں آئیں گے۔ زمین کو اس کے لئے جہنم سے بھی بدتر بنا کر رکھ دیں گے۔ میری طرف سے واپس جا کر برکیاروق کو یہ پیغام دینا کہ اس کے لشکریوں کی تعمیر و تجسیم کے علاوہ اس کے اپنے اعضاء و جوارح کی تنظیم ہم برباد ریزہ ریزہ، ٹکڑے ٹکڑے کر کے رکھ دیں گے۔ چاروں طرف اس کے لئے خونی تعبیروں کی حدیثیں، ذلت و ننگ کے نصاب کھڑے کریں گے اور اس کے تن کے بعید شعور ذات کی سوچوں، اس کے شیشہ جاں اور روحوں کے ساگر میں برباد کے بے کراں شعلوں کا ایک طوفان کھڑا کر دیں گے۔"

قلعہ دار جب خاموش ہوا، تب غور سے اس کی طرف دیکھتے ہوئے وہ سالار کسی قدر اکھڑے اکھڑے لہجے میں کہنے لگا۔

"مجھے سمجھ نہیں آ رہی کہ تم اپنی کس قوت اور کس طاقت کے بل بوتے پر ایسی گفتگو کر رہے ہو۔ دیکھو ابھی وقت ہے، بربادی عذاب کو ٹالا جا سکتا ہے۔ اگر اسے نہ ٹالا گیا تو یاد رکھنا طبرک اور اس کے نواح میں دلہنوں کی طرح گنگناتی فصلوں کے سنہرے گیت، ہریالی سے اٹی وادیاں، دھان کی بالیاں، پرندوں کی ڈاریں بے منزل ہو جائیں گی۔ دیکھو! ایک قوم ہونے کا ادراک کرو۔ اپنی ہی سرزمینوں کو اپنے ہی وطن کو اندھی بنجر زمین، سوکھی بے آب دھرتی کی شکل دینے کی کوشش نہ کرو۔ اگر ایسا کرو گے تو میں پہلے سے تمہیں بتائے دیتا ہوں کہ حالات اور وقت تمہاری گرسنہ نگاہوں میں زہر بھر کر تمہارے نفس ذات کو انحطاط اور زوال کا شکار کر دیں گے۔ ہماری تمہاری بہتری، ملت کی بھلائی اور مسلم امہ کی فلاح اسی میں ہے کہ مسلمانوں کے دو لشکر آپس میں نہ ٹکرائیں، بلکہ صلح صفائی سے گفتگو کر کے جس طرح دوسرے لوگ سلطان برکیاروق کو اپنا سلطان تسلیم کر رہے ہیں، اسی طرح تم بھی تسلیم کر کے سلطان کے مطیع اور فرمانبردار ہونے کا اعلان کر دو۔"

قلعہ دار نے کھا جانے والے انداز میں سلطان کے سالار کی طرف دیکھا اور کہنے لگا۔

"کیوں ایسا کر لوں، تم برکیاروق کی طرف سے ایک سفیر اور قاصد بن کر آئے ہو۔ اگر ایسا نہ ہوتا تو جس طرح کی تم نے گفتگو کی ہے، اب تک میں تیری گردن کاٹ چکا ہوتا۔"

سلطان کا سالار اپنے دونوں ساتھیوں کو اشارہ کرتے ہوئے اپنی جگہ سے اٹھ کھڑا ہوا، پھر نہایت مایوسی سے قلعہ دار کی طرف دیکھتے ہوئے کہنے لگا۔

"میں نے اپنے سلطان کا پیغام تم تک پہنچا کر اپنا فرض پورا کر دیا ہے، جو ذمہ داری مجھ پر عائد کی گئی تھی، اس ذمہ داری سے میں عہدہ براہ ہو چکا ہوں۔ اب تم جانو، تمہاری طاقت، تمہاری قوت اور تمہارا مستقبل اور ان سب باتوں کا فیصلہ آج ہی تھوڑی دیر بعد ہو جائے گا۔"

اس کے ساتھ ہی وہ سالار اپنے دونوں ساتھیوں کے ساتھ قلعہ دار کے لشکر سے نکل کر اپنے لشکر کی جانب بڑھ گیا۔

سلطان برکیاروق اور اس کے سالار اپنے پڑاؤ سے آگے قاصدوں کی واپسی ہی کا انتظار کر رہے تھے۔ جب وہ واپس در آئے تو سلطان نے بڑی بے تابی اور بے چینی سے ان

کی طرف دیکھتے ہوئے پوچھ لیا۔

" کیا نتیجہ لے کر آئے ہو۔"

اس پر مایوسی کا اظہار کرتے ہوئے وہ سالار کہنے لگا۔

" سلطان محترم طبرک کا قلعہ دار بڑا مغرور اور تکبر کرنے والا ہے۔ اس وقت وہ گھمنڈ میں ڈوبا ہوا ہے۔ اس نے شاید ہمارے لشکر کی تعداد دیکھتے ہوئے یہ گمان کرلیا ہے کہ فتح اور کامیابی اس کی ہے۔ اس بناء پر وہ اطاعت کرنے سے انکار کرتا ہے۔ اس کے ساتھ ہی وہ آپ کو سلطان بھی تسلیم نہیں کرتا۔" اس کے بعد سالار نے' جو گفتگو قلعہ دار سے ہوئی تھی اس کی تفصیل کہہ دی تھی۔

سلطان کا سالار جب خاموش ہوا' تب سلطان برکیاروق نے جواب طلب سے انداز میں اپنے دائیں پہلو میں کھڑے اپنے سب سے اہم اور پسندیدہ سالار ایاز بن سیف الدین کی طرف دیکھا۔ سلطان منہ سے کچھ نہیں بولا تھا۔ شاید آنکھوں ہی آنکھوں میں اس نے ایاز سے کچھ جاننا چاہا تھا۔ سلطان کے اس طرح دیکھنے پر ایاز بن سیف الدین بولا اور کہنے لگا۔

" سلطان محترم! قلعہ دار کی اس گفتگو کا نتیجہ صرف جنگ ہے۔" اس کے بعد برکیاروق نے جب باری باری اپنے دوسرے سالاروں کی طرف دیکھا' تب انہوں نے بھی ایاز بن سیف الدین کی تائید کی تھی۔ یہ سب کچھ سننے کے بعد سلطان نے پھر ایاز سیف الدین کی طرف دیکھا' کہنے لگا۔

" اگر یہ بات ہے تو پھر لشکر کو استوار کرو' صفیں درست کرنا شروع کرو۔"

یہ حکم ملنا تھا کہ لشکر کو استوار کیا جانے لگا۔ صفیں درست ہونے لگیں' دوسری طرف قلعہ دار نے جب دیکھا کہ سلطان برکیاروق اب جنگ کی طرح ڈالنے لگا ہے تو اس نے بھی اپنے لشکر کی صفیں درست کرنا شروع کر دی تھیں۔

لشکر کی صفیں جب درست ہو گئیں' تب سارے سالار ایک بار پھر اپنے لشکر کے سامنے سلطان برکیاروق کے پاس آن کھڑے ہوئے تھے۔ اس موقع پر ایاز بن سیف الدین جو اپنی عمر کے لحاظ سے ابھی بالکل نوجوان تھا' سلطان سے قریب ہوا' سلطان برکیاروق ہر صورت' ہر حال میں اس پر اعتماد اور بھروسہ کرتا تھا۔ دراصل ایاز بن سیف الدین کی ماں پہلے فوت ہو چکی تھی۔ اس کے باپ کو حسن بن صباح کے فدائیوں نے قتل کر دیا تھا۔ اس لئے کہ وہ سلطان

ملک شاہ سلجوقی کے امراء میں سے ایک تھا اور اس کے بعد سلطان برکیاروق کی ماں زبیدہ نے ایاز بن سیف الدین کی نگہبانی اور دیکھ بھال اپنے بیٹوں کی طرح کی تھی۔ اس بناء پر ایاز بن سیف الدین کو سلطان برکیاروق سے ایک عقیدت اور ارادت مندی تھی اور سلطان برکیاروق ایاز بن سیف الدین سے بے پناہ چاہت اور محبت رکھتا تھا۔

سلطان برکیاروق کے قریب جانے کے بعد ایاز بن سیف الدین بڑی رازداری سے سلطان کو مخاطب کر کے کہنے لگا۔

" سلطان محترم! آپ لشکر کے وسطی حصے میں چلے جائیں' طبرک کے قلعہ دار سے ہم ایسے نبٹیں گے کہ وہ اپنی انا پرستی' اپنے تکبر اور گھمنڈ کی ساری جست وخیز بھول جائے گا۔"

اس موقع پر سلطان برکیاروق کے چہرے پر ہلکا سا تبسم نمودار ہوا' بڑے شوق سے اس نے چند ثانیوں تک ایاز بن سیف الدین کی طرف دیکھا۔ اس موقع پر باقی سالار بھی قریب ہو کر کھڑے ہو گئے تھے۔ یہاں تک سلطان برکیاروق بولا اور کہنے لگا۔

" لشکر کو دو حصوں میں تقسیم کرلو۔ ایک حصے کی کمانداری ایاز بن سیف الدین کے پاس ہوگی' چکرمش بن صالح اس کے نائب کی حیثیت سے کام کرے گا۔ دوسرے حصے کی کمانداری قماج بن کاکس کے ہاتھ میں ہوگی۔ برسق بن برسق اس کا نائب ہوگا' جبکہ باقی سالار میرے ساتھ پیچھے جائیں گے۔ اس لئے کہ لشکر کے کچھ دستے پیچھے رکھے جائیں گے تاکہ وہ اپنے پڑاؤ کی حفاظت کر سکیں اور ایک اچھا سالار ان دستوں کا کماندار ہوگا۔

سارے سالاروں نے اس سے اتفاق کیا تھا۔ پھر سلطان برکیاروق' عثمان بن ارتن لشکر کے پچھلے حصے کی طرف چلے گئے تھے۔ کچھ دیر تک دونوں لشکروں کے اندر جنگ کے طبل بجتے رہے۔ اس کے بعد جنگ کی ابتداء طبرک کے قلعہ دار نے کی' اپنے لشکر کو اس نے آگے بڑھایا پھر وہ سلطان برکیاروق کے لشکر پر راحتوں اور حلاوتوں کو مسکراہٹوں اور کڑواہٹوں میں تبدیل کرتے زمانے بھر کی وحشتوں' بدگمانیوں کے دشت میں آنسوؤں کی داستانیں رقم کرتے' بدترین تقدیر کے پرشور بگولوں' آنکھوں میں کرب' دل میں سلگاہٹ کھڑی کر دینے والے الم گزیدہ مناظر کی طرح حملہ آور ہوا تھا۔

سلطان برکیاروق کی طرف سے ابتداء ایاز بن سیف الدین نے کی' کیونکہ سلطان برکیاروق ایک طرح سے اسے اپنے لشکر کا سپہ سالار اعلیٰ تسلیم کرتا تھا۔ اس بناء پر پہلے وہی

حرکت میں آیا۔ عجیب سے انداز میں اس نے پہلے چہروں کو چرمرا دینے والی لہروں کی سرسراہٹوں، خوابیدہ امنگوں میں کروٹیں لیتے طوفانوں اور خاموش صحراؤں میں برق کے ہولناک شراروں کی طرح تکبیریں بلند کیں۔ اس کے بعد وہ طبرک کے قلعہ دار پر تخریب کے پیاسے کرب ناک دور میں کاتب وحی کے عنایت کردہ ولولوں اور سورج کی تپش اور حدت، رگ و پے میں تلخیاں بھرتے کالی روحوں پر برقا بن کر گرتے سچائی کے اسم نایاب، بے منزل مسافتوں میں حروف دعا کی جاگتی حدت اور ظلمتوں کی رات میں سوچوں کی جھلملاتی ضو اور روشنی کی طرح حملہ آور ہوا تھا۔

ایاز بن سیف الدین اور چکرمش بن صالح کے ساتھ ساتھ قماج اور برسق بن برسق بھی دونوں حرکت میں آئے اور وہ بھی اپنے حصے کے لشکر کے ساتھ طبرک کے قلعہ دار کے لشکر پر تقدیر کے بدترین نوشتے تحریر کرتے، موت و حیات کے رازداں عناصر، جنونی کیفیت طاری کرتی جہاں سوزی اور تباہ کاری اور زندگی کی وزنی زنجیریں کاٹتے زہریلے جنگجوؤں سرکش اور بے روک جھکڑوں کی طرح حملہ آور ہو گئے تھے۔

اس طرح قلعہ طبرک کے نواح میں جب دونوں لشکر اس طرح ٹکرائے تو میدان جنگ میں خواب لمس، گلاب رتیں لہولہو ہونا شروع ہو گئیں۔ زندگی کے سنہری لمحے ہونٹوں پر کھیلتی مسکراہٹیں، ٹوٹے عکس کی کرچیوں میں تبدیل ہونے لگی تھیں۔ ذرہ ذرہ خاک و خون ہونا شروع ہو گیا تھا۔ تلواروں کی ناگہانی بارش میں سکون کی چادریں ریزہ ریزہ ہونا شروع ہو گئی تھیں اور خوشبو کی کہانیاں بے خدوخال ہونے لگی تھیں۔

کچھ دیر مزید جنگ کے بعد طبرک کے قلعہ دار نے اندازہ لگا لیا تھا کہ اب بدترین شکست اس کا مقدر بننے والی ہے۔ لہٰذا اپنے لشکریوں کو ان کے حال پر چھوڑ کر اس نے بھاگ کر قلعہ بند ہونا چاہا، لیکن اس کی بدقسمتی کہ اس وقت تک ایاز بن سیف الدین نے اس کی راہ روک کر اسے شہر میں داخل ہونے سے روک دیا جبکہ باقی لشکر نے جب اپنے حملوں میں تیزی پیدا کی تو قلعہ دار کے لشکر کی اکثریت ماری گئی۔ قلعے کی طرف بھاگتے ہوئے قلعہ دار بھی اپنی جان سے ہاتھ دھو بیٹھا۔ اس طرح سلطان برکیاروق کو شاندار فتح نصیب ہوئی اور آگے بڑھ کر اس نے طبرک نام کے قلعے اور شہر پر قبضہ کر لیا تھا۔ اس طرح سلطان بننے کے بعد برکیاروق کی یہ دوسری شاندار فتح تھی۔

☼.......☼.......☼

دوسری طرف جب ترکمان خاتون کو خبر ہوئی کہ برکیاروق نے رے شہر کے بعد طبرک نام کا قلعہ اور شہر بھی فتح کر لیا ہے، تب اس کے غصے اور غضب کی کوئی انتہاء نہ تھی۔ وہ تو ہر صورت میں برکیاروق کو اپنے سامنے زیر کرنا چاہتی تھی، لہٰذا اس نے ایک بہت بڑا لشکر تیار کیا اور اسے برکیاروق پر حملہ آور ہونے کے لئے روانہ کیا۔ دوسری طرف طبرک کے مقام پر سلطان برکیاروق کو بھی خبر ہو چکی تھی کہ اس پر حملہ آور ہونے کے لئے ترکمان خاتون نے ایک لشکر روانہ کیا ہے۔ لہٰذا وہ بھی طبرک سے نکلا اور یزدگرد کی طرف روانہ ہوا تھا۔ ملکہ ترکمان خاتون کا لشکر یزدگرد کے نواح میں پہلے پہنچ چکا تھا۔ اس لشکر کی کمانداری ملکہ ترکمان خاتون کا سالار اعلیٰ تاج الملک کر رہا تھا، جس روز تاج الملک نے اپنے لشکر کے ساتھ یزدگرد کے نواح میں پڑاؤ کیا، اس سے اگلے روز سلطان برکیاروق بھی اپنے لشکر کے ساتھ وہاں پہنچا اور اس نے وہاں پڑاؤ کرنا شروع کر دیا تھا۔

ملکہ ترکمان خاتون کے لشکر کے سپہ سالار تاج الملک کے ماتحت دو بڑے سالار تھے۔ ایک کمشتگین اور دوسرا منکمرد۔ جس روز سلطان برکیاروق اپنے لشکر کے ساتھ تاج الملک کے لشکر کے سامنے نمودار ہوا اور پڑاؤ کرنا شروع کیا، اسی وقت ملکہ ترکمان خاتون کا بڑا سالار کمشتگین اپنے ساتھی سالار منکمرد کے خیمے میں داخل ہوا۔ اس وقت منکمرد اپنے خیمے میں اکیلا بیٹھا ہوا تھا۔ کمشتگین کو اپنے خیمے میں داخل ہوتے دیکھ کر وہ اپنی جگہ پر اٹھ کھڑا ہوا، بڑے پرجوش انداز میں اس سے مصافحہ کیا، ہاتھ پکڑ کر اپنے قریب بٹھایا، پھر اسے مخاطب کر کے کہنے لگا۔

''کمشتگین میرے بھائی تمہارا چہرہ بتاتا ہے کہ تم کسی اہم کام کے سلسلے میں میرے پاس آئے ہو۔ میں ایک عرصہ سے تمہارے ساتھ کام کر رہا ہوں، تمہارے ساتھ میرے مراسم سگے بھائیوں جیسے ہیں۔ اس لئے کم از کم میں تمہارے چہرے کا اندازہ لگاتے ہوئے غلطی نہیں کر سکتا، میرے بھائی بتا کیا بات ہے۔''

کمشتگین منکمرد سے بڑا سالار تھا۔ تاہم دونوں میں بڑا پیار اور دونوں میں بڑی یگانگت تھی۔ کمشتگین جواب میں کچھ سوچتا رہا پھر بولا اور منکمرد کو مخاطب کر کے کہنے لگا۔

''منکمرد میرے بھائی تم دیکھتے ہو سلطان برکیاروق اپنے لشکر کے ساتھ یہاں پہنچ چکا

ہے اور پڑاؤ کرنا شروع کر دیا ہے۔ میرے بھائی اچھا مسلمان وہ ہے جو جھلستی دھوپ میں اپنے بھائی کے لئے ابر کا سایہ بنے' یخ بستہ سایوں کو پگھلانے کے لئے دھوپ ثابت ہو' مسلمان کی حیثیت سے ہمیں رنجشوں کی داستانوں' بکھرے قصوں' منتشر کہانیوں کی حکیمانہ انداز میں شیرازہ بندی کرنی چاہیے۔ میرے بھائی شب کو سینہ چاک کرنے کے لئے ضمیر کی روشنی اور شعور فکر کی کرنوں کی ضرورت ہوتی ہے۔"

یہاں تک کہنے کے بعد کمشتگین رکا' پھر اپنی بات کو آگے بڑھاتے ہوئے کہہ رہا تھا۔

"منکمر د میرے بھائی ہمیں نیت کی ساری خرابیوں' ارادوں کی ساری ناپاکیوں' مقاصد کی ساری خباثتوں' نفرت کی دھوپ تک کو فراموش کر کے مسلم امہ کے جمال حرارت اور ملت کے لئے امیدوں کی سہانی صبح کے لئے کام کرنا چاہیے۔"

"اگر ہم ملت کی سانسوں میں گلاب خواہشیں نہیں بھر سکتے تو ہمیں یہ بھی حق نہیں پہنچتا کہ ہم تلوار بے نیام کر کے اپنے بھائیوں پر چڑھ دوڑیں۔"

"منکمر د میرے بھائی میری باتوں کو سمجھنے کی کوشش کرنا' ملکہ ترکمان خاتون تپتی بنجر دھرتی پر زیست کے صفحات کو لہولہو کرنے کے لئے آسیب سایوں کے پیچھے بھاگنے لگی ہے' ناآشنا خیالوں کا کرب اور تنگ و تاریک وحشتیں چارسو پھیلانا چاہتی ہے۔ پرسوز بدگمانیوں سے ہمارے آپس کے برسوں کے رشتوں کو کاٹنا چاہتی ہے۔ مسلمانوں کے اندر بے اعتنائی کی فضائیں' خزاں زدہ رتیں' اجاڑ راستوں کی دھند' خونی خواہشوں کی آندھیاں' زرد ماحول کی بے بسی اور زنگ آلود جنونی نوحوں کو پھیلانا چاہتی ہے اور کم از کم میں ایک سالار کی حیثیت سے اپنی مسلم قوم کے لئے زخموں کی جلن' روحوں کی گھٹن' قلب کی بے سروسامانی فراہم نہیں کر سکتا۔"

یہاں تک کہنے کے بعد کمشتگین رکا' اس کے بعد اپنی بات کو آگے بڑھاتا ہوا کہنے لگا۔

"منکمر د میرے بھائی میں نہیں جانتا جو کچھ میں کہنے لگا ہوں' اس کے متعلق تمہارے کیا خیالات ہیں' لیکن میں بذات خود یہ فیصلہ کر چکا ہوں کہ میں ملکہ ترکمان خاتون یا تاج الملک کا ساتھ دینے کے بجائے سلطان برکیاروق کا ساتھ دوں گا۔ اس وقت ہمارے سامنے مسلم امہ

کے لئے صرف برکیاروق ہی روشنی کی ایک کرن ہے۔ منکمر د میرے بھائی ہمارے شمال میں منگول سر اٹھا رہے ہیں' مغرب میں صلیبی قوتیں ہماری طرف تاک جھانک کر رہی ہیں' جس وقت سلطان ملک شاہ سلجوقی زندہ تھے تو ان کی مملکت جہاں ایک طرف منگولوں سے ملتی تھی' وہاں صلیبیوں کے علاقوں سے بھی مس کرتی تھی' لیکن ان کے دور میں نہ کسی صلیبی' نہ کسی منگول کو جرأت ہوئی کہ مسلمانوں کی طرف میلی آنکھ سے دیکھیں۔ اب ملکہ ترکمان خاتون نے مسلمانوں کے اندر نااتفاقی' رنجش اور نفرت پیدا کر کے رکھ دی ہے۔ سلطان برکیاروق' سلطان ملک شاہ سلجوقی کا بڑا بیٹا ہے اور سلطان کے بعد اسی کا حق بنتا ہے کہ وہ سلطان کی حیثیت سے مسلم امہ کی رہنمائی اور حفاظت کا کام سرانجام دے' لیکن ترکمان خاتون اور اس کا بیٹا محمود اور وہ سالار جو ان دونوں ماں بیٹے کا ساتھ دے رہے ہیں۔ سلطان برکیاروق کے مقاصد اور اس کی خواہشوں کی تکمیل نہیں ہونے دے رہے۔"

یہاں تک کہنے کے بعد کمشتگین رکا' ایک گہری نگاہ اپنے سامنے بیٹھے منکمر د پر ڈالی پھر کہنے لگا۔

"منکمر د میرے بھائی جو کچھ میں کہنا چاہتا تھا' کہہ چکا اور اب میں نے جو فیصلہ کیا' اس کا میں تم پر انکشاف کرتا ہوں' وہ فیصلہ یہ ہے کہ میں اپنے ساتھیوں کے ساتھ ترکمان خاتون کے لشکر سے نکل کر برکیاروق کے پاس چلا جاؤں گا۔"

کمشتگین جب خاموش ہوا' تب غور سے اس کی طرف دیکھتے ہوئے منکمر د کہنے لگا۔

"میرے بھائی یہ جو تم نے اتنی لمبی چوڑی تمہید باندھی ہے' یہ تم نہ باندھتے تو صرف مجھے اتنا کہہ دیتے کہ منکمر د ہم نے ترکمان خاتون کا نہیں' سلطان برکیاروق کا ساتھ دینا ہے' تو قسم خداوند قدوس کی کمشتگین میں اس وقت تمہارا ساتھ دینے پر تیار ہو جاتا۔ میں خود ترکمان خاتون سے نالاں ہوں۔ وہ مسلمانوں کے اندر نفرت اور نااتفاقی پیدا کرنے کی کوشش کر رہی ہے اور اس کا یہ رویہ کسی بھی صورت قابل قبول نہیں ہے۔"

منکمر د کے یہ الفاظ سن کر کمشتگین ایسا خوش ہوا کہ آگے بڑھ کر اس نے منکمر د کو گلے لگا لیا تھا' اس کی پیشانی چومی' پھر کہنے لگا۔

"کمشتگین میرے بھائی ویسے بھی میں ایک بات کہوں کہ سلطان برکیاروق کے ساتھ اس وقت بڑے سالاروں میں سے ایاز سلطان کا بھائی سنجر' دوسرا بھائی محمد برسق سقمان

اور قماج جیسے لوگ ہیں۔ ایاز بن سیف الدین گوان میں چھوٹا ہے' لیکن جنگ کا سب سے زیادہ اور وسیع تجربہ رکھتا ہے اور وہ جنگ کے دوران دشمن کی بساط کو لپیٹنے اور شکست سے دوچار کرنے کا ہنر بھی جانتا ہے۔ اس لئے میں یہ بھی دیکھتا ہوں کہ اس جنگ میں شکست ملکہ ترکمان خاتون کے لشکر کا مقدر بنے گی اور اس شکست سے پہلے پہلے ہمیں سلطان برکیاروق کے لشکر میں شامل ہو جانا چاہیے۔

منکبرد کے ان الفاظ کے جواب میں کمشتگین مسکرایا' ایک بار اس کی پیٹھ تھپتھپائی پھر کہنے لگا۔

''منکبرد میں اب جاؤں گا جس وقت جنگ کی تیاری کی جائے گی' اس وقت ہم دونوں حرکت میں آئیں گے' لیکن اس سے پہلے پہلے میں اپنے ساتھیوں کو' تم اپنے لوگوں کو بڑی رازداری سے سمجھا دینا کہ ہم نے کیا کرنا ہے اور جس وقت تاج الملک سلطان برکیاروق سے ٹکرانے کے لئے لشکر کو آگے بڑھائے گا' میں اور تم دونوں اپنے ساتھیوں کے ساتھ تاج الملک کے لشکر سے نکل کر سلطان برکیاروق کے لشکر میں جا شامل ہوں گے اور خداوند قدوس نے چاہا تو آنے والے دور میں ہم پوری جانثاری کے ساتھ سلطان برکیاروق کا ساتھ دیں گے۔''

کمشتگین کی اس تجویز سے منکبرد نے اتفاق کیا تھا۔ اس کے بعد کمشتگین وہاں سے اٹھ کر اپنے خیمے کی طرف چلا گیا تھا۔

اگلے روز صبح ہی صبح دونوں لشکریوں نے اپنی صفیں درست کیں اور جس وقت سلطان برکیاروق کے لشکر پر تاج الملک نے حملہ آور ہونے کے لئے اپنے لشکر کو آگے بڑھایا تھا' عین اسی وقت اس کے تحت کام کرنے والے دونوں بڑے سالار کمشتگین اور منکبرد اپنے ساتھیوں کے ساتھ اس کے لشکر سے نکل کر سلطان برکیاروق کے لشکر میں شامل ہوئے تھے۔
مؤرخین اس بات کی تصدیق اور تائید کرتے ہیں کہ عین جنگ کے موقع پر دونوں بڑے سالار کمشتگین اور منکبرد تاج الملک کے لشکر سے نکل کر سلطان برکیاروق کے لشکر میں جا شامل ہوئے تھے۔

ملکہ ترکان خاتون یا ترکمان خاتون کے سالار تاج الملک نے کمشتگین اور منکبرد کے اس طرح علیحدہ ہو جانے کو کوئی اہمیت نہ دی۔ اپنے لشکر کو اس نے آگے بڑھایا اور سلطان

برکیاروق اور اس کے لشکر پر وہ بے خدوخال کرتے زندگی کے تیز طوفانوں' ظلمتوں کی رات میں شب گزیدہ کی طرح ڈستے بے روک امڈتے جھکڑوں کی طرح حملہ آور ہو گیا تھا۔
جوابی کارروائی کرتے ہوئے سلطان برکیاروق بھی اپنے پورے لشکر کے ساتھ یاسیت کے احوال لکھتے عذابوں' آنکھوں کے گھاٹ لبریز کرتے جھکڑوں سرکش اور بے روک آندھیوں' خوف اور ہیجان بھرے سلگتے اساطیری آسیبوں کی طرح ٹوٹ پڑا تھا۔
کچھ ہی دیر کے بعد سلطان برکیاروق کے سامنے ملکہ کے سپہ سالار تاج الملک کی حالت بانجھ لفظوں کے ڈھیر' موت کی تاریکیوں میں زخموں کی خراشوں' حسرت و یاس کے گھمبیر اندھیروں اور پریشان کن خواہشوں جیسی ہونا شروع ہو گئی تھی۔
ترکمان خاتون کی بدقسمتی کہ اس جنگ کے دوران اس کے سالار تاج الملک کو سلطان برکیاروق اور اس کے سالاروں نے گرفتار کر لیا اور اس کے لشکر کو بدترین شکست دی۔ ملکہ ترکمان خاتون کا لشکر بھاگ کر اصفہان کی طرف چلا گیا' جبکہ سلطان نے پہلے اپنے زخمیوں کی دیکھ بھال کرنا شروع کی' اسی دوران ملکہ کے گرفتار ہونے والے سالار تاج الملک کو سلطان کے سامنے پیش کیا گیا اور اسے موت کے گھاٹ اتار دیا گیا۔
مؤرخین یہ بھی لکھتے ہیں کہ سلطان برکیاروق تاج الملک کو موت کے گھاٹ نہیں اتارنا چاہتا تھا' ساتھ ہی مؤرخین یہ بھی لکھتے ہیں کہ ترکمان خاتون نے تاج الملک کو اپنے لشکر کا سپہ سالار بنا کر سلطان برکیاروق کا مقابلہ کرنے کے لئے بھیجا تھا' جب ترکمان خاتون کا لشکر پسپا ہوا تو تاج الملک گرفتار ہو کر سلطان برکیاروق کی خدمت میں پیش کیا گیا تو برکیاروق نے اسے آزاد کر دیا' چونکہ سلطان برکیاروق تاج الملک کی کفایت شعاری اور اس کی سیاسیات سے واقف تھا۔ اس وجہ سے اسے اپنی وزارت دینے کا تہیہ کر لیا تھا۔
مؤرخین یہ بھی لکھتے ہیں کہ اس موقع پر لوگوں نے خفگی اور شکایت کا اظہار کیا کہ تاج الملک کو کیوں آزاد کر دیا گیا ہے۔ چنانچہ سلطان برکیاروق نے اعتراضات کرنے والوں کو مطمئن کرنا چاہا لیکن وہ ایسا نہ کر سکا اور اپنے لشکر کو پھوٹ اور نااتفاقی سے بچانے کے لئے سلطان برکیاروق نے تاج الملک کو موت کے گھاٹ اتار دیا۔
تاج الملک سے متعلق مؤرخین لکھتے ہیں کہ تاج الملک کے محاسن اخلاق اور مکارم عادات کم نہ تھے۔ اسی نے شیخ ابواسحاق شیرازی کی قبر بنوائی تھی اور اس کے احاطے میں ایک

مدرسہ جاری کیا تھا' جس کے مدرس اعلیٰ ابوبکر شاسی تھے۔ بہرحال تاج الملک کو جب شکست ہوئی اور وہ گرفتار ہو گیا تو اسے موت کے گھاٹ اتار دیا گیا۔ اب سلطان نے وہاں سے کوچ کیا اور بڑی تیزی اور برق رفتاری کے ساتھ اس نے اصفہان کا رخ کیا تھا۔

اصفہان پہنچ کر سلطان برکیاروق نے شہر کا محاصرہ کر لیا۔ شہر کے اندر کوئی اتنی بڑی قوت نہ تھی' جو سلطان برکیاروق کا راستہ روکتی' لہٰذا اصفہان پر سلطان برکیاروق کا قبضہ ہو گیا۔ اصفہان پر قبضہ کرنے سے سلطان برکیاروق کو ایک اور تقویت ملی' وہ اس طرح کہ اس کے باپ سلطان ملک شاہ سلجوقی کے وزیر نظام الملک کا بیٹا عبداللہ حسین بن نظام الملک جو اصل میں خوارزم کا والی تھا' اپنے باپ نظام الملک کے قتل سے بیشتر کسی ضرورت سے سلطان ملک شاہ کی خدمت میں اصفہان چلا آیا تھا۔ یہ اصفہان میں موجود تھا کہ اس کے باپ کے قتل کا واقعہ پیش آ گیا۔ اس کے بعد ملک شاہ نے بھی وفات پائی۔ سلطان کی وفات کے بعد بھی ابو عبداللہ حسین اصفہان میں ہی ٹھہرا رہا اور جب برکیاروق نے اصفہان کا محاصرہ کیا اور اسے فتح کیا تو ابو عبداللہ حسین کے ساتھ جس قدر لشکری تھے' انہیں لے کر وہ سلطان برکیاروق کے لشکر میں شامل ہو گیا تھا اور جس طرح برکیاروق کے باپ سلطان ملک شاہ سلجوقی نے ابو عبداللہ حسین کے باپ نظام الملک طوسی کو اپنی سلطنت کے سیاہ' سفید کا مالک بنایا تھا' اسی طرح برکیاروق نے بھی نظام الملک طوسی کے بیٹے عبداللہ حسین کو اپنا وزیر بنا کر اسے تمام امور سلطنت کے سیاہ سفید کرنے کا اختیار دے دیا تھا۔

............*

سلطان ملک شاہ سلجوقی کے بعد سلطان کی بیوی ترکمان خاتون کی غیر ذمہ دارانہ حرکات کی وجہ سے سلطان کے بیٹوں کے درمیان خانہ جنگی کی ابتداء ہو گئی' تب حسن بن صباح کو پھولنے پھلنے کا خوب موقع ملا۔ سلطان ملک شاہ سلجوقی نے اپنی موت سے پہلے ایک لشکر حسن بن صباح کے قلعے الموت پر حملہ آور ہونے کے لئے روانہ کیا تھا اور اس لشکر کا سالار اس کا نامور سپہ سالار امیر ارسلان تھا۔ امیر ارسلان نے حسن بن صباح کے لشکر کو بدترین شکست دی۔ حسن بن صباح اپنے قلعے میں محصور ہو گیا اور قریب تھا کہ امیر ارسلان حسن بن صباح کے قلعہ الموت کی اینٹ سے اینٹ بجا کر حسن بن صباح اور اس کے ساتھیوں کا مکمل طور پر خاتمہ کر دیتا' لیکن چونکہ حسن بن صباح کی قسمت میں پھلنا پھولنا لکھا تھا' اسی دوران امیر ارسلان کو ملک شاہ سلجوقی کے مرنے کی اطلاع آئی' چنانچہ وہ اپنے لشکر کو لے کر واپس چلا گیا اور یوں حسن بن صباح اور اس کے ساتھی مکمل طور پر تباہ و برباد ہونے سے بچ گئے۔

سلطان ملک شاہ سلجوقی کے بعد حسن بن صباح نے خوب پر پرزے نکالے' الموت کے علاوہ اور بہت سے قلعوں پر اس نے قبضہ کر لیا۔ اپنے لشکر میں بے پناہ اضافہ کیا۔ فدائیوں کی تعداد بڑھائی۔ اسی دوران اس نے وہ باغ بھی بنایا جس کو فردوس کا نام دیا گیا اور جس کے اندر اس نے دنیا کی حسین ترین لڑکیوں کو حوروں کی صورت میں جمع کرنا شروع کر دیا تھا۔ یہ وہ دور تھا کہ حسن بن صباح کی طاقت اور قوت اپنے عروج پر آ گئی تھی۔ وہ پہاڑی علاقوں کے جنگجوؤں کو اپنے مسکن میں لے جاتا' انہیں بھنگ پلا کر چند دن تک حسین اور خوبصورت لڑکیوں کے اندر رکھا جاتا' پھر علیحدہ کر دیا جاتا۔ اس علیحدگی کے بعد وہ کوہستانی نوجوان پھر اسی ماحول میں جانا چاہتے اور ان کی اسی خواہش سے کام لیتے ہوئے حسن بن صباح اپنے دشمنوں کو ان کے ہاتھوں موت کے گھاٹ اتروا دیتا تھا۔

بہرحال ملک شاہ سلجوقی کی وفات کے بعد اور اس کے بیٹوں کے درمیان ہونے والی خانہ جنگی سے فائدہ اٹھاتے ہوئے حسن بن صباح نے نہ صرف ان گنت قلعوں پر قبضہ کر لیا تھا بلکہ اس نے اپنی عسکری طاقت اور قوت میں بے پناہ اضافہ کر لیا تھا۔

حسن بن صباح ایک روز اپنے قلعہ الموت میں اپنے کمرہ خاص میں بیٹھا ہوا تھا کہ ان نوجوانوں میں سے ایک جنہیں حسن بن صباح کی خدمت میں حاضر ہونے کی اجازت دی' وہ اس کمرے میں آیا اور حسن بن صباح کو مخاطب کر کے کہنے لگا۔

'' مالک میں اور میرا ساتھی دو اچھی خبریں لے کر آئے ہیں۔''

یہاں تک کہتے کہتے اس ہرکارے کو رک جانا پڑا۔ اس لئے کہ غور سے اس کی طرف دیکھتے ہوئے حسن بن صباح نے پوچھ لیا۔

'' جو خبریں تم اور تمہارا ساتھی لے کر آئے ہو' کیا ان خبروں میں ہمارے لئے کوئی منفعت' فائدے اور تحفظ کا پہلو بھی نکلتا ہے۔'' جواب میں حسن بن صباح کا وہ آدمی خوشی کا اظہار کرتے ہوئے کہنے لگا۔

'' مالک دونوں ہی خبریں ہمارے لئے بہت اچھی ہیں۔ پہلی خبر یہ ہے کہ آرمینیا کی طرف سے ایک کارواں فلسطین کی طرف روانہ ہوا ہے۔ اس کارواں میں زیادہ تر عیسائی اور یہودی ہیں۔ وہ تجارتی کارواں نہیں ہے بلکہ زائرین فلسطین ہیں بیت المقدس کا رخ کریں گے اور ان میں دو خاندان ایسے ہیں جو مستقل طور پر فلسطین میں آباد ہو جائیں گے۔ یہ دونوں خاندان یہودی ہیں۔ یہ آٹھ دس افراد پر مشتمل ایک کنبہ ہے اور اس کنبے کے اندر دو ایسی حسین اور خوبصورت یہودی لڑکیاں ہیں' جن کی خوبصورتی کی تعریف نہیں کی جا سکتی۔ دونوں نیلی آنکھوں والی ہیں اور کوئی بھی صاحب ہمت اور جواں مرد زیادہ دیر تک ان کی آنکھوں سے آنکھیں ملا کر نہیں دیکھ سکتا۔ ان کے حسن' ان کی خوبصورتی میں ایسی کشش ہے کہ دیکھنے والا دیکھتا رہ جائے۔ ہماری فردوس کے اندر اس وقت جس قدر حسین اور خوبصورت لڑکیاں ہیں' ان میں سے کوئی بھی لڑکی ان دونوں کا حسن اور خوبصورتی میں مقابلہ نہیں کر سکتی اور وہ دونوں لڑکیاں ایسی ہیں کہ اگر انہیں ہماری فردوس میں رکھا جائے تو وہ حوروں کی بھی حوریں کہلائیں۔''

یہ الفاظ سن کر حسن بن صباح بڑی دلچسپی اور غور سے اپنے اس آدمی کی طرف دیکھنے لگا

تھا' پھر کہنے لگا۔

'' پہلے یہ بتاؤ کہ جس کارروان' جس قافلے کا تم ذکر کر رہے ہو' وہ کیا ہمارے قلعہ الموت کے پاس سے گزرے گا۔''

اس پر اس نے نفی میں گردن ہلائی' کہنے لگا۔

'' نہیں ہمارے قلعے سے وہ کئی میل دور سے گزریں گے۔ سیدھا فلسطین کا رخ کریں گے۔''

حسن بن صباح نے کچھ سوچا' پھر کہنے لگا۔

'' جن دو حسین اور خوبصورت لڑکیوں کا تم نے ذکر کیا ہے' ان کے نام کیا ہیں۔'' بڑے شوق سے اپنے مخبر کی طرف دیکھتے ہوئے حسن بن صباح نے پوچھ لیا تھا۔

اس مخبر نے اپنے ہونٹوں پر زبان پھیری' اس کے بعد غور سے اور بڑی عقیدت سے وہ حسن بن صباح کی طرف دیکھتے ہوئے کہنے لگا۔

'' ان میں سے ایک کا نام توزین اور دوسری کا نام رفادہ ہے۔''

'' کیا یہ دونوں بہنیں ہیں؟''

'' نہیں بہنیں نہیں ہیں مالک۔'' مخبر نے جواب دیا تھا۔

'' تم خود کہہ رہے تھے کہ وہ آٹھ دس افراد پر مشتمل ایک کنبہ ہے جو مستقل طور پر فلسطین میں آباد ہونے کے لئے آرمینیا سے نکلا ہے۔ اگر ان دونوں کے درمیان کوئی رشتہ نہیں اور وہ دونوں بہنیں نہیں ہیں تو پھر وہ ایک کنبہ کیسے ہو گیا۔''

حسن بن صباح کے ان الفاظ کے جواب میں وہ مخبر کہنے لگا۔

'' مالک میں نے یہ نہیں کہا کہ ان کے درمیان کوئی رشتہ نہیں ہے' لیکن وہ بہنیں نہیں ہیں' رشتہ ان کے درمیان ہے۔ دونوں انتہا درجہ کی خوبصورت ہیں' شکل بھی کافی حد تک دونوں کی ملتی ہے اور شکل ملنے کی وجہ یہ ہے کہ دونوں کے باپ بھی آپس میں بھائی ہیں اور دونوں کی مائیں بھی بہنیں ہیں۔ اس طرح وہ دونوں چچا زاد اور خالہ زاد ہیں۔ ان دونوں کے ساتھ ان کے باپ' ان کی مائیں' دادا' دادی اور کچھ بھائی ہیں۔''

مخبر جب خاموش ہوا' تب حسن بن صباح نے کچھ سوچا' دوبارہ اسے مخاطب کر کے کہنے لگا۔

"وہ کب تک شام کی سرزمینوں سے گزریں گے؟"

جواب میں اس مخبر نے کچھ سوچا' پھر کہنے لگا۔

"امید ہے' کل شب کے کسی بھی حصے میں وہ شام کی سرزمینوں سے گزریں گے۔"

یہ الفاظ سن کر حسن بن صباح نے آواز دے کر کسی کو بلایا' جب ایک مسلح جوان اندر آیا' تب اسے مخاطب کر کے حسن بن صباح کہنے لگا۔

"اس مخبر کو اپنے ساتھ لے جانا جو کچھ یہ کہتا ہے' وہ غور سے سننا' جن دو لڑکیوں کا یہ ذکر کرتا ہے' ان دو کو ہر حال میں ہمارے مسکن میں پہنچنا چاہیے۔ انہیں ہم اپنی فردوس میں رکھیں گے۔" یہاں تک کہنے کے بعد اچانک حسن بن صباح کو کچھ یاد آیا اور مخبر کی طرف دیکھتے ہوئے کہنے لگا۔

"کیا تم ہلکے سے انداز میں ان دونوں لڑکیوں کے حسن کی عکاسی کر سکتے ہو' جن کے نام توزین اور رفادہ ہیں۔" اس پر مخبر مسکرایا اور کہنے لگا۔

"مالک وہ دونوں لڑکیاں میرے اپنے اندازے اور میری سوچوں کے مطابق بہاروں کی پہلی سرگوشی' مہکتی خوشبو کے جھونکوں' رنگوں اور روشنیوں کی خوشبو جیسی خوبصورت گاتی گنگناتی حدیث باغ و بہار' انار کی سرخی کی شگفتہ حسین گدگدی اور پھولوں کے نکھار جیسی حسین ہیں' ان کی خوبصورتی میں گلابوں کا رنگ ہے' ان کی تبسم مسکراہٹ میں گلابی پنکھڑیوں کی سحر کاری ہے' ان کی چال میں خسروانہ بانک پن ہے' جب کوئی نیلی آنکھوں والی ان دونوں لڑکیوں کو دیکھے تو یوں لگے جیسے وہ پھولوں کی جوانی' رنگوں کی کہانی اور فن پارہ معانی کے بیچ میں لا کھڑا کر دیا گیا ہو۔"

یہ الفاظ سن کر کچھ دیر تک حسن بن صباح گہری سوچوں میں ڈوبا رہا' پھر جس مسلح جوان کو اس نے بلایا تھا اسے مخاطب کر کے کہنے لگا۔

"جو الفاظ ہمارے مخبر نے کہے ہیں' تم نے بھی غور سے سنا' ایسی دو لڑکیوں کو بچ کر نہیں جانا چاہیے۔ انہیں ہر حال میں ہماری فردوس کی زینت بننا چاہیے' جس کارواں کے اندر وہ دونوں لڑکیاں آرمینیا سے فلسطین کا رخ کیے ہوئے ہیں' کل رات کو اس کارواں پر نگاہ رکھی جائے اور اس کارواں سے ان دونوں لڑکیوں کو ہر صورت میں حاصل کیا جائے' خواہ کارواں کے سارے افراد کا قلع قمع ہی کیوں نہ کرنا پڑے۔ اس مقصد کے لئے آج ہی مسلح دستوں کو

لے کر روانہ ہو جاؤ اور کل اپنے اس کام کی تکمیل کر کے واپس آؤ۔ میں ناکامی کا لفظ سننا پسند نہیں کروں گا۔ پرسوں صبح وہ لڑکیاں ہر صورت میں ہمارے قلعے کے اندر ہونی چاہئیں۔ ان لڑکیوں کا فلسطین جانا یوں سمجھو ایک بہت بڑا جرم ہوگا۔ اس لئے کہ ایسی لڑکیاں صرف ہماری فردوس کی زینت بننے کے لئے پیدا ہوتی ہیں اور انہیں ہر صورت میں ہماری فردوس کے اندر اس طرح براجمان ہونا چاہیے جس طرح ایک انگشتری کے اندر ایک نایاب اور بے بہا نگینہ۔"

حسن بن صباح کے ان الفاظ کے جواب میں اس مسلح شخص نے اپنے سر کو خم کرتے ہوئے بڑی عقیدت اور ارادتمندی میں کہا۔

"مالک جس طرح آپ چاہ رہے ہیں' ایسا ہی ہوگا۔"

کچھ دیر خاموشی رہی' یہاں تک کہ حسن بن صباح نے پھر اس مخبر کو مخاطب کیا۔

"تم نے ایک خبر کہہ دی اور یہ بہت اچھی خبر ہے اور اس کے لئے تمہیں جو انعام ملے گا اس کا تم اندازہ بھی نہیں کر سکتے ہو۔ اب دوسری خبر کہو جس کے متعلق تمہارا دعویٰ ہے کہ وہ بھی ہمارے لئے اچھی خبر ہے۔"

جواب میں وہ مخبر مسکرایا اور کہنے لگا۔

"مالک دوسری خبر یہ ہے کہ ہمارے ساتھی' ہمارے حامی احمد بن عطاش نے شاہ درنام کے قلعے پر قبضہ کرنے کے بعد وہاں اپنی حالت بڑی مضبوط اور مستحکم کر لی ہے۔ اب اس کے پاس ایک ایسا بڑا لشکر ہے جس کے ساتھ وہ چھوٹی موٹی کسی بھی قوت کو مار بھگانے کی ہمت و جرأت رکھتا ہے۔"

"شاہ درنام کے اس قلعے کی اہمیت یہ ہے کہ یہ قلعہ اصفہان کے نواح میں تھا' نام اس کا شاہ در تھا۔ اس کی مزید تفصیل یہ ہے کہ باطنیوں یا اسماعیلیوں یا مصر کے فاطمیوں کے داعیوں میں ایک مشہور اور ہوشیار شخص عطاش نامی تھا جو اپنے ہم چشموں میں فضل و علم کے اعتبار سے ممتاز تھا۔ اس کا پورا نام عبدالملک بن عطاش تھا اور یہ وہی شخص تھا' جس نے حسن بن صباح کو اپنے عقائد کی تعلیم دی اور اپنا شاگرد خاص بنا لیا تھا۔ یہ شخص گویا حسن بن صباح کا استاد تھا اور یہ ان دنوں عراق میں خفیہ طور پر کام کر رہا تھا' جس وقت سلطان ملک شاہ سلجوقی کی حکومت تھی۔"

"اسی عبدالملک بن عطاش کا ایک بیٹا تھا' جس کا نام احمد بن عطاش تھا اور یہ احمد بن

عطاش اپنے باپ عبدالملک بن عطاش کی جگہ عراق میں باطنیوں' داعیوں اور اسماعیلیوں کا داعی بنا۔ یہ اسماعیلیوں کی جماعت میں قابل تکریم سمجھا جاتا تھا۔ چنانچہ اس احمد نے ایک چال چلی' وہ اپنے گروہ سے رخصت ہو کر اور اپنی حالت امیر زادوں کی سی بنا کر شاہ درنام کے قلعہ دار کی خدمت میں حاضر ہوا اور وہاں اس کی ملازمت اختیار کرلی۔''

'' چند ہی روز میں اس احمد بن عطاش نے ایسی شائستہ خدمات انجام دیں کہ قلعہ دار نے اس کو اپنا نائب بنالیا اور تمام سیاہ و سفید کا اختیار اس کے سپرد کر دیا۔''

'' چند دن کے بعد وہ قلعہ دار فوت ہو گیا تو احمد نے حکومت وقت سے قلعہ کی حکومت اور قلعہ داری اپنے نام پر حاصل کرلی۔ احمد بن عطاش نے دوسرے لوگوں کے لئے اس قلعے کے دروازے بند کر دیئے اور قلعے کے اندر اس نے صرف باطنیوں' اسماعیلیوں اور فاطمیوں کو آباد کرنا شروع کیا۔ اس کے علاوہ اردگرد اور آس پاس کے شہروں اور قلعوں کے اندر جو باطنیہ گروہ کے افراد قیدی یا اسیر تھے' انہیں بھی کسی نہ کسی طریقے سے رہا کرا کے شاہ درنام کے قلعے میں جمع کرنا شروع کر دیا۔ چنانچہ شاہ درنام کے اس قلعے میں ایک خاصا بڑا لشکر جمع ہو گیا۔ اس احمد بن عطائش نے ایک عسکری قوت اور طاقت بنالی تھی' جس کو حرکت میں لاتے ہوئے وہ باطنی اسماعیلی فرقے کی بہتری اور بھلائی کے لئے کام کرنا چاہتا تھا۔''

بہر حال اپنے اس مخبر سے ساری تفصیل جاننے کے بعد حسن بن صباح نے کچھ سوچا پھر کہنے لگے۔

'' تم واپس جانا' میری طرف سے احمد بن عطاش کو یہ پیغام دینا کہ جس طرح تم نے ہزاروں کی تعداد میں اپنے داعی اور فدائی شاہ درنام کے قلعے میں جمع کر لئے ہیں' اسی طرح ان کی دیکھ بھال اور ان کی ضروریات کا بھی خیال رکھنا' جب تم یہ دیکھو کہ کچھ علاقے ویران ہیں' وہاں کوئی لشکر نہیں' ان علاقوں کی نگرانی اور حفاظت کا کوئی اہتمام نہیں' وہاں اپنے لشکریوں کے ساتھ حملے کرنا اور قلعے کے اندر اپنے لشکر کے لئے ضروریات اور ہتھیاروں کا بھی اہتمام کرتے رہنا' میری طرف سے اسے یہ بھی پیغام دینا کہ ان دنوں ویسے بھی ہم اسماعیلیوں اور باطنیوں کے لئے حالات بڑے سازگار ہیں۔ اگر سلطان ملک شاہ سلجوقی کی حکومت رہتی تو اب تک ہم ختم ہو چکے ہوتے اور ہمارا نام و نشان بھی اس دنیا میں نہ رہتا' لیکن ملک شاہ سلجوقی کے مارے جانے کے بعد اب اس کے بیٹوں کے درمیان خانہ جنگی شروع ہو گئی ہے اور اسی خانہ

جنگی سے فائدہ اٹھا کر ہم نے اپنے لئے فوائد حاصل کرنے ہیں۔ اپنے ساتھیوں' اپنے داعیوں اور اپنے فدائیوں کی تعداد میں اضافہ کرنا ہے۔ مزید قلعے اور شہر اپنی گرفت میں کر کے اپنی تحریک کو دور دور تک پھیلانا ہے اور ان دنوں یہ کام کرنا بڑا آسان اور سہل ہو گیا ہے۔ اس لئے کہ ایک طرف برکیاروق اور سنجر ہیں' دوسری طرف سلطان ملک شاہ سلجوقی کے دوسرے بیٹے محمد اور محمود ہیں۔ بس ان کے درمیان کشمکش چل رہی ہے اور جس روز یہ کشمکش نہ ہوئی' ہم ایسے حالات خود پیدا کریں گے کہ ان کے درمیان یہ کشمکش اور خانہ جنگی جاری رہے۔ ہمیں چاہیے کہ ان کے درمیان اختلاف پیدا کرتے رہیں اور انہیں کبھی متحد نہ ہونے دیں۔'' یہاں تک کہنے کے بعد حسن بن صباح رکا' دوبارہ مخبر کو مخاطب کر کے کہنے لگا۔

'' تم یہاں سے نکل کر سیدھا قلعہ شاہ در میں احمد بن عطاش کے پاس جانا اور میرا یہ پیغام دینا' ساتھ ہی اس سے یہ بھی کہنا کہ میں آج ہی اپنے کچھ خاص آدمی سلطان برکیاروق کی طرف بھجوا رہا ہوں' ان میں سے کچھ تو سلطان برکیاروق کے لشکر میں شامل ہو جائیں گے۔ خفیہ طور پر کام کریں گے اور کچھ برکیاروق کی خدمت میں حاضر ہوں گے اور اسے یہ پیشکش کریں گے کہ سلطان ملک شاہ سلجوقی کے بعد حکومت کرنے کا حق صرف برکیاروق کو ہے۔ وہ میرا حوالہ دیں گے کہ وہ حسن بن صباح کی طرف سے آئے ہیں اور حسن بن صباح کا اس کے نام یہ پیغام ہے کہ سلطان بننے کے بعد برکیاروق کے جس قدر دشمن ہیں' ان کے خلاف حرکت میں آنے کے لئے کسی بھی موقع پر اگر حسن بن صباح کی طرف سے برکیاروق کو مدد اور اعانت کی ضرورت ہو تو حسن بن صباح ہر قسم کی برکیاروق کی مدد کرے گا تا کہ وہ اپنے باپ ملک شاہ سلجوقی کی طرح عالم اسلام کا ایک طاقتور اور نامور سلطان بن سکے۔''

یہاں تک کہنے کے بعد گفتگو کا سلسلہ حسن بن صباح نے ختم کر دیا۔ ان دونوں کو جانے کی اجازت دی اور اسی روز اپنے کچھ خاص آدمی حسن بن صباح نے سلطان برکیاروق کی طرف روانہ کر دیئے تھے۔

رات ابدی صداقتوں میں درندوں کی طرح دھاڑتی صداؤں اور شب و روز کے ہنگاموں کو اپنے کالے آنگن میں سمیٹے گھور اندھیرا پھیلاتی اور اپنی سیاہ ادا سے ہر شئے کو ڈھانپتی بھاگی جا رہی تھی۔ چاروں طرف زرد وادیوں کے گلستانوں اور آسمان کے سینے پر جڑے ستاروں جیسی خاموشی تھی۔

ایسے میں آرمینیا سے آنے والا یہودیوں اور عیسائیوں کا وہ قافلہ اور کارواں اس شاہراہ پر سفر کر رہا تھا۔ بوموغان ویلم مراغہ اور موصل سے ہوتی ہوئی دمشق اور پھر بیت المقدس کی طرف چلی گئی تھی۔ آدھی رات کے قریب وہ لشکر جب ویلم اور مراغہ کے درمیان پہنچا' تب ایک طوفان اٹھ کھڑا ہوا۔ اس لئے کہ حسن بن صباح کے مسلح جنگجو اس قافلے اور کارواں پر جاں میں زہر گھولتے کر وہ کی چیختی گونجوں' لہو میں نفرت کا قہر بھرتی بے ضمیری کی کثافتوں' رگ رگ میں کھولتی آگ کھڑی کرتے موت کے قہقہوں کی دستک' زندگی کے سایوں اور روحوں کی روشنی کو تمام کرتے آتشی سرابوں' پل پل سلگتے اور لحہ بہ لحہ جلتے عناصر کی طرح حملہ آور ہو گئے تھے۔

جواب میں اس کارواں اور قافلے کے اندر جو مسلح جوان تھے' انہوں نے بھی مزاحمت کی تھی۔ اس طرح مراغہ کے نواح میں ایک ہنگامہ برپا ہو گیا تھا۔ جلد ہی حسن بن صباح کے آدمی ان پر غالب آ گئے تھے۔ کارواں میں جس قدر مسلح جوان جنگجو تھے' ان کا خاتمہ کر دیا گیا۔ اس کے بعد جب مزاحمت ختم ہو گئی' تب حسن بن صباح کے لوگوں نے بچنے والے ایک ایک فرد کا جائزہ لینا شروع کیا' چونکہ ان کو دونوں لڑکیوں کو حاصل کرنا تھا۔ لہٰذا کسی جوان لڑکی پر انہوں نے ہاتھ نہیں اٹھایا تھا۔

جب بچنے والے سب افراد کا جائزہ لیا جا چکا تو انہیں ناکامی ہوئی' اس لئے کہ توزین اور رفادہ نام کی جن دو لڑکیوں کی انہیں تلاش تھی' وہ انہیں اس کارواں میں نہیں ملی تھیں۔ ایک بار پھر انہوں نے سب کا جائزہ لیا لیکن وہ لڑکیاں ناپید تھیں۔

آخر ان کے سالار نے اپنے ساتھیوں سے مشورہ کیا' پھر کارواں میں بچنے والے چند معمر اشخاص کو ایک جگہ جمع کیا گیا اور انہیں مخاطب کر کے حسن بن صباح کے ان دستوں کا سالار کہنے لگا۔

"دیکھو ہم کون ہیں' یہ ہم تم پر انکشاف نہیں کریں گے۔ اگر تم لوگوں نے ہم سے ریاکاری کی تو موت کے گھاٹ اتار دیئے جاؤ گے۔ ہم تم سے کچھ اطلاعات حاصل کرنا چاہتے ہیں۔ اگر تم صحیح جواب دو گے تو بچ جاؤ گے' ورنہ بڑی بری موت مارے جاؤ گے۔"

اس پر ایک بوڑھا کہنے لگا۔

"تم لوگ کہو' کیا پوچھنا چاہتے ہو' ہم جھوٹ نہیں بولیں گے۔ رہا سوال موت کا تو ہم

اپنی طبعی عمر گزار ہی چکے ہیں' مار بھی دو گے تو کوئی فرق نہیں پڑے گا۔"

اس پر حسن بن صباح کا سالار کہنے لگا۔

"تمہارے کارواں میں دو حسین لڑکیاں تھیں۔ ایک کا نام توزین دوسری کا نام رفادہ ہے۔ ان کے اہل خانہ بھی ان کے ساتھ تھے' کیا تم بتا سکتے ہو' وہ دونوں لڑکیاں کہاں ہیں' کیا وہ تمہارے کارواں میں شامل تھیں بھی کہ نہیں۔"

اس پر وہ بوڑھا کچھ دیر سوچتا رہا' شاید اس نے اندازہ لگا لیا تھا کہ وہ حسن بن صباح کے آدمی ہیں' لہٰذا کہنے لگا۔

"جیسا کہ تم سے وعدہ ہو چکا ہے کہ ہم جھوٹ نہیں بولیں گے' توزین اور رفادہ نام کی لڑکیاں ہمارے کارواں میں تھیں' جس وقت تم ہم پر حملہ آور ہوئے' اس وقت بھی وہ کارواں میں تھیں' اب پتا نہیں کہ وہ ماری جا چکی ہیں یا کہاں گئی ہیں۔ یہ حقیقت اور سچ ہے جو تم سے کہہ دیا ہے۔"

اس پر کارواں کے کچھ لوگوں کو ساتھ لے کر حسن بن صباح کے آدمیوں نے مشعلوں کی روشنی میں ایک ایک لاش کا جائزہ لیا' جب مرنے والوں میں بھی توزین اور رفادہ نہ ملیں' تب وہ پریشان ہو گئے۔ اس سالار نے پھر کارواں کے ایک شخص سے سوال کیا۔

کیا تم بتا سکتے ہو کہ وہ لڑکیاں کہاں گئیں' اس پر وہ شخص قسم اٹھا کر کہنے لگا۔

"جس وقت تم حملہ آور ہوئے' وہ لڑکیاں ہمارے کارواں میں موجود تھیں۔ وہ دونوں انتہا درجہ کی خوبصورت اور اعلیٰ اخلاق و کردار کی مالک ہیں۔ اب وہ کہاں گئی ہیں۔ رات کی تاریکی میں جب تمہیں خبر نہیں ہوئی تو ہم کیا جانیں' وہ کدھر گئی ہیں۔"

حسن بن صباح کے آدمیوں نے کارواں کے لوگوں کو ان کے حال پر چھوڑا' پھر وہ ان لڑکیوں کو تلاش کرنے لگے۔ ادھر ادھر گھوڑے دوڑائے' صبح تک وہ انہیں تلاش کرنے کی کوشش کرتے رہے۔ یہاں تک کہ ناکام رہے' جب سورج طلوع ہو گیا' تب وہ پھر اسی جگہ آن جمع ہوئے جہاں وہ کارواں پر حملہ آور ہوئے تھے۔ دن کی روشنی میں بھی لاشوں کا جائزہ لیا لیکن ان لڑکیوں کی لاشیں مرنے والوں میں نہیں تھیں۔ اس پر ان مسلح جوانوں میں سے ایک اپنے سالار کو مخاطب کر کے کہنے لگا۔

"مالک کا حکم تھا کہ اگر تم ناکام آؤ گے تو...... اس سے آگے وہ کچھ نہ کہہ سکا۔ خاموش

ہو گیا۔ یہ الفاظ سن کر حسن بن صباح کے سالار کا رنگ پیلا ہو گیا تھا۔ اپنی پیٹی کی طرف ہاتھ لے گیا' خنجر نکالا اور خنجر کو اپنے پیٹ میں گھونپتے ہوئے اس نے اپنا خاتمہ کر لیا تھا۔ اس لئے کہ وہ جانتا تھا' اگر وہ ناکام سالار کی حیثیت سے حسن بن صباح کے پاس جائے گا تو حسن بن صباح دو کاموں میں سے ایک کام ضرور کرے گا یا تو اسے ابلتے ہوئے پانی میں ڈال دے گا یا کھولتے ہوئے تیل میں ڈال کر بھون کر رکھ دے گا۔ لہٰذا اس نے خود ہی اپنا خاتمہ کر لیا تھا اور خنجر پیٹ میں گھونپ لینے کی موت یقیناً ابلتے پانی اور کھولتے تیل کی موت سے زیادہ آسان اور سہل تھی۔

…………*

اسی دوران سلطان برکیاروق کے لئے ایک اور مصیبت' اور حادثہ اٹھ کھڑا ہوا اور وہ حادثہ اس کے چچا تتش کی طرف سے تھا۔ اس کا پورا نام تاج الدولہ تتش تھا اور یہ سلطان ملک شاہ سلجوقی کا بھائی' سلطان الپ ارسلان کا بیٹا اور سلطان برکیاروق کا چچا تھا۔ تتش اپنے بھائی ملک شاہ سلجوقی کے عہد میں شام کی سرزمینوں کا والی تھا' جن دنوں اپنی موت سے چند دن پہلے سلطان ملک شاہ سلجوقی نے بغداد میں قیام کر رکھا تھا تو یہی تتش اپنے بھائی ملک شاہ سلجوقی سے ملنے کے لئے بغداد کی طرف روانہ ہوا۔

مؤرخین لکھتے ہیں کہ جب ہیت کے مقام پر پہنچا تو اسے اپنے بھائی سلطان ملک شاہ سلجوقی کی موت کی خبر ملی' چنانچہ ہیت سے ہی وہ دمشق واپس لوٹ گیا۔ ایک جرار لشکر اس نے تیار کیا اور اپنے لشکریوں کو بڑی دریا دلی کے ساتھ دولت سے نوازا اور اپنے بھائی ملک شاہ کی حکومت اور سلطنت حاصل کرنے کی غرض سے دمشق سے نکلا۔

سلطان برکیاروق ان دنوں اصفہان شہر میں مقیم ہوئے تھے' چنانچہ اس کا چچا تتش لشکر لے کر حلب سے نکلا' پہلے اس نے حلب کا رخ کیا' حلب کا والی اور حاکم ان دنوں ایک ترک امیر قسیم الدولہ تھا۔ قسیم الدولہ صرف سلطان ملک شاہ سلجوقی کا ہی نہیں' اس کے بیٹوں خاص کر سلطان برکیاروق کا بھی بڑا مداح اور اس کا بڑا جانثار تھا۔ جب اس نے اس امر کو محسوس کیا کہ اس کے آقا نامدار سلطان ملک شاہ سلجوقی کے لڑکوں میں جھگڑا پڑا ہوا ہے اور طرہ یہ کہ وہ لوگ ابھی آپس میں کوئی یکجہتی پیدا نہیں کرنے پائے اور یہ کہ ابھی وہ ناتجربہ کار بھی ہیں' چنانچہ اس نے حالات کو دیکھتے ہوئے وقتی طور پر بلا کو سر سے ٹالنے کے لئے سلطان برکیاروق کے چچا

تتش کو علم حکومت کی اطاعت قبول کر لی اور اپنے لشکر سمیت تتش کے لشکر میں شامل ہو گیا۔

حلب کے بعد سلطان برکیاروق کے چچا تتش کا ارادہ تھا کہ انطاکیہ الرہا اور حران شہر پر حملہ آور ہو کر ان پر قبضہ کرے' لیکن اس موقع پر حلب کے حاکم قسیم الدولہ نے بڑی عقلمندی اور دانش مندی کا مظاہرہ کیا۔ اس نے اپنے تیز رفتار قاصد انطاکیہ کے حاکم باغی سیان' الرہا شہر کے حاکم بوزن اور حران کے حکمرانوں کی طرف بھیجے اور ان سب کو یہ مشورہ دیا کہ ایسا ہی کرو جیسا میں کام کر رہا ہوں' یعنی وقتی طور پر تتش کی فرمانبرداری' اس کی اطاعت قبول کر لو ورنہ تتش ان سارے شہروں پر حملہ آور ہو کر انہیں تباہ و برباد کر دے گا۔ ابھی سلطان ملک شاہ سلجوقی کے بیٹوں میں کسی کے پاس اتنی طاقت اور قوت نہیں ہے کہ تتش کی راہ روکیں۔

چنانچہ حلب کے والی قسیم الدولہ کا یہ پیغام جاننے کے بعد انطاکیہ' الرہا اور حران کے والی بھی تتش کے فرمانبردار اور اس کے اطاعت گزار ہو گئے۔ اس طرح تتش کی طاقت اور قوت میں بڑا اضافہ ہوا۔

چنانچہ جن علاقوں میں اس کی اطاعت گزاری کا کام مکمل ہوا تھا۔ ان علاقوں میں سلطان برکیاروق کے چچا تتش نے اپنے نام کا خطبہ پڑھوایا اور پھر حلب کے حکمران قسیم الدولہ انطاکیہ کے حکمران باغی سیان اور اس کے علاوہ الرہا کے حاکم بوزن اور حران کے حکمرانوں کے ساتھ تتش نے دوبارہ پیش قدمی شروع کی اور راحبہ شہر کا رخ کیا۔

راحبہ' نصیبین شہر کے قریب تھا۔ چنانچہ حملہ آور ہو کر تتش نے اس پر بھی قبضہ کر لیا۔ اس کے بعد اپنے لشکر کے ساتھ وہ مزید آگے بڑھا اور اب اس کا رخ نصیبین شہر کی طرف تھا۔ نصیبین شہر میں اس وقت ایک لشکر تھا جس نے تتش کا مقابلہ کیا لیکن تتش نے اس لشکر کو روند کر رکھ دیا۔ فتح حاصل کی' اس طرح اس نے نصیبین کو بھی بزور شمشیر فتح کیا۔

چنانچہ نصیبین کو فتح کرنے کے بعد تتش نے وہاں ایک نامور سالار اور امیر مسلم بن قریش کو وہاں کا حاکم مقرر کیا۔ یہ مسلم بن قریش پہلے موصل کا حاکم ہوا کرتا تھا۔ لیکن ترکمان خاتون نے اسے اس حاکمیت سے محروم کر دیا تھا۔

"اس واقعے کی تفصیل کچھ اس طرح ہے کہ سلطان ملک شاہ سلجوقی کے دور میں مسلم بن قریش کے چچا ابراہیم بن قریش کو سلطان ملک شاہ سلجوقی نے ہجری چار سو بیس میں حساب فہمی کی غرض سے دربار شاہی میں طلب کیا تھا۔ جب ابراہیم نے باریابی حاصل کی تو سلطان نے

اسے کچھ وجوہات کی بناء پر نظر بند کر دیا اور اس کی جگہ فخر الدولہ بن جہیر کو موصل کا حکمران مقرر کر کے بھیج دیا۔

ابراہیم اس وقت سے سلطان کی خدمت میں رہا اور اس کے ساتھ ساتھ سمرقند گیا' وہاں سے بغداد واپس آیا' جب سلطان نے سفر آخرت اختیار کیا تو ترکمان خاتون نے ابراہیم کو رہا کر دیا۔ ابراہیم موصل کی طرف روانہ ہوا' سلطان ملک شاہ نے اپنی پھوپھی صفیہ خاتون کو موصل بطور جاگیر عطا کیا تھا۔ یہ صفیہ مسلم بن قریش کی ماں تھی۔

اسی صفیہ کا بیٹا علی تھا جو تاریخ کے اوراق میں مسلم بن قریش کہلایا' چنانچہ صفیہ نے اپنے شوہر کے مرنے کے بعد اس کے بھائی ابراہیم سے عقد کر لیا۔ سلطان ملک شاہ کی وفات کے بعد صفیہ خاتون نے موصل کا قصد کیا۔ اس کے ساتھ اس کا لڑکا علی بھی تھا۔ جسے مسلم بن قریش کہا گیا۔ چنانچہ علی یعنی مسلم بن قریش کا ایک اور عزیز یہ خبر پا کر موصل پر چڑھ دوڑا۔ چنانچہ علی اور محمد میں لڑائی ہوئی' محمد کو شکست ہوئی' علی نے موصل پر قبضہ کر لیا۔

جب ابراہیم موصل کے قریب پہنچا تو یہ سن کر کہ میرے بھائی کا بیٹا علی وہاں قابض ہے اور وہاں اس کی ماں صفیہ خاتون بھی ہے تو اس نے وہاں پڑاؤ کیا اور کہہ بھیجا کہ تم موصل میرے حوالے کر دو۔

خط کتابت اور نامہ پیام کے بعد صفیہ خاتون اور اس کے بیٹے علی نے موصل کو ابراہیم کے حوالے کر دیا۔ اس کے بعد ہر فرعون را موسےٰ کے مصداق تتش کا واقعہ پیش آیا۔ چنانچہ تتش اپنے لشکر کے ساتھ موصل پہنچا۔ اس موقع پر مسلم بن قریش کا چچا ابراہیم ہی وہاں کا حاکم تھا اور یہ ابراہیم تیس ہزار کا لشکر لے کر نکلا اور تتش کا مقابلہ کرنا چاہا۔ تتش کے لشکر کی تعداد اس وقت دس ہزار کے لگ بھگ تھی۔

تتش اور ابراہیم کے درمیان ہولناک جنگ ہوئی۔ اس جنگ میں ابراہیم کو شکست ہوئی اور وہ گرفتار ہو گیا۔ تتش نے ابراہیم کے علاوہ اس کے سب ساتھیوں کے قتل کا حکم دے دیا۔ اس کا مال اسباب لوٹ لیا۔ موصل کے علاوہ آگے بڑھتے ہوئے تتش نے دیگر کئی شہروں پر بھی قبضہ کر لیا تھا۔

جن دنوں تتش شہر پر شہر فتح کرتا جا رہا تھا۔ ترکمان خاتون جس کے لشکر کو سلطان برکیاروق کے ہاتھوں شکست ہو چکی تھی' اس نے اپنے سپہ سالار تاج الملک کے مارے جانے

کے بعد ایک اور امیر انز کو اپنا سپہ سالار مقرر کیا۔ ان دنوں ایک شخص توران شاہ بن قاروت فارس کا حکمران تھا۔ ترکمان خاتون نے اپنے سپہ سالار انز کو فارس فتح کرنے پر مامور کیا۔ سپہ سالار انز نے ترکمان خاتون کے مہیا کردہ لشکر کے ساتھ فارس کا رخ کیا اور وہاں کے حاکم توران شاہ کو شکست دے دی' لیکن اس فتح کے بعد اس سے کچھ غلطیاں ہوئیں۔ وہ کچھ لشکریوں کے ساتھ بداخلاقی اور کج ادائی سے پیش آیا' جس سے اس کے لشکر والے بددل ہو کر فارس کے حاکم توران شاہ سے جا ملے' جس سے تقویت پا کر توران شاہ نے ترکمان خاتون کے سپہ سالار انز پر حملہ کر دیا۔ انز کو شکست ہوئی' توران شاہ نے وہ سارے علاقے جو انز نے ان سے چھینے تھے' واپس لے لئے۔ اسی اثناء میں جنگ کے دوران توران شاہ کو ایک تیر آ کر لگا جس کی وجہ سے وہ اس واقعے کے دو مہینے بعد مر گیا۔

جس وقت تتش شہر پر شہر فتح کرتا جا رہا تھا۔ اس وقت ترکمان خاتون فارس فتح کرنے کے درپے تھی' جبکہ برکیاروق ایک اور کام میں مصروف تھا اور وہ یہ کہ ہجری چار سو ستاسی میں عباسی خلیفہ مقتدی نے سلطان برکیاروق کو اس کے چچا تتش کی شکست کے بعد دارالخلافت بغداد طلب کر لیا تھا۔ برکیاروق جب بغداد پہنچا تو خلیفہ مقتدی نے برکیاروق کو خلعت سے نوازا' اس کے نام کا خطبہ جامع بغداد میں پڑھایا۔ امور سلطنت کے سیاہ و سفید کرنے کا اختیار دیا۔ سلطان برکیاروق نے نہایت مسرت سے خلیفہ کی دی ہوئی خلعت کو زیب تن کیا اور اس واقعہ کے بعد پندرہ محرم کو عباسی خلیفہ مقتدی فوت ہو گیا۔

عباسی خلیفہ مقتدی کی وفات کے بعد اس کا بیٹا مستظہر تخت خلافت پر متمکن ہوا۔ امراؤ دولت اور اراکین سلطنت نے بیعت کی۔ خلیفہ مستظہر نے سلطان برکیاروق کو خلعت دیا اور جو جو اختیارات اس کے باپ خلیفہ مقتدی نے سلطان برکیاروق کو دیئے تھے۔ وہ سب اس نے بھی سلطان کو دیئے اور سلطان برکیاروق نے خلیفہ مستظہر کی خلافت کی بیعت لی۔

سلطان برکیاروق بغداد ہی میں تھا کہ اپنے چچا تتش کی اس ترک تازیلغار اور پیش قدمی کی اطلاع اسے ملی۔ چنانچہ اس نے تیز رفتار قاصد اپنے لشکر کی طرف روانہ کئے جو اس وقت رے شہر میں قیام کئے ہوئے تھا۔ سلطان نے یہ حکم دیا کہ رے شہر میں جس قدر لشکر ہے' اسے دو حصوں میں تقسیم کر دیا جائے ایک حصے کو لے کر ایاز اور چکرمش تتش کا مقابلہ کرنے کے لئے نکلیں جبکہ رے اور اس کے اردگرد کے علاقوں کی حفاظت کے لئے باقی لشکر اور سالار وہیں

قیام رکھیں۔

جن دنوں سلطان بغداد میں قیام کئے ہوئے تھا اور اس نے ایاز بن سیف الدین اور چکرمش بن صالح کو آدھے لشکر کے ساتھ تتش کا مقابلہ کرنے کے لئے روانہ کیا تھا۔ ان دنوں اپنے شمالی علاقوں کو محفوظ کرنے کے لئے اپنے لشکر کے ساتھ تتش آذربائیجان کے علاقوں کی طرف گیا ہوا تھا۔ چنانچہ ایاز بن سیف الدین اور چکرمش بن صالح دونوں نے اپنے لشکر کے ساتھ رے سے کوچ کیا۔ انہوں نے ارادہ کرلیا کہ آذربائیجان کے علاقوں میں ہی وہ تتش سے جا نبٹیں گے۔ لہٰذا وہ بڑی تیزی اور برق رفتاری کے ساتھ تتش پر ضرب لگانے کے لئے آذربائیجان کی طرف بڑھے تھے۔

دوسری طرف سلطان برکیاروق کے چچا تتش کو بھی خبر ہوگئی تھی کہ اس کے بھتیجے برکیاروق نے ایک لشکر کو آذربائیجان کی طرف روانہ کیا ہے تاکہ وہ اس سے ٹکرائے اور اس لشکر کی کمانداری ایاز بن سیف الدین کر رہا ہے۔ ایاز بن سیف الدین کی جرأت مندی' دلیری اور جنگ میں مہارت سے تتش بھی واقف تھا۔ لہٰذا تتش نے اس موقع پر ایک جنگی چال چلی۔ آذربائیجان کی طرف جاتے ہوئے وہ ایک دم پلٹا۔ اس نے جزیرہ دیار بکر اور خلاط کو روندنے اور ان پر قبضہ کرنے کے بعد ہمدان کا رخ کیا۔ اس وقت ہمدان میں اتفاق سے سلطان ملک شاہ سلجوقی کے وزیر نظام الملک طوسی کا بیٹا فخر الدولہ موجود تھا۔ فخر الدولہ خراسان سے سلطان برکیاروق سے ملاقات کرنے کے لئے آ رہا تھا۔ اسی دوران ملکہ ترکمان خاتون کے سالار کو فخر الدین کے آنے کی اطلاع ہوئی۔ چنانچہ اس نے فخر الدولہ پر شب خون مارا' اس کے مال اسباب کو لوٹ لیا۔ فخر الدولہ کسی طرح سے بچ بچا کر ہمدان پہنچا۔

یہاں تتش سے اس کی مڈبھیڑ ہوگئی۔ تتش نے اسے گرفتار کر کے قتل کرنے کا فیصلہ کیا لیکن تتش کے ایک امیر باغی سیار نے سفارش کی اور یہ رائے دی کہ عام لوگوں کا رجحان اور میلان فخر الدولہ کے خاندان کی طرف زیادہ ہے۔ لہٰذا اسے قتل نہیں کرنا چاہیے اور یہ بھی مشورہ دیا کہ یہ نظام الملک طوسی کا بیٹا ہے جو اپنے دور کا بہترین مشیر اور وزیر تھا۔ چنانچہ باغی سیار کے کہنے پر تتش نے فخر الدولہ کو وزارت کا قلمدان سونپ دیا۔ اس ساری کارروائی سے فارغ ہونے کے بعد تتش نے اپنے لشکر کے ساتھ بڑی تیزی اور برق رفتاری سے آذربائیجان کا رخ کیا۔ شاید وہ پشت کی جانب سے ایاز بن سیف الدین اور چکرمش بن صالح کے لشکر پر حملہ

آور ہو کر انہیں شکست دیتے ہوئے اپنی کامیابی اور فتح کا در کھولنا چاہتا تھا۔

اتنی دیر تک سلطان برکیاروق خود بھی بغداد سے واپس آ گیا تھا۔ چنانچہ بغداد سے نکلتے ہی اس نے تیز رفتار قاصد رے شہر کی طرف بھجوائے اور وہاں لشکر کا جو حصہ تھا اسے اس نے نصیبین کے مقام پر طلب کرلیا۔ چنانچہ یہ لشکر جب نصیبین پہنچا تو سلطان برکیاروق اسے لے کر اپنے چچا تتش کا پیچھا کرنے کے لئے بالائی دجلہ کو موصل کے مقام سے عبور کر کے اربل کے مقام پر پہنچا۔ سلطان برکیاروق کو کیونکہ بغداد سے نصیبین پھر رے شہر سے اس کے لشکر کے نصیبین پہنچنے میں کافی دن لگ گئے تھے۔ لہٰذا جس وقت سلطان برکیاروق نے نصیبین سے کوچ کیا تھا۔ اس وقت تک اس کا چچا تتش آذربائیجان کی طرف جانے والی شاہراہ پر ایاز بن سیف الدین کے لشکر کے قریب پہنچ چکا تھا۔

دوسری طرف ایاز بن سیف الدین کے اطلاعیہ گر بھی اسے خبر دے چکے تھے کہ سلطان برکیاروق کا چچا سائے کی طرح اس کے تعاقب میں لگا ہوا ہے اور کسی بھی مقام پر وہ قریب پہنچ کر آذربائیجان جانے والی شاہراہ پر حملہ آور ہوسکتا ہے۔ یہ خبر ملنے کے بعد ایاز بن سیف الدین نے بھی بڑی ہنرمندی' جرأت مندی اور دلیری سے کام لیا۔ اس نے فوراً اپنے لشکر کو دو حصوں میں تقسیم کر دیا' ایک حصہ اپنے پاس رکھا اور دوسرا آدھا حصہ اس نے چکرمش کی کمانداری میں دیا' ساتھ ہی اس نے اپنے کچھ مسلح ہرکارے اور اطلاعیہ گر ان علاقوں میں پھیلا دیئے تھے تاکہ اردگرد اگر تتش کا کوئی مخبر یا ہرکارہ ملے تو اس کو موت کے گھاٹ اتار دیا جائے۔ یہ سارے انتظامات کرنے کے بعد آذربائیجان کی طرف جانے والی شاہراہ کے ایک طرف خود ایاز بن سیف الدین اور دوسری طرف چکرمش بن صالح نے گھات لگالی تھی۔

تتش جب اپنے لشکر کے ساتھ شاہراہ کے اس حصے میں پہنچا جہاں ایاز بن سیف الدین اور چکرمش بن صالح نے گھات لگا رکھی تھی۔

چنانچہ حملے کی پہل ایاز بن سیف الدین نے کی' اپنی گھات سے وہ گرد سے اٹی گریزاں ساعتوں اور بھاگتی رتوں کی دھول میں اڑتے لمحوں کی رفتار کی طرح نمودار ہوا۔ اس کے بعد وہ ذات کی انا جسم کی آن بگاڑتی سمندر کی مضطرب لہروں' ظلمت کدوں کے روزن بند کرتی سرسراتی تباہ کاریوں' ریگستانوں کی ویرانیوں میں پرانے وقتوں کے سنہری قصے دہرانے والے طوفانوں کے کسی آشنا سا زندگی کی طویل راہ گزر پر تہذیب کے سرطان اندھیرے کے بھنور

بغض عداوت اور تعصب کے سرسام کو اپنے پاؤں تلے روندتے لاوے کے سرخ اور سیال سیلاب کی طرح حملہ آور ہو گیا تھا۔

ایاز بن سیف الدین کے ساتھ ہی ساتھ چکرمش بن صالح بھی حرکت میں آیا اور وہ بھی تتش کے لشکر پر فنا کی آغوش پھیلاتی گرجتی دھاڑتی آندھیوں' کرب کے ہنگامے کھڑے کر کے اور موت کی گہری نیند سلاتی ہولناک حشر انگیزیوں کے لمحات قضا کے حصار تنگ کرتی ستم کی آگ خون کی بارش کوہستانی جھکڑوں اور عناد بھری آگ کی طرح حملہ آور ہو گیا تھا۔

ایاز بن سیف الدین اور چکرمش بن صالح کے حملہ آور ہونے کے بعد تتش کا لشکر بھی حرکت میں آیا اور وہ بھی ایاز بن سیف الدین اور چکرمش کے لشکر پر دلوں کی سرحدوں پر تھکن راستوں کی خاک اڑاتے عذاب بھرے گردابوں' افسوسناک باب کھولتی نفرت کی پیاس' ذلت اور پستی کے کفن پہناتی تباہی کی بجتی نوبت' بے جہت اور بے مہار آتی بربادیوں اور ہولناکیوں کی طرح ٹوٹ پڑا تھا۔

اس طرح آذربائیجان کی طرف جانے والے شاہراہ پر لشکریوں کے ٹکرانے سے خونی سرابوں کے قریب دکھ اور حسد کے ہیولے اجل رتوں کے خونی بگولے نفرت بھرے طوفان اٹھ کھڑے ہوئے تھے۔ رزم گاہ کے اندھے خشک ماحول میں خون کے پیاسے جھکڑ اور نفرت کی مثال بنتی مسافتیں رقص کرنے لگی تھیں۔

کچھ دیر کی مزید جنگ کے بعد تتش کے لشکر نے جب دیکھا کہ ان کا کافی نقصان ہو گیا ہے اور ایاز بن سیف الدین اور چکرمش بن صالح دو طرف سے حملہ آور ہو کر ان کی تعداد کو بڑی تیزی سے کم کر رہے ہیں۔ لہٰذا شکست اٹھا کر وہ میدان جنگ سے بھاگ کھڑے ہوئے۔ ایاز بن سیف الدین اور چکرمش بن صالح نے کچھ دور تک تعاقب کیا۔ اس کے بعد میدان جنگ کی جانب لوٹ گئے۔ وہاں اپنے زخمیوں کی دیکھ بھال کی' پھر تتش کے لشکر میں جو سامان کے ڈھیر تھے' جسے وہ چھوڑ بھاگے تھے' سب پر قبضہ کر لیا تھا۔

اس موقع پر تتش نے بڑی حکمت عملی اور دانش مندی سے کام لیا تھا' جس وقت وہ اپنے لشکر کے ساتھ آذربائیجان کی طرف بڑھ رہا تھا' اسے خبر مل چکی تھی کہ سلطان برکیاروق پشت کی جانب سے اس پر حملہ آور ہونے کے لئے نصیبین کے مقام پر اپنے لشکر جمع کر رہا ہے اور وہیں سے وہ روانہ ہو گا۔

یہ خبریں آنے کے بعد تتش اپنے اس لشکر سے بالکل علیحدہ ہو گیا جو آذربائیجان کی طرف جا رہا تھا۔ وہ فوراً دمشق پہنچا' وہاں سے اس نے ایک خاصا بڑا لشکر لیا اور پھر وہ سلطان برکیاروق پر حملہ آور ہونے کے لئے نکلا تھا۔

تتش کو امید تھی کہ اس کا جو لشکر آذربائیجان کی طرف گیا ہے۔ وہ امیر ایاز بن سیف الدین اور چکرمش بن صالح کو ضرور شکست دے گا اور اس موقع پر اگر وہ دوسرے لشکر کو لے کر برکیاروق کا رخ کرتا ہے اور برکیاروق کو شکست دے دیتا ہے تو پھر وہ بلاشرکت غیرے ان سارے علاقوں کا سلطان بن جائے گا' جن پر کچھ عرصہ پہلے اس کے بھائی سلطان ملک شاہ کی حکومت تھی۔

سلطان برکیاروق نے ابھی تک دریائے دجلہ کو عبور کر کے اور بل کے مقام پر ہی اپنے لشکر کے ساتھ پڑاؤ کیا ہوا تھا کہ اس کا چچا تتش وہاں پہنچ گیا اور برکیاروق کے لشکر کے سامنے اس نے پڑاؤ کر لیا۔

سلطان برکیاروق کی طرف آتے ہوئے کئی میل پیچھے تتش نے اپنے لشکر کا ایک حصہ علیحدہ کر دیا تاکہ کسی مناسب موقع پر وہ برکیاروق کی پشت پر یا رات کے وقت حرکت میں آتے ہوئے شب خون مار سکے۔

چنانچہ تتش نے خود تو سلطان برکیاروق کے سامنے پڑاؤ کر لیا تھا۔ ایسا لگتا تھا کہ وہ اگلے روز جنگ کی ابتداء کرنا چاہتا ہے۔

لیکن جب آنے والی رات آئی' تب تتش کے جس لشکر نے گھات لگا رکھی تھی' وہ اپنی گھات سے نکلا اور ہولناک لمبی ساعتوں میں اجلی خواہشوں کے چراغ گل کرتی جہنم کی بھٹیوں کے لپکتے شعلوں وفا کی مشفق زاروں میں بساط کائنات کی حقارتیں پھیلاتے اور سانسوں کو روکتے دھوئیں' فریب کے سانپ' شک و شبہ کو بچھو بن کر ڈستی کالی زہریلی نفرتوں کی طرح حملہ آور ہو گیا تھا۔

رات کے وقت اپنے لشکر کے ساتھ سلطان برکیاروق بالکل چوکس تھا۔ لہٰذا اس نے بھی جوابی کارروائی کی اور وہ بھی وقت کی اٹھتی رفتار میں بلند اڑانوں کے شاہینوں کی زندگی کی آخری رمق' روحوں کی آخری چمک چھین لینے والے مرگ کے انقلاب اور لمبی مسافتوں کی تھکن کی طرح ٹوٹ پڑا تھا۔

لیکن اس وقت سلطان برکیاروق کی حالت تشویش ناک ہوگئی' جب اس کا چچا تتش بھی حرکت میں آیا اور اپنے حصے کے لشکر کے ساتھ وہ دوسری سمت سے سلطان برکیاروق پر حدت اور حرارت بھرے جوش جذبے' صدیوں پرانے راستوں پر دھول اڑاتی بے روک آندھیوں اور جان بکف ولولوں کی طرح حملہ آور ہوگیا تھا۔ اس طرح اس دوطرفہ حملے کو سلطان برکیاروق زیادہ دیر تک برداشت نہ کرسکا۔ اسے شکست کا سامنا کرنا پڑا۔ اس کا لشکر تتر بتر ہو گیا اور چند سرکردہ ساتھیوں کے ساتھ وہ میدان جنگ سے بھاگ کھڑا ہوا تھا۔

مؤرخین لکھتے ہیں کہ سلطان برکیاروق پر اس کے چچا تتش کے جس لشکر نے شب خون مارا تھا۔ اس لشکر کی کمانداری ایک سالار یعقوب بن اتق کر رہا تھا۔ مؤرخین وضاحت کے ساتھ لکھتے ہیں کہ جس وقت دریائے دجلہ کو بالائی موصل سے عبور کر کے سلطان برکیاروق اور بل پہنچا اسی مقام پر اس کا چچا تتش آن پہنچا' چنانچہ جس وقت دونوں لشکروں کا مقابلہ ہوا' تتش کے لشکر میں سے امیر یعقوب بن اتق نے برکیاروق پر شب خون مارا۔ برکیاروق کو شکست ہوئی' امیر یعقوب بن اتق نے برکیاروق کے لشکر کو لوٹ لیا۔ مؤرخین مزید بیان کرتے ہیں کہ برکیاروق کے تمام ہمراہی تتر بتر ہوگئے۔ سالاروں میں سے صرف امیر برسق' کمشتگین اور ایک اور سالار نام جس کا قماج تھا' وہ سلطان کے پاس رہ گئے تھے۔ چنانچہ شکست اٹھانے کے بعد سلطان برکیاروق نے اصفہان کا رخ کیا تھا۔

سلطان برکیاروق کی مختلف مہموں میں مصروف رہنے کی وجہ سے اس کی غیر حاضری سے فائدہ اٹھا کر ترکمان خاتون اور اس کے بیٹے محمود بن سلطان ملک شاہ سلجوقی نے اصفہان پر قبضہ کرلیا تھا۔ اس قبضے کے چند ہی ہفتے بعد ترکمان خاتون تو فوت ہوگئی' اس کا بیٹا ایک طرح سے اصفہان کا حاکم بن بیٹھا تھا۔

ان سارے حالات کی خبر شاید اس وقت تک سلطان برکیاروق کو نہیں تھی۔ اسی بناء پر اپنے چچا تتش سے شکست اٹھانے کے بعد وہ اپنی جان بچانے کی خاطر اصفہان کی طرف بھاگا تھا۔ سلطان برکیاروق اپنے بیس پچیس ساتھیوں کے ساتھ جن میں سالار کمشتگین' قماج اور امیر برسق نمایاں تھے' جب اصفہان کے نواح میں پہنچا تو سلطان برکیاروق کے حامی جو شہر کے اندر موجود تھے' انہوں نے سلطان برکیاروق کو تنبیہ کی کہ وہ شہر میں داخل نہ ہو۔ اس لئے کہ شہر میں اس وقت محمود کی حکومت ہے اور محمود کے ساتھی اور اس کے سالار اور امراء سلطان

برکیاروق کو موت کے گھاٹ اتارنا چاہتے ہیں۔

اسی دوران سلطان برکیاروق کے بھائی محمود بن سلطان ملک شاہ سلجوقی نے دھوکہ دہی کی غرض سے آ کر برکیاروق کو اپنے ساتھ لیا اور شہر میں داخل ہوا۔ لوگ یہی سمجھے تھے کہ محمود اپنے بڑے بھائی برکیاروق کو اب کوئی نقصان نہیں پہنچائے گا اور تتش سے شکست اٹھانے کے بعد شاید وہ اس کی مدد کرنا چاہتا ہے' لیکن ایسا نہیں ہوا۔ محمود نے دھوکہ دہی کی اور شہر کے اندر لے جا کر سلطان برکیاروق کو نظر بند کردیا۔

اس موقع پر محمود کے سالار اور سارے حواری امراء اس کے گرد جمع ہوئے' اس موقع پر محمود کا ایک سالار مشورہ دیتے ہوئے کہنے لگا۔

”بے شک برکیاروق کو تتش کے ہاتھوں شکست کا سامنا کرنا پڑا ہے' لیکن اس کا یہ مطلب نہیں کہ برکیاروق کی قوت کا خاتمہ ہوگیا ہے۔ یہ کسی وقت بھی اٹھ کر ہمارے خلاف حرکت میں آ سکتا ہے اور ہمیں نقصان پہنچا سکتا ہے۔ لہٰذا ہمارے حق میں بہتر اور سودمند یہی ہے کہ برکیاروق کو قتل کردینا چاہیے۔“

اس موقع پر ایک اور سالار بولا اور کہنے لگا۔

”میں تمہاری اس تجویز سے اتفاق نہیں کرتا۔ اگر تم لوگ برکیاروق کو قتل کرو گے تو یاد رکھنا ایک طوفان اٹھے گا۔ اس لئے کہ برکیاروق کے لشکر کا بڑا حصہ ابھی قائم دائم اور محفوظ ہے اور اس حصے کی کمانداری ایاز بن سیف الدین اور چکرمش بن صالح کر رہے ہیں اور ان دو سالاروں نے تتش کے ایک لشکر کو بدترین شکست بھی دی ہے۔ اگر ہم نے برکیاروق کو قتل کر دیا تو یاد رکھنا کہ وہ لشکر جو اس وقت ایاز بن سیف الدین اور چکرمش بن صالح کے تحت کام کر رہا ہے' وہ ادھر کا رخ کرے گا۔ بے شک وہ ان دنوں آذربائیجان کی طرف گئے ہوئے ہیں' لیکن ادھر آنے میں دیر نہیں لگے گی اور جب وہ ادھر آئیں گے تو میں تم سب سے پوچھتا ہوں' جب وہ اصفہان پر حملہ آور ہوں گے تو کیا تم میں اتنی سکت' اتنی طاقت اور اتنی قوت ہے کہ تم ان کا مقابلہ کرسکو گے اور اگر انہوں نے اصفہان کو فتح کرلیا تو میں سمجھتا ہوں ہم میں سے کوئی بھی زندہ نہیں بچے گا۔“

یہ سالار جس نے مشورہ دیا تھا' اندر سے وہ سلطان برکیاروق کا حامی لگتا تھا۔ اس قسم کی باتیں دوسرے سالاروں نے بھی کیں' جنہیں سن کر محمود بن ملک شاہ سلجوقی ایک ہیجان اور

کشمکش میں مبتلا ہو گیا تھا۔ بہرحال وقتی طور پر اس نے اپنے بھائی برکیاروق کو اصفہان کے زندان میں ڈال دیا تھا۔

خدا کا کرنا ایسا ہوا کہ برکیاروق ابھی چند ہی دن زندان میں رہا ہو گا کہ محمود بیمار ہو گیا۔ اس وجہ سے اصفہان کے امیروں اور سالاروں نے برکیاروق کو قتل نہ کیا اور پھر اسی بیماری میں ہجری چار سو ستاسی میں محمود بن سلطان ملک شاہ وفات پا گیا۔

اس کے مرنے سے برکیاروق کی حالت بہتر ہو گئی' وہ سالار جو اس کی مخالفت پر اترے ہوئے تھے' محمود کے مرنے کے بعد لرز (کانپ) گئے تھے کہ اگر برکیاروق کے خلاف بات کی تو معاملات بڑے بگڑ جائیں گے۔ اس لئے کہ اصفہان میں وہ لوگ جو سلطان برکیاروق کے حامی تھے اور چپ بیٹھے تھے' اپنا آپ ظاہر نہیں کر رہے تھے۔ وہ اب تقریباً کھل کر سامنے آنے لگے تھے۔ چنانچہ محمود کے حامی دبک کر خاموش ہو گئے تھے۔

اس طرح ان حالات میں اہل اصفہان نے سلطان برکیاروق کو زندان سے نکالا اور محمود کے مرنے کے بعد برکیاروق اصفہان پر قابض ہو گیا اور اس کے قدم استقلال کے ساتھ حکومت اور سلطنت پر پھر جم گئے۔

اسی دوران سلطان برکیاروق کے وزیر عبداللہ حسین کا انتقال ہو گیا اور اس کی جگہ سلطان برکیاروق نے اس کے چھوٹے بھائی اور نظام الملک طوسی کے بیٹے عبیداللہ کو اپنا وزیر مقرر کر دیا۔ تاریخ میں اسے موید الملک کے نام سے بھی یاد کیا گیا ہے۔

چنانچہ نظام الملک طوسی کے اسی بیٹے عبیداللہ نے امراء سلجوقیہ اور امرائے سلطنت کو نامہ پیغام بھیج کر سلطان برکیاروق کی طرف مائل کیا اور وہ لوگ جو چند دن پہلے سلطان برکیاروق کی دشمنی اور عداوت پر کھڑے تھے' انہیں بھی بڑی تیزی کے ساتھ انہوں نے سلطان برکیاروق کا حامی اور ہوا خواہ بنانا شروع کر دیا تھا۔

دوسری طرف تتش کی طاقت اور قوت میں بھی اضافہ ہو گیا تھا۔ تتش نے اپنی اسی طاقت اور قوت کو مزید ترقی دینے اور بڑھانے کے لئے قدم اٹھایا۔ تتش نے برکیاروق کو شکست کے بعد یوسف بن ارتق ترکمانی' جو اس کے بہترین سالاروں میں سے ایک تھا' اسے ایک لشکر دے کر بغداد کی طرف روانہ کیا اور ادھر روانہ کرنے کا مقصد یہ تھا کہ بغداد کے خلیفہ سے یہ کہا جائے کہ سلطان اب برکیاروق نہیں' تتش ہے۔ لہٰذا اس کے نام کا خطبہ جاری

کرنے کا حکم صادر کیا جائے۔ اہل بغداد کو جب تتش کے سالار یوسف بن ارتق کے آنے کی خبر ہوئی تو انہوں نے اسے روکنے کا فیصلہ کر لیا اور اپنی مدد کے لئے انہوں نے حلہ شہر کے والی صدقہ بن مذید کو بھی طلب کر لیا۔

چنانچہ صدقہ بن مذید اپنے لشکر کے ساتھ بڑی تیزی اور بڑی برق رفتاری سے بغداد کی طرف بڑھا تاکہ یوسف بن ارتق کو بغداد میں داخل ہونے سے روکے۔ یعقوبیہ کے مقام پر دونوں لشکریوں میں جھڑپ ہوئی' یعنی یوسف بن ارتق ترکمانی اور صدقہ بن مذید آپس میں ٹکرائے' حالات کی ستم ظریفی کہ صدقہ بن مذید کو شکست اٹھانا پڑی اور وہ اپنے بچے کھچے لشکر کو لے کر اپنے شہر حلہ کی طرف چلا گیا جبکہ یوسف بن ارتق ایک طرح سے ایک فاتح کی حیثیت سے بغداد میں داخل ہوا اور وہیں قیام کر لیا۔

برکیاروق نے ابھی چند دن ہی اصفہان میں قیام کیا تھا کہ بیمار ہو گیا۔ لوگ خوفزدہ ہو گئے کہ جس طرح بیمار ہو کر محمود مر گیا ہے' اسی طرح کہیں برکیاروق بھی موت کا لقمہ نہ بن جائے۔ لہٰذا طبیب اور دوسرے لوگ سلطان برکیاروق کی بہترین خدمت اور دیکھ بھال کرنے لگے تھے۔ اسی بیماری کے دوران عبداللہ بن صباح کے دو نمائندے اصفہان میں داخل ہوئے اور سلطان برکیاروق کے وزیر عبیداللہ بن نظام الملک طوسی سے التماس کی کہ وہ ایک انتہائی اہم کام کے سلسلے میں سلطان برکیاروق کی خدمت میں حاضر ہونا چاہتے ہیں اور اپنے آقا عبداللہ بن صباح کی طرف سے اہم پیغام دینا چاہتے ہیں۔

عبیداللہ بن نظام الملک طوسی بڑا عقل مند' دانش مند انسان تھا۔ پہلے اس نے ان دونوں کی جامہ تلاشی لی۔ انہیں نہتا کرنے کے بعد اپنے کچھ مسلح ساتھیوں کے ساتھ سلطان سے ملنے کی اجازت دی اور خود بھی ان کے ساتھ سلطان کے پاس گیا۔

عبداللہ بن صباح کے وہ دونوں نمائندے سلطان کے سامنے حاضر ہوئے تو سلطان کو ان سے پہلے ہی ان کی آمد سے آگاہ کر دیا گیا تھا۔ چنانچہ ہاتھ کے اشارے سے سلطان نے انہیں اپنے سامنے نشستوں پر بیٹھنے کے لئے کہا' جب وہ بیٹھ گئے' تب سلطان نے انہیں مخاطب کیا۔

''کہو تم کیا کہنا چاہتے ہو؟''

اس پر عبداللہ بن صباح کے ان دو نمائندوں میں سے ایک سلطان برکیاروق کو مخاطب

کر کے کہنے لگا۔

"سلطان محترم! ہمیں ہمارے آقا عبداللہ بن صباح نے روانہ کیا ہے۔ گو آپ کے والد محترم سلطان ملک شاہ سلجوقی کے دور میں ہمارے ساتھ تعلقات اچھے نہیں تھے' لیکن ہمارا آقا عبداللہ بن صباح ماضی کے سارے واقعات اور حادثات کو فراموش کر کے آپ کے ساتھ بہتر تعلقات پیدا کرنا چاہتا ہے۔ آپ کا مطیع اور فرمانبردار بن کر رہنا چاہتا ہے' ساتھ ہی اس نے ہمیں آپ کے نام یہ بھی پیغام بھیجا ہے کہ جو بھی آپ کی دشمن قوتیں ہیں' ان کے خلاف جب اور جس وقت بھی آپ ہمیں کہیں گے' ہم اپنے مسلح جوانوں کے ساتھ آپ کے لشکر میں شامل ہو کر آپ کے دشمنوں کے خلاف جنگ کریں گے۔ پھر دیکھیں گے کون سی قوتیں آپ کے خلاف حرکت میں آ کر آپ کے لئے رکاوٹیں کھڑی کرتی ہیں۔"

سلطان نے چند وجوہات کی بناء پر عبداللہ بن صباح کے ان نمائندوں کی عزت افزائی کی اور ان کی پیشکش کو قبول کر لیا۔

عبداللہ بن صباح کی اس پیشکش کو قبول کرنے کی پہلی وجہ یہ تھی کہ سلطان بیمار تھا اور بیماری کی حالت میں ویسے ہی انسان اپنے آپ کو کمزور خیال کرتا ہے اور پھر سلطان برکیاروق کا چچا کیونکہ قوت حاصل کر چکا تھا' سلطان کے درپے ہو گیا تھا کہ وہ سب کو زیر کر کے خود سلطان بنے گا۔ لہٰذا اس پیشکش کو سلطان نے قبول کر لیا تھا۔

اس پیشکش کو قبول کرنے کی دوسری وجہ یہ تھی کہ سلطان اپنے دشمنوں میں کمی کرنا چاہتا تھا۔ تتش پہلے ہی بہت بڑا دشمن ثابت ہو چکا تھا۔ اس کے علاوہ سلطان برکیاروق کے دو بھائی اور تھے' ایک محمد اور دوسرا سنجر دونوں ان دنوں سلطان کے ساتھ تھے لیکن دونوں اندر ہی اندر برکیاروق کے سخت خلاف تھے اور کسی بھی وقت وہ طاقت اور قوت پکڑ کر ایک لشکر جمع کر کے سلطان برکیاروق کے مقابل ہو سکتے تھے۔ چنانچہ وقت طور پر حالات کو دیکھتے ہوئے سلطان نے عبداللہ بن صباح کی اس پیشکش کو قبول کر لیا۔

سلطان کی اس پیشکش کو قبول کرنے سے عبداللہ بن صباح کے نمائندوں کی خوشی کی کوئی حد نہ تھی' یہاں تک کہ ان میں سے ایک دوبارہ بولا اور کہنے لگا۔

"سلطان محترم! ہمارے ساتھ ہمارے کچھ مسلح جوان بھی ہیں' ہمارے آقا عبداللہ صباح نے انہیں اس غرض سے آپ کی طرف روانہ کیا ہے کہ وہ آپ کے لشکر میں رہیں اور جب اور

جس موقع پر بھی آپ کو کسی دشمن کے خلاف ہماری مدد اور اعانت کی ضرورت پیش آئے تو ہمارے جو آدمی آپ کے لشکر میں موجود ہوں گے' ان کے ذریعے آپ فی الفور ہمارے آقا سے مدد طلب کر سکتے ہیں۔

سلطان برکیاروق نے اس پیشکش کو بھی قبول کر لیا۔ چنانچہ حسن بن صباح کے ان مسلح آدمیوں کو لشکر میں شامل کر لیا اور شاندار کامیابی کے بعد عبداللہ بن صباح کے وہ دونوں نمائندے واپس چلے گئے تھے۔

............*

تتش کے لشکر کو شکست دینے کے بعد ایاز بن سیف الدین اور چکرمش بن صالح نے اپنے حصے کے لشکر کے ساتھ ابھی تک وہیں قیام کیا ہوا تھا' جہاں جنگ ہوئی تھی۔ اس لئے کہ وہ اپنے زخمی لشکریوں کی دیکھ بھال کرتے رہے تھے۔ اسی دوران ان کے وہ مخبر جو انہوں نے اپنے اطراف میں پھیلا رکھے تھے' ان میں سے کچھ واپس لشکر میں داخل ہوئے' اس وقت ایاز بن سیف الدین اور چکرمش بن صالح دونوں بیٹھے وہاں سے کوچ کر کے واپس سلطان برکیاروق کی طرف جانے سے متعلق گفتگو کر رہے تھے' ابھی تک انہیں یہ خبر نہیں ملی تھی کہ سلطان برکیاروق کو تتش کے ہاتھوں شکست کا سامنا کرنا پڑا ہے۔

چنانچہ جس وقت وہ مخبر ایاز بن سیف الدین اور چکرمش بن صالح کے پاس آئے تو وہ دونوں ان کی طرف دیکھتے ہوئے خاموش ہو گئے' آنے والوں کو اپنے قریب بٹھایا' یہاں تک کہ آنے والوں میں سے ایک باری باری ایاز بن سیف الدین' چکرمش بن صالح کی طرف دیکھتے ہوئے کہنے لگا۔

''اے امیران محترم! آپ کے لئے ہم دو خبریں لے کر آئے ہیں۔ ان میں سے ایک خبر تو بری ہے' دوسری نہ بری ہے' نہ اچھی ہے' لیکن ہم اسے اپنے حق میں اچھا بھی نہیں کہہ سکتے۔''

اس مخبر کے ان الفاظ پر ایاز بن سیف الدین اور چکرمش دونوں چونکے تھے' یہاں تک کہ ایاز بن سیف الدین بولا۔

''میرے عزیز کھل کر کہہ کیا کہنا چاہتا ہے۔''

جواب میں وہ مخبر بولا اور کہنے لگا۔

''ہمارے جو ساتھی اصفہان کی طرف کام کر رہے تھے' ان کے ذریعے ہمیں یہ خبر ملی ہے

کہ جس وقت تتش آذربائیجان کی طرف آ رہا تھا اور آپ دونوں اپنے لشکر کو لے کر اس پر ضرب لگانے کے لئے آئے تھے' جو تتش اپنے چند دستوں کے ساتھ آذربائیجان کی طرف آنے والے لشکر سے نکل کر دمشق کی طرف چلا گیا تھا۔ یہ اس کی جنگی چال تھی' جس میں وہ کامیاب رہا۔ ان علاقوں میں جس لشکر کو آپ دونوں نے شکست دی' اس میں تتش نہیں تھا۔ تتش بڑی تیزی اور برق رفتاری کے ساتھ دمشق پہنچا' وہاں سے اس نے بہت بڑا اور جرار لشکر لیا' اتنی دیر تک سلطان برکیاروق بھی بغداد سے نکلا' نصیبین پہنچا' لشکر کا دوسرا حصہ جو اس وقت رے میں قیام کئے ہوئے تھا' اس کو سلطان نے نصیبین کے مقام پر طلب کیا۔ اس لشکر کو لے کر سلطان برکیاروق نے دریائے دجلہ کو عبور کیا اور اربل کے مقام پر قیام کیا۔ اتنی دیر تک تتش بھی اپنے لشکر کو لے کر وہاں پہنچ گیا۔ دونوں لشکروں میں ٹکراؤ ہوا۔ سلطان برکیاروق شاید ان سے مات نہ کھاتا لیکن سلطان پر تتش کے ایک سالار نے شب خون مارا۔ اس کے بعد تتش بھی حملہ آور ہو گیا' جس کی بناء پر سلطان کو شکست ہوئی اور سلطان کمشتگین' قماج اور برسق کے ساتھ اپنے گنتی کے چند ساتھیوں کے ہمراہ اصفہان کی طرف بھاگا۔''

اصفہان پہنچ کر پتا چلا کہ ترکمان خاتون فوت ہو چکی ہے۔ اس کے بیٹے محمود نے اصفہان پر قبضہ کر لیا ہے۔ اس کے بعد جو حالات پیش آئے تھے۔ اس مخبر نے تفصیل سے کہہ دیئے تھے۔

یہ خبر سن کر ایاز اور چکرمش پہلے تو افسردہ ہوئے تھے' لیکن جب آخر میں تفصیل مخبروں نے بتائی اور پتا چلا کہ محمود مر چکا ہے اور اب سلطان برکیاروق اصفہان میں محفوظ ہے' تب انہیں کچھ سکون اور طمانیت ہوئی۔

اس کے بعد ایاز بن سیف الدین نے دوبارہ ان آنے والے مخبروں کی طرف دیکھا پھر کہنے لگا۔

''ایک خبر تو تم کہہ چکے' پہلے اسے سن کر ہم پریشان ہو گئے تھے' مگر آخر میں جو تم نے یہ انکشاف کیا کہ سلطان اب اصفہان میں مقیم ہے اور محفوظ ہے' تب ہمیں اطمینان ہے۔'' اب دوسری خبر کہو۔

اس پر وہ مخبر بولا اور کہنے لگا۔

''دوسری خبر یہ ہے کہ تتش کے جس لشکر کے ساتھ آپ لوگوں کا ٹکراؤ ہوا تھا' وہ لشکر

یہاں سے چند میل نیچے جنوب کی طرف قیام کئے ہوئے ہے۔ اس لئے کہ انہیں تتش کا یہ پیغام مل چکا ہے کہ ایک بار پھر آپ سے ٹکرایا جائے اور ہر صورت میں آپ کو شکست دی جائے۔ اس بناء پر وہ ایک بار پھر آپ سے ٹکرانے کے لئے اپنی تیاریوں کو اپنے عروج پر لے آئے ہیں۔"

یہ خبر سن کر ایاز بن سیف الدین چونکا تھا۔ پہلے اس نے اپنے مخبروں کا شکریہ ادا کیا۔ پھر چکرمش بن صالح کی طرف دیکھتے ہوئے کہنے لگا۔

"ابن صالح میرے عزیز بھائی' ہم آج ہی یہاں سے کوچ کریں گے۔" دوبارہ ایاز نے چونکنے کے انداز میں مخبر کی طرف دیکھا پھر کہنے لگا۔

"تمہارے خیال میں اس لشکر تک ہم کتنی دیر تک پہنچ سکتے ہیں۔"

جواب میں اس مخبر نے کچھ سوچا' اندازہ لگایا پھر کہنے لگا۔

"اگر آپ آنے والی شب کو عشاء کے بعد نکلیں تو میں سمجھتا ہوں آدھی رات کے بعد آپ وہاں پہنچ سکتے ہیں۔"

اس موقع پر ایاز بن سیف الدین نے ایک لمبا سانس لیا پھر اپنے مخبروں کو مخاطب کر کے کہنے لگا۔

"تم دونوں ہمارے ساتھ رہو گے' لیکن تم اپنے ساتھیوں سے رابطہ قائم کر کے انہیں مطلع کر دو کہ دشمن پر نگاہ رکھیں۔ اگر دشمن وہاں سے پیش قدمی کرے یا ادھر ادھر ہونے کا کوئی فیصلہ کرے تو ہمیں بروقت اس کی اطلاع دی جائے۔ اب تم دونوں اٹھو کھانا کھاؤ اور آرام کرو۔ اس لئے کہ اس کے بعد ہم نے یہاں سے کوچ کرنا ہے۔"

وہ دونوں مخبر وہاں سے اٹھ کر چلے گئے تھے اور آنے والی شب کو عشاء کی نماز کے بعد ایاز بن سیف الدین اور چکرمش بن صالح نے اپنے لشکر کے ساتھ بڑی رازداری سے تتش کے اس لشکر سے نبٹنے کے لئے کوچ کیا تھا۔

رات زیست کے پیچ خم میں کروٹیں لیتی ساعتوں کی طرح اپنی انجانی منزلوں کی طرف بھاگی جا رہی تھی۔ چاروں طرف دل کے آبگینوں' دعاؤں کے حروف سرمائی شام کے دھندلکوں سی خاموشی اور سکوت طاری تھا' لگتا تھا جیسے ڈوبتے چاند کی کرنیں اونچے کوہسار' گونگے صحرا اور خاموش چپ شاہراہیں بڑی بے چینی اور بڑے بے تابی سے کسی انقلاب کے

رونما ہونے کی منتظر ہوں۔

ایاز بن سیف الدین اور چکرمش بن صالح دونوں بڑی تیزی کے ساتھ تتش کے لشکر کی طرف بڑھ رہے تھے۔ یہاں تک کہ جب ان کے ساتھ کام کرنے والے ان دونوں مخبروں نے انہیں بتایا کہ اب دشمن کا لشکر صرف پانچ میل آگے رہ گیا ہے' تب ایاز بن سیف الدین نے اپنے لشکر کو روک دیا۔ پھر اپنے پہلو میں اپنے گھوڑے پر سوار اپنے ساتھی چکرمش کی طرف دیکھتے ہوئے کہنے لگا۔

"چکرمش میرے عزیز بھائی سن' سلطان برکیاروق نے جس عذاب' جس امتحان سے گزرنا تھا' گزر چکا۔ اب ان دنوں وہ اصفہان شہر میں محفوظ ہے۔ ہم نے پہلے تتش کے اس لشکر سے نبٹنا ہے' پھر تتش سے ایسا نبٹیں گے کہ وہ یاد رکھے کہ سلطان برکیاروق کے سالاروں اور لشکریوں سے پالا پڑا تھا۔"

"میرے بھائی پہلے کی طرح لشکر کو دو حصوں میں تقسیم کر لو۔ دو مخبروں میں سے ایک تمہارے ساتھ اور ایک میرے ساتھ رہے گا۔ دونوں ہماری رہنمائی کریں گے۔ دشمن کے ایک پہلو پر میں' دوسرے پہلو پر تم شب خون مارو گے۔ پھر میں دیکھتا ہوں تتش کا یہ لشکر کیسے ہم سے بچ کر رہتا ہے یا کیسے یہ ہمارے خلاف کامیابی حاصل کرتے ہیں۔"

چکرمش نے اس سے اتفاق کیا تھا۔ لشکر کو دو حصوں میں فوراً تقسیم کر دیا گیا اور پھر اپنے درمیان ذرا فاصلہ رکھ کر ایاز بن سیف الدین اور چکرمش بن صالح پہلے کی طرح بڑی تیزی سے آگے بڑھے تھے۔

جب وہ تتش کے اس لشکر کے قریب پہنچے تو انہوں نے دیکھا تتش کا وہ لشکر چوکس تھا۔ شاید انہیں ایاز بن سیف الدین اور چکرمش کے حملہ آور ہونے کی اطلاع ہو گئی تھی یا ویسے ہی ان علاقوں میں ان دونوں کے قیام کی وجہ سے وہ محتاط تھے۔ بہرحال ہر چیز کو نظرانداز کرتے ہوئے پہلے ایاز بن سیف الدین نے اپنے لشکر کو آگے بڑھایا پھر وہ تتش کے لشکر پر بے نام مسافتوں میں زیست کا عنوان بدل دینے والی خواہشوں کی اڑتی چنگاریوں' بکھری خاموش اور سکوت کے بے کراں ماحول میں لاعلاج گھاؤ لگاتے دشت سے اٹھتے بگولوں اور قرب و بعد کے مرحلوں میں ٹوٹے خوابوں کی دھجیوں کی سی حالت کر دینے والی محرومیوں کی آگ کی طرح حملہ آور ہو گیا تھا۔

تتش کا پورا لشکر اپنی کامیابی اور اپنی کامرانیوں کو یقینی بنانے کے لئے ایاز بن سیف الدین کی طرف امڈا تھا‘ اسی وقت ان کی پشت کی جانب سے چکرمش بن صالح اجنبی ناآشنا سایوں میں انگارہ بن کر عکس ریز ہوتے امڈتے ہیولوں‘ بے نام لمحوں کی سرسراہٹوں میں بند توڑ کر نکلتے سیلاب‘ کوہستانوں کا جگر شق کرتے عقوبت کے چیختے بگولوں کی طرح حملہ آور ہوا تھا۔

تتش کے لشکر کی بدقسمتی کہ اب ایک طرف سے ایاز بن سیف الدین قہر کی بھڑکتی جوالا‘ رعشہ طاری کر دینے والے آندھیوں کے حریفوں‘ صاحب سیف وقلم اور واقفیت دیروحرم کی طرح ضربیں لگا کر اس کے لشکر کی حالت ذلت و رسوائی کی خوفناکی‘ یخ بستہ ناامیدیوں کی یورش‘ زبان کے تلخ ذائقوں‘ سلگتی رات میں آوارہ وطن طیور سی کر رہا تھا۔

جبکہ دوسری طرف سے چکرمش بھی فضائی پکار کی طرح انہیں بے کل‘ باطن اور ذہنی مفلسی سے دوچار کر رہا تھا۔ تباہی اور بربادی کا پیش خیمہ بنتے سہل بلاخیز‘ خون آشام تلواروں اور بڑے ہولناک انداز میں زمین پھاڑ کر اٹھتے طوفانوں اور ڈوبتے چاند‘ بھاگتی رات کے ماحول میں رفتار کی کالی آندھی کی طرح حملہ آور ہوا تھا۔

اس طرح ڈھلتی گہری رات کی خاموشیوں میں جب دونوں لشکر ایک دوسرے سے ٹکرائے‘ تب یوں لگا جیسے رزم گاہ میں ناک پھنس کے جنگل کے اندر دھوپ سایوں کی ستیزہ کاری شروع ہو گئی ہو‘ چاہتیں خاک‘ یادیں راکھ ہونے لگی تھیں۔ ہر ادراک وجدان زخمی اور جسموں کا ہر بھید لہولہو ہونے لگا تھا۔

تتش کے لشکر نے اپنی طرف سے پوری کوشش کی کہ حملہ آوروں کو مار بھگائیں‘ لیکن امیر ایاز بن سیف الدین اور چکرمش نے ان کے ہر حربے کو ناکام کر دیا اور ان پر ایسے تیز جان لیوا حملے کئے کہ تھوڑی دیر کی جنگ کے بعد ہی تتش کے اس لشکر کی حالت پتھروں کے شہر میں جلتے تپتے شمشانوں‘ بے لباس بستیوں میں بھٹکتے خزاں کے سایوں اور تھل کی پیاسی ریت کی سی ہونا شروع ہو گئی تھی۔ یہاں تک کہ تھوڑی دیر کے مزید ٹکراؤ کے بعد رات کی گہری تاریکی میں شکست قبول کرتے ہوئے وہ بھاگ کھڑے ہوئے۔

امیر ایاز بن سیف الدین اور چکرمش نے ان کے ساتھ پہلے ٹکراؤ کے دوران بھی کافی سامان ان سے حاصل کیا تھا اور اب انہیں شاید مزید رسد اور دوسری ضروریات کا سامان تتش کی طرف سے یا دمشق کی طرف سے ملا تھا۔ اس پر بھی ان دونوں نے قبضہ کر لیا تھا۔

ایاز بن سیف الدین نے اپنے لشکر کے ساتھ چند روز تک وہیں قیام کیا۔ جنگ میں زخمی ہونے والے جب تندرست ہو گئے‘ تب اس نے پھر وہاں سے کوچ کیا۔ تتش کے لشکر کے ساتھ ان کا ٹکراؤ موغان اور تبریز کی درمیانی سرزمینوں میں ہوا تھا۔ لہٰذا اب انہوں نے اس شاہراہ پر پیش قدمی کی جو شاہراہ موغان سے نکل کر ویلم اور مراغہ کے بیچ سے ہوتی ہوئی ازنجان‘ ہمدان‘ طالقان اور رے شہر سے ہوتی ہوئی اصفہان کی طرف جاتی تھی۔

ایاز بن سیف الدین اپنے لشکر کے ساتھ جب ویلم اور مراغہ شہر کے درمیان پہنچا تو وہاں اس نے اپنے لشکر کو ستانے اور آرام کرنے کا موقع فراہم کیا۔ وہاں پڑاؤ قائم کر دیا گیا‘ ساتھ ہی تتش کا جو لشکر شکست اٹھا کر بھاگا تھا‘ اس کا احوال جاننے کے لئے اس نے اپنے مخبر بھی اپنے آگے پھیلا دیئے تھے۔

ویلم اور مراغہ کے درمیان اپنے لشکر کے ساتھ پڑاؤ کرنے کے اگلے روز جس وقت ایاز بن سیف الدین اپنے خیمے میں اکیلا بیٹھا ہوا تھا۔ اس کے لشکر کا ایک چھوٹا سالار خیمے کے دروازے میں نمودار ہوا اور ایاز بن سیف الدین کو مخاطب کر کے کہنے لگا۔

”امیر! یہاں قریب ہی کسی بستی کا ایک شخص اپنا نام نباط بتاتا ہے اور ڈھیلی عمر کا ایک بوڑھا ہے‘ آپ کی خدمت میں حاضر ہو کر کچھ کہنا چاہتا ہے۔ اس کا کہنا ہے کہ لشکر کے سالار ایاز بن سیف الدین کے علاوہ میں کسی سے کچھ نہیں کہوں گا۔ یہ راز کی ایک ایسی بات ہے‘ جس کا میں کسی اور پر انکشاف نہیں کر سکتا۔“

یہ الفاظ سن کر ایاز بن سیف الدین اپنی جگہ سے اٹھ کھڑا ہوا پھر کہنے لگا۔

”وہ بوڑھا جس کا نام تم نباط بتاتے ہو‘ اس وقت کہاں ہے۔“

وہ آپ کے خیمے سے باہر کھڑا ہے۔ چھوٹے سالار نے کہنا شروع کیا تھا۔ ہم اس کی تلاشی لے چکے ہیں‘ وہ بالکل نہتا ہے۔

اس پر ایاز بن سیف الدین خیمے ۔۔۔ باہر نکلا‘ خیمے سے ذرا فاصلے پر ایک بوڑھا کھڑا تھا‘ جس کے دائیں بائیں ایاز بن سیف الدین کے مسلح جوان تھے۔ ایاز بن سیف الدین آگے بڑھا‘ پہلے اس نے بوڑھے سے پرجوش مصافحہ کیا‘ پھر اس کا ہاتھ پکڑ کر اپنے خیمے میں لایا‘ اپنے سامنے بیٹھایا‘ پھر اسے مخاطب کر کے کہنے لگا ” میرا نام ایاز بن سیف الدین ہے۔ میں اس لشکر کا سالار ہوں‘ مجھے بتایا گیا ہے کہ آپ مجھ سے کسی اہم موضوع پر گفتگو کرنا چاہتے

ہیں۔کوئی راز کی بات کہنا چاہتے ہیں' اب کہیے آپ کیا کہنا چاہتے ہیں۔''

اس بوڑھے نے اپنے خشک ہونٹوں پر زبان پھیری' پھر کہنے لگا۔

''امیر بات یہ ہے کہ ہمیں ایک کام کے سلسلے میں آپ کی مدد درکار ہے' اگر آپ مدد کریں تو تین انتہائی قیمتی جانیں بچ سکتی ہیں۔''

ایاز بن سیف الدین نے بڑے غور سے اس کی طرف دیکھا پھر کہنے لگا۔

''آپ کھل کر کہیے' آپ کیا کہنا چاہتے ہیں' تاکہ میں جانوں کہ آپ کو مجھ سے کس قسم کی مدد درکار ہے۔''

اس پر نباط پھر بولا اور کہنے لگا۔

''امیر بات یہ ہے کہ چند ہفتے پہلے یہودیوں اور عیسائیوں پر مشتمل ایک کارواں بیت المقدس کی طرف روانہ ہوا تھا۔ وہ آرمینیا کی طرف سے آئے تھے۔ اس کارواں کی بدقسمتی کہ اس کے اندر دو انتہا درجہ کی خوبصورت لڑکیاں تھیں۔ دونوں چچازاد ہونے کے ساتھ ساتھ خالہ زاد بھی ہیں۔ ایک کا نام توزین' دوسری کا نام رفادہ ہے۔ ان کے اس حسن اور خوبصورتی کی اطلاع حسن بن صباح کے داعیوں اور فدائیوں کو ہوگئی۔ چنانچہ یہ خبر حسن بن صباح تک پہنچی اور انہیں اپنی فردوس میں رکھنے کے لئے حسن بن صباح نے اپنا ایک لشکر اس کارواں پر حملہ آور ہونے کے لئے روانہ کیا۔''

''چنانچہ رات کی گہری تاریکی میں حسن بن صباح کا لشکر اس کارواں پر حملہ آور ہوا لیکن ان دونوں لڑکیوں کی خوش قسمتی کہ وہ ایک ڈھلی ہوئی عمر کی خاتون کے ساتھ اپنی جانیں بچانے میں کامیاب ہوگئیں۔ وہ ڈھلی ہوئی عمر کی خاتون ان دونوں میں سے نام جس کا توزین ہے' اس کی ماں ہے اور رفادہ کی خالہ ہے۔ اصل میں ان کے ذہن میں پہلے سے کسی نے یہ بات ڈال رکھی تھی کہ حسن بن صباح خوبصورت لڑکیوں کو اپنی جنت میں رکھنے کے لئے حاصل کرتا ہے۔ چنانچہ جب حسن بن صباح کے لوگ حملہ آور ہوئے اور چاروں طرف یہ افواہ کارواں کے اندر پھیلی کہ حسن بن صباح کے لوگ حملہ آور ہو گئے ہیں' تب دونوں خوبصورت لڑکیاں توزین اور رفادہ بھاگ کھڑی ہوئیں' توزین کی ماں بھی ان کے ساتھ بھاگنے میں کامیاب ہوئی اور انہوں نے بڑی تیزی اور سرعت کے ساتھ ایک قریبی بستی میں داخل ہو کر میرے دروازے پر دستک دی۔ میری دو بیٹیاں ہیں اور ہم گھر کے چار افراد ہیں۔ ایک میں' ایک

میری بیوی اور دو بیٹیاں' جب میں نے دروازہ کھولا تو وہ تینوں بیچاری بوکھلائی ہوئی اندر آئیں اور بڑی رازداری سے اپنی داستان انہوں نے ہم سے کہی۔ میری بیوی اور دونوں بیٹیوں نے ان کا ساتھ دینے کا تہیہ کرلیا۔ چنانچہ ہم نے انہیں اپنی حویلی کے تہہ خانے کے اندر بند کر دیا اور پھر میں نے ان سے یہ بھی جان لیا کہ وہ بستی میں کس کس راستہ سے داخل ہوئی تھیں۔ چنانچہ اگلے روز فجر کی نماز کے وقت میں اٹھا میں نے ایک درخت کی کٹی ہوئی چند شاخیں لیں اور جدھر جدھر سے وہ آئی تھیں' ان شاخوں کو وہاں گھمایا اور انہیں بستی کے باہر تک لے گیا تاکہ بستی میں ان کے داخل ہونے کے پاؤں کے نشانات مٹ جائیں۔''

''ان کے بھاگنے کے بعد حسن بن صباح کے لوگوں نے کارواں کے اکثر لوگوں کو تہ تیغ کر دیا۔ ایک ایک لاش کا جائزہ لیا' جب انہیں توزین اور رفادہ نہ ملیں' تب ان کے داعی اور فدائی ادھر ادھر پھیل گئے۔ اب بھی وہ بھیڑیوں کی طرح ان دونوں لڑکیوں کو تلاش کرتے پھر رہے ہیں۔ میں خود پریشان ہوں کہ میں انہیں اپنی حویلی کے تہہ خانے میں کب تک رکھوں گا' لیکن آپ کی آمد سے مجھے حوصلہ ہوا۔ جب لوگوں نے مجھے بتایا کہ سلطان برکیاروق کے لشکر کا ایک سالار ایاز بن سیف الدین اپنے لشکر کے ساتھ پڑاؤ کئے ہوئے ہے' تب میں نے فیصلہ کرلیا کہ آپ کے ذریعے سے ان دونوں لڑکیوں اور ان میں سے ایک کی ماں اور دوسری کی خالہ یعنی تینوں کو بچانے کی کوشش کروں گا اور یہی ارادہ لے کر میں آپ کی خدمت میں حاضر ہوا ہوں اور آپ سے التماس کرتا ہوں کہ ان تینوں کو میرے ہاں سے نکال کر آپ اپنے لشکر میں لے آئیں۔ آپ کے لشکر میں وہ محفوظ رہیں گی۔ ورنہ اگر انہیں یہ خبر ہوگئی کہ ان تینوں نے میرے ہاں پناہ لی ہے تو وہ ان دونوں لڑکیوں کو تو لے جائیں گے اور مجھے میرے اہل خانہ کے ساتھ موت کے گھاٹ اتار دیں گے۔ میں چاہتا ہوں' میں بھی اہل خانہ کے ساتھ بچ جاؤں اور وہ تینوں بھی میرے ہاں سے نکل کر محفوظ جگہ چلی جائیں۔ اس کارواں میں یہ لوگ اس لئے شامل ہوئے تھے کہ بیت المقدس میں جا کے مستقل رہائش رکھیں گے۔ وہ تینوں یہودی ہیں' کارواں میں ان کے اور بہت سے عزیز واقارب تھے جو سب موت کے گھاٹ اتر چکے ہیں۔ اب وہ تینوں نہ بیت المقدس جانا چاہتی ہیں' نہ واپس اپنے گھر کا رخ کرنا چاہتی ہیں۔ اس لئے پیچھے اب ان کا کوئی نہیں' آگے بیت المقدس کی طرف جاتی ہیں تو ان کے سامنے اندھیرا ہی اندھیرا' موت ہی موت ہے۔ اس لئے کہ حسن بن صباح کے کارندے

باؤلوں کی طرح انہیں تلاش کریں گے اور انہیں ڈھونڈ نکالنے کی ہر ممکن کوشش کریں گے۔ اس بناء پر وہ اگر آپ کے لشکر میں منتقل کر دی جائیں تو محفوظ ہو جائیں گی۔''

نباط نام کا وہ بوڑھا جب خاموش ہوا' تب کچھ دیر تک ایاز بن سیف الدین گہری سوچوں میں ڈوبا رہا۔ یہاں تک کہ اس بوڑھے کی طرف اس نے دیکھا' پھر کہنے لگا۔

''جو کچھ آپ نے کہا ہے' درست کہا ہے۔ آپ پریشان اور فکر مند نہ ہوں' آپ اور آپ کے اہل خانہ محفوظ رہیں گے اور وہ دونوں لڑکیاں اور ان کے ساتھ جو ایک کی ماں اور دوسری کی خالہ ہے' وہ بھی محفوظ رہے گی۔ میرے عزیز دن کے وقت ان لڑکیوں کو وہاں سے نکال کر لشکر میں لانا میرے لئے مشکل نہیں ہے' لیکن حسن بن صباح کے کارندے اگر ان علاقوں میں منڈلاتے پھر رہے ہیں تو وہ شک میں پڑ جائیں گے اور ان دونوں لڑکیوں کو حاصل کرنے کے لئے وہ گدھوں کی طرح چکر لگانا شروع ہو جائیں گے۔ میں چاہتا ہوں کہ رات کے وقت انہیں وہاں سے نکالا جائے' سنو! پہلے یہ بتاؤ کہ تمہاری بستی میں کوئی بازار ہے۔''

اس پر نباط بولا اور کہنے لگا۔

''وہ کوئی چھوٹی بستی نہیں' اسے آپ بڑا قصبہ اور چھوٹا شہر کہہ سکتے ہیں اور اس میں ایک خاصا بڑا بازار ہے۔'' جواب میں خوشی کا اظہار کرتے ہوئے ایاز بن سیف الدین کہنے لگا۔

''اگر یہ بات ہے تو آپ عصر کے وقت تک یہاں رکیں۔ عصر کے بعد میرے کچھ دستے آپ کی بستی میں خرید و فروخت کے لئے جائیں گے۔ اپنے لشکر کے لئے ضرورت کا سامان خریدیں گے' کچھ سامان کی ہمیں حقیقی معنوں میں ضرورت ہے اور یہ خریداری وہ مغرب کی نماز کے بعد عشاء تک کرتے رہیں گے۔ اس دوران وہ آپ سے بھی رابطہ رکھیں گے۔ ان کے ساتھ دو فالتو گھوڑے بھی ہوں گے۔ وہ خریداری کرنے کے بعد آپ کے قصبے میں اس طرف سے نکلیں گے' جس طرف آپ کی حویلی ہے۔ میرا ایک خاص آدمی اس سلسلے میں آپ سے رابطہ میں رہے گا۔ چنانچہ جب وہ قصبے سے نکلنے لگیں تو آپ ان تینوں کو تیار رکھئے گا۔'' تینوں دو گھوڑوں کو استعمال کریں گی۔ ایک پر دونوں لڑکیاں بیٹھ جائیں گی۔ دوسرے پر ان کی ماں اور خالہ کو سوار کرا دیا جائے گا۔ اس طرح وہ تینوں میرے لشکریوں کے ہالے میں رہتے ہوئے رات کی تاریکی میں اگر میرے لشکر میں آ جائیں تو محفوظ ہو جائیں گی۔''

ایاز بن سیف الدین کی اس گفتگو کو نباط نے پسند کیا تھا۔ چنانچہ وہ عصر تک وہیں رکا رہا۔ عصر کی نماز کے بعد ایاز بن سیف الدین کے کچھ دستے خریداری کے لئے نباط کی بستی کی طرف گئے۔ نباط بھی ان کے ساتھ واپس چلا گیا تھا۔ مغرب کے بعد تک ایاز بن سیف الدین کے لشکری اس قصبے میں خریداری کرتے رہے اور پھر عشاء کی اذان سے پہلے وہ اس راستے سے اس قصبے سے نکلے جس راستہ میں نباط کی حویلی تھی۔ اس طرح وہ دونوں لڑکیاں اور توزین کی ماں' نام جس کا بابروزہ تھا' نباط کی حویلی سے نکلیں اور ایاز بن سیف الدین کے دستوں کے بیچ میں رہتے ہوئے ایاز بن سیف الدین کے لشکر کی طرف روانہ ہو گئی تھیں۔

............*

ایاز بن سیف الدین کے وہ لشکری توزین اور اس کی ماں بروزہ اور رفادہ تینوں کو لے کر اپنے لشکر میں داخل ہوئے اور ان تینوں کو ایاز بن سیف الدین کے خیمے کی طرف لے گئے۔ اس وقت چکرمش بن صالح بھی وہاں موجود تھا اور ایاز بن سیف الدین نے سارے حالات سے چکرمش بن صالح کو آگاہ کر دیا تھا۔

چنانچہ وہ تینوں جب خیمے میں داخل ہوئیں' تب انہیں دیکھ کر ایاز اور چکرمش دونوں اپنی جگہ پر سے اٹھ کھڑے ہوئے اور بڑی خوش طبعی سے تینوں کا استقبال کیا۔ ایاز بن سیف الدین نے ان تینوں کو خالی نشستوں پر بیٹھنے کے لئے کہا جس پر وہ سہمے سہمے سے انداز میں ایاز اور چکرمش کی طرف دیکھتے ہوئے خوف زدہ سے انداز میں نشستوں پر بیٹھ گئی تھیں۔ ان کی حالت دیکھتے ہوئے ایاز نے انہیں مخاطب کیا اور کہنے لگا۔

''میرا نام ایاز بن سیف الدین ہے اور یہ میرا ساتھی چکرمش بن صالح ہے۔ تم تینوں کو پریشان اور فکر مند ہونے کی ضرورت نہیں ہے۔ یوں جانو تم ایک جہنم سے نکل آئی ہو۔ اب وہ تم پر ہاتھ نہیں ڈال سکتے اور اگر کوئی ایسا کرے گا تو اپنی جان سے ہاتھ دھو بیٹھے گا۔ تم بالکل بے فکر ہو جاؤ' یہ جو تم تینوں سہمی سہمی سی اب ان نشستوں پر بیٹھی ہو' تو اپنے ذہن اور اپنے دل سے یہ بات نکال دو کہ حسن بن صباح کے لوگ تم پر حملہ آور ہو کر تمہیں نقصان پہنچائیں گے۔''

''پہلے یہ بتاؤ کہ تم تینوں نے کھانا کھایا ہے' دیکھو تکلف سے کام مت لینا۔ ہم نے خود بھی ابھی تک کھانا نہیں کھایا۔ میرے لشکر میں کھانا تیار ہو چکا ہے اور کھانا ہم عشاء کی نماز کے بعد کھاتے ہیں۔''

ایاز کی اس گفتگو سے ان تینوں نے اپنے آپ کو کچھ سنبھالا پھر توزین کی ماں اور رفادہ کی خالہ بروزہ بولی اور کہنے لگی۔

"سب سے پہلے تو میں آپ کا شکریہ ادا کرتی ہوں کہ آپ نے ہمیں بستی سے نکالنے کا اہتمام کیا۔ ہم جھوٹ نہیں بولیں گی' ہم نے ابھی تک کھانا نہیں کھایا۔"

جواب میں ایاز بن سیف الدین کچھ کہنا ہی چاہتا تھا کہ لشکر میں اذان کی آواز سنائی دی تھی پھر ایاز اٹھ کھڑا ہوا اور ان کی طرف دیکھتے ہوئے چکرمش بھی کھڑا ہو گیا پھر ایاز ان تینوں کو مخاطب کر کے کہنے لگا۔

"تم تینوں سکون سے یہاں بیٹھو' یہ میرا خیمہ ہے۔ یہاں کسی کی جرأت نہیں کہ کوئی آئے' اطراف میں پہرہ ہے۔ میں عشاء کی نماز پڑھ کر لوٹتا ہوں' اتنی دیر تک میرا ایک آدمی تمہارے لئے کھانا لے آئے گا اور بالکل پرسکون ماحول میں بیٹھ کے کھانا کھانا' عشاء کی نماز کے بعد میں پھر تمہارے لئے علیحدہ خیمے کا اہتمام کرتا ہوں۔" اس کے ساتھ ہی ایاز اور چکرمش دونوں خیمے سے نکل گئے تھے۔

ان دونوں کے خیمے سے نکلنے کے بعد کچھ دیر خاموشی رہی' یہاں تک کہ توزین نے باری باری اپنی خالہ زاد بہن رفادہ اور اپنی ماں بروزہ کی طرف دیکھا پھر وہ کسی قدر پرسکون انداز میں انہیں مخاطب کرتے ہوئے کہہ رہی تھی۔

"ہر شخص کا باطن تو اللہ پاک ہی جانتا ہے' لیکن بظاہر یہ لوگ اچھے ہیں۔ سلطان برکیاروق کا یہ سالار نام جس کا ہمیں ایاز بن سیف الدین بتایا گیا ہے' اس کا سلوک بھی ہمارے ساتھ اچھا ہے۔ اماں اور رفادہ میری بہن میں سمجھتی ہوں' ہم خوش قسمت ہیں کہ ہمیں ایسے لوگوں کے ہاں پناہ مل رہی ہے۔ ورنہ حسن بن صباح کے متعلق عجیب عجیب سی باتیں ہم نے پہلے بھی سن رکھی تھیں۔ ہمیں اب اس کا عملی تجربہ بھی ہو گیا ہے۔ مجھے فکر صرف یہ ہے کہ سلطان برکیاروق کے لشکر کا یہ سالار ایاز بن سیف الدین ہمیں کہاں رکھتا ہے' جس جگہ پناہ دیتا ہے' وہ ہمارے لئے محفوظ بھی ہے کہ نہیں۔"

یہاں تک کہنے کے بعد خوبصورت توزین جب خاموش ہوئی' تب اس کی ماں بروزہ بول اٹھی۔

"بیٹی ہمیں شبہات میں نہیں پڑنا چاہیے۔ خداوند قدوس اس کی ممانعت کرتے ہیں اور

یہ مذہب کے لحاظ سے مسلمان ہمارے بہت قریب ہیں۔ ہم یہودیوں کی بہت سی غلطیاں ہیں' جس کی بناء پر مسلمان ہم سے دور ہوئے' ورنہ مذہبی لحاظ سے جس قدر ہم اور مسلمان ایک دوسرے کے قریب ہیں اور کوئی نہیں ہے۔ میرا دل کہتا ہے مسلمانوں کا یہ سالار ایاز بن سیف الدین ہماری حفاظت خوب کرے گا۔ بیٹی پریشان ہونے کی ضرورت نہیں ہے۔ وہ اپنی نماز پڑھنے کے لئے گیا ہے۔ جوں ہی لوٹتا ہے تو تفصیل کے ساتھ اس سے گفتگو کر لیں گے۔"

توزین کی ماں بروزہ جب خاموش ہوئی' تب رفادہ بول اٹھی اور توزین کی طرف دیکھتے ہوئے کہنے لگی۔

"توزین میری بہن خالہ ٹھیک کہتی ہیں۔ ہم ایک بڑی پریشانی سے چھٹکارہ حاصل کر چکے ہیں۔ جیسا کہ نباط نے تہہ خانے میں بتایا تھا کہ ان علاقوں میں عبداللہ بن صباح کے فدائی شکاریوں کی طرح ہمیں تلاش کرتے پھر رہے ہیں۔ ان ظالموں نے ہمارے سارے عزیز واقارب کو موت کے گھاٹ اتار دیا ہے' بلکہ کارواں کی اکثریت اپنی جانوں سے ہاتھ دھو بیٹھی ہے۔ اس وقت تو ہم امیر ایاز بن سیف الدین کے لشکر میں ہیں تو یوں جانو یہ ہماری خوش قسمتی ہے۔"

یہاں تک کہتے کہتے رفادہ کو رک جانا پڑا' اس لئے کہ دروازے پر دو اشخاص نمودار ہوئے' دونوں لشکری تھے۔ ایک تھا جس نے طشت اٹھائے ہوئے تھا' وہ آگے تھا' دروازے پر آ کر وہ دونوں رکے پھر دھیمے سے لہجہ میں طشت اٹھانے والے کی آواز سنائی دی۔

"کیا ہم اندر آ سکتے ہیں۔ ہم آپ لوگوں کا کھانا لے کر آئے ہیں۔"

بروزہ نے بڑے غور سے ان کی طرف دیکھا پھر کہنے لگی۔

"بیٹے اندر آ جاؤ' تمہاری حیثیت میرے بیٹوں کی سی ہے۔ اس پر وہ دونوں اندر آئے' کھانے کا طشت اور پانی کے برتن انہوں نے وہاں رکھ دیئے۔" جب وہ لوٹنے لگے' تب بروزہ نے انہیں مخاطب کیا۔

"بچو! پہلے یہ بتاؤ کہ تمہارے سالار ایاز بن سیف الدین کھانا کھا چکے ہیں؟"

اس پر وہ لشکری مڑا اور کہنے لگا۔

"یہ چار افراد کا کھانا ہے' تین آپ اور ایک ہمارے سالار' اگر کھانا کم ہوا تو اور لایا جا سکتا ہے۔"

بروزہ نے ایک نگاہ طشت پر ڈالی جس پر باریک جالی دار کپڑا ڈالا گیا تھا اور کھانے کی چیزوں کو دیکھتے ہوئے مسکرائی اور کہنے لگی۔

”نہیں بیٹے اس کی ضرورت پیش نہیں آئے گی‘ بلکہ یہ چیزیں بھی زیادہ ہیں۔“ اس کے ساتھ ہی وہ دونوں وہاں سے نکل گئے تھے۔

ان کے جانے کے بعد بروزہ نے باری باری توزین اور رفادہ کی طرف دیکھا پھر کہنے لگی۔

”میں جانتی ہوں‘ تم دونوں کو بھوک لگی ہو گی‘ میری بچیو! کیا ایسا اچھا نہیں ہے کہ مسلمانوں کا سالار لوٹے تو اس کے ساتھ ہی ہم کھانا کھائیں‘ کیونکہ اس میں اس کا کھانا شامل ہے۔“

بروزہ جب خاموش ہوئی‘ تب مسکراتے ہوئے توزین کہنے لگی۔

”اماں اگر آپ نہ بھی کہتیں‘ تب بھی مسلمانوں کے سالار ایاز بن سیف الدین کے آنے سے پہلے ہم کھانا نہ شروع کرتیں۔“

لہٰذا تینوں خاموشی سے انتظار کرنے لگی تھیں۔

تھوڑی ہی دیر بعد ایاز بن سیف الدین خیمے میں داخل ہوا‘ اس نے جب کھانے کا طشت کپڑے سے ڈھکا ہوا دیکھا تو کچھ دیر تک اس کی نگاہیں طشت پر جم گئیں پھر بروزہ کی طرف دیکھتے ہوئے وہ کہنے لگا۔

”محترم خاتون کیا آپ اور آپ کی بیٹیوں نے کھانا نہیں کھایا۔“

جواب میں بروزہ بولی اور کہنے لگی۔

”یہ چار آدمیوں کا کھانا ہے۔ مسلمانوں کے سالار اس میں آپ کا کھانا ہے۔ اگر ہم کھا لیتی اور آپ کے لئے رکھ دیتی پھر میں سمجھتی ہوں‘ یہ خیانت تھی۔ ہم آپ ہی کی واپسی کا انتظار کر رہی تھیں۔“

ایاز بن سیف الدین اپنی جگہ پر کھڑا رہا اور کہنے لگا۔

”آپ تینوں آرام سے بیٹھ کر کھائیں‘ میں کھانا اور منگوا کر ساتھ والے خیمے میں کھا لیتا ہوں۔ آپ کو پریشان ہونے کی ضرورت نہیں ہے۔ کھانا لانے والا سمجھا نہیں ہے‘ وہ چار آدمیوں کا کھانا یہاں رکھ گیا ہے۔“

ایاز بن سیف الدین مزید کچھ کہنا چاہتا تھا کہ بروزہ نے اسے مخاطب کیا۔

”بیٹے تمہاری حیثیت میرے بیٹے کی سی ہے‘ یہیں بیٹھ جاؤ‘ ساتھ بیٹھ کر کھا لو۔ اس کے علاوہ ایک موضوع پر ہم تم سے گفتگو بھی کرنا چاہتی ہیں۔“

ایاز بن سیف الدین ان تینوں کے سامنے بیٹھ گیا۔ پہلے انہوں نے مل کر کھانا کھایا‘ کھانے کے بعد توزین اور رفادہ نے برتن اٹھا کر ایک طرف رکھ دیئے۔ پھر بروزہ کی طرف دیکھتے ہوئے ایاز بولا اور کہنے لگا۔

”اب بولیں آپ کیا کہنا چاہتی ہیں۔“

بروزہ بولی‘ کہنے لگی۔

”بیٹے کیا تمہارا نام ایاز سیف الدین ہے۔“ ایاز مسکرایا اور کہنے لگا۔

”میرا نام ایاز ہے‘ سیف الدین میرے باپ کا نام تھا‘ وہ فوت ہو چکے ہیں۔ زیادہ تر لوگ مجھے ایاز بن سیف الدین کہتے ہیں۔ حالانکہ صحیح ایاز ہے۔ بہرحال لوگ جس نام سے بھی پکاریں‘ میں نے کبھی محسوس نہیں کیا‘ نہ ہی اس پر غور کیا ہے۔“

ایاز بن سیف الدین جب خاموش ہوا‘ تب بروزہ پھر بولی۔

”بیٹے تمہارا باپ اپنی طبعی موت مرا یا کسی جنگ میں کام آیا۔“

بروزہ کے ان الفاظ پر ایاز اداس اور افسردہ ہو گیا تھا۔ کچھ دیر خاموش رہا‘ اس کی یہ حالت دیکھتے ہوئے توزین پہلی بار بولی اور ایاز کو مخاطب کر کے کہنے لگی۔

”شاید ایسا سوال کر کے میری ماں نے آپ کی دل شکنی کی ہے‘ اگر ایسا ہے تو ہم تینوں......“

توزین اپنی بات مکمل نہ کر سکی۔ اس لئے کہ ایاز بول اٹھا۔

”ایسی کوئی بات نہیں ہے‘ دراصل میرے باپ سیف الدین طبعی موت نہیں مرے‘ انہیں حسن بن صباح کے ایک فدائی نے موت کے گھاٹ اتارا تھا اور جس نے موت کے گھاٹ اتارا تھا‘ میں بھی اس کی تلاش میں نکلا اور اسے تلاش کر کے اس کا سر کاٹ دیا اور اپنے باپ کا انتقام لیا۔“

بیٹے میرا دوسرا سوال یہ ہے کہ اب جبکہ تم نے ہمیں پناہ دے دی ہے‘ تم ہمیں کہاں رکھو گے‘ بروزہ نے پھر ایاز کی طرف دیکھتے ہوئے پوچھ لیا تھا۔

جواب میں ایاز بن سیف الدین نے کچھ سوچا پھر کہنے لگا۔

" فی الحال تو میں آپ تینوں کو رے شہر میں رکھوں گا۔ رے شہر میں ہی میری آبائی حویلی ہے۔ اس کے اندر آپ تینوں اپنی زندگی کے دن پرسکون انداز میں گزار سکتی ہیں۔ ان دنوں چونکہ سلطان ملک شاہ سلجوقی کے مرنے کے بعد ان کے بیٹوں کے درمیاں ایک کشمکش اور خانہ جنگی شروع ہے۔ لہٰذا مجھے اکثر ایک شہر سے دوسرے شہر اور وہاں سے تیسرے شہر کی طرف اپنے لشکر کے ساتھ کوچ کرنا پڑتا ہے اور بہت کم وقت ملتا ہے کہ میں رے شہر کی طرف جا سکوں۔ گزشتہ کئی ماہ سے رے شہر میں میں اپنی حویلی کی طرف گیا ہی نہیں ہوں۔"

ایاز جب خاموش ہوا' تب اس بار رفادہ نے اسے مخاطب کیا۔

" اگر آپ برا نہ مانیں تو کیا ہم جان سکتی ہیں کہ رے شہر کی حویلی میں آپ کے کون کون سے عزیز واقارب رہتے ہیں۔"

جواب میں رفادہ کی طرف دیکھے بغیر ایاز بن سیف الدین نے کہنا شروع کیا۔

" دراصل ہم گھر کے پانچ ہی افراد تھے۔ ایک میں' میرا باپ' میری ماں' میری دادی اور دادا' میری ماں اس وقت فوت ہوگئی تھیں' جب میں لڑکپن ہی میں تھا۔ زیادہ تر میری دادی اور دادا نے ہی پالا پوسا' جتنی محبت ان دونوں نے مجھ سے کی' شاید کسی اور کے ماں باپ نے نہ کی ہوگی۔ پھر میرا باپ بھی مارا گیا۔ اب اس دنیا میں صرف میری دادی اور دادا ہیں جو اس حویلی میں رہتے ہیں اور اس حویلی کے اندر ہمارا ایک پرانا ملازم بھی تھا جو فوت ہو چکا ہے۔ اس وقت بس دو افراد حویلی میں رہتے ہیں۔ حویلی کافی بڑی ہے۔ یہ حویلی میرے دادا نے ہی تعمیر کرائی تھی۔ اس کے اندر کئی تہہ خانے بھی رکھوائے ہیں' میرے دادا کا نام نظام الدین اور دادی کا نام ایسارب ہے۔ میں آپ تینوں کو یقین دلاتا ہوں کہ وہ دونوں آپ تینوں کو دیکھ کر بے حد خوش ہوں گے اور آپ کے وہاں رہنے پر بے پناہ خوشی اور طمانیت کا اظہار کریں گے۔"

ایاز بن سیف الدین جب خاموش ہوا' تب غور سے اس کی طرف دیکھتے ہوئے توزین نے پوچھ لیا۔

" ہمارے وہاں رہتے ہوئے اگر کسی کو یہ خبر ہوگئی کہ میری اور رفادہ کی خوبصورتی اور حسن کی وجہ سے حسن بن صباح کے آدمی ہمارے پیچھے پڑے تھے اور ہم دونوں اپنی ماں کے

ساتھ ان سے بچ نکلیں' تو کیا وہ رے شہر میں ہم پر ہاتھ ڈال کر ہمیں دوبارہ حاصل کرنے کی کوشش نہ کریں گے۔"

جواب دینے سے پہلے ایاز بن سیف الدین نے کچھ سوچا پھر مسکراتے ہوئے کہنے لگا۔

" ایسا نہیں ہوگا۔ دراصل ان حویلیوں کی حفاظت کا بھی سامان ہے۔ اس لئے کہ ہمارے سلطان برکیاروق کی ماں بھی وہیں قیام رکھتی ہیں اور میری حویلی کے ساتھ جو حویلی ہے' وہی حویلی سلطان برکیاروق کی ہے۔ اسی میں ان کی ماں اپنے محافظوں کے ساتھ ٹھہری ہوئی ہے۔ لہٰذا میری اور سلطان کی حویلی کے علاوہ آس پاس جتنی حویلیاں ہیں' ان کی طرف بھی کوئی اس قسم کا آدمی نہیں جا سکتا جو ان حویلیوں کے مکینوں کے لئے خطرے کا باعث ہو۔"

ایاز بن سیف الدین یہیں تک کہہ پایا تھا کہ اس کا ایک لشکری خیمے کے دروازے پر نمودار ہوا اور ایاز بن سیف الدین کو مخاطب کر کے کہنے لگا۔

" امیر! آپ کی ہدایت کے مطابق نیا خیمہ نصب کر دیا گیا ہے۔"

یہ الفاظ سن کر ایاز اپنی جگہ پہ اٹھ کھڑا ہوا اور پھر وہ ان تینوں کی طرف دیکھے بغیر کہنے لگا۔

" آپ تینوں میرے ساتھ آئیں' آپ کے لئے خیمہ نصب کر دیا گیا ہے۔ اس میں آپ نے شب بسری کرنی ہے' آرام کرنا ہے۔"

اس کے ساتھ ہی ایاز خیمے سے نکلا' بروزہ' توزین اور رفادہ تینوں اس کے پیچھے ہو لی تھیں۔ ایاز بن سیف الدین کے خیمے کے قریب ہی ایک خاصا بڑا خیمہ نصب کر دیا گیا۔ سیف الدین اس میں داخل ہوا' وہ تینوں ماں بیٹی بھی اس کے پیچھے پیچھے اس خیمے میں داخل ہوئیں۔ پھر انہوں نے دیکھا خیمہ کے اندر تین صاف ستھرے بستر لگا دیئے گئے تھے۔ ایک طرف چرمی صندوق رکھا تھا۔ اس کی طرف اشارہ کرتے ہوئے سیف الدین کہنے لگا۔

" میں جانتا تھا' حسن بن صباح کے مسلح دستوں کے آگے بھاگتے ہوئے آپ لوگوں نے کوئی سامان نہیں اٹھایا ہوگا۔ لہٰذا میرے جو دستے نباط کے قصبے میں آپ تینوں ماں بیٹی کو لینے گئے تھے۔ وہ وہاں خریداری کے بہانے گئے تھے' اسی خریداری کے دوران انہوں نے آپ تینوں کے لئے کچھ لباس بھی خریدے جو اس چرمی بکس کے اندر ہیں۔ میں اب جاتا ہوں' میرے بعد وہ لباس دیکھ لیجئے گا۔ لباس تبدیل کرنا ہو تو کر سکتی ہیں' فکر مند ہونے کی ضرورت

نہیں ہے۔ یہ خیمہ بالکل محفوظ ہے۔ یہاں آپ تینوں ماں بیٹی پرسکون انداز میں شب بسری کریں۔'' اس کے ساتھ ہی ایاز بن سیف الدین وہاں سے نکل کر اپنے خیمے کی طرف چل دیا تھا۔

''ان خواتین کو کھانا کھلا دیا ہے۔''

اس پر وہ لشکری مسکراتے ہوئے کہنے لگا۔

''امیر آپ بے فکر رہیں' وہ تینوں کھانا کھا چکی ہیں۔'' اس لشکری کا جواب سن کر ایاز بن سیف الدین خوش ہو گیا تھا۔ پھر وہ خاموش رہ کر کھانا کھانے لگا تھا۔

کھانا کھانے سے فارغ ہوا ہی تھا کہ اس کا ساتھی سالار چکرمش اس کے خیمے کے دروازے پر نمودار ہوا۔ اس کے ساتھ ان کا ایک ایسا ہرکارہ اور مخبر بھی تھا' جسے انہوں نے تتش کے لشکر پر نگاہ رکھنے کے لئے مقرر کیا تھا۔

چکرمش مخبر کو لے کر ایاز بن سیف الدین کے خیمے میں داخل ہوا' اپنی جگہ سے اٹھ کر ایاز بن سیف الدین نے ان سے مصافحہ کیا اور اپنے سامنے بٹھایا' کچھ دیر تک ایاز غور سے آنے والے اس مخبر کو دیکھتا رہا پھر کہنے لگا۔

''میرے بھائی کوئی نئی خبر لے کر آئے ہو؟''

جواب میں آنے والا وہ مخبر بولا اور کہنے لگا۔

''امیر! آپ کا کھانا آیا تھا' لہٰذا میں چکرمش بن صالح کے پاس رک گیا اور میں ساری تفصیل انہیں بتا چکا ہوں' تتش ہمارے اور سلطان برکیاروق کے خلاف ایک بغاوت برپا کرنے کی کوشش کر رہا ہے۔ تتش کو معلوم ہے کہ ہمارا لشکر اس وقت ویلم اور مراغہ کے درمیاں میں ہے۔ اس کے لشکر کو جو آذربائیجان میں شکست ہوئی ہے' اس کا اسے بے حد دکھ اور صدمہ ہے۔ اب اس نے ایک چال چلی ہے۔''

''جو لشکر ہم سے شکست اٹھا کر بھاگا تھا۔ اس نے ارزنجان شہر کے نواح میں پڑاؤ کر رکھا ہے۔ ارزنجان سے جو شاہراہ نہروان کی طرف جاتی ہے۔ اس شاہراہ کے آس پاس'' پڑاؤ کئے بیٹھے ہیں۔ ایسا انہوں نے تتش کے کہنے پر کیا ہے۔ اس لئے تتش خود ان دنوں ہمدان کے مقام پر ایک بہت بڑے لشکر کے ساتھ قیام کئے ہوئے ہے۔''

''تتش کی منصوبہ بندی یہ ہے کہ آپ اور چکرمش کے لشکر کو سلطان برکیاروق کے پاس

نہ پہنچنے دیا جائے۔ تتش کا ایک لشکر پہلے ارزنجان کے نواح میں آپ کی راہ روکے گا۔ آپ کو جنگ میں مصروف رکھے گا۔ اگر وہ کامیاب رہے' ان کی منصوبہ بندی کامیاب ہو جائے گی اور اگر انہیں شکست ہوئی تو پھر وہ آپ کے ساتھ شب خون مارنے اور دن کے وقت اچانک نمودار ہو کر حملہ آور ہونے کا کھیل شروع کر دے گا۔ اس طرح وہ آپ کو اصفہان کی طرف نہیں بڑھنے دیں گے' بلکہ ان ہی علاقوں کے اندر ٹھہرا کر جنگ میں مصروف رکھیں گے۔ تتش جو اس وقت ہمدان کے نواح میں ہے' وہ پہلے ہمدان کو فتح کرنا چاہتا ہے۔ یہ اس کی منصوبہ بندی ہے کہ ہمدان کو وہ فتح کر لے اور اتنی دیر تک اس کا دوسرا لشکر آپ اور آپ کے ساتھی چکرمش بن صالح کو اس سرزمینوں میں روکے رکھے۔ ہمدان کو فتح کرنے کے بعد وہاں سے بھی وہ لشکری حاصل کرے گا۔ اپنی طاقت اور قوت میں اضافہ کرے گا اور پھر اصفہان کا رخ کرے گا۔ سلطان برکیاروق اس وقت اصفہان میں قیام کئے ہوئے ہے اور میں یہاں یہ بھی بتاؤ کہ اس سے پہلے سلطان کا ایک ٹکراؤ تتش کے ساتھ ہو چکا ہے' جس میں تتش کے ایک سالار نے اچانک برکیاروق پر شب خون مار دیا تھا' جس کی بناء پر سلطان کو پسپا ہو کر اصفہان کا رخ کرنا پڑا تھا۔''

''اصفہان پر آپ لوگوں کی غیر موجودگی میں محمود قابض ہو چکا تھا۔ اس کی ماں ترکمان خاتون فوت ہو چکی ہے اور جب سلطان برکیاروق وہاں پہنچے' تو محمود نے دھوکہ دہی سے کام لے کر سلطان برکیاروق کو زندان میں ڈال دیا۔''

''لیکن خدا کا کرنا ایسا ہوا کہ ان دنوں محمود بیمار ہو کر مر گیا اور اصفہان کے لوگوں نے برکیاروق کو اپنا سلطان تسلیم کر لیا۔ اب سلطان برکیاروق اصفہان ہی میں قیام کئے ہوئے ہیں۔ ہمدان کو فتح کرنے کے بعد تتش اصفہان کا رخ کرے گا تاکہ سلطان برکیاروق پر قابو پا کر اپنے بھائی سلطان ملک شاہ سلجوقی کی سلطنت پر قبضہ کرے۔ وہ یہ بھی جانتا ہے کہ جو منصوبہ بندی اس نے بنائی' وہ اسی وقت کامیاب ہو سکتی ہے' اگر آپ اور چکرمش دونوں سلطان کے پاس اصفہان نہ پہنچ پائیں۔ تتش چاہتا ہے کہ پہلے سلطان برکیاروق سے نمٹ کر اصفہان پر قبضہ کرے' اس کے بعد اپنے سارے لشکروں کو جمع کر کے آپ لوگوں کے مقابلے پر آئے اور آپ پر قابو پانے کے بعد بلاشرکت غیرے اپنے سلطان ہونے کا اعلان کر دے۔''

ہلکا سا تبسم اس موقع پر ایاز بن سیف الدین کے چہرے پر نمودار ہوا تھا اور پھر کہنے لگا۔

"یہ تتش کی ساری خیالی منصوبہ بندی ہے۔ جب وہ عملی طور پر ہمارے مقابل آئے گا تو ہم اسے بتائیں گے کہ وہ کیسے برکیاروق پر قابو پاتا ہے۔ اب ہمارے سامنے ہمارا ایک ہی مقصد ہے اور وہ یہ کہ تتش کو دو کاموں میں سے ایک کام کرنا ہو گا یا تو اسے اپنا سر سلطان برکیاروق کے سامنے خم کر کے سلطان کو سلطان تسلیم کرنا ہو گا اور اس کی اطاعت اور فرمانبرداری کرنا ہو گی اور دوسری صورت یہ ہے کہ اگر اسے یہ قبول نہیں تو اپنی گردن کٹوانا ہو گی۔"

یہاں تک کہنے کے بعد ایاز بن سیف الدین رکا' پھر وہ چکرمش بن صالح کی طرف دیکھتے ہوئے کہنے لگا۔

"چکرمش میرے عزیز بھائی! ہم اس وقت ویلم اور مراغہ کے درمیانی علاقوں میں ہیں' اگر ہم اس شاہراہ پر سفر کریں جو ارزنجان سے ہوتی ہوئی ہمدان کے پاس سے گزر کر رے کی طرف جاتی ہے تو پھر ہم کو دو لشکروں سے مقابلہ کرنا پڑے گا۔ ایک تتش کا وہ لشکر جو ارزنجان کے نواح میں پڑاؤ کئے ہوئے ہے۔ دوسرا خود تتش کا جس نے ہمداں کے نواح میں پڑاؤ کر رکھا ہے۔"

"میرے بھائی جو کچھ میں کہنے لگا ہوں' اسے غور سے سننا' ہم ایک دوسرا راستہ اختیار کریں گے' کوچ ابھی تھوڑی دیر بعد ہو گا اور ہم اپنا سفر شروع کریں گے۔"

"یہاں سے اٹھ کر ہم گیلان کے نواح سے گزرتے ہوئے قزوین کا رخ کریں گے۔ اس طرح ارزنجان ہمارے ایک طرف رہ جائے گا اور قزوین سے کوچ کرنے کے بعد طالقان سے ہوتے ہوئے ہم رے جائیں گے۔ رے شہر میں ان خواتین کو میں اپنے دادا اور دادی کے پاس چھوڑوں گا' اس کے بعد تتش سے نمٹ لیں گے۔"

"لیکن یہ سفر میرے بھائی پر امن نہیں رہے گا۔ جب ہم یہاں سے گیلان کی طرف کوچ کریں گے اور وہاں سے قزوین کا رخ کریں گے تو یاد رکھنا تتش کے مخبر بھی کام کر رہے ہوں گے۔ لہٰذا وہ لشکر جس کے ذمہ یہ کام لگایا گیا ہے کہ وہ ہمیں ان علاقوں میں مصروف رکھے اور سلطان برکیاروق کی طرف نہ جانے دے' وہ فوراً حرکت میں آئے گا اور گیلان اور قزوین کے درمیانی علاقوں میں ہماری راہ روکنے کی کوشش کرے گا۔"

"میرے بھائی ان ساری رکاوٹوں کو دور کرنے کے لئے لشکر پہلے کی طرح دو حصوں میں تقسیم ہو جائے گا۔ ایک حصہ تمہارے پاس ہو گا' تم آگے آگے رہو گے' میں چند میل کا فاصلہ رکھ کر پیچھے رہوں گا لیکن ہمارے مخبر بڑی تیزی سے کام کرتے رہیں گے۔ تمہارے متعلق بھی مجھے اطلاع دیتے رہیں گے اور دشمن کی نقل و حرکت سے بھی آگاہ کرتے رہیں گے۔"

"میں سمجھتا ہوں' ارزنجان میں جو تتش کا لشکر ہے' وہ ہر صورت میں گیلان اور قزوین کے درمیانی علاقوں میں ہماری راہ روکنے کی کوشش کرے گا۔ پہلے ظاہر ہے وہ تمہاری راہ روکیں گے' جب وہ برسر پیکار ہونا چاہئیں' تم ان سے ٹکرا جانا اس ٹکراؤ کے تھوڑی ہی دیر بعد میں بھی پہنچ جاؤں گا۔ اس لئے کہ گیلان اور قزوین کے درمیانی حصے میں جا کر میں اپنے اور تمہارے درمیان فاصلوں کو کم کرتا چلا جاؤں گا اور جب میں بھی راہ روکنے والے دشمن پر اس کے ایک پہلو کی طرف سے حملہ آور ہوں گا تو پھر میرا اپنا خیال ہے کہ تتش کے اس لشکر کو ہم روند کر رکھ دیں گے اور ان میں سے بہت کم کو جانیں بچا کر بھاگنے دیں گے' تاکہ وہ شکست اٹھا کر اور بھاگ کر ہمدان کے نواح میں جو تتش نے پڑاؤ کیا ہوا ہے' وہاں نہ پہنچنے پائیں۔"

اتنا کہنے کے بعد ایاز بن سیف الدین رکا' دوبارہ وہ اپنے ساتھی چکرمش بن صالح کو مخاطب کر کے کہنے لگا۔

"چکرمش میرے عزیز بھائی' یہاں سے کوچ کرنے کے ساتھ ہی اپنے تیز رفتار قاصد اصفہان میں سلطان کی طرف بھجوائیں گے اور سلطان سے یہ گزارش کریں گے کہ ہمدان سے کوچ کرنے کے بعد تتش اب سلطان پر حملہ آور ہونے کے لئے اصفہان کا رخ کرے تو سلطان اصفہان سے اپنے لشکر کے ساتھ نکلے اور اصفہان سے دور تتش کی راہ روکے' سلطان کو یہ بھی پیغام دے دیا جائے گا کہ جب تک تتش سلطان سے ٹکرائے گا' اس وقت تک ہم بھی فارغ ہو کر سلطان کے لشکر کے آس پاس موجود ہوں گے اور جب تتش حملہ کرے گا تو ہم بھی مناسب موقع جان کر ایسے انداز سے تتش پر حملہ کریں گے کہ اسے اپنے سامنے شکست یا فرمانبرداری کے سوا اور کچھ دکھائی نہ دے گا۔"

چکرمش بن صالح نے مسکراتے ہوئے اس تجویز سے اتفاق کیا پھر ایاز اپنی جگہ سے اٹھا اور کہنے لگا۔

"چکرمش میرے بھائی! کوچ کرنے کی تیاری کرو اور لشکریوں سے کہو اپنا پڑاؤ اٹھانا شروع کر دیں۔ میں ان خواتین سے کہتا ہوں کہ ہم یہاں سے کوچ کرنے لگے ہیں۔"

چکرمش وہاں سے اٹھ کر چلا گیا تھا۔ وہ مخبر بھی اس کے ساتھ ہو لیا تھا۔ ایاز بن سیف الدین بھی اٹھا اور اس خیمے کی طرف بڑھا جس کے اندر توزین' رفادہ اور بروزہ تینوں نے قیام کر رکھا تھا۔ جب وہ خیمے کے دروازے پر نمودار ہوا' تب اسے دیکھتے ہی توزین' رفادہ اور بروزہ تینوں اپنی جگہ پر اٹھ کھڑی ہوئیں۔ ایاز بن سیف الدین خیمے کے دروازے پر ہی کھڑا رہا' کچھ کہنا چاہتا تھا کہ اس سے پہلے ہی بروزہ نے بولتے ہوئے اسے مخاطب کیا۔

"بچے اندر آ جاؤ' نہ تم ہمارے لئے اجنبی ہو اور نہ ہم تمہارے لئے ناآشنا ہیں۔"

اس پر ایاز بن سیف الدین کہنے لگا۔

"میں خیمے میں نہیں آؤں گا۔ یہ کہ ہم یہاں سے کوچ کرنے لگے ہیں' آپ اپنا سامان سمیٹ لیں۔ یہ خیمہ تھوڑی دیر تک اکھاڑ دیا جائے گا۔ میں اس لئے آیا ہوں کہ آپ یہاں سے کوچ کی تیاری کر لیں۔"

اس موقع پر بروزہ' توزین اور رفادہ تینوں خیمے کے دروازے پر آئیں' پھر بروزہ بولی اور کہنے لگی۔

"بیٹے اس چمڑے کے صندوق میں جو ہمارے لئے کپڑے رکھے گئے ہیں' وہ بہت قیمتی اور اچھے ہیں اور اس کے لئے ہم تمہارا جب قدر شکریہ ادا کریں کم ہے۔"

ایاز بن سیف الدین مسکرایا اور کہنے لگا۔

"شکریہ کی کوئی ضرورت نہیں ہے۔ آپ اپنی تیاری کریں' میں لشکریوں کو دیکھتا ہوں' پھر تھوڑی دیر تک آپ کی طرف آتا ہوں' راستے میں میں آپ کو بتا دوں گا کہ ہم اس قدر جلدی اور عجلت میں کیوں یہاں سے کوچ کر رہے ہیں۔"

ایاز بن سیف الدین وہاں سے ہٹ گیا اور وہ تینوں اپنی تیاری کرنے لگی تھیں۔ تھوڑی دیر بعد لشکر نے وہاں سے کوچ کیا تھا۔ اس حالت میں کہ پہلے وہاں سے چکرمش نے آدھے لشکر کے ساتھ کوچ کیا اور اس کے بعد دوسرے آدھے حصے کے ساتھ اس کے پیچھے ایاز بن سیف الدین کوچ کر رہا تھا۔ توزین' بروزہ اور رفادہ تینوں اس کے حصے کے لشکر میں شامل تھیں اور راستے میں ان تینوں سے ایاز بن سیف الدین نے اس قدر جلدی اور عجلت میں کوچ

کرنے کی تفصیل بھی کہہ دی تھی۔

ایاز بن سیف الدین کا اندازہ درست ثابت ہوا' اس کے آگے آگے سفر کرتا ہوا اس کا ساتھی چکرمش بن صالح جب گیلان اور قزوین کے درمیانی ویرانوں میں پہنچا' تب تتش کا وہ لشکر جو ارزنجان کے نواح میں پڑاؤ کئے ہوئے تھا' وہ چکرمش بن صالح کے لشکر کی راہ روک کر کھڑا ہوا' اس طرح ایاز بن سیف الدین نے جو منصوبہ بندی کی تھی' وہ منصوبہ بندی کامیاب ہوتی دکھائی دے رہی تھی۔ تتش کے جس لشکر نے چکرمش بن صالح کی راہ روکی تھی۔ اس نے وقت ضائع نہیں کیا' اس نے جب دیکھا کہ سلطان برکیاروق کے لشکر کی تعداد بالکل تھوڑی سی ہے تو انہوں نے حملہ آور ہونے میں تاخیر نہیں کی' بلکہ عجلت سے کام لیا اور فی الفور اپنی صفوں کو درست کر کے وہ دشت نوردی میں ہر عروج و ارتقاء کو ناکام کرتے دربدری کے آزاد افق کی سرخ ہتھیلی میں موت و زیست کے سنگم پر کھڑا کر دینے والے بربادیوں کے بیوپاریوں اور جینے کے وسائل و اسباب تک چھین لینے والے شدت کے رواں طوفانوں کی طرح حملہ آور ہوا تھا۔

جوابی کارروائی کرتے ہوئے چکرمش نے بھی دیر نہیں کی اور وہ بھی تتش کے اس لشکر پر منزلوں کی دلکشی کو وحشت بھرے خوابوں' مسافتوں کے بادبانوں کو نفرتوں کی جھلساتی آگ' بقا کو فنا میں تبدیل کرتے کرب و حادثات کے نزول' قدرت کے کڑے احتساب اور گرم تلاطم و اضطراب کی طرح حملہ آور ہوا تھا۔

چکرمش تھوڑی دیر ہی تتش کے اس لشکر سے ٹکرایا تھا کہ دھیمے دھیمے سلگتے اور روشنی اور ہوا کی سمتوں کو تھامے بانسریوں کی غمناک صداؤں کے سے ماحول میں عجیب سی آوازیں سنائی دیں۔ اس لئے کہ قریب ہی سے فضاؤں کے کانوں میں گنگناتے سحر خیالات کے تالاب میں ہلچل برپا کر دینے والی انوکھی گنگناہٹ اور انجانی منزلوں کو پانی سے جاتی ندیوں کی نغمگی اور ٹیلوں پر سسکتی ہواؤں' روتی بھوری زمین میں روزنوں میں پھنسی پیلی دھوپ تک کو سکھ سپنوں اور راحت دل و جان سے دوچار کرتی تکبیروں کی آوازیں سنائی دی تھیں۔ یہ تکبیریں قریب ہی سے ایاز بن سیف الدین نے بلند کی تھیں پھر وہ ایک دم نمودار ہوا اور تتش کے لشکر کے ایک پہلو پر وہ سرابوں کو عذابوں میں بدلتے آفاق تک میں موجزن ہو جانے والے وحشتوں کے سیل بے اماں لمحوں کی آغوش اور دکھ کے صحرا میں خونریزیاں کھڑی کرتی تکبیروں کی ناگہانی

بارش اور گرم رو قافلوں اور منزلوں کے نشانات تک مٹاتی سرکش ہواؤں کے سے متحرک آتش فشانی لاوے کی طرح حملہ آور ہوگیا تھا۔

ویرانوں کے اندر دونوں لشکروں کے ٹکرانے سے پھر ایک طوفان اٹھ کھڑا ہوا تھا۔ رزم گاہ میں کالے تمدن کے عذاب فراق کے اندھیرے' بغاوت کی اندھی تحریکیں' پر عذاب کھولتے بگولے اور خون کے پیاسے ناسپاس لمحات رقص کرنے لگے تھے۔ زیست بدترین نامہ اعمال میں ملبوس ہونے لگی تھی۔ وقت کی گرسنہ جھولی میں یاسیت کے احوال رقم ہونے لگے تھے اور اس نیلے آسمان تلے زمین کے ذرے لہولہان ہونا شروع ہو گئے تھے۔

کچھ دیر تک ہولناک ٹکراؤ جاری رہا۔ یہاں تک کہ ایاز بن سیف الدین اور چکرمش بن صالح نے تتش کے اس لشکر کو بدترین شکست دی اور پھر جب لشکر نے بھاگنا چاہا تو دونوں نے اس کا گھیراؤ کرلیا۔ بہت کم لشکریوں کو بھاگنے کا موقع ملا' باقی کو ان دونوں نے رزم گاہ کے اندر موت کے گھاٹ اتار کر رکھ دیا تھا۔ اس کے بعد ایاز بن سیف الدین اور چکرمش نے وقت ضائع نہیں کیا۔ بڑی تیزی اور برق رفتاری کے ساتھ وہ رے شہر کی طرف بڑھے تھے۔

٭......٭......٭

مغرب کی نماز کے بعد ایک روز ایاز بن سیف الدین رے شہر میں اپنی حویلی کے دروازے پر دستک دے رہا تھا جس وقت وہ دستک دینے کے لئے اپنے گھوڑے سے اترا تھا' اس کی طرف دیکھتے ہوئے توزین' رفادہ اور بروزہ بھی اپنے گھوڑوں سے اتر گئی تھیں۔ پہلی دستک کے تھوڑی دیر بعد دروازہ کھلا' دروازہ کھولنے والا ڈھلی ہوئی عمر کا ایک شخص تھا' جوں ہی اس نے دروازے پر ایاز بن سیف الدین کو دیکھا اس کی خوشی کی کوئی انتہاء نہ تھی۔ دروازہ اس نے پورا کھول دیا پھر اپنے بازوں پھیلائے' اس کے ایسا کرنے پر ایاز بن سیف الدین بھاگ کر اس کی طرف بڑھا اور پھر گلے مل گیا تھا۔ وہ بوڑھا ایاز بن سیف الدین کی پیشانی' اس کا چہرہ چومنے لگا تھا۔

ایاز بن سیف الدین سے ملنے کے بعد وہ بوڑھا سوالیہ سے انداز میں توزین' رفادہ اور بروزہ کی طرف دیکھنے لگا تھا۔ اس پر ان تینوں کو مخاطب کرتے ہوئے ایاز بن سیف الدین کہنے لگا۔

"یہ میرے دادا نظام الدین ہیں' اندر میری دادی بھی ہوں گی' ان کا نام ایسارب ہے' اتنی دیر تک دادی بھی باہر نکل رہی تھی اور جس طرح اس کے دادا نے اسے پیار کیا تھا' اسی طرح اس کی دادی بھی اسے گلے لگا کر ملنے لگی تھی۔"

اس کے بعد ایاز بن سیف الدین اپنے دادا نظام الدین اور دادی ایسارب کی طرف دیکھتے ہوئے کہنے لگا۔

"یہ تینوں ہمارے مہمان ہیں' کون ہیں' یہ اپنی داستان خود ہی سنائیں گے۔ آپ پہلے انہیں اندر دیوان خانے میں لے جائیں' میں سارے گھوڑوں کو اصطبل میں باندھ کر آتا ہوں۔"

اس موقع پر توزین بولی اور ایاز بن سیف الدین کی طرف دیکھتے ہوئے کہنے لگی۔

"میں اور رفادہ دونوں اس سلسلے میں آپ کی مدد کرتی ہیں۔ آپ سارے گھوڑوں کو اکیلے کیوں اصطبل کی طرف لے کر جائیں گے۔"

جواب میں ایاز بن سیف الدین کہنے لگا۔

"تم لوگ اپنے گھوڑوں سے اپنا سامان اتار لو' جن گھوڑوں پر تم تینوں سوار ہو کر آئی ہو۔ یہ ویسے بھی تم لوگوں سے مانوس نہیں ہیں' یہ وہ گھوڑے ہیں جو دشمن کو شکست دینے کے بعد ہمارے ہاتھ لگے تھے۔ آہستہ آہستہ یہ گھوڑے تم لوگوں سے بھی مانوس ہو جائیں گے۔ میں چاروں گھوڑوں کو اصطبل میں لے جاتا ہوں' تم لوگوں کو فکر مند ہونے کی کوئی ضرورت نہیں ہے' تم دادا اور دادی کے ساتھ دیوان خانے کی طرف جاؤ۔"

اس پر ایسارب تینوں کو اپنے ساتھ لے جانے لگی تھی اور نظام الدین ان کے پیچھے پیچھے تھا۔ ایاز بن سیف الدین سارے گھوڑوں کو اصطبل کی طرف لے گیا تھا۔

اصطبل میں پانی اور چارے کا اہتمام تھا۔ گھوڑوں کو پہلے پانی پلایا گیا۔ ان کے دہانے اور زینیں جب اتار دی گئیں' تب گھوڑے بڑی رغبت سے چارہ کھانے لگے تھے۔

ایاز بن سیف الدین نے اپنے گھوڑے سے اپنا بستر اور خرجین اتاری' حویلی کے اندرونی حصے میں گیا' ایک کمرے میں اس نے ساری چیزیں رکھیں پھر وہ دیوان خانے میں داخل ہوا۔

سیدھا آگے بڑھ کر اپنے دادا نظام الدین کے پاس بیٹھ گیا۔ اس موقع پر نظام الدین اور ایسارب دونوں بڑے غور اور ایک طرح سے توصیفی انداز میں ایاز بن سیف الدین کی طرف دیکھتے رہے۔ پھر ایاز بن سیف الدین کی دادی ایسارب بولی اور اسے مخاطب کر کے کہنے لگی۔

"ایاز میرے بیٹے تم نے بہت اچھا کیا' تینوں کو تم اپنے ساتھ لے آئے ہو۔ اب یہ ہمارے پاس رہیں گی' مستقل طور پر اگر انہوں نے کہیں اکیلے جانا چاہا تو حسن بن صباح کے لوگ ان کا پیچھا کریں گے۔ لہٰذا ان کی جانیں خطرے میں پڑ جائیں گی۔ اس بناء پر اب یہ اگر جانا بھی چاہیں' میں انہیں جانے نہیں دوں گی۔"

ایسارب کے ان الفاظ کے بعد نظام الدین بولا اور کہنے لگا۔

"پہلے ہم گھر کے تین افراد تھے' اب تین افراد اور ہو گئے ہیں۔ میں سمجھتا ہوں ہماری حویلی میں رونق آ گئی ہے۔" پھر نظام الدین نے باری باری ان تینوں کی طرف دیکھا پھر ایاز کو مخاطب کر کے کہنے لگا۔

"ایاز میرے بیٹے! بروزہ خاتون میری بیٹی کی جگہ ہے اور جس طرح تم پوتے ہو' ایسی ہی توزین' رفادہ میری پوتیاں ہیں' میں سمجھتا ہوں ان کی مدد کر کے میرے بچے تو نے میرا سر فخر سے بلند کر دیا ہے۔" اس موقع پر ایاز بن سیف الدین اپنی دادی ایسارب کو مخاطب کر کے کہنے لگا۔

"دادی ان تینوں کے پاس کوئی خاص کپڑے اور دوسرا سامان نہیں ہے۔ تھوڑے سے کپڑے میں نے راستے میں ایک قصبے سے لے کر دیئے تھے۔ وہ ان کے لئے ناکافی ہیں۔ دادی ان کے لئے تم ایسی ہی چیزیں خریدنا جس طرح تم کبھی میرے باپ اور میری ماں کے لئے خریدا کرتی تھیں۔" ان الفاظ پر ایسارب کچھ اداس اور افسردہ سی ہو گئی تھی اور کہنے لگی۔

"میرے بچے' تم کوئی فکر ہی نہ کرو' انہیں ہماری طرف سے کوئی شکایت نہیں ہو گی اور پھر یہ اب اس گھر کی نمائندگی کریں گی۔ لہٰذا ہر چیز یہ اپنی مرضی کے مطابق لے سکتی ہیں۔"

ایسارب کے ان الفاظ پر ایاز بن سیف الدین ہی نہیں' بروزہ' توزین اور رفادہ بھی خوش ہو گئی تھیں پھر ان تینوں کی طرف باری باری دیکھتے ہوئے ایاز بن سیف الدین کہنے لگا۔

"میں آپ تینوں سے یہ کہوں گا کہ آپ رے شہر کے بازار کی طرف نہ جائیں۔ سودا سلف خریدنے کے لئے صرف دادی کے ساتھ بروزہ خاتون جا سکتی ہے۔ تم دونوں بہنیں نہیں جاؤ گی۔ دیکھو جہاں تک تم تینوں کا تعلق ہے تو ان علاقوں میں اگر کوئی حسن بن صباح کا داعی یا فدائی ہوا تو تم دونوں کو شکل سے تو نہیں پہچانے گا لیکن تم دونوں چونکہ انتہا درجہ کی خوبصورت ہو' تم دونوں کی آنکھیں بھی نیلی ہیں اور حسن بن صباح کے لوگوں کو یہ ضرور پتہ ہے کہ نیلی آنکھوں والی جن دو لڑکیوں کو انہوں نے حاصل کرنے کی کوشش کی تھی' وہ بچ نکلنے میں کامیاب ہو گئی تھیں۔ لہٰذا اس موقع پر میں تم کو مشورہ دوں گا کہ انتہائی ضروری موقع پر تم دونوں بہنیں بازار کا رخ کرنا' ورنہ اگر تم دونوں کو کسی چیز کی ضرورت ہو تو تمہاری ساری خریداری دادی کریں گی اور دادی کے ساتھ بروزہ خاتون چلی جایا کریں گی۔ تمہیں اگر کہیں جانا پڑے تو پھر ایسا نقاب چہرے پر ڈال کر جانا جو نقاب بوڑھی عورتیں ڈالتی ہیں اور وہ نقاب ایسا ہونا چاہیے

جس میں دیکھنے والے کو کم از کم تم دونوں کا چہرہ اور نیلی آنکھیں دکھائی نہ دیں۔"

ایاز بن سیف الدین جب خاموش ہوا' تب پہلی بار بروزہ بولی اور کہنے لگی۔

" ایاز تمہاری حیثیت اب میرے بیٹے کی سی ہے۔ دادی میری اماں ہے اور نظام الدین اب میرے باپ کی جگہ ہیں۔ تم لوگوں نے جو ہمیں اپنے ہاں پناہ دی ہے تو یہ ایک ایسا احسان اور ایسا فعل ہے جسے ہم تینوں زندگی بھر نہ بول سکیں گی' نہ فراموش کر سکیں گی۔"

یہاں تک کہنے کے بعد بروزہ جب خاموش ہوئی' تب نظام الدین بولا اور کہنے لگا۔

" بیٹے یہ تم کئی ہفتوں کے بعد گھر لوٹے ہو' میں اور تمہاری دادی تمہاری شکل دیکھنے کو ترس گئے تھے۔ بیٹے اب چند دن گھر رہو گے۔"

اس پر ایاز بن سیف الدین نے نفی میں گردن ہلائی' کہنے لگا۔

" دادا میں صرف ان تینوں کو چھوڑنے کے لئے آیا ہوں' ورنہ میرے پاس وقت نہیں ہے۔ میرا لشکر شہر سے باہر پڑاؤ کئے ہوئے ہے اور مجھے آج ہی شب کو یہاں سے کوچ کرنا ہے۔ اس لئے کہ حالات سلطان برکیاروق کے لئے دن بدن بڑے غیر یقینی ہوتے جا رہے ہیں اور ہم نے ان دنوں کو بروز شمشیر اپنے حق میں کرنا ہے۔"

اتنا کہنے کے بعد ایاز خاموش ہو گیا تو ایسارب پریشان اور فکر مند ہو گئی تھی اور تعجب خیز انداز میں وہ ایاز کی طرف دیکھتے ہوئے کہنے لگی۔

" تو تمہارے کہنے کا مطلب یہ ہے میرے بیٹے کہ تم شب بسری ہمارے ساتھ نہیں کرو گے۔"

جواب میں ایاز اپنی جگہ سے اٹھ کر اپنی دادی کے پاس آیا' دو تین بار اس کے شانے دبائے پھر کہنے لگا۔

" دادی آپ جانتی ہیں سلطان برکیاروق کے ساتھ مجھے کیسی عقیدت ہے' ایسی ہی ارادت مندی آپ کو اور دادا کو بھی ان سے ہے۔ پھر دادی میں مصیبت کے وقت انہیں اکیلا کیسے چھوڑ سکتا ہوں۔ سلطان اس وقت اصفہان میں ہے جبکہ ان کا چچا تتش ادھر ادھر کے شہروں کو فتح کرتا ہوا اصفہان کا رخ کرے گا اور سلطان سے اصفہان چھین کر وہ ایک طرح سے سلطان ملک شاہ سلجوقی کی سلطنت پر قابض اور حکمران ہونے کا ارادہ کئے ہوئے ہے اور ہم سب نے مل کر اس کے اس ارادے اور اس کے ان غیر ذمہ دارانہ مقاصد کو ناکام کرنا

ہے۔"

اس کے ساتھ ہی ایاز بن سیف الدین اپنی جگہ سے اٹھ کھڑا ہوا' اس کمرے میں گیا جس میں وہ اپنا بستر اور خرجین رکھ کے آیا تھا۔ تھوڑی دیر بعد وہ لوٹا' اس کے ہاتھ میں ایک چھوٹی خرجین تھی' جو اس نے بڑی خرجین سے نکالی تھی۔ وہ خرجین لا کر اس نے اپنے دادا کی جھولی میں رکھ دی تھی۔

اس کی اس حرکت پر نظام الدین مسکرایا اور کہنے لگا۔

" بیٹے ایسارب تمہاری دادی بھی ہے' تمہاری ماں بھی' یہ اس کی گود میں رکھو' یہ اسے ہی زیب دیتی ہے۔"

ایاز بن سیف الدین اپنے دادا کے ان الفاظ کا جواب دینا ہی چاہتا تھا کہ ایسارب خود مسکراتے ہوئے بول پڑی اور اپنے شوہر نظام الدین کو مخاطب کر کے کہنے لگی۔

" آپ ایاز کے دادا بھی ہیں اور باپ بھی' لہٰذا ایاز بن سیف الدین پہلے کی طرح اب بھی جو کچھ کر رہا ہے' درست یہی ہے۔"

نظام الدین مسکرا دیا۔ جب اس نے خرجین کا منہ کھولا تو اس میں کافی نقدی تھی۔ ایک گہری نگاہ اس موقع پر نظام الدین نے ایاز بن سیف الدین پر ڈالی اور کچھ کہنا ہی چاہتا تھا کہ ایاز پہلے ہی بول اٹھا۔

" دادا یہ مال غنیمت سے میرا حصہ ہے۔"

اس موقع پر نظام الدین نشست سے اٹھ کر فرش پر بیٹھ گیا۔ اس کی اس حرکت پر غور سے اس کی طرف دیکھتے ہوئے ایاز بن سیف خود ہی کہنے لگا۔

" دادا یہ آپ کیا کر رہے ہیں' نشست سے اٹھ کر آپ فرش پر کیوں بیٹھ گئے ہیں۔"

جواب میں نظام الدین مسکرایا اور کہنے لگا۔

" ابھی بتاتا ہوں' فرش پر کیوں بیٹھا ہوں۔"

اس کے بعد اس خرجین میں جس قدر نقدی تھی' نظام الدین نے وہ نقدی فرش پر ڈھیر کر دی تھی۔ پھر اس نقدی کے اس نے پانچ حصے کئے پھر ایسارب کی طرف دیکھتے ہوئے کہنے لگا۔

" ایسارب خاتون اس نقدی کے میں نے پانچ حصے کئے ہیں' ایک حصہ میرا' ایک تمہارا' ایک میری بیٹی بروزہ کا اور دو حصے میری پوتیوں توزین اور رفادہ کے ہیں' اٹھ کے اس کے

حوالے کرو۔"

اس موقع پر بروزہ بولی اور باری باری اس نے نظام الدین اور ایسارب کی طرف دیکھتے ہوئے پوچھ لیا" کیا مجھے کچھ کہنے کی اجازت ہے؟"

اس پر نظام الدین کہنے لگا۔

" کچھ کہنے کے لئے اجازت لینے کی ضرورت نہیں ہے۔" بروزہ بولی اور کہنے لگی۔" میری خواہش ہے کہ یہ ساری نقدی اپنے پاس رکھیں' مجھے توزین اور رفادہ کو اگر کسی موقع پر ضرورت پڑی تو ہم آپ سے مانگ لیا کریں گی' ویسے بھی ہمیں نقدی کی ضرورت نہیں پڑے گی اور پھر آپ مجھے بیٹی اور توزین اور رفادہ کو آپ پوتیاں کہتے ہیں۔ لہٰذا یہ نقدی ایک ہی گھر میں ہر ایک کے پاس اچھی نہیں لگتی' آپ اس گھر کے بڑے ہیں' لہٰذا میں سمجھتی ہوں کہ آپ کو ہمارا کفیل ہونا چاہیے۔"

اس موقع پر نظام الدین نے ہلکی مسکراہٹ میں بروزہ کی طرف دیکھا' کہنے لگا۔

" بیٹی یہ تمہاری سعادت مندی ہے' اگر تم ایسا چاہتی ہو تو میری بچی ایسا ہی ہوگا لیکن تم مجھ سے مانگو نہیں' ایک جگہ مقرر کر لیتے ہیں' میں وہاں رکھتا ہوں' تم چاروں میں سے جب کسی کو بھی نقدی کی ضرورت پڑے گی' وہاں سے لے لیا کرنا۔ دوسرے سے مانگنے کی ضرورت ہی نہیں ہے۔"

نظام الدین جب خاموش ہوا' تب ایاز بولا اور کہنے لگا۔

" یہ معاملہ بڑے احسن طریقے سے حل ہوگیا ہے۔ میں یہاں سے رخصت ہوں گا اور کوچ کروں گا۔" اس کے بعد ایاز نے کچھ سوچا اور اپنی دادی کی طرف دیکھتے ہوئے کہنے لگا۔

" دادی رخصت ہونے سے پہلے میں بھٹیار خانے سے کھانا لا دیتا ہوں' کل صبح سے آپ سب مل کر کھانا تیار کر لیا کرنا۔"

اس موقع پر بروزہ نے ایسارب کی طرف دیکھا اور کہنے لگی" کیا گھر پہ کھانا پکانے کا کوئی انتظام نہیں ہے؟"

ایسارب بولی اور کہنے لگی۔

" بیٹی گھر میں ہر چیز ہے' یہ ویسے ہی جلد بازی کر رہا ہے۔" پھر ایسارب نے ایاز بن سیف الدین کی طرف دیکھا اور کہنے لگی۔

" بیٹے تو تھوڑی دیر رک' میں تیرے لئے کھانا تیار کرتی ہوں' کھا کر جانا۔"

اس موقع پر بروزہ اپنی جگہ سے اٹھ کھڑی ہوئی اور ایسارب کی طرف دیکھتے ہوئے کہنے لگی۔

" اماں آپ کچھ نہیں کریں گی' آپ صرف مطبخ تک ہماری رہنمائی کریں' بس تھوڑی دیر تک میں توزین اور رفادہ کھانا تیار کر دیتی ہیں۔" اس موقع پر میں ایاز سے بھی کہوں گی کہ کھانا کھا کر جائے۔

بروزہ کے ان الفاظ پر سب خوش ہوگئے تھے۔ پھر ایسارب ان کو مطبخ کی طرف لے گئی اور وہ تینوں بڑی تیزی سے کھانا تیار کرنے لگی تھیں۔ تھوڑی دیر بعد سب نے دیوان خانے میں کھانا کھایا اور اس کے بعد ایاز بن سیف الدین ان سے رخصت ہوگیا تھا۔ اس کا لشکر پہلے ہی چکرمش بن صالح کی کمانداری میں رے شہر سے باہر پڑاؤ کئے ہوا تھا۔ ایاز بن سیف الدین اپنے لشکر میں پہنچا اور وہاں سے بھی وہ کوچ کر گیا تھا۔

............*

اپنے چچا تتش کے ہاتھوں شکست اٹھانے کے بعد سلطان برکیاروق جب اصفہان کی طرف چلا گیا' تب مؤرخین لکھتے ہیں کہ سلطان برکیاروق کے چچا تتش نے برکیاروق کے مقابلے میں کامیابی حاصل کر کے ہمدان کی طرف قدم بڑھایا۔ اہل ہمدان نے قلعہ بندی کر لی' لیکن یہ جان کر ہم میں مقابلہ کرنے کی قوت نہیں' امان کی درخواست کی۔

تتش نے ان کو امان دے دی اور ہمدان پر قابض ہو کر اب وہ اصفہان پر قبضہ کرنے کے متعلق منصوبہ بندی کرنے لگا تھا۔ سب سے پہلے اس نے اپنے کچھ ایلچی اصفہان کے امراء کے پاس روانہ کئے اور انہیں دعوت دی کہ وہ سلطان برکیاروق کو چھوڑ کر اس کے ساتھ مل جائیں۔

چنانچہ مؤرخین لکھتے ہیں کہ کچھ لوگوں نے تتش کی اطاعت کر لی اور تتش کے پاس حاضر ہونے کا وعدہ کر لیا۔ لوگ خوف زدہ تھے' اس لئے کہ تتش ایک شہر کے بعد دوسرا شہر فتح کرتا جا رہا تھا جبکہ سلطان برکیاروق ان دنوں بستر علالت پر پڑا ہوا تھا اور وہ ان سب واقعات کو دکھ بھرے انداز میں دیکھ رہا تھا۔

آخر کار حالات میں تبدیلی پیدا ہوئی' شاید خداوند قدوس کو منظور نہ تھا کہ ملک شاہ سلجوقی

جیسے عظیم سلطان کے بعد اس کا غیر ذمہ دار بھائی تتش سلطان بنے۔ اس بناء پر اصفہان میں سلطان برکیاروق کی علالت میں افاقہ ہوا اور بڑی تیزی سے اس نے روبصحت ہونا شروع کر دیا تھا۔

جس وقت سلطان کی یہ حالت کچھ سنبھل چکی تھی' انہوں ہی دنوں ایک قاصد ایاز بن سیف الدین کی طرف سے اصفہان میں داخل ہوا اور سیدھا سلطان برکیاروق کی خدمت میں پہنچا۔

سلطان کو جب خبر ہوئی کہ اسے ایاز بن سیف الدین نے بھیجا ہے تو سلطان کو کچھ تقویت ہوئی کہ اس کے سالار بھی شاید قریب پہنچ چکے ہیں۔ سلطان برکیاروق نے اس مخبر کو اپنے قریب بیٹھا لیا اور اسے مخاطب کر کے کہنے لگا۔

'' میرے عزیز! کیا تو ان دنوں جبکہ اردگرد میرے لئے کوئی اچھی خبر نہیں' کوئی بہتر پیغام لے کر آیا ہے۔''

جواب میں وہ مخبر غور سے سلطان برکیاروق کی طرف دیکھتے ہوئے کہنے لگا۔

'' سلطان محترم! آپ کو پریشان اور فکرمند ہونے کی ضرورت ہی نہیں ہے۔ پہلی اچھی بات یہ کہ خداوند قدوس نے بیماری سے آپ کو افاقہ دے دیا ہے اور اب آپ بالکل تندرست ہیں' دوسری اچھی خبر آپ کے لئے یہ لے کر آیا ہوں' سلطان محترم کہ تتش کے ایک لشکر کو ایاز بن سیف الدین نے اور چکرمش نے آذربائیجان کے علاقوں میں بدترین شکست دی تھی' اس کے بعد دوسرے شکست انہیں قزوین شہر کے نواح میں دی گئی اور دوسرے شکست کے موقع پر ایاز بن سیف الدین اور چکرمش نے تتش کے اس لشکر کا مکمل طور پر صفایا کر دیا تھا۔ اس طرح اس لشکر کے خاتمہ سے تتش کی طاقت اور قوت پر بڑا فرق پڑے گا۔''

'' سلطان محترم میں ایاز بن سیف الدین کی طرف سے آپ کے نام یہ پیغام لے کر آیا ہوں کہ آپ کے پاس جس قدر لشکر اصفہان میں ہے' اسے لے کر آپ نکلیں تتش کی طرف کوچ کریں' اس کے سامنے صف آراء ہوں اور اس سے ٹکرا جائیں' اس ٹکراؤ کے بعد آپ کے قریب ہی سے ایاز بن سیف الدین اور چکرمش نمودار ہوں گے اور جب وہ کسی مناسب طریقے سے تتش پر حملہ آور ہوں گے تو میں آپ کو یقین دلاتا ہوں' تتش اور اس کے سالار تو ایک طرف رہے' ان کے لشکریوں کو بھی بھاگنے نہیں دیں گے۔''

یہ سب کچھ سننے کے بعد سلطان برکیاروق مسکرایا پھر اپنے اس مخبر کی طرف دیکھتے ہوئے کہنے لگا۔

'' اللہ تمہیں جزائے خیر دے' تو نے یہ خبر سنا کر میرا دل خوش کر دیا ہے۔ میں پہلے ہی امید لگائے بیٹھا تھا کہ ایاز بن سیف الدین بیکار نہیں بیٹھا ہوگا' کسی نہ کسی طرف سے نئی منصوبہ بندی کے ساتھ اٹھے گا اور تتش پر ہم غالب ہونے میں کامیاب ہو جائیں گے۔ تو نے میرا حوصلہ' ولولہ جوان کر دیا ہے۔ اب میں کل ہی اپنے لشکر کے ساتھ نکلوں گا اور اپنے چچا تتش کا سامنا کروں گا پھر میں دیکھوں گا وہ کیسے اور کس طرح ایک شہر کے بعد دوسرا شہر فتح کرتے ہوئے پیشقدمی کرتا جاتا ہے۔''

مؤرخین لکھتے ہیں کہ جب سلطان برکیاروق کو اپنی بیماری سے کچھ نجات ملی' تب وہ اپنے لشکر کے ساتھ اصفہان سے نکلا اور ایک ایسے مقام کی طرف کوچ کیا' تاریخ میں جس کو بازکان سے پکارا جاتا ہے' جس وقت سلطان برکیاروق بازکان کی طرف روانہ ہوا تو مؤرخین مزید لکھتے ہیں کہ سلجوقیوں کے ہمدرد' ہمنوا اور بہی خواہ اور سلجوقیوں کے حمائتیوں کو جب یہ خبر ہوئی کہ تتش کا مقابلہ کرنے کے لئے سلطان ملک شاہ سلجوقی کا بیٹا سلطان برکیاروق اصفہان سے نکلا ہے تو لوگ جوق در جوق برکیاروق کی خدمت میں حاضر ہونے لگے اور جو مسلح جواں ادھر ادھر بکھرے ہوئے تھے' وہ بھی آ کے ملنے لگے اور مؤرخین یہ بھی لکھتے ہیں کہ بات کی بات میں سلطان برکیاروق کے پاس تین ہزار کا ایک بہترین لشکر جمع ہو گیا تھا اور اس لشکر کو لے کر سلطان برکیاروق اپنے چچا تتش کے سامنے جا کے صف آراء ہوا۔ دونوں لشکریوں نے اپنی صفیں درست کیں' اس کے بعد پہل تتش کی طرف سے ہوئی اور تتش سلطان برکیاروق کے لشکر پر نفس کی قوسوں میں زیست کا بوجھ بڑھاتی نفرت کی جوالا' قریہ قلب و جان میں آلام کے گہوارے کھڑے کرتے خونی حسرتوں کے تلاطم اور سیل بلاخیز کی طرح حملہ آور ہوا تھا۔

جوابی کارروائی کرتے ہوئے سلطان برکیاروق بھی اپنے چچا تتش کے لشکر پر بدنوں کے طاق میں درد کی قندیلیں روشن کرتی خارچنتی نفرتوں کی شدت' آرزوؤں کو کھنڈر بستیوں' قلب کی حدت کو خونی افسانوں' خیالات کی جنس بے بہا کو درد کی تاریکیوں میں تبدیل کر دینے والے خوں سے تر بتر کرتے جذبوں کی طرح حملہ آور ہو گیا تھا۔

سلطان برکیاروق اور تتش ابھی تھوڑی ہی دیر ٹکرائے تھے کہ ایک طرف سے ایاز بن

سیف الدین اور اس کا نائب چکرمش بن صالح اپنے لشکر کے ساتھ برسوں کی گہری نیند سے بیدار ہوتے قہر و اضطراب بھرے خزاں کے جھکڑوں' خیالات کی چاندنی کو زنجیر کرتے عہد ماضی کے خونی قصوں کی طرح نمودار ہوئے' تتش کے لشکر کی طرف بڑھے' قریب آ کر انہوں نے روز وشب کے نگار خانہ میں شعور کے آئینوں کو ریزہ ریزہ کر کے ذہنوں کو نئے سانچوں میں ڈھالتے داستانوں کے جادو' زیست کی بپتا کو رعشہ زدہ کرتے جذبوں کے بھڑکاؤ اور طوفانوں کے خروش کے انداز میں تکبیریں بلند کی تھیں۔ اس کے بعد ایاز بن سیف الدین اپنے لشکر کے ساتھ تتش کے لشکر پر اندھیروں میں بھٹکتی یادوں میں گوشہ دل میں سوزاں آتش کھڑی کرتے گرم کھولتے لاوے' خواہشوں کو جلاتی تپش زندگی کو مضطرب کرتی کراہوں' بستیاں مٹاتی تقدیر' آبادیاں جلاتی قضا' خونی چکیاں چلاتی آندھیوں' بے دیار و بے نوا کرتی قسمتوں اور خوف کے جلتے دشت کھڑے کرتے سرابوں کی طرح حملہ آور ہو گیا تھا۔

اس طرح اب تین لشکر ٹکرانے لگے تھے۔ ایک تتش کا' دوسرا سلطان برکیاروق کا اور تیسرا ایاز بن سیف الدین کا' اس طرح رزم گاہ میں ہر سو فرقتوں کی دھوپ ان دیکھے الجھے فنا ساز ساختیں حیرتوں کے حروف' جلتے زرد پتوں کی کہانیاں' گردش تقدیر کا زہر' موت کی قربتیں نحوست کے گرداب سنگ گراں کی صورت رقص کرنے لگے تھے۔

تتش نے اپنی طرف سے پوری کوشش کی کہ اپنے لشکر کو دو حصوں میں تقسیم کر کے سلطان برکیاروق کو اور ایاز بن سیف الدین کے لشکر کو روکے اور پھر انہیں پسپا ہونے پر مجبور کر دے' لیکن ایسا کرنے میں اسے سخت ناکامی کا سامنا کرنا پڑا۔ ایک طرف سے سلطان برکیاروق' دوسری طرف سے ایاز بن سیف الدین نے جان لیوا حملے کرتے ہوئے ایک طرح سے تتش کے لشکر کو ہلا کے رکھ دیا تھا۔ کئی مواقع پر تتش نے اپنے لشکریوں کو للکارا اور انہیں اپنے حملوں میں تیزی پیدا کرنے کے لئے کہا' لیکن لگتا تھا اب تتش کے لشکری سلطان برکیاروق اور ایاز بن سیف الدین کے حملوں کے سامنے جی چھوڑتے جا رہے تھے اور ہم تھوڑی دیر بعد تتش نے خود دیکھ لیا کہ اس کے لشکریوں کی حالت بڑی تیزی سے ٹوٹے وعدوں' زنگ آلود زنجیروں' ڈوبتی پرچھائیوں' خوفناک گھٹن' دلوں کی خستگی' ذہنوں کے الجھاؤ' خواہشوں کے ہیجان' قبرستانوں کی ویرانیوں سے بھی ابتر ہونا شروع ہو گئی تھی۔

یہ حالت دیکھتے ہوئے ایک طرف سے سلطان برکیاروق اور دوسری طرف سے ایاز بن

سیف الدین نے اپنے لشکر کو للکارا اور اپنے حملوں میں تیزی پیدا کرنے کے لئے کہا' ان کا ایسا کہنا تھا کہ ان کے لشکری تتش کے لشکر پر تلواروں کے ساز پر رقص کرتی برق اور ظفریابی کے شراروں کی طرح حملہ آور ہونے لگے تھے' جس کا نتیجہ یہ نکلا کہ تتش کو بدترین شکست کا سامنا کرنا پڑا۔ تتش کی بدقسمتی کہ جنگ کے دوران وہ خود بھی مارا گیا اور اس کے لشکری اپنا سب کچھ چھوڑ کر بھاگ کھڑے ہوئے۔ تتش کی شکست اور قتل سے سلطان برکیاروق کا میدان حکومت زیادہ وسیع ہو گیا تھا۔

اس جنگ اور اس کے نتیجے میں سلطان برکیاروق کی فتح اور تتش کی شکست اور اس کے قتل پر تبصرہ کرتے ہوئے مؤرخین لکھتے ہیں۔

"اللہ تعالیٰ کی قدرت کا یہ کرشمہ تھا' ابھی کل کا ذکر تھا کہ برکیاروق اپنے چچا تتش سے شکست کھا کر چند آدمیوں کے ساتھ اصفہان گیا تھا' کوئی شخص اس کا تعاقب نہیں کر سکا تھا۔ اگر بیس سوار بھی اس موقع پر تعاقب کرتے تو یقیناً گرفتار ہو جاتا' کیونکہ چند دن تک اصفہان کے باہر پڑا رہا تھا۔"

پھر جب کسی طرح سے اصفہان میں داخل ہوا تو امراء اصفہان نے مار ڈالنے کی فکر کی' اتفاق سے اس کا بھائی محمود بیمار ہو گیا اور اس موقع پر اصفہان کے طبیب امین الدولہ نے اصفہان کے امراء کو برکیاروق کے قتل سے یہ کہہ کر باز رکھا کہ محمود کی حالت اچھی نہیں ہے۔"

"اگر وہ مر گیا تو کیا تم لوگ تتش کی حکومت پسند کرو گے۔ برکیاروق کو تم قتل نہ کرو' اگر محمود کو صحت ہو گئی تو برکیاروق کے قتل کا تم کو اختیار باقی رہ جائے گا' قتل کر ڈالنا اور اگر حالات الٹ ہوئے اور محمود فوت ہو گیا تو اسی کو تخت حکومت پر براجمان کر دینا۔"

مؤرخین مزید لکھتے ہیں کہ اللہ کی قدرت کا یہ بھی کرشمہ تھا کہ محمود 29 شوال کو انتقال کر گیا اور برکیاروق حکمران ہو گیا پھر یہ بھی بیمار ہوا' سرسام میں مبتلا ہوا' چار ماہ تک بخار میں پڑا رہا۔ اس اثناء میں اس کے چچا تتش نے ذرا بھی حرکت نہ کی۔ یہ موقع اس کی کامیابی کا اچھا تھا' مگر اسے کوئی تدبیر نہ سوجھی' یہ سب قدرت کے کرشمے ہیں۔ اگر تتش برکیاروق کے زمانہ علالت میں ذرا بھی کوشش کرتا تو تتش کو میدان جنگ میں قتل ہونے کا یہ روز بد دیکھنا نہ پڑتا۔

جنگ کے بعد جب سارے سالار سلطان برکیاروق کے پاس جمع ہوئے' تب سلطان بے پناہ خوشی کا اظہار کرتے ہوئے باری باری ایاز بن سیف الدین اور چکرمش بن صالح کو

گلے لگا کر ملا۔ اس موقع پر سلطان کے دونوں بھائی جو اس سے چھوٹے تھے' یعنی سنجر اور محمد بھی اسی طرح کے انداز میں ایاز بن سیف الدین اور چکرمش سے ملے تھے۔ اس کے بعد سلطان کچھ دیر تک توصیفی انداز میں ایاز بن سیف الدین کی طرف دیکھتا رہا' پھر کہنے لگا۔

"سیف الدین کے بیٹے! تم نے کیا خوب تتش کی خواہشوں کی شیشہ گری کو ریزہ ریزہ اس کی کالی سیاہ سفا کی کو کرچی کرچی کر کے رکھ دیا۔ وہ اپنے پورے جاہ و جلال' اپنی پوری طاقت اور قوت کے ساتھ ہمیں اپنا ہدف بنانے کے لئے آیا تھا' لیکن تو نے اس کی حالت دکھ کی سرد تہوں کے گہرے سناٹے' خوف بھری تاریکیوں کی شکنوں اور لانہایت حبس رتوں سے بھی ابتر بنا کر رکھ دی۔"

"ایاز میرے بھائی میں فوزمندی کی قدیم اساطیر اور درد کی کھولتی بھٹیوں جیسی تیری شجاعت' احساسات کی تابکاری' بھڑکتی مچلتی متحرک برق سی تیری جرأت مندی تکبیروں کے تند طمانچوں اور برق کے نادیدہ لپکوں جیسی تیری جوان مردی' طغیانیوں اور تلاطم کی سرشاری اور کی صداؤں جیسی تیری دلیری کو صد بار سلام پیش کرتا ہوں' تو کرب کی آوازوں' آگ کی لپٹوں کے گورکھ دھندے کی طرح تتش پر وارد ہوا' اسے نہ صرف بدترین شکست دی' بلکہ اسے موت کے گھاٹ اتار دیا۔ اس طرح ایک ایسا دشمن جو ہم پر حاوی ہونا چاہتا تھا' ایک ایسا مخالف جو ہمارے پاؤں تلے سے ہمارے حصے کی زمین چھین لینا چاہتا تھا' اسے تم نے اس کے انجام بد تک پہنچا کر ہم پر وہ احسان کیا ہے۔"

یہاں تک کہتے کہتے سلطان برکیاروق کو رک جانا پڑا' اس لئے کہ ایاز بن سیف الدین بولا اور کہنے لگا۔

"سلطان محترم! یہ آپ کس قسم کی گفتگو کر رہے ہیں۔ میں نے آپ پر کون سا احسان کیا ہے۔ میں تو ساری زندگی آپ کی والدہ کے احسانات نہیں اتار سکتا کہ میری ماں کے مرنے کے بعد میرے دادا اور دادی کے بعد سب سے زیادہ پیار انہوں نے مجھے دیا ہے۔ ایک ماں کی طرح دیکھ بھال کی۔"

ایاز بن سیف الدین جب خاموش ہوا' تب سلطان بولا اور کہنے لگا۔

"پہلے لشکر کو خیمے نصب کرنے کا حکم دو' زخمیوں کو خیموں میں منتقل کر کے ان کی بہترین تیمارداری اور ان کے زخموں کی دیکھ بھال بھی کی جائے' ساتھ ہی لشکر کے لئے کھانا تیار کیا

جائے۔ آج کا دن ہمارے لئے خوش نصیبی اور ان گنت خوشی اور کامیابی اور کامرانیوں کا دن ہے۔"

سلطان کے اس حکم کے جواب میں آن کی آن میں خیموں کا شہر آباد کر دیا گیا تھا' جس وقت خیمے نصب ہو گئے' تب سلطان نے ایاز بن سیف الدین کی طرف دیکھا اور کہنے لگا۔

"تم میرے ساتھ آؤ" ایاز چپ چاپ سلطان کے ساتھ ہو لیا تھا۔ سلطان اپنے خیمے میں داخل ہوا۔ ایاز بن سیف الدین اس کے پیچھے تھا۔ دونوں جب نشستوں پر بیٹھ گئے' تب سلطان برکیاروق بولا اور کہنے لگا۔

"میرے مخبروں نے مجھے بتایا ہے کہ تم رے شہر سے ہو کر آئے ہو' پہلے یہ بتاؤ کہ میری والدہ کیسی ہیں؟"

اس پر ایاز بن سیف الدین مسکراتے ہوئے کہنے لگا۔

"سلطان محترم آپ کی والدہ بالکل صحت مند اور خیریت سے ہیں۔"

اس کے بعد سلطان نے کچھ سوچا پھر کہنے لگا۔

"میرے مخبروں نے یہ بھی خبر دی ہے کہ آرمینیا کی طرف سے کچھ یہودی اور عیسائی فلسطین جا رہے تھے۔ اس میں ایسا خاندان بھی تھا' جو فلسطین میں آباد ہونے کے لئے جا رہا تھا۔ ان کی دو انتہا درجہ کی خوبصورت اور نیلی آنکھوں والی لڑکیاں تھیں' جن کے حسن اور خوبصورتی کی بھنک حسن بن صباح کے آدمیوں کو پڑ گئی۔ انہوں نے قافلے پر حملہ کر کے ان لڑکیوں کو حاصل کرنا چاہا لیکن وہ بھاگ گئیں۔"

مجھے بتایا گیا ہے کہ" ان لڑکیوں اور ان میں سے ایک کی ماں نے تمہارے پاس پناہ لی ہے اور تم انہیں رے شہر میں اپنی حویلی میں لے آئے ہو۔"

سلطان جب خاموش ہوا' تب اثبات میں گردن ہلاتے ہوئے ایاز بن سیف الدین کہنے لگا۔

"سلطان محترم آپ کو درست بتایا گیا ہے۔"

جواب میں سلطان برکیاروق مسکرایا اور کہنے لگا۔

"اگر یہ بات ہے تو ان تینوں کی بہترین دیکھ بھال کرنا۔ ایسے ہی جیسے وہ تمہارے گھر کے اپنے افراد ہوں اور حسن بن صباح کے داعیوں اور فدائیوں سے بھی انہیں بچا کے رکھنا۔"

سلطان نے یہاں تک کہنے کے بعد جب خاموشی اختیار کی' تب مسکراتے ہوئے ایاز بن سیف الدین کہنے لگا۔

"سلطان محترم! آپ بے فکر رہیں' وہ ہماری مہمان ہیں اور ہمارے ہاں انہیں کسی قسم کی شکایت کا موقع نہیں ملے گا۔" سلطان محترم! اس کے علاوہ بھی میری آپ سے ایک گزارش ہے۔

سلطان برکیاروق نے گھورنے کے انداز میں ایاز بن سیف کی طرف دیکھا' کہنے لگا۔

"یہ گزارش کیا چیز ہوتی ہے۔ میں نے پہلے بھی تمہیں منع کیا تھا۔ تمہاری حیثیت میرے بھائی کی سی ہے اور میرے ساتھ بھائیوں کے انداز میں گفتگو کیا کرو' کہو تم کیا کہنا چاہتے ہو۔"

"سلطان محترم آپ جانتے ہیں کہ تتش نے جب حکومت اور سلطنت حاصل کرنے کے لئے اپنی کوششوں اور جدوجہد کی ابتداء کی تھی تو اس نے قسیم الدولہ اور بوزن جیسے نامور سالاروں کو قتل کر دیا تھا۔ قسیم الدولہ کا قتل یقیناً عالم اسلام کے لئے ایک بہت بڑا نقصان ہے۔ اس جیسا مخلص انسان نہیں ملتا۔ ان دونوں کے قتل کے بعد تتش نے کربوغا کو حلب کے زندان میں ڈال دیا تھا۔ سلطان محترم آپ جانتے ہیں کربوغا جیسا سالار بھی ڈھونڈنے سے نہیں ملے گا۔ سلطان محترم اس کے متعلق میں یہ الفاظ اس لئے استعمال نہیں کر رہا کہ وہ مجھے پسند کرتا ہے۔ وہ میرا عمدہ ترین دوست اور ساتھی رہا ہے۔ حقیقی معنوں میں وہ ایک نہایت عمدہ قسم کا سالار ہے۔ سلطان محترم آپ کے چچا تتش نے قسیم الدولہ اور بوزن کو تو قتل کر دیا تھا۔ ان دونوں سالاروں کی کمی بھی کسی صورت پوری نہیں کی جا سکتی' اب تتش نے حلب کا حاکم اپنے بیٹے رضوان بن تتش کو بنایا ہے۔ مجھے ڈر ہے کہ یہ رضوان بن تتش کہیں کربوغا کو حلب کے زندان سے نکال کر قتل نہ کر دے۔ سلطان محترم اگر ایسا ہو گیا تو یہ نہ صرف ایک بہت بڑا ظلم اور جبر ہو گا بلکہ عالم اسلام کو ایک عمدہ سالار سے محروم کرنے کی سازش بھی ہو گی۔"

یہاں تک کہنے کے بعد ایاز رکا پھر دوبارہ برکیاروق کو مخاطب کر کے کہنے لگا۔

"سلطان محترم میں یقین سے تو نہیں کہہ سکتا لیکن مجھے کچھ لوگوں نے یہ بھی بتایا ہے کہ کربوغا کے ساتھ اس کا بھائی بھی حلب کے زنداں میں بند ہے' جس کا نام القون تاش ہے۔ سلطان محترم اگر آپ ان دونوں بھائیوں کی رہائی کا کچھ سامان کریں تو یہ عالم اسلام کی بہترین خدمت کر سکتے ہیں اور آنے والے دور میں وہ اپنا اپنا کردار ادا کر سکتے ہیں۔" جب

تک ایاز بن سیف الدین بولتا رہا' بڑے خوش کن انداز میں سلطان برکیاروق اس کی طرف دیکھتا رہا پھر سلطان کہنے لگا۔

"اب تم اٹھو جا کر اپنے خیمے میں آرام کرو جو کچھ تم نے کہا ہے' اس پر آج سے ہی عمل شروع ہو جائے گا۔"

سلطان برکیاروق کے ان الفاظ سے ایاز بن سیف الدین خوش ہو گیا تھا۔ پھر وہ سلطان کے خیمے سے نکل کر اپنے خیمے کی طرف چلا گیا تھا۔

............*

اپنے پڑاؤ سے سلطان برکیاروق نے تیز رفتار قاصد حلب کے نئے حاکم رضوان بن تتش کی طرف بھجوائے۔ یہ رضوان بن تتش سلطان برکیاروق کا چچا زاد تھا۔ سلطان نے رضوان کے پاس حکم بھیجا کہ امیر کربوغا اور اس کے بھائی القون تاش کو قید سے رہا کر دیا جائے۔

رضوان بن تتش جانتا تھا کہ اگر اس نے انکار کیا تو سلطان اس پر حملہ آور ہو گا جبکہ اس سے پہلے سلطان اس کے باپ سے ٹکرا کر اس کے باپ کا خاتمہ کر چکا ہے اور اگر سلطان اس پر بھی حملہ آور ہوا تو اسے بھی موت کے گھاٹ اتار دے گا۔ اس طرح نہ اس کے پاس امارت رہے گی اور نہ ہی زندگی۔ لہٰذا اس نے سلطان برکیاروق کے قاصدوں کے پہنچتے ہی اور سلطان کا پیغام ملنے کے ساتھ ہی امیر کربوغا اور اس کے بھائی القون تاش کو رہا کر دیا تھا۔

کربوغا عالم اسلام کا ایک نامور دلیر سالار تھا۔ وہ چاہتا تھا کہ ایک نئی حکومت کسی شہر میں کام کرے۔ اس شہر میں جو سلطان برکیاروق کے تحت نہ ہو اور وہی اپنی طاقت اور قوت کو استعمال کر کے عالم اسلام کی خدمت کرے اور ساتھ ہی ساتھ سلطان برکیاروق کے لئے بھی کام کرنے کی ابتداء کر دے۔ چنانچہ رہا ہونے کے بعد اس نے فیصلہ کیا کہ وہ موصل کا رخ کرے گا اور وہاں ایک طاقت ور حکومت قائم کرے گا۔

چنانچہ جس وقت کربوغا حلب کے قید خانے اور زندان سے رہا ہوا' ان علاقوں میں جس قدر لشکری ادھر ادھر سرگرداں تھے یا وہ جو جنگجو جو لڑائی اور جنگ کا بہترین تجربہ رکھتے تھے' وہ جوق در جوق کربوغا کے پاس جمع ہونا شروع ہو گئے اور مؤرخین لکھتے ہیں کہ دیکھتے ہی دیکھتے ہر طرف سے ٹڈی دل لشکر آ کر کربوغا کے پاس جمع ہونے لگے۔

مؤرخین یہ بھی لکھتے ہیں کہ اس وقت موصل کی حکومت ایک شخص علی بن شرف الدین مسلم بن قریش کے ہاتھ میں تھی۔ اسے سلطان برکیاروق کے چچا تتش نے قبضہ موصل کے بعد موصل کی حکومت پر مامور کیا تھا جبکہ اس مسلم بن قریش کا بھائی محمد بن مسلم نصیبین کی حکومت پر تھا اور وہاں کا وہ حاکم تھا۔

ان دنوں اتفاق ایسا ہوا کہ نصیبین کے حاکم محمد نے موصل پر فوج کشی کرنے کا قصد کر لیا حالانکہ موصل کا حاکم مسلم بن قریش اس کا بھائی تھا۔ چنانچہ مسلم بن قریش کو جب پتہ چلا کہ اس کا بھائی موصل پر حملہ آور ہونا چاہتا ہے تو اس نے اس واقعہ کی اطلاع تیز رفتار قاصدوں کے ذریعے امیر کربوغا کو کر دی اور اس سے مدد بھی طلب کی۔ چنانچہ امیر کربوغا کے پاس اس وقت تک جس قدر لشکری جمع ہوئے تھے انہیں سوار کر کے وہ موصل کی طرف بڑھا' اتنی دیر تک علی بن مسلم موصل پر حملہ آور ہونے کے لئے نصیبین شہر سے دو منزل کے فاصلہ پر پہنچ چکا تھا اور وہی امیر کربوغا کی محمد بن مسلم سے مڈبھیڑ ہوگئی۔ دونوں کے درمیان ہولناک جنگ ہوئی جنگ کے نتیجہ میں امیر کربوغا نے محمد بن مسلم کو گرفتار کر کے نصیبین کی طرف پیش قدمی کی۔ شہر کا اس نے چالیس دن تک محاصرہ کئے رکھا۔ آخر شہر کو اس نے بزور شمشیر فتح کر لیا۔

نصیبین سے نمٹنے کے بعد کربوغا نے موصل کا رخ کیا۔ اہل موصل قلعہ بند ہو گئے۔ یہیں کربوغا نے نصیبین کے حاکم محمد کو موت کے گھاٹ اتار دیا اور موصل سے ڈیڑھ کوس کے فاصلہ پر اس نے پڑاؤ کیا۔ یہ کشمکش کیونکہ کئی ماہ تک چلتی رہی تھی اور اس دوران میں سلطان برکیاروق نے اپنے سالار چکرمش بن صالح کو جزیرہ ابن عمر کا حاکم بنا کر بھیج دیا تھا تاکہ وہ وہاں کے حالات کو درست کر کے سلطان برکیاروق کے حق میں کرے۔

جس وقت امیر کربوغا نے موصل کا رخ کیا تھا۔ اس وقت تک چکرمش بن صالح جزیرہ ابن عمر پہنچ چکا تھا اور مؤرخین لکھتے ہیں کہ آخر چکرمش نے شکست کھائی اور اس شکست کے نتیجہ میں چکرمش نے کربوغا کی اطاعت قبول کر لی۔

اس طرح کربوغا کی اطاعت قبول کرنے کے بعد چکرمش اس کے ساتھ موصل کے محاصرے کے لئے روانہ ہوا اور اس سلسلے میں امیر چکرمش نے موصل کو فتح کرنے کے لئے کربوغا کو ہر طرح کی مدد و اعانت کی پیشکش بھی کی۔ دوسری طرف موصل کے حاکم مسلم بن قریش کو جب خبر ہوئی کہ کربوغا اس کا بھائی القون تاش ایک بہت بڑا لشکر لے کر موصل پر حملہ

آور ہونے کے لئے آ رہے ہیں اور یہ کہ سلطان برکیاروق کا ایک سالار چکرمش بھی ان کے ساتھ مل گیا ہے' تب مسلم بن قریش موصل سے نکل کر بھاگ کھڑا ہوا اور حلہ شہر کے حاکم صدقہ بن مذید کے پاس جا کر پناہ لی۔

اسی دوران ایک اور حادثہ پیش آیا وہ یہ کہ موصل کے نواح میں جا کر امیر کربوغا کے بھائی القون تاش نے اطراف موصل میں لوٹ مار کا بازار گرم کر دیا۔ امراء اور رؤسا شہر سے تاوان اور جرمانہ وصول کرنے لگا۔ کربوغا کو جب اپنے بھائی القون تاش کے اس فعل کی خبر ہوئی تو اسے یہ فعل ناگوار گزرا۔ چنانچہ پہلے اس نے امیر چکرمش کے ساتھ مل کر موصل کو فتح کیا اور موصل میں داخل ہونے کے بعد تیسرے دن اس نے اپنے بھائی القون تاش کو بلایا اور القون تاش نے موصل کے نواح میں لوٹ مار کے دوران لوگوں کو نقصان پہنچایا تھا۔ ان میں سے کچھ کو قتل کیا تھا' اس کی وجہ سے کربوغا نے اپنے بھائی القون تاش کو بھی موت کے گھاٹ اتار دیا۔

مؤرخین لکھتے ہیں کہ اہل موصل کے ساتھ کربوغا نے بڑی نرمی اور بڑی مہربانی کا برتاؤ کیا۔ لوگوں کے ساتھ اس نے عدل و انصاف سے کام لیا' جس کی وجہ سے اہل موصل اس سے راضی اور خوش ہو گئے اور اسے اپنا حاکم تسلیم کر لیا۔ اس طرح کربوغا کو موصل کی حکومت ملی اور اس نے انصاف اور اس کی نرمی اور مہربانی کی وجہ سے اس کی حکومت کو استحکام بھی حاصل ہوا تھا۔ موصل کو فتح کرنے اور اس کا حاکم بننے کے بعد امیر کربوغا نے اپنی اس ساری کارروائی کی اطلاع سلطان برکیاروق کو دی اور برکیاروق سے اپنی اطاعت اور اپنی فرمانبرداری کا اظہار بھی کر دیا تھا۔

............*

تتش کی موت اور پھر امیر کربوغا کے موصل کو فتح کرنے اور پھر سلطان برکیاروق کا ساتھ دینے اور اس کی اطاعت قبول کرنے سے سلطان برکیاروق کو کسی حد تک آسودگی اور سکون ملا تھا' لیکن یہ سکون بھی وقتی اور عارضی تھا۔ اس لئے کہ جن دنوں سلطان برکیاروق اپنے چچا تتش کے خلاف حرکت میں آیا ہوا تھا' انہی دنوں اندر ہی اندر اس کے لئے ایک اور مصیبت ایک اور عذاب و ابتلا سر ابھار رہی تھی۔

ہوا یوں کہ سلطان برکیاروق کے باپ سلطان ملک شاہ سلجوقی کا ایک بھائی ارسلان ارغو

نام کا بھی تھا۔ ارسلان ارغو' سلطان ملک شاہ سلجوقی کے آخری دنوں میں اس کے ساتھ بغداد
ہی میں مقیم تھا۔ جب سلطان ملک شاہ سلجوقی نے آخری سفر شروع کیا اور اس کے بیٹے محمود کی
حکومت اور سلطنت کی بیعت لی گئی' اس وقت ارسلان ارغو اپنے سات غلاموں کے ساتھ
خراسان چلا گیا۔

خراسان پہنچ کر اس نے ہاتھ پاؤں نکالے' ایک گروہ جمع کیا اور اس مسلح گروہ کو لے کر
اس نے نیشاپور پر دھاوا بول دیا۔ اہل نیشاپور مقابلے پر آئے' جنگ کا کوئی فیصلہ نہ ہوا جس پر
ارسلان ارغو نیشاپور کو چھوڑ کر مرو شہر کی طرف بڑھا' مرو شہر میں ان دنوں سلطان ملک شاہ کے
غلاموں میں سے ایک امیر کوون حکومت کر رہا تھا۔ امیر کوون نے ارسلان ارغو کی اطاعت
قبول کر لی اور شہر پر قبضہ دے دیا۔ اس سے ارسلان ارغو کی قوت' ہمت اور جرأت بڑھ گئی
چنانچہ جب اس کے لشکر کی تعداد بڑھ گئی اور اس طاقت اور قوت میں اضافہ ہو گیا' تب وہ اپنے
لشکر کے ساتھ بلخ کی طرف بڑھا۔ بلخ کا حکمران ان دنوں ایک شخص فخر الملک تھا۔ وہ ارسلان
ارغو کا مقابلہ نہ کر سکا۔ بلخ چھوڑ کر بھاگ نکلا اور ہمدان میں جا کر اس نے پناہ لے لی۔

اس قدر فتوحات حاصل کرنے کے بعد ارسلان ارغو کا دماغ خراب ہو گیا۔ چنانچہ
ارسلان ارغو نے بلخ ترمذ نیشاپور اور تمام بلاد خراسان پر حملہ آور ہو کر اور وہاں جو بھی قوت اس
کے سامنے آئی' اسے نیست و نابود کرتا ہوا ان سارے شہروں پر اس نے قبضہ کر لیا تھا۔

سلطان برکیاروق کو اس کے وزیر سلطنت موید الملک کی خدمت میں درخواست بھیجی کہ
میں نے اپنی ہمت' جواں مردی اور طاقت سے ساری خراسان کو فتح کر لیا ہے۔ لہٰذا مجھے
خراسان کی سند حکومت عطا کی جائے اور اس کا میں واحد حکمران تسلیم کیا جاؤں جیسا کہ میرا
دادا داؤد ان علاقوں کا حکمران ہوا کرتا تھا۔"

مؤرخین لکھتے ہیں کہ ان دنوں سلطان برکیاروق چونکہ اپنے چچا تتش کے جھگڑوں میں
مصروف تھا۔ لہٰذا اس نے ارسلان ارغو کے اس پیغام کا کوئی جواب نہ دیا۔ اسی دوران سلطان
برکیاروق کو اپنے وزیر موید الملک پر کچھ شبہات اور شکوک ہوئے جس کی بناء پر سلطان
برکیاروق نے موید الملک کو عہدہ وزارت سے علیحدہ کر کے اس کے بھائی فخر الملک کو قلمدان
وزارت عطا کیا اور ساتھ ہی ایک اور امیر مجد الملک کو اس نے امور سلطنت میں اپنا مشیر مقرر
کیا۔ آہستہ آہستہ یہی مجد الملک سلطان برکیاروق کے ہاں امور سلطنت پر غالب ہوتا چلا گیا

تھا۔

مجد الملک اور ارسلان ارغو کے درمیاں پرانی عداوت اور دشمنی چلی آ رہی تھی۔ اسے
جب خبر ہوئی کہ سلطان برکیاروق نے مجد الملک کو امور سلطنت میں اپنا مشیر مقرر کر لیا ہے تو
ارسلان ارغو نے سلطان برکیاروق سے خط کتابت کا سلسلہ بند کر دیا۔ مؤرخین کہتے ہیں کہ
سلطان برکیاروق کو یہ امر ناگوار گزرا۔ چنانچہ اس نے اپنے دوسرے چچا' نام جس کا بوربرس تھا'
اس کو ایک لشکر دیا اور اس سے کہا کہ وہ ارسلان ارغو پر حملہ آور ہو اور اسے ہوش میں لانے کی
کوشش کرے تاکہ وہ بغاوت ترک کر دے۔

چنانچہ بوربرس جو باغی ارسلان ارغو کا بھائی تھا۔ ارسلان ارغو پر حملہ آور ہونے کے لئے
آگے بڑھا۔ دونوں بھائیوں کے درمیان خوفناک جنگ ہوئی۔ اس جنگ میں ارسلان ارغو کو
شکست کا سامنا کرنا پڑا اور ارسلان ارغو ہزیمت اٹھا کر بلخ کی طرف بھاگا اور بلخ میں عارضی
طور پر اس نے قیام کر لیا' بلکہ اس کے فاتح بھائی بوربرس نے ہرات میں قیام کر لیا۔ وہاں قیام
کے دوران وہ اپنی طاقت اور قوت میں اضافہ کرنے لگا تھا۔

سلطان برکیاروق کو اب بڑی بے چینی سے اس امر کا انتظار تھا کہ دیکھیں ارسلان ارغو
اور بوربرس کے درمیان جنگوں کا یہ سلسلہ کیا رنگ لاتا ہے۔ دونوں ہی اس کے چچا تھے۔ لہٰذا
دونوں ہی جنگ کا وسیع تجربہ رکھتے تھے۔ جرأت مندی اور دلیری میں کسی سے کم نہ تھے۔

سلطان ان دنوں اصفہان شہر میں قیام کر کے اپنے دونوں چچاؤں کے ٹکرانے کے نتائج
کا منتظر تھا کہ ایک روز اس نے ایاز بن سیف الدین کو طلب کیا۔

ایاز جب سلطان برکیاروق کے کمرے میں داخل ہوا' تب اس نے دیکھا سلطان اس
وقت اکیلا بیٹھا ہوا تھا۔ سلطان نے ہاتھ کے اشارے سے جب اسے اپنے قریب بیٹھنے کے
لئے کہا' تب وہ وہاں بیٹھ گیا پھر گفتگو کا آغاز سلطان برکیاروق نے کیا تھا اور ایاز کو مخاطب کر
کے کہنے لگا۔

"ایاز میرے بھائی حالات ہمارے لئے بڑے ابتر بلکہ یوں جانو خوفناک صورت
اختیار کرتے چلے جا رہے ہیں۔ گو میرے چچا بوربرس نے دوسرے چچا ارسلان ارغو کو شکست تو
دے دی ہے لیکن بوربرس ہرات میں قیام کئے ہوئے ہے جبکہ ارسلان ارغو بلخ پہنچ چکا ہے اور
جو خبریں مجھ تک پہنچی ہیں' ان کے مطابق بلخ میں اس نے ایک بہت بڑا لشکر تیار کر لیا ہے۔ اتنا

بڑا لشکر جس کا مقابلہ میرا دوسرا چچا بوربرس نہیں کر پائے گا۔"

"ایاز میں تجھے اپنے لشکر کے بڑے حصے سے جدا نہیں کرنا چاہتا' لیکن حالات ایسے ہیں کہ میں چاہتا ہوں' بگڑتے ہوئے حالات پر تم خود قابو پاؤ۔ اگر بوربرس پر ارسلان ارغو نے قابو پا لیا تو یاد رکھنا اس کے حوصلے ایسے بلند ہوں گے کہ وہ کہیں رکے گا نہیں۔ ایک شہر سے دوسرے شہر کی طرف پیشقدمی کرتا چلا جائے گا اور وہ آوارہ صفت لشکری اور لوٹ مار کے شوقین جنگجو اس کے لشکر میں گروہ در گروہ شامل ہو کر نہ صرف اس کی عسکری طاقت اور قوت میں اضافے کا باعث بنیں گے' بلکہ وہ مختلف شہروں میں لوٹ مار کر کے لوگوں کو نقصان پہنچائیں گے اور اس طرح لوگ ہمارے خلاف ہو جائیں گے۔ ہمیں نفرت کی نگاہ سے دیکھیں گے۔ اس بناء پر میں چاہتا ہوں کہ تم خود ایک لشکر لے کر کوچ کرو اور میرے چچا بوربرس کے ساتھ مل کر ارسلان ارغو پر ضرب لگاؤ اور ہر حال میں اس کو اپنے سامنے زیر کرنے کی کوشش کرو۔"

"اس کے ساتھ ہی ایک اور کام بھی کرنا میرا دل کہتا ہے کہ ارسلان ارغو پر تم قابو پاؤ گے اور جب تم ایسا کر سکو تو پھر رے کا رخ کرنا۔ میری ماں کے علاوہ اپنے دادا اور دادی کی خیریت دریافت کرنا اور پھر تم نے اپنی حویلی میں جو تین مہمان رکھے ہوئے ہیں۔ انہیں بھی اس طرح نہیں چھوڑنا چاہیے بلکہ کبھی کبھی اس سے ملاقات ہونی چاہیے اور ان کی خیریت بھی دریافت کرنی چاہیے۔ چنانچہ رے شہر میں چند دن گزار کر میرے پاس واپس چلے آنا۔"

سلطان برکیاروق جب خاموش ہوا' تب خوشی کا اظہار کرتے ہوئے ایاز کہنے لگا۔

"سلطان محترم اگر ارسلان ارغو پر قابو پانا ہی مقصد ہے تو اس کے لئے میں آج رات ہی یہاں سے کوچ کر جاؤں گا۔ پھر دیکھتا ہوں ارسلان ارغو کب تک اور کہاں تک ہماری مخالفت کرتا ہے اور کتنے دن تک ہمارے سامنے اپنی طاقت اور قوت کا مظاہرہ کرتا ہے۔"

ایاز کا یہ جواب سن کر سلطان برکیاروق خوش ہو گیا تھا۔ لہٰذا وہ اسی روز عشاء کی نماز کے بعد ایک لشکر لے کر ارسلان ارغو سے نمٹنے کے لئے نکلا تھا اور اس کی روانگی سے پہلے سلطان نے اس کے آگے آگے اپنے نامور مخبر بھی روانہ کر دیئے تھے۔

دوسری طرف سلطان برکیاروق کے چچا بوربرس کو جب یہ اطلاع ہوئی کہ بلخ میں اس کے بھائی ارسلان ارغو نے ایک بہت بڑا لشکر تیار کر لیا ہے اور اس لشکر میں مزید اضافہ کرتا جا

رہا ہے' تب مؤرخین لکھتے ہیں کہ ہجری چار سو اٹھاسی میں ارسلان ارغو کے اس طوفان بدتمیزی کی روک تھام کے لئے بوربرس ہرات سے روانہ ہوا۔ بوربرس کے لشکر میں دو بڑے اہم سالار تھے۔ ایک امیر مسعود بن تاجر جو بوربرس کے باپ داؤد کا کبھی سپہ سالار رہا کرتا تھا اور دوسرا سالار امیر ملک شاہ نام کا تھا۔

بلخ میں ارسلان ارغو کو جب خبر ہوئی کہ اس کے بھائی بوربرس نے ہرات سے کوچ کیا ہے اور اس کے لشکر میں امر مسعود بن تاجر اور امیر ملک شاہ جیسے نامور سالار شامل ہیں' تب ارسلان ارغو نے ایک سازش تیار کی' اس نے اپنے ہرکارے روانہ کئے اور امیر ملک شاہ کے نام پیغام لکھ کر اسے اپنے ساتھ ملا لیا' جبکہ بوربرس کے لشکر میں کچھ سازشی پھیلا کر بوربرس کے دوسرے سالار امیر مسعود بن تاجر کو رات کے وقت اس کے خیموں میں قتل کروا دیا۔

مؤرخین کے مطابق جب امیر مسعود بن تاجر کو اس کے خیمے میں قتل کر دیا گیا تو ان واقعات سے سلطان برکیاروق کے چچا بوربرس کی ہمت ٹوٹ گئی۔ اس کے لشکر میں پھوٹ پڑ گئی۔ مسعود بن تاجر کے اس کے خیمے میں قتل کئے جانے اور امیر ملک شاہ کے ارسلان ارغو کے ساتھ مل جانے سے بوربرس کے لشکر میں ایک طرح کی پھوٹ پڑ گئی تو بکثرت مخالف پیدا ہو گئے' لیکن بوربرس نے پیش قدمی جاری رکھی۔ دوسری طرف ارسلان ارغو بھی ایک جرار لشکر کے ساتھ بلخ سے نکل کر بوربرس کی طرف بڑھا تھا۔ دونوں میں خوفناک ٹکراؤ ہوا اور مؤرخین کا کہنا ہے کہ اس مقابلے کے دوران سلطان برکیاروق کے چچا بوربرس کو شکست کا سامنا کرنا پڑا' اسے گرفتار کر لیا گیا اور اسے اس کے بھائی ارسلان ارغو نے ترمذ شہر کے زندان میں بھیج دیا اور پھر تھوڑے عرصے بعد اسے قید کی حالت میں قتل کر ڈالا۔

ارسلان ارغو کا اب دماغ ایسا خراب ہوا کہ وہ اپنے لئے اپنے سامنے کسی کو کچھ سمجھتا ہی نہیں تھا۔ سلطان برکیاروق کو امید تھی کہ اس کا چچا بوربرس ارسلان ارغو پر قابو پا لے گا' لیکن اسے شکست ہوئی اور اپنی زندگی سے ہاتھ دھو بیٹھا۔ ارسلان ارغو کے ذہن میں یہ بات بھی بیٹھ گئی تھی کہ اب کوئی طاقت اس کا مقابلہ نہیں کر سکے گی۔ لہٰذا وہ بلا تامل اب خراسان کا حاکم ہے' چنانچہ ان ہی کے خیالات کے تحت مؤرخین لکھتے ہیں کہ اس نے امراء اور رؤسا' جن کا تعلق خراسان سے تھا' ان کے قتل و خوں ریزی پر کمر باندھ لی۔

خراسان کے شہروں کی شہر پناہ کو مسمار کر دیا۔ سبزوار' نہاوند اور نیشاپور کے قلعوں کو تباہ کر

کے زمین دوز کر دیا۔ ایسا سنگ دل تھا کہ اپنے وزیر عماد الملک پر کچھ شک ہوا۔ عماد الملک نظام الملک کا بیٹا تھا۔ اس پر تین لاکھ دینار بطور جرمانہ عائد کیا۔ اس پر بھی جب اس کے دل کو تسکین نہ ہوئی تو اس کو بھی قتل کر ڈالا۔

مؤرخین لکھتے ہیں کہ قصہ مختصر' جس سے اسے ذرا بھی مخالفت کا خطرہ پیدا ہو سکتا تھا اس کا سر کچلتا گیا۔ خراسان میں ظالمانہ حکومت کرنے لگا۔ نہایت بے رحم اور بے حد غصے والا تھا۔ اپنے غلاموں سے بھی درگزر نہ کرتا تھا۔ ذرا ذرا سی بات پر بھی سخت سے سخت سزائیں دیتا تھا۔

یہی ارسلان ارغو جب اپنی طاقت کے نشے اور اپنی قوت کے عروج پر تھا' دامغان کے علاقوں سے کچھ میل دور ایاز بن سیف الدین نے ارسلان ارغو کو جا لیا۔ ارسلان ارغو کو بھی خبر ہو چکی تھی کہ سلطان برکیاروق نے اس پر حملہ آور ہونے کے لئے اپنے بہترین اور نامور سالار ایاز بن سیف الدین کو روانہ کیا ہے۔ چنانچہ اس نے بھی ایک جگہ پڑاؤ کر لیا' مقید ہو گیا اور ارسلان ارغو کا مقابلہ کرنے کے لئے اپنی تیاریوں کو اس نے آخری شکل دے دی تھی۔

آخر کار دونوں لشکر ایک دوسرے کے سامنے ہوئے اور ارسلان ارغو ایاز بن سیف الدین کے لشکر پر شام کے لباس میں پھیلتی دکھ بھری چادر' ظلمتوں کی لحد میں اتارتی موت کی تاریکیوں' حیات کے اوطاقوں میں آگ لگاتی تعصب کی کھولن اور خاموشیوں کی ہولناکیوں میں بستی بستی اجاڑتی آتشیں آندھیوں کی طرح حملہ آور ہو گیا تھا۔

ایاز بن سیف الدین نے بھی دم نہ لیا' جوابی کارروائی کرتے ہوئے وہ بھی ارسلان ارغو کے لشکر پر لہو میں زنگ اتارتی بے جہت اذیتوں' احساسات' پتھر جذبے' اپاہج کرتے موت کے قہقہوں' نفس نفس میں خزاں نصیب ساعتیں' گردابوں کی یورش' نظر نظر میں خون کے بجھے جھرنوں کا سماں برپا کرتے دیومالائی طلسم کی طرح حملہ آور ہوا تھا۔

اس طرح دامغان سے چند میل دور رزم گاہ کے اندر تقدیر کے غزاب کدورت کے طوفانوں کا زور کرب کی تشنگی گردش دوراں کے خونی تیور' قضا کی اندھیاں' جذبوں کی دلخراش آوازیں' شکوک اور شبہات کے اوہام رقص کرنے لگے تھے۔ میدان جنگ میں نبض حیات کی گرمی بڑی تیزی سے ختم ہوتی چلی گئی تھی۔

اس جنگ میں ایاز بن سیف کے ہاتھوں ارسلان ارغو کو بدترین شکست کا سامنا کرنا پڑا۔ وہ بھاگ کر پیچھے ہٹا۔ ایاز بن سیف الدین نے اس کا تعاقب نہیں کیا' اس لئے کہ

ارسلان ارغو کے پاس ابھی ایاز بن سیف الدین کی نسبت دوگنا لشکر تھا۔ پیچھے ہٹ کر ایک جگہ ارسلان ارغو نے پڑاؤ کر لیا۔ شاید وہ اپنی شکست کا بدلہ لینے کے لئے ایک بار پھر ایاز بن سیف الدین سے ٹکرانے کا عزم کر چکا تھا۔

بد قسمتی سے جب شکست اٹھا کر وہ پیچھے ہٹا تو ایک جگہ اس نے پڑاؤ کر لیا' چونکہ ارسلان ارغو غصے کا بڑا برا تھا۔ اپنے غلاموں کو بھی بد سے بدترین سزائیں دیتا تھا۔ مؤرخین لکھتے ہیں کہ اتفاق سے اس کا خیمے میں اپنے غلاموں میں سے کسی سے معمولی بات پر جھگڑا ہو گیا' ناراضگی ہوگئی۔ اس غلام کو ارسلان ارغو نے سخت سست کہا' اسے مارا بھی اور برے الفاظ میں اس کی مذمت کی۔ اس پر اس غلام کو کینہ پیدا ہو گیا۔ چنانچہ اس نے کمر سے خنجر نکال کر اس کے پیٹ میں گھونپ دیا جس سے وہ مر گیا۔ اس طرح محرم کے مہینے میں ہجری چار سو نوے میں ارسلان ارغو کا خاتمہ ہوا۔

مؤرخین کہتے ہیں کہ ارسلان ارغو کے قتل کے بعد اس کے ساتھیوں اور ہمراہیوں نے اس کے چھوٹے لڑکے کو اپنا امیر بنایا۔ سلطان برکیاروق ارسلان ارغو کی اس مہم کو اتنی اہمیت دیتا تھا کہ ایاز بن سیف الدین کے پیچھے ایک اور لشکر دے کر اپنے دوسرے سالار قماج اور چند سالاروں کو روانہ کیا اور جس وقت قماج کی سرکردگی میں وہ لشکر دامغان شہر کے پاس پہنچا' تب انہیں ارسلان ارغو کے قتل کی خبر پہنچی اور انہوں نے وہیں قیام کر لیا تھا۔

سلطان برکیاروق ارسلان ارغو کے خاتمہ کے لئے انتہا کا بے چین تھا کہ پہلے اس نے ایاز بن سیف الدین کو روانہ کیا اور اس کے پیچھے قماج کو بھیجا اور پھر پیچھے ہی پیچھے خود بھی وہ ایک لشکر لے کر نکلا اور دامغان پہنچ گیا۔ دامغان پہنچ کر جب اسے خبر ہوئی کہ ایاز بن سیف الدین کے ہاتھوں ارسلان ارغو کو شکست ہوئی ہے اور ارسلان ارغو کو ایک غلام نے موت کے گھاٹ اتار دیا ہے' تب سلطان کو کسی قدر سکون ہوا۔ دامغان کے نواح میں ہی قماج سلطان سے آن ملا تھا۔ اتنی دیر تک ایاز بن سیف الدین کو بھی سلطان کے آنے کی خبر ہو گئی تھی۔ چنانچہ وہ بھی سلطان سے آ ملا۔ اس طرح اپنے متحد لشکر کے ساتھ سلطان نے خراسان کے مختلف شہروں کا رخ کیا' جن پر ارسلان ارغو قابض ہو چکا تھا۔ سب سے پہلے سلطان برکیاروق نے نیشاپور کی طرف کوچ کیا اور جمادی الاول کے مہینے ہجری چار سو نوے میں بغیر کسی قتل و غارت گری کے سلطان برکیاروق نے نیشاپور اور تمام بلاد خراسان پر قبضہ کر لیا۔ اس

طرح وہ سارے شہر جن میں نیشاپور' سبزوار' نہاوند وغیرہ تھے۔ ان سب پر سلطان برکیاروق
نے قبضہ کر کے اپنی حالت کو مضبوط اور مستحکم کرنا شروع کر دیا تھا۔

سارے خراسان کو فتح کرنے کے بعد سلطان برکیاروق نے ایک بہت بڑا قدم اٹھایا
دراصل سلطان ملک شاہ سلجوقی کے چار بیٹے تھے' سلطان برکیاروق محمود سنجر اور محمد محمود کی والدہ
ترکمان خاتون تھی۔ محمود اور اس کی والدہ ترکمان دونوں فوت ہو چکے تھے۔ سلطان برکیاروق کی
والدہ کا نام زبیدہ تھا' وہ زندہ تھی اور رے شہر میں قیام کئے ہوئے تھی۔ سلطان ملک شاہ کی
کی تیسری بیوی سے سنجر اور محمد تھے اور یہ دونوں سگے بھائی تھے۔ ماں بھی ابھی تک زندہ تھی۔ اس
موقع پر سلطان نے بڑی فراخ دلی سے کام لیا۔ جب ارسلان ارغو پر قابو پایا گیا اور خراسان
کے سارے علاقوں پر سلطان برکیاروق کا قبضہ ہو گیا۔ تب سلطان برکیاروق نے اپنے بھائی
سنجر کو خراسان کا حاکم مقرر کر دیا۔ جہاں تک سلطان برکیاروق کے تیسرے بھائی محمد کا تعلق
ہے تو اسے بھی سلطان نے فراموش نہیں کیا اسے سلطان برکیاروق نے گنجہ شہر اور اس کے
گردونواح میں جتنے چھوٹے بڑے شہر اور قصبے تھے' ان کا حاکم مقرر کر دیا۔ وہ چونکہ ابھی
ناتجربہ کار تھا اس لئے اپنے ایک امیر اور سالار قلیج تکین کو بطور وزیر اور مشیر اپنے چھوٹے بھائی
محمد کے ساتھ روانہ کر دیا۔ اس طرح سلطان برکیاروق نے اپنے بھائیوں کے ساتھ کوئی
ناانصافی نہیں کی تھی۔ سارے امور کو نمٹانے کے بعد سلطان کے کہنے پر ایاز بن سیف الدین
نے رے شہر کا رخ کیا تھا۔

............*

ایاز بن سیف الدین ایک روز عصر کے بعد اپنی حویلی کے دروازے پر دستک دے رہا
تھا۔ تھوڑی دیر بعد دروازہ کھلا' دروازہ کھولنے والا ایاز بن سیف الدین کا دادا نظام الدین تھا۔
حویلی کے دروازے پر ایاز کو اپنے گھوڑے کی باگ پکڑے دیکھ کر نظام الدین خوشی سے کھل
اٹھا تھا۔ پورا دروازہ اس نے کھول دیا۔ ایاز اندر داخل ہوا گھوڑے کی باگ اس نے چھوڑ دی
اور پہلے اپنے دادا سے گلے ملا پھر دروازہ بند کر کے اسے اندر سے زنجیر لگائی' جوں ہی اس نے
دروازہ بند کیا اور زنجیر لگائی' حویلی کے سکونتی حصے سے ایک ساتھ توزین اور رفادہ دونوں بھاگتی
ہوئی باہر آئی تھیں اور ان کے پیچھے پیچھے توزین کی ماں اور رفادہ کی خالہ بروزہ بھی تھی۔ تینوں
نے پہلے ایاز کو خوش آمدید کہا پھر توزین نے ہاتھ آگے بڑھا کر ایاز سے اس کے گھوڑے کی
باگ لینا چاہی۔ اس پر سوالیہ سے انداز میں ایاز نے جب توزین کی طرف دیکھا' تب توزین
مسکراتے ہوئی بولی' آپ سب سے ملیں' دادی بھی باہر آ گئی ہیں۔ اتنی دیر تک میں آپ کے
گھوڑے کو اصطبل میں لے جا کر باندھتی ہوں۔ اس کے دانے' چارے' پانی کا اہتمام کرتی
ہوں۔

اتنی دیر تک رفادہ بھی آ گئی' وہ بھی آگے بڑھی اور گھوڑے کی باگ پکڑ لی۔
گھوڑے کو میں اصطبل لے کے جاؤں گی۔

ایاز مسکراتے ہوئے باری باری توزین اور رفادہ کی طرف دیکھنے لگا پھر کہنے لگا۔

"تم دونوں حویلی کے اندر جاؤ' گھوڑے کو میں خود باندھ کر آتا ہوں۔ اس لئے کہ......"

یہاں تک کہتے کہتے ایاز رک گیا۔ اس لئے کہ اس کی دادی ایسارب بھی باہر نکل آئی
تھی۔ گلے لگا کر اس نے ایاز کو پیار کیا پھر شکوؤں بھری آواز میں کہنے لگی۔

"میرے بچے بہت دیر لگا کر آتے ہو' جلدی جلدی چکر لگایا کرو۔ ہمیں تمہارا بڑا انتظار

کرنا پڑتا ہے۔"

اس موقع پر توزین نے اپنی بات پر زور دیتے ہوئے ایاز کو مخاطب کیا۔

"آپ گھوڑے کی باگ تو چھوڑیں نا' دادی سے ملیں۔"

توزین کے ان الفاظ کا جواب ایاز دینا ہی چاہتا تھا کہ بروزہ بولی اور کہنے لگی۔

"بیٹے یہ تمہارے گھوڑے کی باگ نہیں چھوڑیں گی۔ گھوڑا انہیں دے دو' یہ خود باندھ کر آئیں گی۔ ویسے بھی یہ بہترین انداز میں گھوڑوں کی دیکھ بھال کرتی ہیں۔ بابا جب حویلی کو اندر سے زنجیر لگا دیتے ہیں پھر یہ باہر نکلتی ہیں' اس وقت جو گھوڑے اصطبل میں ہیں' ان کی دیکھ بھال یہی کرتی ہیں اور دادا کے کہنے پر جب لوگ دانہ اور چارہ اصطبل میں رکھ کر جاتے ہیں' ان کی آمد پر یہ حویلی کے اندر چلی جاتی ہیں۔ بیٹے گھوڑے کی باگ انہیں دے دو' یہ چھوڑیں گی نہیں۔"

ایاز نے گھوڑے کی باگ چھوڑ دی۔ توزین اور رفادہ دونوں مسکراتی ہوئیں باگ پکڑے گھوڑے کو اصطبل کی طرف لے گئی تھیں۔

گھوڑے کی زین سے توزین نے پہلے بستر کھولا۔ اتنی دیر تک گھوڑے کی زین کے ساتھ جو خرجین بندھی ہوئی تھی' وہ رفادہ نے اتار لی۔ زین اور دہانہ اتار کر دونوں نے پہلے گھوڑے کو پانی پلایا پھر اسے کھونٹے کے ساتھ باندھ کر چارہ ڈال دیا تھا پھر دونوں حویلی کے اندرونی حصے کی طرف گئیں۔ اتنی دیر تک نظام الدین' ایسارب' ایاز اور بروزہ چاروں حویلی کے دیوان خانے میں جا کے بیٹھ گئے تھے۔ وہ دونوں بھی دیوان خانے میں داخل ہوئیں' توزین نے جو بستر گھوڑے کی زین سے کھولا تھا' وہ ساتھ والے کمرے میں رکھ آئی تھی' جبکہ رفادہ نے جو گھوڑے کی زین سے خرجین اتاری تھی' وہ لا کر جب اس نے ایاز بن سیف الدین کی گود میں رکھی تو رفادہ کی طرف دیکھتے ہوئے ایاز کہنے لگا۔

"رفادہ یہ دادا کو دو۔"

رفادہ نے وہ خرجین نظام الدین کی گود میں رکھنا چاہی' تب توزین اسے مخاطب کر کے کہنے لگی۔

"رفادہ خرجین میں ان کے کپڑے بھی ہیں' پہلے وہ نکال لو۔"

اس پر ایاز چونکا اور کہنے لگا۔

"کپڑے بھلے بڑی خرجین میں رہنے دو لیکن بڑی خرجین کے اندر ایک چھوٹی خرجین ہے' نکال کر دادا کو دے دو۔"

رفادہ نے وہ خرجین نظام الدین کو دے دی پھر رفادہ کہنے لگی۔

"میں یہ کپڑے طہارت خانے میں رکھتی ہوں' تھوڑی دیر بعد انہیں دھو لیں گے۔"

رفادہ کے ان الفاظ کے جواب میں غور سے اس کی طرف دیکھتے ہوئے ایاز کہنے لگا۔

"تم دونوں بہنیں کیوں زحمت کرو گی' دیکھو ہم کئی سال سے گھر کے تین افراد ہیں' میں' دادا اور دادی' دادی کبھی گھر کا سارا کام کر لیتی تھیں' لیکن اب چونکہ بوڑھی ہو چکی ہیں اور گزشتہ کئی ماہ سے ان سے کام نہیں ہوتا۔ لہٰذا میں خود اپنے' دادا اور دادی کے کپڑے دھو لیا کرتا تھا۔ اب میں ایسی چیزوں اور ایسے کام کرنے کا عادی ہو چکا ہوں اور مجھے سکون بھی اس وقت ملتا ہے جب میں اپنے کپڑے خود دھوتا ہوں۔"

اس پر توزین نے تیز نگاہوں سے اس کی طرف دیکھا پھر کہنے لگی۔

"اس وقت اور بات تھی۔ اس لئے کہ اس وقت اس گھر میں تین افراد تھے۔ جن میں سے دو یعنی دادا اور دادی سے کام نہیں لیا جا سکتا تھا۔ اس بنا پر کام کرنا آپ کی مجبوری تھی لیکن اب اس گھر میں چھ افراد ہیں اور اتنے افراد کے ہوتے ہوئے اگر یہ کام اب آپ کریں تو میں سمجھتی ہوں مجھ توزین اور رفادہ دونوں بہنوں پر لعنت ہے۔"

توزین کے یہ الفاظ سن کر سب کھل کھلا کر ہنس دیئے تھے' پھر دادا کی طرف دیکھتے ہوئے ایاز کہنے لگا۔

"دادا میں کافی دیر سے آیا ہوں' دوپہر کے وقت میں شہر میں داخل ہوا تھا۔"

اس پر توزین جھٹ سے بولی اور کہنے لگی۔

"اگر آپ دوپہر کے شہر میں داخل ہوئے ہیں تو پھر آپ کہاں رہے' حویلی میں تو عصر کے بعد آئے ہیں۔"

اس پر ایاز بولا اور کہنے لگا۔

"میں ساتھ والی حویلی میں سلطان برکیاروق کی والدہ زبیدہ خاتون کی طرف گیا ہوا تھا۔ ان کے پاس کافی دیر تک بیٹھا رہا۔ وہ مجھے ماں ہی کا پیار دیتی ہیں۔ ان کے لئے سلطان نے کچھ سامان بھیجا تھا اور کچھ پیغامات بھی تھے جو میں نے انہیں پہنچائے اور ان کے پاس بیٹھ

کر میں ادھر چلا آیا۔"

توزین کو کوئی بات یاد آئی' ایک دم اپنی جگہ سے اٹھی اور کہنے لگی۔

" میں اور رفادہ دونوں پاگل ہیں' یہاں آپ کے پاس دیوان خانے میں آ کے بیٹھ گئی ہیں اور آپ کو پانی تک نہیں پوچھا۔"

اس موقع پر رفادہ اٹھی اور کہنے لگی۔

" توزین تم بیٹھو میں ان کے لئے مشروب بنا کر لاتی ہوں۔"

جواب میں ایاز رفادہ کی طرف دیکھتے ہوئے کہنے لگا۔

" تم بھی بیٹھی رہو' زحمت کرنے کی کوئی ضرورت نہیں ہے۔ اس لئے کہ میں زبیدہ خاتون کے ہاں سے مشروب پی کر آیا ہوں۔ فکر مند ہونے کی کوئی ضرورت نہیں ہے۔" ایاز کے یہ الفاظ سن کر رفادہ بھی بیٹھ گئی تھی۔

ایسارب کچھ دیر تک بڑے پیار سے ایاز کی طرف دیکھتی رہی پھر کہنے لگیں۔

" میں اور بروزہ دو تین بار بازار گئی تھیں۔ توزین اور رفادہ بروزہ کے علاوہ اپنے اور تمہارے دادا کے لئے کافی کپڑے خریدے ہیں۔ بروزہ نے ہم تینوں کو اپنا مقروض کر دیا ہے۔ جتنی بار بازار سامان خریدنے کے لئے گئے' ساری ادائیگی بروزہ اپنے پاس سے کرتی رہی۔ میں نے اسے بڑا کہا اور سمجھایا لیکن یہ نہیں مانتی۔ جب بھی میں اس سے کہتی تھی کہ تمہارا خرچ کرنا نہیں بنتا' تب یہ کہتی تھی' اس کا مطلب یہ ہے کہ آپ مجھے' توزین اور رفادہ تینوں کو اس گھر میں مہمان سمجھتی ہیں اور گھر کے افراد خیال نہیں کرتیں۔"

بس اس کے یہ الفاظ سن کر میں چپ ہو جاتی تھی۔ دادی پریشان ہونے کی ضرورت نہیں ہے اس لئے کہ......

ایاز کو رک جانا پڑا کیونکہ نظام الدین بول اٹھا اور کہنے لگا۔

" ایاز میرے بیٹے گھر کے سارے اخراجات کی ذمہ داری اب بروزہ پر پڑتی ہے۔ لہٰذا گھر کا مرکزی کردار بھی یہی ہو گی۔" پھر نظام الدین نے توزین کی طرف دیکھا اور کہنے لگا"

توزین میری بچی تو میرے پاس آ۔"

توزین اپنی جگہ سے اٹھی اور نظام الدین کے سامنے جا کھڑی ہوئی' نظام الدین نے" خرجین جو تھوڑی دیر پہلے رفادہ نے اسے دی تھی' توزین کو دی اور کہنے لگا۔

" میری بچی نقدی کی یہ خرجین جا کے اپنی ماں کی گود میں رکھو' آج سے گھر کے جس قدر اخراجات ہیں یا بازار جا کر جو خریداری ہوتی ہے' اس کی ادائیگی بروزہ کرے گی اور اس نقدی ہی سے کرے گی۔" اس موقع پر توزین نے کچھ کہنا چاہا تھا پر...... نظام الدین نے اپنے ہونٹوں پر انگلی رکھی اور کہنے لگا۔

" پوتیاں دادا کے سامنے اس معاملہ میں نہیں بولتیں۔"

توزین خاموش ہو گئی' پلٹی اور وہ خرجین اپنی ماں بروزہ کی گود میں رکھ دی تھی۔ اس موقع پر بروزہ نے نظام الدین کی طرف دیکھا پھر کہنا شروع کیا۔

" بابا بات یہ ہے کہ......"

نظام الدین نے اسے بھی بولنے نہ دیا' کہنے لگا۔

" بات کچھ بھی نہیں ہے' میری بیٹی اگر تم نے یہ خرجین قبول نہ کی اور آئندہ ہر کام کے لئے اس نقدی میں سے خرچ نہ کیا تو میں اور ایسارب دونوں یہ سمجھیں گے کہ تم تینوں اپنے آپ کو اس گھر کے افراد نہیں' مہمان خیال کرتی ہو۔"

نظام الدین کے ان الفاظ پر بروزہ چونک پڑی تھی اور چرمی خرجین لے کر اس نے اپنے پاس رکھ لی تھی۔

اس موقع پر توزین اپنا منہ اپنی ماں بروزہ کے کان کے قریب لے گئی اور کہنے لگی۔

" اماں آج ایاز آئے ہیں' ان کی آمد پر گھر میں دعوت کا سماں ہونا چاہیے۔"

توزین کو اس موقع پر ایاز' نظام الدین اور ایسارب غور سے دیکھ رہے تھے۔ یہاں تک کہ ایسارب نے بروزہ کو مخاطب کیا۔

" کیا کہتی ہے توزین؟"

بروزہ مسکرا دی اور کہنے لگی۔

" کہتی ہے' آج ایاز کافی ہفتوں کے بعد آئے ہیں' لہٰذا گھر میں دعوت کا سماں ہونا چاہیے۔"

بروزہ جب خاموش ہوئی' تب اپنی جگہ پر اچھلنے کے انداز میں رفادہ بول اٹھی۔

" بالکل دعوت کا سماں ہونا چاہیے' موقع ہی ایسا ہے۔"

نظام الدین اور ایسارب نے بھی اس سے اتفاق کیا تھا۔ اس پر ایاز بولا اور توزین اور

رفادہ کو مخاطب کر کے کہنے لگا۔

"اگر واقعی تم دونوں بہنیں ایسا کرنا چاہتی ہو تو پھر جو سامان تم چاہتی ہو' وہ مجھے لکھ کر دے دو' میں بازار جاتا ہوں' وہ سامان لے آتا ہوں۔"

اس پر توزین سنجیدہ ہو گئی اور ایاز کی طرف دیکھتے ہوئے کہنے لگی۔

"آپ انتہائی لمبا سفر طے کر کے آئے ہیں' تھکے ہوں گے اور اس موقع پر اگر ہم آپ کو بازار بھیج دیں تو یہ زیادتی ہو گی' چلو دعوت کل کر لیں گے۔"

ایاز اپنی جگہ سے اٹھ کھڑا ہوا' کہنے لگا۔

"نہیں دعوت کا اہتمام آج ہی ہو گا' تم دونوں بہنیں اٹھو اور جو چیزیں منگوانی ہیں مجھے لکھ دو۔"

اس موقع پر توزین پھر بولی اور ایاز کی طرف دیکھتے ہوئے کہنے لگی۔

"ایسا ہم ایک شرط پر کریں گے۔"

ایاز نے اثبات میں گردن ہلائی۔

"کہو کیا شرط ہے' اگر ماننے والی ہوئی تو میں ضرور مانوں گا۔"

توزین کہنے لگی۔ "میں اور رفادہ دونوں بہنوں نے وہ کپڑے سی کر رکھے ہوئے ہیں جو دادی ہمارے اماں' دادا اور آپ کے لئے لائی تھیں۔ میری شرط ہے کہ پہلے آپ طہارت خانے میں جا کر نہائیں' اتنی دیر تک رفادہ آپ کے لئے ایک اچھا سا لباس نکالتی ہے' وہ پہنیں اس کے بعد بازار جائیں۔"

ایاز مان گیا' طہارت خانے کی طرف چلا گیا' جب وہ نکلا تو رفادہ نے اسے نیا لباس تھما دیا' کپڑے تبدیل کرنے کے بعد جب وہ دیوان خانے کی طرف آیا تو توزین نے اسے ایک کاغذ تھما دیا اور کہنے لگی۔

"اس میں ساری چیزیں لکھی ہیں جو منگوانی ہیں۔ کاش میں اور رفادہ آزادی کے ساتھ شہر جا سکتیں تو ہم دونوں اس موقع پر آپ کے ساتھ جاتیں اور آپ کے ساتھ سامان اٹھا کر لاتیں۔"

اس موقع پر ایاز نے باری باری تیز نگاہوں سے دونوں کی طرف دیکھا پھر کہنے لگا۔

"تم کبھی اس موضوع پر سوچنا بھی مت' حویلی سے تم دونوں نے نکلنا ہی نہیں ہے۔ اگر

اگر کوئی بہت زیادہ ضرورت ہو' ناگہانی صورت پیش آ جائے تو پھر اپنا جسم' اپنا چہرہ ڈھانپ کے نکلنا ہے۔ خصوصیت کے ساتھ تم دونوں بہنوں کی آنکھیں نظر نہیں آنی چاہئیں' نہ چہرہ دکھائی دینا چاہیے۔ توزین اور رفادہ مسکراتے ہوئے مان گئیں' پھر ایاز حویلی سے نکلا' بروزہ اس کے ساتھ گئی تھی اور ایاز کے جانے کے بعد بروزہ نے دروازے کو اندر سے زنجیر لگا دی تھی۔

ایاز بن سیف الدین جلد ہی سارا سامان لے آیا اور توزین اور رفادہ اور بروزہ نے مل کر شاندار دعوت کا اہتمام کیا۔ اس طرح ایاز بن سیف الدین نے اپنی حویلی میں اپنے دادا' دادی' توزین' رفادہ اور بروزہ کے ساتھ چند دن ہی قیام کیا ہو گا کہ ایک روز سب دیوان خانے میں بیٹھے گھریلو موضوع پر گفتگو کر رہے تھے کہ حویلی کے صدر دروازے پر دستک ہوئی تھی۔

دستک سن کر ایاز اپنی جگہ سے اٹھ کھڑا ہوا۔ دیوان خانے سے نکلا اور باہر نکل گیا تھا۔

جب ایاز بن سیف الدین کو واپس آنے میں دیر ہوئی' تب بروزہ فکرمندی سے اٹھی' جب وہ دیوان خانے سے نکل کر باہر راہداری میں آئی تو اس نے دیکھا ایاز بن سیف الدین دروازے کا پٹ آدھا کھولے کسی سے گفتگو کر رہا تھا۔ لہٰذا بروزہ واپس دیوان خانے میں آئی اور ایاز کے دادا نظام الدین اور دادی ایسارب کو مخاطب کر کے کہنے لگی۔

"ایاز دروازے پر کھڑا کسی سے گفتگو کر رہا ہے۔ شاید اس کا کوئی جاننے والا ہو گا۔"

اس پر نظام الدین اور ایسارب دونوں مطمئن ہو گئے تھے۔ تھوڑی دیر کے بعد ایاز بن سیف الدین دیوان خانے میں داخل ہوا' اس کے داخل ہوتے ہی بڑی فکرمندی میں اس کے دادا نظام الدین نے اسے مخاطب کیا۔

"بیٹے دستک دینے والا کون تھا جس کے ساتھ تم دروازے پر کھڑے ہو کر باتیں کرنے لگ گئے تھے۔"

اس پر ایاز بن سیف الدین کہنے لگا۔

"دادا سلطان برکیاروق کی طرف سے دو ہرکارے آئے ہیں۔ خراسان میں بغاوت ہو گئی ہے اور سلطان نے مجھے فی الفور طلب کر لیا ہے۔ سلطان خود بھی اپنے لشکر کے ساتھ خراسان کی طرف کوچ کر چکا ہے۔ لہٰذا تھوڑی دیر تک میں یہاں سے کوچ کر جاؤں گا۔"

ایاز بن سیف الدین کے لئے نظام الدین اور ایسارب دونوں فکرمند ہو گئے تھے۔ یہاں تک کہ ایاز کی دادی ایسارب بولی اور فکرگیری آواز میں کہنے لگی۔

"بیٹے خراسان کے کن علاقوں میں بغاوت ہوئی ہے' بغاوت کرنے والا کون ہے؟ اب یہاں سے کدھر کا رخ کرو گے؟"

اس پر ایاز بولا اور کہنے لگا۔

"دادی سلطان برکیاروق پہلے ہی خراسان میں داخل ہو چکا ہے۔ سنجر بھی وہیں ہے اس لئے کہ ابھی چند ہفتے پہلے ہی خراسان کے حاکم کی حیثیت سے اس کا تقرر ہوا ہے۔ ابھی تک حالات کو اپنی گرفت میں کرنے کی کوشش میں لگا ہوا ہے۔ بہرحال سلطان برکیاروق کا ایک رشتہ دار اور قرابت دار ہے' نام اس کا محمود بن سلیمان ہے۔ اس نے ہی خراسان میں بغاوت کی ہے اور ایک بہت بڑا لشکر بھی اس نے تیار کرلیا ہے۔ آنے والے ہرکارے یہ کہہ رہے تھے کہ خوارزم کے عامل اور سپہ سالار انجنی کو بھی اس بغاوت کی خبر ہو چکی ہے اور وہ بھی اس بغاوت کو فرو کرنے کے لئے سلطان برکیاروق سے جا ملنے کے لئے کوچ کر رہا ہے۔"

ایاز کی اس گفتگو سے اس کی دادی مطمئن ہو گئی تھیں کچھ دیر خاموش رہی پھر کہنے لگی۔

"بیٹے میں اٹھوں یا تو اپنی تیاری کرلے گا۔"

جواب میں ایاز بولا اور کہنے لگا۔

"دادی کیا ماضی میں کبھی آپ کو زحمت دی ہے کہ آپ میری تیاری کریں۔ اگر آپ میرا کوئی کام کریں تو میں سمجھوں گا' میں گناہگار ہوں۔ آپ دادی نہیں' ماں بھی ہیں' جہاں سلطان برکیاروق کی والدہ نے میری دیکھ بھال کی' وہاں میری پرورش اصل میں آپ ہی نے ماں بن کر کی۔ لہٰذا اس وقت جبکہ آپ پر بڑھاپا طاری ہے' میں آپ سے کام لوں تو کیا میں ایک اچھا انسان کہلاؤں گا۔"

ایاز کے یہ الفاظ سن کر اس کی دادی ایسارب مسکرا دی تھی' اس موقع پر بروزہ بول اٹھی اور ایسارب کو مخاطب کر کے کہنے لگی۔

"اماں ہمارے ہوتے ہوئے آپ ایاز کا کام کیوں کریں گی۔ میں خود اٹھتی ہوں اور اس کی تیاری کا سارا سامان کرتی ہوں۔"

بروزہ کے ان الفاظ پر حسین اور خوبصورت توزین کے چہرے پر مسکراہٹ نمودار ہوئی پھر وہ اپنی ماں بروزہ کی طرف دیکھتے ہوئے کہنے لگی۔

"اماں میرے اور رفادہ کے ہوتے ہوئے آپ کام کریں تو کیا ہمارے لئے لعنت والا معاملہ نہیں ہے۔ دادا' دادی آپ تینوں بیٹھے رہیں' ان کی تیاری میں اور رفادہ خود کرتی ہیں۔ اس کے ساتھ ہی وہ دونوں اٹھ کھڑی ہوئیں پھر دروازے کی طرف بڑھتے ہوئے توزین ایاز بن سیف الدین کی طرف دیکھتے ہوئے کہنے لگی۔

"میری آپ سے گزارش ہے' آپ دیوان خانے سے باہر نہیں آئیں گے۔ دیوان خانے میں ہی دادی' دادا اور اماں کے پاس بیٹھیں۔ جب ہم آپ کی تیاری مکمل کر چکیں گی' تب آپ کو آواز دیں گی' آپ آ کر دیکھ لینا۔"

نظام الدین' ایسارب اور بروزہ نے بھی اس سے اتفاق کیا تھا۔ لہٰذا آگے بڑھ کر ایاز اپنے دادا نظام الدین کے پاس بیٹھ گیا تھا۔

کافی دیر گزر گئی' یہاں تک کہ توزین دیوان خانے کے دروازے پر نمودار ہوئی اور ایاز کو مخاطب کر کے کہنے لگی۔

"آپ باہر آئیں اور اپنے سارے سامان اور اپنی تیاری کا جائزہ لیں۔"

توزین کے ان الفاظ پر ایاز ہی نہیں' اس کا دادا' دادی اور بروزہ بھی مسکراتے ہوئے اٹھ کھڑے ہوئے تھے۔

چاروں جب دیوان خانے سے باہر نکلے' تب سب نے دیکھا' رفادہ اس وقت ایاز کے گھوڑے کی باگ پکڑے اصطبل کے قریب کھڑی تھی۔

چاروں توزین کے ساتھ اصطبل کی طرف بڑھے' گھوڑے کے پاس جا کر توزین رکی' رفادہ تو پہلے کی طرح گھوڑے کی باگ پکڑے رہی' توزین ایاز کو مخاطب کر کے کہنے لگی۔

"آپ کے گھوڑے پر زین ڈال دی گئی ہے۔ بستر بھی زین کے ساتھ باندھ دیا گیا ہے۔ گھوڑے کے ساتھ جو دونوں طرف آپ بڑی خرجینیں باندھتے ہیں' وہ بھی باندھی جا چکی ہیں اور ایک خرجین میں آپ کے لئے زادِ راہ' اسی میں کچھ پھل ڈال دیئے گئے ہیں۔ پانی کا مشکیزہ بھی بھر کے زین کے ساتھ باندھ دیا گیا ہے۔ اس کے علاوہ اصطبل میں جو آپ کے گھوڑے کی زین سے کلہاڑا اور نیزہ باندھا جاتا تھا' وہ بھی میں نے اور رفادہ نے باندھ دیئے ہیں۔ پہلے آپ اپنے سارے سامان کا جائزہ لیں' اس کے بعد بتائیں مزید آپ کو کیا چاہیے اور ہاں خوراک کا توبرہ بھی بھر دیا ہے۔"

ایاز نے مسکراتے ہوئے ساری چیزوں کا جائزہ لیا پھر تشکر کے انداز میں ایک نگاہ باری باری توزین اور رفادہ پر ڈالی اور کہنے لگا۔

"میں تم دونوں کا بے حد شکر گزار ہوں کہ میری تیاری کا تم دونوں نے عمدہ اہتمام کیا۔ میں اپنے کمرے میں جاتا ہوں' جنگی لباس پہن کر آتا ہوں پھر یہاں سے کوچ کرتا ہوں۔"

سب اصطبل کے پاس کھڑے رہے۔ ایاز تقریباً بھاگتا ہوا اپنے کمرے کی طرف چلا گیا تھا۔ تھوڑی دیر کے بعد وہ لوٹا' جنگی لباس پہن کر آیا۔ پہلے اپنے دادا کے پاس آیا' اسے گلے لگا کر ملا اس کے بعد دادی کے شانے پر سر رکھا اور کہنے لگا۔

"دادی آپ اور دادا دونوں میری کامیابی اور میری کامرانی کے لئے دعا کیجئے گا۔"

جواب میں ایسارب نے بڑے پیارے انداز میں اس کی پیٹھ پر ہاتھ پھیرا پھر کہنے لگی۔

"بچے میرے پاس تیرے علاوہ رہ ہی کیا گیا' جس پر میں فخر کرسکوں' ایک تو ہی تو ہے میرے بچے جس کے لئے میں ہر دم دعائیں مانگتی ہوں' تیرے لئے دعا نہیں مانگوں گی تو دنیا میں اور کون ہے میرے بچے جس کے لئے تیری دادی دعا مانگ سکتی ہے۔"

ایسارب سے علیحدہ ہونے کے بعد ایاز نے بروزہ کی طرف دیکھا اور اس کے قریب ہوا اور کہنے لگا۔

"آپ میری ماں کی جگہ ہیں' توزین اور رفادہ نوجوان ہیں' ابھی یہ شباب میں داخل ہو رہی ہیں۔ یہ عمر بڑی جستجو کی ہوتی ہے۔ آپ ان کا خیال رکھئے گا' بغیر پردے اور بغیر چہرہ ڈھانپے انہیں باہر نہ نکلنے دیجئے گا' آپ جانتی ہیں ان کے لئے باہر کس قدر خطرات ہیں۔ آپ تینوں بھی میری کامیابی کے لئے دعا کیجئے گا۔"

ایاز بن سیف الدین کے ان الفاظ کے جواب میں بروزہ کچھ کہنے ہی والی تھی کہ توزین پہلے ہی بول اٹھی اور کہنے لگی۔

"جو الفاظ اس سے پہلے دادی کہہ چکی ہیں۔ وہی الفاظ ہم بھی دہراتی ہیں۔ ہماری خواہش اور دعا ہے کہ آپ اپنے لشکر کے ساتھ جس سمت کا رخ کریں' کامیابیاں اور کامرانیاں آپ کی قدم بوسی کریں۔"

ایاز نے مسکراتے ہوئے توزین' رفادہ اور بروزہ کا بھی شکریہ ادا کیا۔ اس کے بعد رفادہ کے قریب آیا اور مدھم سی آواز میں کہنے لگا۔

"رفادہ تمہارا شکریہ تم کافی دیر سے میرے گھوڑے کی باگ پکڑے کھڑی ہو۔ اس کے ساتھ ہی اس نے رفادہ سے گھوڑے کی باگ لے لی اور حویلی کے صدر دروازے کی طرف ہو لیا۔ وہ پانچوں بھی اس کے ساتھ ہو لئے تھے۔ دروازے کے قریب جا کر ایاز رک گیا پھر باری باری اس نے توزین اور رفادہ کی طرف دیکھا اور کہنے لگا۔

"میں دروازہ کھولنے لگا ہوں' دروازہ کھولنے سے پہلے تم دونوں بہنیں حویلی کے اندر چلی جاؤ۔ اس پر توزین ہلکی سی مسکراہٹ میں کہنے لگی۔

"آپ ہمیں حویلی کے اندرونی حصے کی طرف کیوں بھیجنا چاہتے ہیں' میں اور رفادہ جانتی ہیں' ہمیں اس موقع پر کیا کرنا ہے۔ دیکھیں ہم دروازے کے سامنے نہیں آئیں گی۔ جب آپ دروازہ کھولیں گے تو ہم دونوں دروازے کے پٹ کے پیچھے ہو جائیں گی۔"

ایاز مان گیا لہٰذا اس نے دروازہ کھولا' ہاتھ ہلا کر سب سے الوداع کیا۔ اپنے گھوڑے پر سوار ہوا' جب وہ اپنے گھوڑے کو ایڑ لگاتا ہوا ذرا فاصلہ پر چلا گیا' تب بروزہ نے حویلی کا صدر دروازہ اندر سے بند کر کے زنجیر لگا دی تھی پھر وہ پانچوں دیوان خانے کا رخ کر گئے تھے۔

............*

اپنے گھوڑے کو سرپٹ دوڑاتا ہوا ایاز بن سیف الدین ایک روز خراسان میں قائم سلطان برکیاروق کے پڑاؤ میں داخل ہوا۔ سلطان تک اس کے آنے کی خبر ہو گئی تھی۔ لہٰذا سلطان نے اسی وقت اسے طلب کر لیا تھا۔ جب وہ سلطان کے خیمے میں داخل ہوا تو سلطان اس وقت اپنے خیمہ میں اکیلا تھا۔ اپنی جگہ سے اٹھ کر سلطان برکیاروق نے اسے گلے لگایا۔ پھر اپنے قریب ہی بٹھایا اور کچھ دیر تک سلطان برکیاروق کو اپنی ماں زبیدہ اور ایاز بن سیف الدین کے دادا' دادی کے متعلق پوچھتا رہا۔ ان کی خیریت دریافت کرتا رہا۔ اس کے بعد سلطان اصل موضوع کی طرف آیا اور کہنے لگا۔

"محمود بن سلیمان نے بغاوت کر دی ہے۔ میں اسے اچھا انسان سمجھتا تھا اور یہ خیال کرتا تھا کہ وہ ہمارے خاندان کا مخلص اور جانثار ہے لیکن ایسا نہیں ہے۔ اس نے بغاوت کر کے میری بڑی دل شکنی کی ہے۔ لہٰذا اسے اس کی سخت سزا ملنی چاہیے۔"

"میں تمہاری آمد سے پہلے اس کے خلاف حرکت میں نہیں آنا چاہتا تھا۔ تمہارے دوسرے ساتھی سالاروں نے مجھے مشورہ بھی دیا کہ محمود بن سلیمان سے ٹکرا جانا چاہیے' لیکن میں

نے انہیں بھی کہا کہ مجھے ایاز کی آمد کا انتظار ہے' وہ آئے گا اور اس کام کی ابتدا کریں گے اب بولو تم کب تک حرکت میں آسکتے ہو۔ محمود بن سلیمان یہاں سے دس میل کے لگ بھگ اپنے لشکر کے ساتھ پڑاؤ کئے ہوئے ہے۔ پھر اس کی اس بغاوت کی اطلاع میرے بھائی سنجر کو بھی ہو چکی ہے۔ گو سنجر نے ابھی تک خراسان میں اپنے قدم نہیں جمائے اور سارے علاقوں کا نظم و نسق ابھی تک اپنے ہاتھ میں لے کر اسے اپنی مرضی کے مطابق چلا نہیں سکا ہے' تاہم مجھے امید ہے کہ محمود بن سلیمان کے خلاف وہ بھی حرکت میں آئے گا۔ اب یہ کہو کہ محمود بن سلیمان کے ساتھ ہمیں کب تک نمٹنا چاہیے۔"

سلطان برکیاروق جب خاموش ہوا' تب اس کی طرف دیکھ کر مسکراتے ہوئے ایاز بن سیف الدین کہنے لگا۔

"سلطان محترم یہ بھی کوئی پوچھنے والی بات ہے۔ محمود بن سلیمان کے خلاف ہم آج ہی حرکت میں آئیں گے اور اسے بتائیں گے کہ ہمارے خلاف بغاوت کرنا آسان نہیں' اس یہ بھی ثابت کریں گے کہ اس جیسے لوگ بغاوت کرتے ہیں تو ان بغاوتوں کو سر کرنا اور انہیں کچلنا بھی ہمیں آتا ہے۔"

جواب میں برکیاروق مسکرایا اور کہنے لگا۔

"میرے بھائی تو آج ہی آیا ہے' میں نے تو یہ سوچ رکھا تھا کہ تم ایک دو دن آرام کرو گے' اس کے بعد یہاں سے کوچ کریں گے۔"

ایاز بن سیف الدین نے نفی میں گردن ہلائی' کہنے لگا۔

"سلطان محترم کوچ تو آج ہی ہوگا۔ میرے خیال میں تھوڑی دیر تک آپ اپنے کوچ کا نقارہ بجوا دیں۔ محمود بن سلیمان کو وقت ضائع کئے بغیر ہم سبق سکھانا چاہتے ہیں۔"

برکیاروق نے ایاز بن سیف الدین کی اس تجویز سے اتفاق کیا تھا۔ لہٰذا سلطان نے وہاں سے کوچ کیا تھا۔

محمود بن سلیمان کی طرف سلطان برکیاروق نے ابھی پانچ میل کا سفر طے کیا ہوگا کہ سلطان کے کچھ مخبر لشکر میں داخل ہوئے۔ ان کے آنے پر سلطان نے اپنے لشکر کو روک دیا۔ سلطان نے جب ان سے کچھ پوچھا تب ان میں سے ایک بول اٹھا اور سلطان برکیاروق کو مخاطب کر کے کہنے لگا۔

"سلطان محترم ہم آپ کے لئے ایک بری خبر لے کر آئے ہیں۔ خوارزم کے سپہ سالار اور عامل انکجی کو جب خبر ہوئی کہ محمود بن سلیمان نے آپ کے خلاف بغاوت کی ہے' تو وہ بھی ایک لشکر لے کر خوارزم سے نکلا' جس وقت اس نے اپنے لشکر کے ساتھ مرو کے مقام پر قیام کر رکھا تھا تو اس کے لشکر کے دو سالاروں امیر قودن اور باروطاش نے آپس میں صلح مشورہ کر کے انکجی کے خلاف سازش تیار کی اور اس سازش کے تحت انہوں نے انکجی کو مرو شہر میں اچانک حملہ آور ہو کر موت کے گھاٹ اتار دیا اور جو لشکر لے کر انکجی آپ کی مدد کے لئے آ رہا تھا' اس لشکر کو لے کر وہ دونوں واپس گئے' خوارزم شہر میں داخل ہوئے اور لوگوں پر یہ ظاہر کیا کہ سلطان برکیاروق نے ان دونوں کو خوارزم کی حکومت عطا کی ہے' یہ کہہ کر انہوں نے خوارزم پر قبضہ کر لیا ہے۔"

جب آنے والا ہرکارہ یہ خبر کہہ چکا' تب ایاز بن سیف الدین سلطان برکیاروق کو مخاطب کر کے کہنے لگا۔

"سلطان محترم میں لشکر کا ایک حصہ لے کر محمود بن سلیمان پر حملہ آور ہوتا ہوں' آپ باقی لشکر کے ساتھ یہیں پڑاؤ کئے رہیں' ہو سکتا ہے خوارزم پر قبضہ کرنے والے قودن اور بارقطاش کے خلاف بھی حرکت میں آنا پڑے۔ لہٰذا ہمارے سارے لشکر کو محمود بن سلیمان کے خلاف مصروف نہیں ہو جانا چاہیے۔ اس موقع پر اگر آپ مناسب سمجھیں تو میں ایک مشورہ دوں گا کہ تیز رفتار قاصد عراق کے حاکم داؤد حبشی کی طرف روانہ کریں اور اسے حکم دیں کہ خوارزم میں بغاوت کرنے والے قودن اور بارقطاش پر حملہ آور ہو' انہیں براہ راست پر لانے کی کوشش کرے یا ان کا خاتمہ کر دے۔ داؤد حبشی جنگ کا بہت اچھا تجربہ رکھتا ہے اور مجھے امید ہے کہ وہ اس بغاوت کو ختم کر دے گا۔"

جواب میں سلطان نے کچھ سوچا پھر کہنے لگا۔

"ابن سیف الدین خراسان کی طرف آنے سے پہلے میں خود بھی عراق کی طرف جانے کا قصد کر چکا تھا۔ اس لئے کہ وہاں بھی کچھ علاقوں میں حالات خراب ہیں اور انہیں درست کرنا ہے۔ بہر حال محمود بن سلیمان سے نمٹنے کے بعد میں عراق کا رخ کروں گا۔ تم میرے ساتھ ہو گے اور تمہارے کہنے پر میں ابھی تھوڑی دیر تک داؤد بن حبشی کی طرف قاصد بھجواتا ہوں کہ وہ قودن اور بارقطاش سے ٹکرا جائے۔"

یہاں تک کہنے کے بعد سلطان رکا' دوبارہ وہ امیر ایاز کو مخاطب کر کے کہنے لگا۔

"ایاز میرے بھائی تم اکیلے نہیں جاؤ گے' قماج تمہارے ساتھ تمہارے نائب کی حیثیت سے لشکر میں رہے گا اور مجھے امید ہے تم دونوں مل کر محمود بن سلیمان کو شکست دینے میں کامیاب ہو جاؤ گے۔ میں ابھی تھوڑی دیر تک اپنے تیز رفتار قاصد داؤد حبشی کی طرف روانہ کرتا ہوں اور اس کے لئے حکم بھیجتا ہوں کہ قودن اور بارقطاش پر حملہ آور ہو کر ان کی بغاوت اور سرکشی کا خاتمہ کرے اور تمہاری طرف سے اچھی خبریں آنے کے بعد میں عراق کا رخ کروں گا۔ جہاں تک داؤد حبشی کا تعلق ہے' اگر تو وہ قودن اور بارقطاش کے مقابلے میں کامیاب رہا تو ہماری خوش قسمتی ہے اور اگر داؤد حبشی ان دونوں باغیوں کو زیر کرنے اور ان سے نمٹنے میں ناکام رہا' تب ایاز میرے بھائی محمود بن سلیمان سے نمٹنے کے بعد تم اور قماج دونوں اپنے لشکر کو لے کر داؤد حبشی کی مدد کے لئے روانہ ہو جانا۔ اس طرح مجھے امید ہے کہ جو حالات ان دنوں ہمارے خلاف ہیں' ہمارے حق میں ہو جائیں گے۔"

اس وقت چونکہ سلطان کے سارے سالار سلطان کے پاس کھڑے تھے' لہٰذا سلطان کی اس تجویز کو سب نے پسند کیا اور پھر اسی روزہ ایک لشکر لے کر ایاز اور قماج دونوں محمود بن سلیمان سے نمٹنے کے لئے کوچ کر گئے تھے۔

محمود بن سلیمان جو سلطان برکیاروق سنجر اور محمد کا رشتہ دار اور قریبی عزیز تھا' چند شہروں میں کامیابی حاصل کرنے کے بعد اس کے اور اس کے لشکریوں کے حوصلے بڑھے ہوئے تھے۔ ایاز اور قماج دونوں اپنے لشکر کو لے کر جب اس کے سامنے گئے تو اس نے نہ آؤ دیکھا نہ تاؤ' جنگ کی ابتدا کرنے کی طرح ڈال دی تھی۔ یہ صورت حال دیکھتے ہوئے ایاز نے بھی اپنے لشکر کی صفیں درست کیں' قماج کے پاس آیا اور اسے مخاطب کر کے کہنے لگا۔

"قماج میرے بھائی لشکر کی تقسیم نہیں کی جائے گی۔ پورا لشکر ایک ساتھ محمود بن سلیمان کے لشکر پر حملہ آور ہو گا۔ محمود بن سلیمان اگر اپنے لشکر کی تقسیم کرتا ہے تو اسے کرنے دو' میری طرف سے جب تکبیریں بلند ہوں گی' تب سارے لشکریوں کو بتا دو' اس وقت پوری طاقت اور قوت کے ساتھ محمود بن سلیمان کے لشکر پر حملہ آور ہونا ہے اور مجھے امید ہے کہ اگر ہم ایسا کریں گے تو فتح اور کامیابی ہماری ہی ہو گی۔"

قماج نے اس سے اتفاق کیا تھا۔ چنانچہ جب دونوں لشکر اپنی صفیں درست کر چکے' تب

محمود بن سلیمان حرکت میں آیا اور اس نے ستم بالائے ستم اور دہر کے فتنے کھڑے کرتے دشت ویران کے بگولوں' کالے کوسوں کی پرہول رات میں ہر خباثت' ہر مکاری کو گلے لگا کر خزاں کے شانوں پر سوار جھکڑوں اور زندگی کی معراج میں اخلاقی زوال کا باعث بنتی اضطراب انگیزیوں کی طرح حملہ کر دیا تھا۔

جوابی کارروائی کرتے ہوئے ایاز نے پہلے اپنے پورے لشکر کے ساتھ سمندر کی پنہائیوں اور خون اور سانسوں تک میں جل اٹھنے والی تیز تیزابی تابکاری اور زمانے کی داغ دار لوح سے طبقہ داری کی نفرت مٹاتی' جوش مارتی برفانی آندھیوں کی طرح تکبیریں بلند کیں۔ اس کے بعد وہ اور قماج دونوں اپنے پورے لشکر کے ساتھ خوابوں کی متلاشی آنکھوں' تبسم کے متلاشی ہونٹوں تک سرایت کر جانے والے موت کے سایوں روز و شب کی تنگنائے میں سماعتوں کو معطل' بصارتوں کو ناکارہ' دلوں کی آہٹوں کو پتھر کرتے زہر برساتے عذابوں تک کڑوے' کسیلے لمحوں اور موت کے الجھتے دائروں کی طرح حملہ آور ہوا تھا۔

خراسان کی زمینوں میں دونوں لشکر جب آپس میں ٹکرائے تو رزم گاہ میں خون میں بھیگے آوارہ ہیولے' سوختہ سوختہ کڑوی داستانیں' قریہ قریہ سسکتی فریاد' اجڑے چہروں کی کربناکی' روح تک کو کھولا دینے والی موت رقص کرنے لگی تھی۔ خلاء کے طلسمی سکوت میں طبقاتی نفرت کی آگ بھڑک اٹھی تھی' حسد و نسلی تعصب کے عفریت اضطراب انگیزیاں کھڑی کرنے لگے تھے۔ زندگی اپنے شبستانوں سے نکل کر مرگ و موت کا عنوان اور خونی حروف کا ہدف بننے لگی تھی۔

محمود بن سلیمان زیادہ دیر تک ایاز اور قماج کا مقابلہ نہ کر سکا۔ جب اس نے دیکھا کہ حالات ایسے رونما ہو رہے ہیں کہ اس کی شکست یقینی ہے۔ لہٰذا اپنے بچے کھچے لشکر کو لے کر بھاگ کھڑا ہوا۔ چونکہ ایاز اور قماج کے آنے کے ساتھ ہی محمود بن سلیمان نے جنگ کی ابتدا کر دی تھی۔ لہٰذا ان دونوں کو اپنا پڑاؤ قائم کرنے کا موقع نہیں ملا تھا۔ ان کے پاس جو باربرداری کے جانور تھے' جن پر رسد کا سامان لدا تھا وہ ویسے کے ویسے ہی پیچھے کھڑے تھے۔

یہ صورت حال دیکھتے ہوئے ایاز نے کچھ مخبر مقرر کئے اور انہیں محمود بن سلیمان کے پیچھے پیچھے روانہ کیا تاکہ وہ یہ جانیں کہ میدان جنگ سے بھاگ کر محمود بن سلیمان اپنے لشکر کے ساتھ کہاں قیام کرتا ہے' ساتھ ساتھ ہی ایاز اور قماج نے وہاں پڑاؤ قائم کیا' بار برداری کے جانوروں پر جو سامان لدا تھا' وہ اتار لیا گیا اور جنگ میں زخمی ہونے والوں کی دیکھ بھال شروع

کر دی گئی۔

دوسری طرف محمود بن سلیمان کی بدقسمتی' جس وقت وہ ایاز اور قماج کے ہاتھوں شکست اٹھا کر بھاگا تھا' اس نے سیدھا شمال کا رخ کیا تھا۔ شمال کی طرف سے اس وقت سلطان برکیاروق کا بھائی سنجر بھی ایک لشکر لے کر محمود بن سلیمان سے نمٹنے کے لئے آ رہا تھا۔ لہٰذا وہ بھی آتے ہی محمود بن سلیمان پر حملہ آور ہوا۔ سنجر کے حملہ آور ہونے سے محمود بن سلیمان اس کے باغی ساتھیوں کے درمیان مؤرخین لکھتے ہیں کہ کھلبلی مچ گئی۔ مؤرخین یہ بھی لکھتے ہیں کہ محمود بن سلیمان کی شان و شوکت اس قدر بڑھ گئی تھی کہ اس کا دماغ عرش پر چڑھ گیا تھا لیکن سنجر نے اچانک اس پر حملہ آور ہو کر جب اس کے لشکر میں بھگدڑ مچائی تو محمود بن سلیمان گرفتار ہو گیا۔ سنجر اسے پکڑ کر اپنے ساتھ لے گیا اور اس کی آنکھوں میں گرم سلائیاں پھیرا کر اسے بینائی سے محروم کر دیا۔

دوسری طرف عراق کا حاکم داؤد حبشی سلطان برکیاروق کا حکم ملنے کے بعد عراق سے ہرات کی طرف روانہ ہوا تاکہ آگے بڑھ کر قودن اور بارقطاش سے نمٹ سکے۔ بارقطاش اور قودن کو بھی خبر ہو گئی تھی کہ سلطان برکیاروق کے حکم پر داؤد حبشی اس سے نمٹنے کے لئے ایک لشکر لئے آ رہا ہے۔ لہٰذا انہوں نے اپنی تیاری کو اخیری شکل دے دی تھی۔ آخر داؤد حبشی اور قودن اور بارقطاش کے لشکر ایک دوسرے کے سامنے آئے۔ قودن اور بارقطاش کے پاس بہت بڑا لشکر تھا جب کہ جو لشکر داؤد حبشی لے کر آیا تھا' اس کی ان کے مقابلے میں کوئی حیثیت نہ تھی' جس کا نتیجہ یہ نکلا کہ قودن اور بارقطاش کے ہاتھوں عراق کے حاکم داؤد حبشی کو شکست کا سامنا کرنا پڑا اور بقول مؤرخین کے داؤد حبشی شکست اٹھا کر دریائے جیحوں کو عبور کر کے دوسری طرف چلا گیا۔

دریا کو عبور کرنے کے بعد داؤد حبشی اپنی حالت بہتر کرنے لگا تھا۔ دوسری طرف چونکہ ایاز اور قماج دونوں محمود بن سلیمان سے نمٹ چکے تھے۔ لہٰذا سلطان برکیاروق کے مخبروں نے انہیں داؤد حبشی کی شکست کی خبر دے دی تھی۔ یہ خبر سنتے ہی ایاز اور قماج نے کوچ کیا اور تیز اور برق رفتاری کے ساتھ انہوں نے دریائے جیحوں کے اس علاقے کا رخ کیا جہاں داؤد حبشی نے اپنے شکست خوردہ لشکر کے ساتھ پڑاؤ کر رکھا تھا۔ داؤد کو جب یہ خبر ہوئی کہ اس کی مدد کے لئے ایاز اور قماج دونوں ایک لشکر لے کر آ رہے ہیں۔ اس کی خوشی کی کوئی انتہا نہ تھی۔ اس

نے پڑاؤ سے نکل کر کئی فرلانگ آگے آ کر ایاز اور قماج کا بہترین انداز میں استقبال کیا۔ ایک دوسرے سے گلے ملے۔ داؤد حبشی انہیں اپنے پڑاؤ میں لے کر آیا۔ وہاں ایاز بن سیف الدین نے بھی اپنے لشکر کو پڑاؤ کرنے کا حکم دیا۔ جب پڑاؤ قائم ہو رہا تھا' داؤد حبشی اپنے کچھ سالاروں کے ساتھ ایاز اور قماج کے ساتھ آنے والے چھوٹے سالاروں کو اپنے خیمے میں لے گیا' جب سب بیٹھ گئے' تب داؤد حبشی سب کو مخاطب کر کے کہنے لگا۔

"میں جس وقت ہرات سے نکل کر قودن اور بارقطاش پر حملہ آور ہونے کے لئے روانہ ہوا تو مجھے امید تھی کہ میں ان کے مقابلے میں کامیاب رہوں گا' لیکن جب میں ان کے سامنے آیا تو میں نے دیکھا ان کے لشکر کی تعداد مجھ سے بہت زیادہ تھی۔ جب دونوں لشکر صف آراء ہوئے تو میرے لشکری سامنے اتنا بڑا لشکر دیکھ کر متاثر ہوئے' ان میں سے کچھ نے جی چھوڑ دیا' جس کا نتیجہ یہ نکلا کہ مجھے ناکامی کا منہ دیکھنا پڑا۔ اب میں دریائے جیحوں کو پار کر کے اس طرف آ گیا ہوں جبکہ قودن اور بارقطاش بھی اپنے لشکر کو لے کر ادھر ہی کا رخ کر رہے ہیں۔ ان دونوں کے حوصلے پہلے ہی بلند تھے۔ اب جبکہ مجھے وہ شکست دینے میں کامیاب ہوئے ہیں تو اب وہ اپنے آپ کو کچھ زیادہ ہی ناقابل تسخیر خیال کرنے لگ گئے ہوں گے۔"

داؤد حبشی جب خاموش ہوا' تب غور سے اس کی طرف دیکھتے ہوئے ایاز کہنے لگا۔

"داؤد میرے بھائی ایسی کوئی بات نہیں۔ ان دونوں کو آنے تو دو۔ ایسا نمٹیں گے کہ پشتیں یاد رکھیں گی۔ تم ایسا کرو اپنے کچھ مخبروں کو ان راستوں میں پھیلا دو' جدھر سے انہوں نے آنا ہے تاکہ ہمیں ان کی آمد سے مطلع کرتے رہے۔ بارقطاش اور قودن کا دریا کے کنارے ہم وہ حال کریں گے کہ جس کے متعلق وہ سوچ بھی نہیں سکتے۔"

"دیکھو محمود بن سلیمان کی بغاوت کو ختم کر دیا گیا ہے اور اب ہمارے سامنے قودن اور بارقطاش ہیں اور مسلمانوں کی بدقسمتی کہ سلطان ملک شاہ سلجوقی کے بعد ایسی خانہ جنگیاں شروع ہوئی ہیں جو اپنے انجام کو نہیں پہنچتی' ایک بغاوت اٹھتی ہے' اسے فرو کرو تو دو اور اٹھ کھڑی ہوتی ہیں۔ سلطان برکیاروق جب سے سلطان بنے ہیں' انہیں کہیں قیام کرنا اور ٹھہرنا نصیب ہی نہیں ہوا اور ابھی ایران کی طرف سے بھی یہ خبریں آ رہی ہیں کہ امیر انز بغاوت کرنے کے درپے ہو رہا ہے۔ اگر اس نے بغاوت کر دی اور جو خبریں آ رہی ہیں' وہ سچی ہوئیں تو پھر حالات مزید سنگین اور تلخ ہو کر رہ جائیں گے۔ امیر انز کو ابھی چند ہفتے پہلے ہی سلطان نے ایران کا حاکم

مقرر کیا تھا اور سلطان تک یہ بھی خبریں آ رہی ہیں کہ کچھ مخالف قوتیں اثر کو اصل راہ سے
ہٹانے کی کوشش کر رہی ہیں۔ سلطان برکیاروق نے کسی ردعمل کا اظہار نہیں کیا اور وہ اس وقت
تک رکے رہیں گے جب تک ساری خبروں کی تصدیق نہیں ہو جاتی۔“

اس کے ساتھ ہی ایاز اپنی جگہ سے اٹھ کھڑا ہوا۔ اس کی طرف دیکھتے ہوئے قماج اور
اس کے چھوٹے سالار بھی کھڑے ہو گئے پھر داؤد حبشی کی طرف دیکھتے ہوئے ایاز کہنے لگا۔

”میں ذرا اپنے لشکر کا پڑاؤ دیکھتا ہوں۔ لشکریوں کے آرام کا اہتمام کرتا ہوں۔ اپنے
تیز رفتار مخبر بارقطاش اور قودن پر نگاہ رکھنے کے لئے بھیجوں گا اور جوں ہی ہمیں وہ آنے کی
اطلاع کرتے ہیں، ہم چوکس اور متحد ہو جائیں گے پھر ان کا جو حشر کریں گے، اس پر خود ہی نہیں
ان کے حمایتی، ان کے لشکری بھی شرمسار ہوں گے۔“ اس کے ساتھ ہی ایاز بن سیف الدین
اور قماج اپنے چھوٹے سالاروں کے ساتھ داؤد حبشی کے خیمہ سے نکل گئے تھے۔

دوسری طرف بارقطاش اور قودن دونوں بڑی برق رفتاری سے دریائے جیحوں کو عبور کر
کے اس سمت بڑھے تھے، جس سمت انہوں نے داؤد حبشی کو اپنے لشکر کے ساتھ بھاگتے ہوئے
دیکھا تھا۔ ابھی تک شاید انہیں یہ خبر نہ ملی تھی کہ داؤد حبشی کی مدد کے لئے ایاز اور قماج بھی آ
چکے ہیں۔ چنانچہ داؤد حبشی کے لشکر کی طرف بڑھتے ہوئے ایک جگہ قودن اور بارقطاش نے
اپنے لشکر کو روک دیا۔ بارقطاش اپنے زعم میں جنگ میں بڑا وسیع تجربہ رکھتا تھا اور اب تو وہ
اپنے آپ کو ناقابل تسخیر خیال کرنے لگا تھا۔ چنانچہ لشکر روکنے کے بعد بارقطاش اپنے
ساتھی قودن کو مخاطب کر کے کہنے لگا۔

”قودن لشکر کو دو برابر حصوں میں تقسیم کرتے ہیں۔ اس کے بعد یہاں سے کوچ کرتے
ہیں۔ داؤد حبشی کا لشکر جب پانچ میل دور رہ جائے گا تو تم مجھ سے علیحدہ ہو جانا، اپنے حصے کے
لشکر کے ساتھ کہیں قریب ہی گھات لگا لینا، میں آگے بڑھ کر داؤد حبشی سے ٹکراؤں گا، دم نہیں
لوں گا۔ اس لئے کہ ہمارے لشکری چند میل پیچھے آرام کر چکے ہیں اور ستا چکے ہیں۔ داؤد حبشی
کے سامنے جاتے ہی میں اپنے لشکر کی صفیں درست کروں گا اور اس سے ٹکرانے کا عزم کر لوں
گا۔ جب میرا ٹکراؤ داؤد حبشی کے ساتھ شروع ہو، تم گھات سے نکل کر حملہ آور ہو جانا۔ اس
طرح داؤد حبشی ہی نہیں اس کے کسی بھی ساتھی کو بچ کر بھاگنے کا موقع نہیں ملے گا اور جب
داؤد حبشی سمیت اس کے سارے لشکریوں کا خاتمہ کر دیا جائے گا، تب تیری اور میری اس

دھاک بیٹھ جائے گی کہ شاید آنے والے دور میں سلطان برکیاروق ہم پر ضرب لگانے کے
لئے اپنا کوئی لشکر بھیجنے کی جرأت اور جسارت نہ کرے گا۔“

قودن نے اس تجویز کو پسند کیا تھا۔ چنانچہ انہوں نے پھر پیشقدمی شروع کی، مناسب
فاصلے پر جا کر قودن علیحدہ ہو گیا تاکہ گھات میں چلا جائے، جبکہ بارقطاش آگے بڑھا اور داؤد
حبشی کے لشکر کے سامنے اس نے اپنے لشکر کی صفیں درست کرنا شروع کر دی تھیں۔ وہاں جا
کر بارقطاش کو جب خبر ہوئی کہ داؤد حبشی اکیلا نہیں ہے۔ اس کی مدد کے لئے ایاز اور قماج محمود
بن سلیمان کو شکست دینے کے بعد پہنچ چکے ہیں۔ یہ خبر سننے کے بعد ایک بار بارقطاش کا سر
چکرایا تھا۔ پاؤں تلے سے زمین لرز گئی تھی لیکن اب وہ چونکہ لشکر کی صفیں درست کر رہا تھا لہٰذا
ایسے موقع پر جنگ سے جی چرانا اور بھاگنا مردانگی کے خلاف تھا۔ اس کے علاوہ اسے یہ بھی
امید تھی کہ اگر اسے داؤد حبشی، ایاز اور قماج سے بھی ٹکرانا پڑتا ہے تو وہ اکیلا نہیں ہے۔ ٹکراؤ کے
دوران جب اس کا ساتھی قودن گھات سے نکل کر حملہ آور ہو گا تو فتح اور کامیابی ان دونوں کے
حصہ میں آئے گی۔

بارقطاش کی طرف دیکھتے ہوئے ایاز قماج اور داؤد حبشی نے بھی اپنے لشکر کی صفیں
درست کر لی تھیں۔ بارقطاش سوچوں میں پڑ گیا تھا۔ وہ پہلے حملہ آور ہونے کا بڑا شوقین تھا۔
یہاں وہ اپنے ارادوں کو متزلزل دیکھ رہا تھا۔ ایاز بن سیف الدین کا نام ہی ایسا تھا کہ وہ خوف
وہراس میں مبتلا ہو گیا تھا۔ لہٰذا اس نے حملہ آور ہونے میں پہل نہیں کی۔ لشکر کی صفیں درست
کر کے انتظار کرتا رہا۔ وہ چاہتا تھا کہ ایاز، قماج اور داؤد حبشی پر حملے کی ابتدا کریں اور وہ اس
وقت اپنے آپ کو دفاع تک محدود رکھے جب تک گھات سے نکل کر اس کا ساتھی قودن حملہ
آور نہیں ہوتا۔ جب وہ ایسا کرے گا، وہ بھی دفاع سے نکل کر جارحیت پر اتر آئے گا۔ یہ ارادہ
کرنے کے بعد اپنے لشکر کی صفیں درست کر کے بارقطاش انتظار کرنے لگا تھا۔

لیکن ایاز، قماج اور داؤد حبشی نے انتظار نہیں کیا۔ اپنے لشکر کی صفیں درست کرنے کے
بعد وہ بالکل تیار ہو گئے تھے۔ پورے کا پورا لشکر ایاز بن سیف الدین کی کمانداری میں کام کر
رہا تھا۔ چنانچہ ایاز اپنے پورے لشکر کو طوفانوں کے کسمساتے سمندر، حیات و موت کے رجز
خوانوں، ضبط و جرأت مندی کی قوت اور آگ اور تیزاب کی بارش کی طرح حرکت میں لایا پھر
وہ بارقطاش کے لشکر پر جستجو کے ویران صحرا سے اٹھتی سلگتی قیامت، جان سوز سکوت سے نکل کر

عدم کا راستہ دکھاتی موت' خواہشوں کو تمام کرتے جلتے عذاب اور شعلوں کے زندان بناتی مرگ کی خونی دیمک اور ہست کو نیست کرتے سوز کی طرح حملہ آور ہو گیا تھا۔

بارقطاش نے اپنے آپ کو دفاع تک محدود رکھا۔ اس نے لشکر کو جارحیت پر اتارا ہی نہیں تھا۔ اسے انتظار تھا جب گھات سے نکل کر قودن حملہ آور ہوگا تو جنگ کا نقشہ بدل جائے گا لیکن ایاز نے ساری کارروائی ایسی شدت سے کی کہ پہلے چند حملوں میں یہ بارقطاش کے لشکر کی اکثریت کو کاٹ دیا جس کے نتیجے میں بارقطاش کو شکست کا سامنا کرنا پڑا اور دوران جنگ میں بارقطاش کو گرفتار کر لیا گیا۔

اس موقع پر مؤرخین جنگ کا نقشہ کھینچتے ہوئے لکھتے ہیں کہ اس جنگ میں بارقطاش کو گرفتار کر لیا گیا۔ جوں ہی یہ خبر دوسرے باغی سالار قودن کے لشکر میں پہنچی تو قودن کا لشکر باغی ہو گیا۔ قودن نے انہیں سنبھالنے کی کوشش کی اور مؤرخین لکھتے ہیں کہ باغی لشکریوں نے قودن کے مال و سامان کو لوٹ لیا۔ چنانچہ اس کے اپنے لشکری اس کو قتل کرنے کے درپے ہو گئے۔ قودن بصد خرابی جان بچا کر بھاگا اور حاکم سنجار کے پاس پہنچا۔

والی سنجار نے گرفتار کر کے جیل میں ڈال دیا۔ چند روز بعد رہا کر دیا۔ گرتا پڑتا سلطان برکیاروق کے بھائی سنجر کی خدمت میں بلخ پہنچا۔

اس موقع پر سنجر سے بہت بڑی غلطی ہوئی' جب قودن اس کے پاس پہنچا تو مؤرخین کہتے ہیں کہ سنجر نے اس کی بڑی آؤ بھگت کی۔ قودن بھی اطاعت اور فرمانبرداری سے سنجر کے ہاں اپنی خدمات انجام دینے لگا۔ اندرونی اور بیرونی انتظامات کو درست کیا لیکن اس کی عمر شاید اس کا ساتھ نہیں دے رہی تھی۔ لہٰذا اس شکست کے چند ہی ہفتوں بعد قودن سلطان سنجر کے ہاں کام کرتے ہوئے ابدی نیند سو گیا۔ اس کا خاتمہ ہوا۔ جہاں تک اس کے باغی سالار بارقطاش کا تعلق ہے تو امیر ایاز اور قماج اپنے لشکر کو لے کر سلطان برکیاروق کی طرف چلے گئے تھے۔

داؤد حبشی بارقطاش کو اپنے ساتھ لے گیا کچھ عرصہ زندان میں ڈالا پھر اسے موت کے گھاٹ اتار دیا۔ اس طرح ان دونوں نے بھرپور غیر ذمہ داری کا مظاہرہ کرتے ہوئے جو خوارزم کے عامل کو قتل کر کے سلطان برکیاروق کے خلاف بغاوت اور سرکشی کے علم کھڑے کئے تھے' اس کی انہیں خوب سزا ملی۔

............*

جن دنوں سلطان برکیاروق اپنی اندرونی بغاوتوں کو فرو کرنے میں بری طرح مصروف تھا۔ ایک کے بعد دوسری بغاوت اٹھ رہی تھی' لیکن وہ ان پر قابو پانے کی کوشش کر رہا تھا۔ ان ہی دنوں یورپ کے عیسائیوں کی طرف سے صلیبی جنگوں کی ابتدا عیسائیوں کا خروج و ظہور اور بعض مملکت اسلامیہ پر قبضہ' ہجری 478ء میں شروع ہو گیا تھا۔ پہلے انہوں نے بلاد اندلس میں طلیطلہ کو لے لیا تھا۔ جب اس سے مسلمانوں کے کان پر جوں نہ رینگی تو سن 484ء میں جزیرہ صقلیہ کی طرف قدم بڑھایا۔ اس پر بھی بزور قابض ہو گئے۔ اس سے ان کی حرص اور بڑھ گئی تھی۔

چنانچہ اب انہوں نے افریقہ پر ہاتھ مارا' اس کے بعض شہروں پر قابض ہو گئے۔

اسلامی ممالک آپس کی خانہ جنگی میں مصروف تھے' مذہبی جوش' اخوت' اسلامی ہمدردی اور خیر خواہی ملت کا خاتمہ ہو چکا تھا۔ حکمران عیش و عشرت میں مبتلا ہو گئے تھے۔ اس وجہ سے نصرانیوں کا شوق ملک گیری' مذہبی پردے میں بڑھا پھر کیا تھا۔ قتل اور خون ریزی کا دروازہ کھل گیا۔

سن 490ء میں عیسائی صلیبیوں نے شام پر چڑھائی کی' اپنا مقصد حاصل کرنے کے لئے صلیبی یورپ کی طرف سے براستہ خشکی آئے تھے۔ چنانچہ انہوں نے قسطنطنیہ کے عیسائی حکمران کو خط لکھا اور اس کے ملک سے جانے کی اجازت طلب کی۔ قسطنطنیہ کے بادشاہ نے اجازت تو دے دی' لیکن یہ شرط رکھ دی کہ انطاکیہ شہر فتح کر کے مجھے دے دینا۔ انطاکیہ ان دنوں مسلمانوں کا شہر تھا۔

عیسائی صلیبیوں نے اس شرط کو منظور کر لیا اور خلیج قسطنطنیہ کو 490ء میں عبور کر کے ارسلان بن سلیمان بن قتلمش والئی قونیہ و بلاد روم کی طرف بڑھے۔

ارسلان ان کی آمد کی خبر سن کر مدافعت کو اٹھا۔ فریقین میں لڑائی ہوئی، ارسلان کے لشکری اتنے بڑے نصرانی لشکر کا مقابلہ نہ کر سکے۔ پسپا ہوئے، چنانچہ صلیبی انطاکیہ کی طرف بڑھے۔

جب یہ حالات پیدا ہوئے تو سلطان برکیاروق نے ایک قدم اٹھایا۔ سلطان برکیاروق جانتا تھا کہ انطاکیہ کے علاوہ صلیبی بیت المقدس پر بھی قبضہ کرنے کی کوشش کریں گے۔ وہاں کے مسلمانوں کی مدد کے لئے سلطان برکیاروق نے امیر کربوغا کو ایک لشکر دے کر روانہ کیا تا کہ وہ وہاں موجود لشکر کے ساتھ مل کر انطاکیہ کی مدافعت کرے۔

ایک اور لشکر اس نے اپنے سالار امیر سقمان اور اس کے بھائی الغازی کی سرکردگی میں دیا۔ انہیں ان کے بھتیجے اور ایک چچا کے ساتھ کچھ لشکر دے کر بیت المقدس کی طرف روانہ کیا تا کہ وہ بیت المقدس پہنچ کر وہاں منظم ہو کر وہاں کی عسکری طاقت اور قوت کو مضبوط اور مستحکم کریں تا کہ نصرانی اس پر قابض نہ ہو سکیں۔ یہ دو قدم اٹھانے کے بعد سلطان برکیاروق اپنی اندرونی شورشیں فرو کرنے میں لگ گیا تھا۔

انطاکیہ کو فتح کرنے میں صلیبی کئی روز تک مصروف رہے لیکن انہیں کامیابی کی صورت دکھائی نہ دی۔ آخر ایک دغاباز محافظ کے ذریعے شہر پناہ کا چور دروازہ کھولا گیا اور صلیبی شہر میں داخل ہو گئے۔ شہر پناہ کی فصیل پر چڑھ کر ناقوس بجا دیا۔ اس طرح صلیبی شہر میں داخل ہو گئے اور انطاکیہ پر قبضہ کر لیا۔

اس واقعہ کی مسلمانوں کو خبر ہو گئی تو انطاکیہ کے واپس لینے کے لئے ہر طرف سے اٹھ پڑے، جس وقت سلطان برکیاروق کی طرف سے امیر کربوغا انطاکیہ کے نواح میں پہنچا صلیبی انطاکیہ پر قابض ہو چکے تھے۔ جہاں تک سقمان اور الغازی دونوں بھائیوں کا تعلق ہے تو وہ بیت المقدس کی طرف بڑھے اور بیت المقدس پر قبضہ کر کے انہوں نے اپنی عسکری حیثیت کو مضبوط اور مستحکم کرنا شروع کر دیا تھا، ساتھ ہی ایک لشکر انطاکیہ کی طرف روانہ کیا تا کہ انطاکیہ صلیبیوں سے واپس لیا جائے، کچھ اور اسلامی ریاستوں سے بھی لشکری انطاکیہ لینے کے لئے وہاں پہنچ گئے تھے۔

مؤرخین لکھتے ہیں کہ ان صلیبیوں کا لشکر انطاکیہ شہر کے اندر تھا اور مسلمانوں نے شہر کا محاصرہ کر لیا تو یہاں بھی مسلمانوں کی بدقسمتی کہ اسلامی امراء میں پھوٹ پڑ گئی اور مؤرخین

لکھتے ہیں کہ پھوٹ اور نا اتفاقی امیر کربوغا کی بداخلاقی اور سختی کی وجہ سے تھی جو امراء کو ناگوار گزری۔ ان کے دلوں میں اس کی طرف سے نفرت پیدا ہو گئی، وجہ یہ ہوئی کہ چونکہ صلیبیوں کو رسد اور غلہ کے فراہم کرنے کا موقع نہ ملا تھا۔ اس وجہ سے محاصرہ کی تکلیف سے بے حد پریشان ہونے لگے۔ امیر کربوغا سے امان کی درخواست کی۔ امیر کربوغا نے امان دینے سے انکار کیا۔ عیسائیوں پر نہایت مصیبت اور سختی کا وقت آ گیا تھا۔

مؤرخین میں سے اس واقعہ کو ابن اثیر تفصیل کے ساتھ اس طرح لکھتا ہے۔

"ابن اثیر کا کہنا ہے کہ صلیبیوں کو انطاکیہ پر قبضہ کئے ہوئے کوئی بارہ دن ہو گئے تھے۔ رسد اور غلہ کا کوئی سامان نہیں کرنے پائے تھے کہ امیر کربوغا وغیرہ آ گئے۔ عیسائی بھوکے مرنے لگے۔ امراء نے اپنی سواری کے جانور کھانا شروع کر دیئے۔ غرباء اور سپاہی درختوں کے پتوں سے پیٹ بھرنے لگے۔ امیر کربوغا کے پاس پیغام بھیجا کہ آپ ہم کو امان دیجئے، ہم شہر خالی کر دیتے ہیں۔"

امیر کربوغا نے جواب دیا، ہرگز نہیں، امان نہیں دی جائے گی۔ ہم تم کو تلوار کے ذریعے سے نکالیں گے۔ اس جواب سے صلیبیوں کے پاؤں تلے سے زمین نکل گئی۔ ایک پادری نے جس پر ان عیسائیوں کا زیادہ انحصار تھا، وہ لوگوں سے کہنے لگا۔

"گھبراؤ نہیں، اسی انطاکیہ میں مسیح کی صلیب فلاں مقام پر دفن ہے، تلاش کرو۔ اگر مل گئی تو تمہاری فتح ہو گی، ورنہ تمہاری ہلاکت اور تباہی یقینی ہے۔"

پادری نے اس سے پہلے صلیب کو اس مقام پر دفن کر دیا تھا۔ صلیبی لشکری صلیب کو تلاش کرنے پر تیار ہو گئے۔ پادری نے کہا وہ یوں نہیں ملے گی، پہلے تین دن روزہ رکھو، دعا کرو، گناہوں کی مغفرت چاہو، چوتھے روز تلاش کی کوشش کرو، کامیاب ہو گے تو پھر کیا کہنا ورنہ موت ہے۔

صلیبیوں نے اس پر عمل کیا جیسا کہ پادری نے کہا تھا۔ تلاش کے بعد صلیب بھی مل گئی۔ پادری نے کہا اب کیا ہے، خوشیاں مناؤ، شہر پناہ کا دروازہ کھول کر پانچ چھ آدمی امان کا جھنڈا لئے ہوئے نکلو۔ جب سب کے سب انطاکیہ سے باہر نکل جاؤ تو جنگ کا نقارہ بجا دو، فتح یاب ہو جاؤ گے۔

جس وقت صلیبی انطاکیہ سے متفرق طور پر چھوٹے چھوٹے گروہوں کی صورت میں نکل

رہے تھے۔ سارے مسلمانوں کے سالاروں نے امیر کربوغا سے کہا ان عیسائیوں کو مہلت
دی جائے' جوں جوں نکلتے جائیں' انہیں قتل کرتے جائیں۔ امیر کربوغا حالات اور معاملے
سمجھ نہ سکا جواب دیا۔

"پہلے ان سب کو نکل جانے دو' ان سے لڑ کر پسپا کر دیں گے۔"

لیکن مسلمانوں میں بعض امراء نے اس کی مخالفت کی اور عیسائیوں کے ایک گروہ
کر ڈالا۔ امیر کربوغا نے خود جا کر انہیں اس سے روکا۔ جب تمام صلیبی شہر انطاکیہ سے
آئے تو انہوں نے صف آرائی کی۔ چونکہ کربوغا نے مسلمانوں کے ساتھ ناگوار برتاؤ کیا
لہٰذا وہ کربوغا کا ساتھ چھوڑ کر واپس چلے گئے اور یوں کربوغا کو بھی اس مہم کو ترک کر کے واپس
سلطان برکیاروق کی طرف جانا پڑا۔ اس سے نصرانی خوش ہوئے۔ انطاکیہ پر وہ قبضہ کر
چکے تھے' اب وہ بیت المقدس کے علاوہ مسلمانوں کے دیگر بڑے شہروں پر قابض ہونے
تیاریوں میں لگ گئے تھے۔

دوسری طرف سلطان برکیاروق کے چچا تتش نے جو مارا جا چکا تھا' بیت المقدس کو ایک
بار اپنے قبضہ میں کرنے کے بعد امیر سقمان کو وہاں کا والئی مقرر کیا تھا۔ سقمان سلطان
برکیاروق کے ساتھ بھی کام کرتا تھا اور بیت المقدس میں اس کی جگہ اس کا نائب نظم ونسق
چلاتا تھا۔ لیکن جب صلیبیوں نے یورپ سے نکل کر مسلمانوں کے علاقوں پر حملے شروع
دیئے' تب سلطان برکیاروق نے سقمان بن ارتق اور اس کے بھائی الغازی دونوں کو بیت
المقدس کی طرف روانہ کر دیا۔ وہاں التون نے اپنی عسکری طاقت اور قوت مستحکم کر دی تھی۔

لیکن مصر کی فاطمی حکومت کی دوہری بدقسمتی اور مسلمانوں کی بھی بدبختی کہ بیت المقدس
صلیبیوں کے حملہ آور ہونے سے پہلے ہی مسلمانوں کے اندر خانہ جنگی کی ابتداء ہو گئی جس
بیت المقدس کی عسکری طاقت اور قوت کو کمزور کر دیا۔ اس سارے موقع کے مؤرخین کچھ
طرح لکھتے ہیں' وہ کہتے ہیں۔

"سلطان برکیاروق کے چچا تتش نے بیت المقدس کو امیر سقمان ارتق کے حوالے کیا
اور جس وقت مسلمانوں کو انطاکیہ کے مقام پر صلیبیوں کے مقابلے میں شکست ہوئی تو مصر
فاطمی خلیفہ کو بیت المقدس پر قبضہ کرنے کا شوق اور جوش پیدا ہوا۔

چنانچہ اس نے اپنے سپہ سالار افضل بدر جمالی کو لشکر دے کر بیت المقدس کی طرف

کیا تاکہ بیت المقدس پر حملہ آور ہو کر اس پر قبضہ کرے۔ اب بیت المقدس پر قبضہ کرنے کے
لئے دو قوتیں تاک جھانک کر رہی تھیں۔ ایک مصر کی فاطمی حکومت اور دوسری طوفاں کی طرح
یورپ سے اُمڈتے صلیبی۔"

چنانچہ مصر کے فاطمی خلیفہ کے کہنے پر اس کے سالار افضل بدر جمالی نے اپنے لشکر کے
ساتھ بیت المقدس کا محاصرہ کر لیا۔ بیت المقدس میں سقمان اور الغازی جو ارتق کے بیٹے تھے'
اس وقت دونوں بھائی موجود تھے' جو لشکر انہوں نے تیار کیا تھا۔ وہ اس لشکر کے ساتھ جی توڑ کر
لڑے لیکن حملہ آوروں کو دو طرح کی فوقیت تھی۔

ایک تو فاطمی خلیفہ کے سپہ سالار بدر جمالی کے لشکر کی تعداد بہت زیادہ تھی۔ دوسری اس
کے پاس ان گنت منجنیقیں تھیں اور مؤرخین لکھتے ہیں کہ اسی بدر جمالی نے منجنیقوں سے پتھروں
کی بارش کر کے شہر پناہ کی دیوار کو توڑ ڈالا لیکن سقمان اور الغازی کی ہمت و جوان مردی کو سلام
انہوں نے شہر کی فصیل گرنے کے باوجود چالیس دن تک مصر کے فاطمی خلیفہ کے سالار
بدر جمالی کو شہر میں داخل نہ ہونے دیا اور اس کا مقابلہ کرتے رہے۔ چنانچہ جب مسلمانوں کا
زیادہ نقصان ہونے لگا تو سقمان اور الغازی نے ہتھیار ڈال دیئے۔ چنانچہ بدر جمالی نے
کامیابی کے بعد محصور امراء کے ساتھ کہتے ہیں' اچھا برتاؤ کیا۔ سقمان اور الغازی دونوں بھائی
اپنے ساتھیوں کے ساتھ بیت المقدس سے نکل گئے۔ سقمان نے الرہا شہر کی طرف رخ کیا'
جبکہ الغازی عراق کی طرف چلا گیا تھا۔ مصر کے فاطمی خلیفہ کے سالار بدر جمالی نے اپنی طرف
سے ایک شخص افتخار الدولہ کو بیت المقدس کی حکومت مامور کیا اور مصر واپس چلا گیا۔

مصر کے فاطمی خلفاء کی اس غیر ذمہ دار حرکت سے مسلمانوں کی طاقت وقوت میں جوش
پیدا ہوا تھا' چاہیے تو یہ تھا کہ مصر کا فاطمی خلیفہ سقمان اور الغازی دونوں بھائیوں کے ساتھ مل کر
صلیبیوں کے سامنے بیت المقدس کا دفاع کرتا' لیکن اس نے الٹا سقمان اور الغازی پر حملہ کر
کے انہیں بیت المقدس سے نکال باہر کیا اور بیت المقدس اپنی مملکت میں شامل کر لیا۔ لیکن اس
کی قسمت میں بیت المقدس پر حکومت کرنا زیادہ دن نہ لکھا ہوا تھا۔ اس لئے کہ انطاکیہ کی فتح
کے بعد اب عیسائیوں کا طوفان بیت المقدس کی طرف بڑھا تھا۔

آخر کار صلیبیوں کا طوفان بیت المقدس کی طرف بڑھا' شہر کا انہوں نے محاصرہ کر لیا۔
مصر کی فاطمی حکومت کا والئی افتخار الدولہ اور نہ ہی مصر کی فاطمی حکومت صحیح طرح سے بیت

المقدس کا دفاع کر سکی۔ صلیبی شہر پناہ کی شمالی دیوار توڑ کر کود پڑے اور بڑی خون ریزی اور غارت گری کا دروازہ کھول دیا۔

مؤرخین لکھتے ہیں کہ مسلمانوں کا ایک گروہ محراب داؤد میں تین روز تک پناہ گیر رہا۔ آخر صلیبیوں سے امان حاصل کر کے رات کے وقت عسقلان چلا گیا۔ مسجد اقصیٰ میں ستر ہزار سے زیادہ مسلمان شہید کیے گئے اور یہ سب کچھ مصر کی فاطمی حکومت کی غیر ذمہ داری کی وجہ سے ہوا اور مرنے والے ان ستر ہزار میں علماء امراء اور رؤسا شہر شامل تھے اور بیت المقدس سے صلیبیوں کو چالیس قندیلیں جس میں سے ہر ایک کا وزن تین ہزار چھ سو درہم تھا اور یہ ساری چاندی کی تھیں۔ ایک سو پچاس قندیلیں چھوٹی یہ بھی چاندی کی تھیں۔ چاندی کا ایک تنور اس کے علاوہ بہت سا مال و اسباب اور قیمتی اشیاء انہیں وہاں سے حاصل ہوئیں۔

مؤرخین یہ بھی لکھتے ہیں کہ ایسی حالت میں بہت سے مسلمان فریادی صورت بنائے بے حال، پریشانی دارالخلافت بغداد میں پہنچے۔ چنانچہ خلیفہ بغداد مقتدی نے انہیں اپنے چند معززین اور امراء کے ساتھ سلطان برکیاروق کے پاس روانہ کیا اور یہ گزارش کی کہ صلیبیوں کی اس جرأت اور سفاکی کا انتقام لینے کا اہتمام کیا جائے۔ ابھی یہ وفد راستے ہی میں تھا کہ انہیں یہ خبر پہنچی کہ سلطان برکیاروق کے خلاف ایران کے عامل انز نے بغاوت کر دی ہے اور یہ کہ سلطان کا چھوٹا بھائی محمد بن ملک شاہ جو گنجہ اور اس کے گرد و نواح کا حکمران تھا، وہ بھی سلطان برکیاروق کے خلاف سازشوں میں مصروف ہے اور کوشش کر رہا ہے کہ برکیاروق کی جگہ خود سلطان بن جائے۔ خلیفہ بغداد کے وفد نے جب یہ خبریں سنی، وہ جان گئے کہ برکیاروق خود مصیبت میں پھنسا ہوا ہے، جگہ جگہ بغاوتوں کو فرو کرنے میں مصروف ہے۔ لہٰذا وہ صلیبیوں کا مقابلہ کیسے کرے گا۔ لہٰذا وہ راستے ہی سے لوٹ کر واپس بغداد چلے گئے تھے۔

............*

محمد اور سنجر دونوں حقیقی بھائی تھے۔ سلطان برکیاروق نے تو سنجر کو حکومت پر متعین کیا تھا اور یہ برکیاروق کا سنجر پر بہت بڑا احسان تھا جبکہ اس سے پہلے سنجر سلطان برکیاروق کے لشکر میں عام خدمات انجام دے رہا تھا، جبکہ اس کے چھوٹے بھائی محمد پر بھی سلطان برکیاروق نے بڑا احسان اور بڑی عنایت کی اور اسے گنجہ شہر اور اس کے اردگرد کے علاوہ دوسرے بہت سے شہروں کا حاکم مقرر کر دیا۔

محمد بن ملک شاہ کو حاکم مقرر کرتے وقت سلطان برکیاروق نے اپنے ایک سالار قتلغ تکین کو بطور وزیر اور مشیر محمد بن ملک شاہ کے ساتھ روانہ کیا تھا تاکہ وہ مملکت کے امور کی دیکھ بھال کر سکے۔ اس لئے کہ محمد حکمرانی کا تجربہ نہیں رکھتا تھا۔

سلطان برکیاروق کا بھائی محمد شاید شروع سے ہی کوئی منصوبہ بندی کیے ہوئے تھا۔ جب اسے ان علاقوں کی حکومت ملی تو اس نے اپنی طاقت اور قوت میں اضافہ کرنا شروع کیا۔ جب اس نے اندازہ لگایا کہ اس کی حکومت میں استحکام پیدا ہو گیا ہے تو اس نے اپنے وزیر قتلغ تکین کو مار ڈالا اور عبیداللہ بن نظام الملک کو اپنا وزیر بنا لیا۔ یہی عبیداللہ بن نظام الملک بڑے مکارانہ طریقے سے ایران کے عاقل انز سے ملا اور اسے بغاوت پر اکسایا۔ اب سلطان برکیاروق کے لئے مسائل ہی مسائل تھے۔ ایک طرف صلیبی یورپ سے نکل کر مسلمانوں کے علاقوں پر ضربیں لگا رہے تھے۔ دوسری طرف اس کا چھوٹا بھائی محمد بن ملک شاہ سلجوقی بغاوت اور سرکشی کرنے کے درپے تھا اور تیسری طرف ایران کا حاکم انز بغاوت کھڑی کیے ہوئے تھا۔

جس وقت محمد کے وزیر عبیداللہ نے انز سے مل کر اسے سلطان برکیاروق کی مخالفت پر آمادہ کیا، ساتھ ہی اسے محمد کی قوت اور شوکت کی دھمکی دی۔ اس کے غصے اور انتقام سے ڈرایا اور اسے یہ رائے دی کہ محمد بن ملک شاہ سے ملاقات کر کے معاملات مکمل کر لو۔ محمد بن ملک شاہ ان دنوں اپنے مرکزی شہر گنجہ میں تھا۔ چنانچہ عبیداللہ کے کہنے پر انز نے عمل کیا اور سلطان برکیاروق کے خلاف بغاوت کر کے اس نے اس کے بھائی محمد کا ساتھ دینے کا اعلان کر دیا۔ اس کے بعد اس نے اپنا ایک بہت بڑا لشکر لیا اور اصفہان سے رے کی طرف کوچ کیا۔ کھلم کھلا سلطان برکیاروق سے بغاوت اور اس کی مخالفت کرنے لگا۔

سلطان برکیاروق کو انز کی جب بغاوت کی خبر ہوئی تو اس نے ارادہ کر لیا کہ اس بغاوت کو فرو کرنے کے لئے وہ امیر ایاز بن سیف الدین اور قماج کو روانہ کرے گا، لیکن خدا کا کرنا ایسا ہوا کہ انز کے لشکر میں ابھی سلطان برکیاروق کے حمایتی اور چاہنے والے موجود تھے۔ ان میں سے تین ترکوں نے جو انز کے لشکر کے سالار تھے اور خوارزم کے رہنے والے تھے رات کے وقت منصوبہ بندی کی اور یہ طے کیا کہ انز نے چونکہ ناحق سلطان برکیاروق کے خلاف بغاوت اور سرکشی کی ہے۔ برکیاروق نے اس پر احسان کیا تھا کہ ایران کا حاکم مقرر کیا، لیکن اس نے احسان فراموشی سے کام لیا اور سلطان کے خلاف بغاوت کی۔ لہٰذا انہوں نے یہ فیصلہ

کیا کہ انز کو قتل کر کے ختم کر دیا جائے۔ چنانچہ اسی رات وہ تینوں حرکت میں آئے۔ انز کے
خیمہ میں بڑے رازدارانہ طریقے میں داخل ہوئے اور انز کو انہوں نے موت کے گھاٹ اتار
دیا۔ جب انز کے لشکر میں یہ خبر پھیلی کہ انز کو قتل کر دیا گیا ہے تو اس کے لشکر میں گڑبڑ مچ گئی۔
مال، روپیہ، اسباب اور دوسری ساری چیزیں لشکریوں نے لوٹ لیں۔ اس کے بعد انز کے ...
کے جو حمایتی تھے، وہ اس کی لاش کو اصفہان لے گئے۔ وہاں دفن کر دیا گیا۔ سلطان برکیاروق کو
بھی خبر ہوگئی تھی کہ انز کے لشکر میں جو اس کے حمایتی ہیں، انہوں نے انز کو موت کے گھاٹ اتار
دیا ہے۔ لہٰذا اس نے اس لشکر کو روک دیا جسے وہ ایاز اور قماج کی سرکردگی میں انز کی بغاوت کو
قتل کرنے کے لئے روانہ کرنا چاہتا تھا۔

سلطان برکیاروق کو جب خبر ہوئی کہ اس کا بھائی محمد اس کے خلاف بغاوت اور سرکشی
کرنے کا ارادہ کر چکا ہے، تب اس نے صرف افواہوں پر اعتماد اور بھروسہ نہیں کیا، بلکہ اپنے
قابل اعتماد اہلکاروں کو دوڑایا، جب انہوں نے اس بات کی تصدیق کر دی کہ ہاں محمد بن ملک
شاہ سلجوقی سلطان برکیاروق کے خلاف بغاوت پر آمادہ ہے اور اس نے اس کے لئے ایک
بہت بڑا لشکر بھی جمع کر لیا ہے اور اس لشکر کے ساتھ اب وہ حرکت میں آ کر سلطان برکیاروق
کے مفاد کو نقصان پہنچانا چاہتا ہے۔

یہ صورت حال دیکھتے ہوئے سلطان برکیاروق نے ہرات کی طرف جانے کا ارادہ
تبدیل کر دیا۔ داؤد حبشی کو جو سلطان برکیاروق کے عراق کے مقبوضہ جات کا حاکم تھا، اس نے
ہرات کی طرف روانہ کر دیا اور اس کو سلطان نے تاکید کی کہ عراق کے حالات کو درست کر کے
اپنی گرفت میں کرے اور خود باقی لشکر کو لے کر سلطان نے رے شہر کا رخ کیا۔ ایسا سلطان
اس لئے چاہتا تھا کہ رے شہر میں قیام کر کے وہ حالات کا جائزہ لے گا اور جب اس کا بھائی
کسی کارروائی کی ابتداء کرتا ہے تو پھر وہ رے سے اٹھ کر اس کی سرکوبی کرے گا۔ دراصل
سلطان برکیاروق نہیں چاہتا تھا کہ محمد کے خلاف حرکت میں آنے میں وہ پہل کرے۔ ...
حالات کا انتظار کرنا چاہتا تھا۔ اسی بناء پر بقول مؤرخین اس نے اپنے لشکر کے ساتھ رے شہر کا
رخ کیا تھا۔

............*

ایاز کا دادا نظام الدین، دادی ایسارب، بروزہ، توزین اور رفادہ پانچوں ایک روز حویلی کے

اصطبل کے درمیانی حصے میں جو پھل دار پودوں کا ایک چھوٹا سا باغیچہ تھا، اس کے اندر کچھ
پودوں کی دیکھ بھال کر رہے تھے اور جن کے پھل پک چکے تھے، ان کے پھل بھی اتار رہے تھے
کہ ایسے میں حویلی کے صدر دروازے پر دستک ہوئی تھی۔

یہ دستک سنتے ہی نظام الدین چونکا اور پھر باری باری توزین اور رفادہ کی طرف دیکھا
اور کہنے لگا۔

"میری بچیو تم دونوں اندر چلی جاؤ۔"

اس پر توزین اور رفادہ بڑی تیزی سے حرکت میں آئیں اور تقریباً بھاگنے کے انداز میں
وہ حویلی کے اندرونی حصہ کی طرف چلی گئی تھیں۔ اس موقع پر بروزہ نے آگے بڑھ کر جب
دروازہ کھولنا چاہا، تب نظام الدین نے اسے مخاطب کیا۔

"بیٹی رک جاؤ، تو یہی رہ، میں دروازہ خود کھولتا ہوں اور دیکھتا ہوں، دستک دینے والا
کون ہے۔"

نظام الدین نے آگے بڑھ کر جب دروازہ کھولا تو باہر ایاز اپنے گھوڑے کی باگ تھامے
کھڑا تھا۔ ایاز کو اس حالت میں دیکھ کر نظام الدین پھولا نہیں سما رہا تھا۔ اس کو اندر نہیں آنے
دیا بلکہ خود باہر نکلا، ایاز کو گلے لگا کر اس کی پیشانی چومی، اس موقع پر نظام الدین نے ایاز سے
علیحدہ ہو کر جب دروازہ کھولنا چاہا تو ایاز نے نظام الدین کو پکڑ لیا۔ گھوڑے کی باگ اس نے
چھوڑ دی اور کہنے لگا۔

"دادا اب آپ زحمت نہ کریں، دروازہ میں خود ہی کھول لیتا ہوں، ساتھ ہی اس نے
دروازے کے دونوں پٹ کھول دیئے تھے۔ پھر گھوڑے کی باگ پکڑ کر وہ اندر داخل ہوا۔
دروازہ بند کیا اور اندر سے دروازے کو زنجیر لگا دی۔ جوں ہی دروازے کو زنجیر لگی، حویلی کے
اندرونی حصے سے توزین اور رفادہ دونوں بھاگتی ہوئی نکلی تھیں، وہ بے پناہ خوشی کا اظہار کر رہی
تھیں۔ ایسا شاید ایاز بن سیف الدین کی آمد پر تھا۔ ایسارب اور بروزہ بھی خوشی کا اظہار کرتے
ہوئے دروازے کی طرف بڑھی تھیں۔"

ایسارب نے ایاز کو گلے لگا کر پیار کیا۔ بروزہ نے بھی اس کا حال پوچھا۔ اتنی دیر تک
توزین اور رفادہ نے آگے بڑھ کر گھوڑے کی باگ پکڑ لی تھی۔

یہ صورت حال دیکھتے ہوئے ایاز مسکرا دیا اور باری باری وہ توزین اور رفادہ کی طرف

دیکھتے ہوئے کہنے لگا۔

''میں جانتا ہوں' اگر میں نے تم دونوں سے یہ کہا کہ گھوڑے کو میں خود اصطبل میں باندھتا ہوں تو تم دونوں مجھے باندھنے نہیں دوگی۔ لہٰذا تم جانو اور یہ گھوڑا جانے۔''

ایاز کے یہ الفاظ سن کر توزین اور رفادہ خوش ہوگئی تھیں۔ پھر دونوں گھوڑے کو اصطبل کی طرف لے گئی تھیں۔ نظام الدین' ایسارب اور بروزہ ایاز کو لے کر دیوان خانے کی طرف بڑھے تھے۔

تھوڑی دیر بعد توزین اور رفادہ بھی دیوان خانے میں داخل ہوئیں اور توزین نے گھوڑے کی زین سے جو خرجین کھولی تھی وہ لا کر اس نے ایاز کے پاس رکھ دی۔ ایاز نے ایک گہری نگاہ توزین پر ڈالی' پھر کہنے لگا۔

''توزین یہ خرجین دادا کو دے دو۔''

توزین فوراً حرکت میں آئی اور بڑی خرجین جب وہ نظام الدین کی طرف لے جانے لگی' تب وہ ایک دم ٹھٹکی' پھر مڑی اور ایاز بن سیف الدین کی طرف دیکھا اور کہنے لگی۔

''اس میں آپ کے کپڑے بھی ہیں۔'' ایاز کے جواب دینے سے پہلے ہی بروزہ بول اٹھی' کہنے لگی۔

''بیٹی سارے کپڑے نکال لو' یہ دھونے والے ہوں گے اور باقی سامان دادا کے پاس رکھ دو۔''

توزین نے سارے کپڑے نکال لئے پھر ان کپڑوں کو لے جا کر اس نے طہارت خانے کی طرف ڈال دیا تھا۔ دوبارہ آ کر وہ اپنی ماں کے پہلو میں بیٹھ گئی تھی۔

نظام الدین نے بڑی خرجین کے اندر سے ایک اور خرجین نکالی' اس نے اس کا منہ کھولا تو اس میں نقدی کے علاوہ کچھ انتہائی قیمتی زیورات اور جواہرات بھی تھے۔

ان سب چیزوں کا ایک گہری نگاہ سے نظام الدین نے جائزہ لیا پھر کہنے لگا۔

''بیٹی یہ سب کچھ......''

نظام الدین کی بات کاٹتے ہوئے ایاز بول اٹھا تھا۔

''دادا دو تین بغاوتیں فرو کرنے کے نتیجہ میں یہ سامان میرے حصے میں آیا ہے اور جس قدر مجھے ملا میرے دادا میں نے آپ کے سامنے پیش کر دیا ہے۔ اب آپ جانیں اور یہ

سامان جانے۔''

ایاز کے ان الفاظ سے نظام الدین مسکرا دیا تھا۔ کچھ دیر اس نے سوچا آخر بروزہ کی طرف دیکھا اور کہنے لگا۔

''بیٹی تم میری طرف آؤ۔''

بروزہ اپنی جگہ سے اٹھ کر کھڑی ہوئی' جب وہ نظام الدین کے پاس گئی تو نظام الدین کہنے لگا۔

''پہلے اس خرجین کو تھامو اور اپنی نشست پر بیٹھو پھر جو کچھ میں تم سے کہنا چاہتا ہوں کہوں گا۔''

اس پر بروزہ ٹھٹکی اور کہنے لگی۔

''بابا آپ اس گھر کے بڑے ہیں اور یہ ساری چیزیں آپ کے پاس رہنی چاہئیں۔'' نظام الدین مسکرایا اور کہنے لگا۔

''بیٹی پہلے یہ خرجین سنبھال کر اپنی نشست پر بیٹھو پھر دیکھ میں کیا کہتا ہوں۔''

بروزہ مان گئی۔ وہ خرجین لے کر دوبارہ اپنی نشست پر بیٹھ گئی۔ اس کے بیٹھنے کے ساتھ ہی نظام الدین بولا اور کہنے لگا۔

''بیٹی میں اور میری بیوی دونوں بڑھاپے کی آخری حدود کو چھو چکے ہیں۔ کسی بھی وقت اس فانی دنیا سے کوچ کر سکتے ہیں۔ اس لئے میری بیٹی اس حویلی کا سارا انتظام و انصرام اب تمہارے ہاتھ میں ہونا چاہیے۔ میں اور ایسارب دونوں یہ سارا انتظام کرنے سے قاصر ہیں' کمزور اور لاغر ہیں اور پھر ایاز کو تم لوگوں نے دیکھ لیا ہے' وہ اکثر باہر رہتا ہے۔ لہٰذا سارے سامان کی دیکھ بھال میری بیٹی میں تیرے ذمہ لگاتا ہوں' ہر چیز تیرے حوالے ہے۔''

بروزہ نظام الدین کی طرف دیکھتے ہوئے شکرگزاری کے سے انداز میں دیکھتی رہ گئی تھی' کچھ کہنے کے لئے کچھ سوچ ہی رہی تھی کہ حسین توزین بولی اور ایاز کی طرف دیکھتے ہوئے کہنے لگی۔

''آپ کی آمد سے پہلے ہم نے تازہ پھل توڑے ہیں' وہ میں آپ کے لئے لے کر آتی ہوں۔''

توزین کہتے کہتے رک گئی' اس لئے کہ اس کی طرف دیکھتے ہوئے ایاز بول اٹھا۔

"کیا کھانے کا اہتمام نہیں ہوسکتا' مجھے بھوک لگی ہے۔"

ایاز کے یہ الفاظ ادا کرنے تھے کہ جست لگانے کے انداز میں توزین اور رفادہ دونوں ایک ساتھ اٹھ کھڑی ہوئیں پھر رفادہ کہنے لگی۔

"آپ تھوڑی دیر انتظار کریں' ہم ابھی آپ کے لئے کھانا لاتی ہیں۔"

"بہتر ہے آپ ہمارے کھانا تیار کرنے تک نہا کر لباس تبدیل کر لیں۔"

اس کے ساتھ ہی توزین اور رفادہ اٹھ کر مطبخ کی طرف چلی گئی تھیں' جبکہ ایاز طہارت خانے کی طرف ہو لیا تھا۔

ان تینوں کے دیوان خانے سے نکلنے کے بعد کچھ دیر خاموشی رہی پھر بروزہ باری باری نظام الدین اور ایسارب کی طرف دیکھتے ہوئے کہنے لگی۔

"بابا اور اماں اب جبکہ دونوں میرے ساتھ ہیں' میں ایک انتہائی اہم موضوع پر گفتگو کرنا چاہتی ہوں۔ سب سے پہلے تو میں آپ دونوں کی شکرگزار ہوں کہ مجھے آپ دونوں نے باپ اور ماں کا پیار دیا۔ توزین اور رفادہ بھی ایاز کی طرح آپ دونوں کو دادا اور دادی ہی سمجھتی ہیں۔ بابا اس موقع پر آپ دونوں سے میری گزارش ہے کہ جس وقت ہم آرمینیا سے فلسطین کی طرف کوچ کر رہے تھے' اس وقت توزین اور رفادہ دونوں نابالغ تھیں۔ لہٰذا میں نے ان کا گھر بسانے یا ان کی شادی کرنے کے متعلق نہیں سوچا تھا۔ اب یہاں آنے کے بعد دو تبدیلیاں ہوئی ہیں کہ ایک تو وہ اب بچپن سے نکل کر شباب کی حدود میں داخل ہو چکی ہیں' بالغ ہو چکی ہیں اور دوسری بات یہ کہ اس حویلی میں جس قدر پیار ملا' ایسا پیار تو ہم تینوں کو آرمینیا میں بھی میسر نہیں تھا۔"

"بابا میری آپ سے اور اماں دونوں سے گزارش ہے کہ اب توزین اور رفادہ کی شادی یا کم از کم ان دونوں کی منگنی کا اہتمام ضرور ہونا چاہیے۔ میرے پاس کچھ نقدی اور زیورات بھی ہیں جو ہم تینوں ماں بیٹی حسن بن صباح کے حملہ آوروں سے بچا کر بھاگی تھیں' میں چاہتی ہوں کہ جو کچھ میرے پاس ہے' وہ آپ کی نگرانی میں رہے۔"

بروزہ جب رکی' تب نظام الدین کہنے لگا۔

"بیٹی میں تمہیں پہلے ہی کہہ چکا ہوں' میں اور میری بیوی اب بڑھاپے کی حدود کو چھو چکے ہیں۔ لہٰذا اس حویلی کی ہر چیز تمہاری نگرانی میں رہے گی اور سارے انتظامات خود ہی کرا

گی' رہی بات توزین اور رفادہ کی شادی یا منگنی کی' تو جہاں بھی تم چاہو گی' میری بچی ان دونوں کی منگنی اور شادی کا اہتمام کر دیا جائے گا۔ ویسے میں خود پسند کروں گا' جہاں تم چاہتی ہو' پہلے وہاں منگنی ہونی چاہیے' شادی نہیں تاکہ جس کے ساتھ ان کی منگنی ہو' ان کے ساتھ اٹھے بیٹھیں' مزاج سے واقف ہو جائیں۔ اگر مزاج ملے تو درست' شادی کر دینی چاہیے' مزاج نہ ملے تو منگنی توڑ کر کسی دوسرے در پہ دستک دی جا سکتی ہے۔"

نظام الدین جب خاموش ہوا' تب تھوڑی دیر خاموشی رہی' یہاں تک کہ بروزہ بولی اور کہنے لگی۔

"بابا جب کھانے کی چیز اپنے گھر میں موجود ہو' وہ پھل جس کی ہم خواہش مند ہوں' اپنے باغیچہ میں ہو تو بابا پھر باہر سے لانے کی کیا ضرورت ہے۔"

بروزہ کے ان الفاظ پر نظام الدین چونکا تھا اور کہنے لگا۔

"بیٹی کھل کر کہو' میں نہیں سمجھا کہ تم کیا کہنا چاہتی ہو۔" اس پر بروزہ پھر بولی اور کہنے لگی۔

"بابا آپ جانتے ہیں توزین اور رفادہ دونوں کی شکل آپس میں ملتی ہے۔ دونوں کی آنکھیں نیلی ہیں' جو خوبصورتی کا ایک پہلو شمار کیا جاتا ہے اور پھر ان دونوں کی خوبصورتی اور حسن کے چرچے بھی ایسے تھے کہ حسن بن صباح کے آدمی ان دونوں کی خوبصورتی کی وجہ سے ہمارے درپے ہو گئے۔ وہ انہیں حاصل کر کے اپنی فردوس کی زینت بنانا چاہتے تھے' پر خداوند قدوس کو ایسا منظور نہیں تھا۔ میں دونوں کے ساتھ بچ کے یہاں پہنچ گئی۔"

"بابا اب اگر ان دونوں کو میں کہیں باہر بیاہتی ہوں تو ایک نہ ایک روز پتہ چل جائے گا۔ توزین اور رفادہ وہی ہیں جن کو حسن بن صباح کے لوگ حاصل کرنا چاہتے تھے' جس روز ایسا ہوا اس روز دو کاموں میں سے ایک کام ضرور ہوگا۔"

"اول یہ کہ توزین اور رفادہ دونوں کو پکڑ کر حسن بن صباح کے کارندے اپنی فردوس کی زینت بنا دیں گے' جہاں نہ ان کی عزت نہ عظمت نہ ان کی عفت محفوظ رہے گی۔"

"دوئم یہ کہ اگر یہ دونوں ان کے ہتھے چڑھنے سے بچ گئیں تو پھر انہیں چھپ چھپ کر ایک قیدی کی حیثیت سے زندگی گزارنا ہوگی۔ جب یہ ایسا کریں گی تو بابا جہاں ان کی شادی ہوگی' وہ ان کے متعلق مشکوک ہو جائیں گے کہ یہ ایسا کیوں کرتی ہیں۔ اس بناء پر میں چاہتی

ہوں کہ دونوں اسی حویلی میں رہیں' بابا کیا ایسا نہیں ہوسکتا کہ توزین اور رفادہ دونوں کو ہم سے بیاہ دیں۔ ایسا اس وقت ہوگا جب آپ اور اماں پسند کریں گے اور اگر آپ نے ایسا نہ کیا تو پھر بابا آپ کی رضامندی اور آپ کی اجازت سے کہیں باہر رشتہ دیکھنا پڑے گا، توزین اور رفادہ دونوں کے لئے انتہائی خطرناک ثابت ہوگا۔"

یہاں تک کہنے کے بعد بروزہ جب رکی' تب ایسارب جواب تک خاموش رہ کر ساری گفتگو سن رہی تھی' بے پناہ خوشی کا اظہار کرتے ہوئے ایک دم بول اٹھی۔

"بروزہ قسم اللہ پاک کی' میں بھی گزشتہ کئی ہفتوں سے اسی خواہش کے پیچھے پڑی ہوئی تھی کہ اللہ کرے توزین اور رفادہ میں سے کوئی ایک میرے بچے ایاز کی بیوی بن جائے۔ اگر دونوں کو ایاز سے بیاہنے کے لئے تیار ہو تو میں سمجھتی ہوں' اس سے بڑھ کر ہماری کوئی خوش قسمتی ہو ہی نہیں سکتی۔ ان جیسی لڑکیاں ہمیں کہاں ملیں گی' بلکہ میں تیری شکرگزار ہوں کہ تو نے خود ایسی پیشکش کی ہے اور مجھے امید ہے کہ ایاز ان دونوں کو خوش اور آسودہ رکھے گا۔"

ایسارب جب خاموش ہوئی' تب نظام الدین نے بھی ایسی ہی خوشی اور خواہش کا اظہار کیا۔ اس پر بروزہ بھی بے حد خوش اور مطمئن ہوگئی تھی۔ کچھ دیر خاموشی رہی پھر ایسارب بولی اور کہنے لگی۔

"بروزہ تم ابھی خاموش رہنا' اس سلسلے میں میں خود توزین اور رفادہ سے بات کروں گی اور دیکھوں گی کہ ان کی کیا مرضی اور منشاء ہے۔"

ایسارب کے ان الفاظ پر بروزہ مسکرا دی اور کہنے لگی۔

"اماں آپ کیسی باتیں کرتی ہیں' توزین اور رفادہ تو چند ہفتے پہلے ہی دونوں میرے سامنے اپنی محبت اور چاہت کا اظہار کر چکی ہیں' ہاں اس کے باوجود آپ اس موضوع پر ان سے گفتگو کرنا چاہتی ہیں تو آپ کو ضرور کرنی چاہیے۔"

اس پر ایسارب کہنے لگی۔

"بروزہ میری بیٹی جوں ہی کھانا تیار کر کے توزین اور رفادہ آتی ہیں تو ان سے تیرے بابا کے سامنے اس موضوع پر گفتگو کروں گی اور پھر یہ بھی چاہوں گی کہ تینوں کی منگنی آج ہی ہونی چاہیے۔ اس کے بعد چند ماہ کا وقفہ ڈال کر پوری تیاری اور شان و شوکت کے ساتھ تینوں کی شادی کا اہتمام کر دیا جائے گا۔"

بروزہ نے خوشی کا اظہار کرتے ہوئے اس سے اتفاق کیا' کچھ کہنا چاہتی تھی کہ اتنی دیر تک توزین اور رفادہ دونوں کھانا تیار کر کے لے آئیں اور دیوان خانے میں ہی لا کر رکھ دیا پھر توزین بولی اور کہنے لگی۔

"ابھی تک ایاز نہا کر لباس تبدیل کر کے نہیں آئے؟"

توزین مزید کچھ کہنا چاہتی تھی کہ رک گئی' اس لئے کہ اسی وقت ایاز دیوان خانے میں داخل ہوا' توزین اور رفادہ دونوں نے اسے کھانا دیا اور وہ بیٹھ کر چپ چاپ کھانا کھانے لگا تھا۔

کھانے کے بعد توزین اور رفادہ دونوں برتن اٹھا کر لے گئی تھی۔ ان کے جانے کے بعد نظام الدین نے غور سے ایاز کی طرف دیکھا پھر کہنے لگا۔

"ایاز میرے بیٹے اب جب کہ توزین اور رفادہ نہیں ہیں تو میں ایک انتہائی اہم موضوع پر تم سے گفتگو کرنا چاہتا ہوں۔ بیٹے سوچ سمجھ کر جواب دینا۔"

نظام الدین کے خاموش ہونے پر ایاز کچھ پریشان اور فکرمند ہوگیا تھا۔ کچھ دیر تک جستجو بھرے انداز میں نظام الدین کی طرف دیکھتا رہا پھر بکھری بکھری سی آواز میں کہنے لگا۔

"دادا کیا مجھ سے کوئی غلطی ہوگئی ہے' جس کی آپ باز پرس کرنے لگے ہیں اور جس کے لئے آپ مجھے کہہ رہے ہیں کہ مجھے سوچ سمجھ کر جواب دینا چاہیے۔"

ایاز کے ان الفاظ پر نظام الدین' ایسارب اور بروزہ ہنس دیئے تھے' پھر نظام الدین کہنے لگے۔

"بیٹے تیری چھوٹی موٹی غلطی بلکہ چھوٹی موٹی ہر غلطی تیرے دادا اور تیری دادی کے لئے قابل قبول ہے۔ بیٹے تو میرے شجرہ نسب کی آخری نشانی ہے۔ میں بوڑھا ہو چکا ہوں' یہی حالت تیری دادی کی بھی ہے۔ دن بہ دن ہماری ٹانگیں جواب دے رہی ہیں اور ہم چلنے سے بھی بیزار دکھائی دینے لگے ہیں۔ لہٰذا ہم نے ارادہ کیا ہے کہ تمہاری شادی کا اہتمام کر دیا جائے۔"

اس موقع پر ایاز جواب میں کچھ کہنا چاہتا تھا کہ نظام الدین فوراً بول اٹھا۔

"بچے اس سلسلے میں ایسارب اور بروزہ کے ساتھ میری گفتگو ہو چکی ہے۔ یہاں تک کہتے کہتے نظام الدین کو رک جانا پڑا' اس لئے کہ ایاز بولا اور کہنے لگا۔

" دادا میری شادی کی کوئی اتنی جلدی بھی نہیں ہے۔ حالات اس وقت اچھے نہیں ہیں' جگہ جگہ سلطان برکیاروق کے خلاف بغاوتیں کھڑی ہو رہی ہیں اور اب تو حالت یہ ہے کہ سلطان برکیاروق کے خلاف اس کے بھائی سنجر اور محمد سر اٹھانے اور سرکشی کرنے کے لئے پر تول رہے ہیں۔ ان حالات میں ہم سب کو اپنی حفاظت کا بھی اہتمام کرنا ہوگا۔ لہٰذا میں چاہتا ہوں کہ یہ شادی ابھی التوا میں رکھی جائے۔ اگر آپ اس گھر میں ایک اور افراد کا اضافہ کرنا چاہتے ہیں تو اس طرح میں تو باہر ہی رہتا ہوں' آنے والے فرد کی حفاظت کی ذمہ داریاں بھی آپ پر پڑیں گی۔ آپ پر بوجھ بڑھ جائے گا۔"

ایاز کے خاموش ہونے پر نظام الدین مسکرایا اور کہنے لگا۔

" اس طرح بچے اس گھر میں نیا فرد نہیں آئے گا اور نہ کسی زائد کی حفاظت کا ہمیں اہتمام کرنا پڑے گا۔ اگر میں تم سے یہ کہوں کہ ہم تمہیں توزین اور رفادہ دونوں سے بیاہنا چاہتے ہیں' میرے بیٹے پھر تمہارا کیا جواب ہوگا۔"

نظام الدین کے اس انکشاف پر ایاز تھوڑی دیر تک گہری سوچوں میں ڈوبا رہا' تاہم اس کی آنکھوں اور اس کے چہرے پر خوشی کے آثار نمایاں تھے۔ آخر کچھ دیر کی خاموشی کے بعد وہ بولا اور اپنے دادا نظام الدین کو مخاطب کر کے کہنے لگا۔

" دادا یہ بڑا نازک موضوع ہے۔ بروزہ میری ماں کی جگہ ہیں' انہوں نے توزین اور رفادہ کے ساتھ ایک طرح سے ہمارے ہاں پناہ لی ہے۔ اس میں کوئی شک نہیں' اب یہ ہمارے گھر کے ہی افراد ہیں لیکن بابا ان کی مرضی کے خلاف کوئی قدم نہیں اٹھانا چاہیے۔ کل کو یہ تینوں یہ نہ سمجھیں کہ ہم نے اپنے ہاں پناہ دے کر ان کی مجبوری سے فائدہ اٹھانے کی کوشش کی ہے۔ توزین اور رفادہ کا رشتہ دے دیا ہے۔ بابا یہ سارا معاملہ ان کی مرضی پر چھوڑا جائے۔ اگر توزین اور رفادہ کہیں اور شادی کرنے کی خواہشمند ہیں تو ان کی شادی کے سارے اخراجات ہم پورے کریں گے اور یہ بھی کوشش کی جائے گی کہ ان دونوں کے تحفظ اور حفاظت کا بھی اہتمام کیا جائے۔"

اس بار نظام الدین کے بجائے ایسارب ایاز کو مخاطب کر کے کہنے لگی۔

" بیٹے یہ تینوں نہ اب مہمان ہیں اور نہ اس گھر میں انہوں نے پناہ لے رکھی ہے۔ یہ اس گھر کی مالک ہیں۔ اب اس گھر کے تین نہیں چھ افراد ہیں' میرے بچے جس وقت تم

طہارت خانے کی طرف گئے تھے۔ اسی موضوع پر بروزہ سے تفصیل سے گفتگو ہوئی ہے۔ بروزہ نے خود تمہارے لئے توزین اور رفادہ کے رشتہ کی پیشکش کی ہے اور یہ بھی انکشاف کیا ہے کہ توزین اور رفادہ دونوں تمہیں پسند کرتی ہیں۔ میرے بچے انکار نہ کرنا' اس لئے کہ توزین اور رفادہ دونوں کو باہر نہیں بیاہا جا سکتا۔ اگر ایسا ہوگا تو یاد رکھنا شکاریوں کی طرح حسن بن صباح کے داعی اور فدائی ان کے پیچھے پڑ جائیں گے اور دونوں کی زندگیاں خطرے میں پڑ جائیں گی۔"

" بہرحال تم فکر نہ کرو' بروزہ اپنی رضامندی کا پہلے ہی اظہار کر چکی ہے اور یہ بھی انکشاف کر چکی ہے کہ توزین اور رفادہ تمہیں پسند کرتی ہیں اور تم سے شادی کرنے کی خواہش رکھتی ہیں' تاہم تمہارے دادا نے یہ فیصلہ کیا ہے کہ ان دونوں کو یہاں بلا کر بھی اس موضوع پر گفتگو کی جائے گی اور ان کی رضامندی حاصل کرنے کی کوشش کی جائے گی۔ اگر وہ مثبت جواب دیتی ہیں تو بہتر' بیٹے آج ہی تم تینوں کی فی الحال منگنی کا اہتمام کر دیا جائے گا۔ اس کے بعد کوئی مناسب موقع جان کر شاندار انداز میں اور پوری شان و شوکت کے ساتھ شادی کا اہتمام کیا جائے گا۔ اس لئے کہ عرصہ ہوا اس حویلی میں ایسی کوئی رسم ادا نہیں کی گئی۔"

ایسارب جب خاموش ہوئی' تب اس موقع پر ایاز کچھ کہنا چاہتا تھا' لیکن اس کا دادا بولا اور اسے مخاطب کر کے کہنے لگا۔

" بیٹے بات یہ ہے کہ......"

نظام الدین کو رک جانا پڑا' اس لئے کہ اسی لمحہ دیوان خانے میں توزین اور رفادہ دونوں داخل ہوئی تھیں۔ اس موقع پر نظام الدین نے سر کے اشارہ سے جب ایاز کو باہر جانے کے لئے کہا تو ایاز مسکراتے ہوئے اٹھا اور دیوان خانے سے نکل گیا تھا۔ اس اشارہ کو بروزہ اور ایسارب نے بھی دیکھ لیا تھا۔ لہٰذا وہ دونوں مسکرا رہی تھیں۔

توزین اور رفادہ دونوں دیوان خانے میں آ کر بروزہ کے دائیں بائیں پہلو میں بیٹھ گئی تھیں۔ تھوڑی دیر خاموشی رہی پھر اس کے بعد گفتگو کا آغاز نظام الدین نے کیا اور دیوان خانے میں اس کی آواز گونجی تھی۔

" توزین اور رفادہ میری دونوں بیٹیوں' اگر تم دونوں برا نہ مانو' میں ایک موضوع پر تم سے گفتگو کرنا چاہتا ہوں۔"

اس موقع پر رفادہ اور توزین دونوں نے ایک دوسرے کی طرف غور سے دیکھا پھر توزین بولی اور کہنے لگی۔

"دادا آپ کس قسم کی گفتگو کرتے ہیں' آپ ہم سے کوئی پوچھنا چاہیں اور ہم اس طرح آپ کے پوچھنے پر برا مانیں۔ پھر تو یہ بڑی انہونی بات ہوگی' بلکہ ہمارے لئے یہ شرم کا معاملہ ہوگا۔ آپ ہم دونوں کے دادا ہیں' جو بھی پوچھیں گے' اس کا جواب دیں گی۔"

توزین کے ان الفاظ پر نظام الدین خوش ہوگیا تھا۔ کہنے لگا۔

"میری بیٹی دونوں کی آمد سے پہلے ہم نے ایک موضوع پر گفتگو کی' وہ موضوع تم دونوں کی شادی کا ہے۔ میری بچیو اگر تم کہیں اور شادی کرنے کا ارادہ رکھتی ہو تو بھی کہو' اس لئے ایک جگہ تم دونوں کے لئے مختص کر لی گئی ہے۔ جہاں ہم تمہاری شادی کرنے کا عزم کر چکے ہیں' لیکن فیصلہ نہیں کیا' فیصلہ تم دونوں ہی کرو گی۔"

جواب میں توزین اور رفادہ نے آنکھوں ہی آنکھوں میں ایک دوسرے کو اشارہ کیا' کوئی فیصلہ ہوا پھر دوبارہ توزین بولی۔

"بابا میری اور رفادہ دونوں بہنوں کی خواہش ہے کہ آپ ہم دونوں کو کوئی ایسی جگہ نہ پھینک دیجئے گا' جہاں ہم دونوں کی زندگیاں خطرے میں پڑ جائیں اور آسودہ حال زندگی بسر کرنے کے بجائے ہم جہنم میں پڑی زندگی کے دن سسک سسک کر گزارتی رہیں۔"

جواب میں نظام الدین مسکرایا اور پھر کہنے لگا۔

"میری بیٹی اگر میں تم دونوں بہنوں کو اسی حویلی میں رکھوں اور تمہاری شادی کا اہتمام ایاز سے کر دیا جائے تو کیا تم دونوں میں سے کسی کو کوئی اعتراض ہوگا۔"

نظام الدین کے یہ الفاظ سن کر توزین اور رفادہ دونوں ایک طرح سے چونکتے ہوئے خوشی سے اپنی جگہ سے اچھل پڑی تھیں' پھر دونوں نے ایک دوسرے کی طرف دیکھا' فیصلہ ہوا' اس بار رفادہ بولی اور کہنے لگی۔

"بابا ہم دونوں کی بھی یہ خواہش ہے کہ ہم اس حویلی میں رہیں' اگر آپ ہمیں ایاز کی زندگی کا ساتھی بناتے ہیں تو یہ ہماری زندگی کی سب سے بڑی خوشی ہوگی۔"

رفادہ کے یہ الفاظ سن کر نظام الدین' ایسارب اور بروزہ کی خوشی اپنی انتہا کو پہنچ گئی تھی' پھر انتہائی شادمانی کا اظہار کرتے ہوئے نظام الدین بول اٹھا۔

ایسارب' بروزہ دونوں اٹھو جو کچھ مال و متاع اور زیورات' جواہرات کی صورت میں جو تمہارے پاس ہے' لے کر یہاں آ جاؤ' ساتھ ہی بلند آواز میں نظام الدین ایاز کو پکارنے لگا۔ ایسارب اور بروزہ ابھی دیوان خانے میں ہی تھیں کہ ایاز دیوان خانے میں داخل ہوا۔ اپنے دادا کے قریب جا بیٹھا پھر قدرے بلند آواز میں نظام الدین کہنے لگا۔

"بیٹے تیری شادی کا فیصلہ ہو چکا ہے۔ ہم نے توزین اور رفادہ سے پوچھ لیا ہے۔ یہ دونوں تم سے شادی کرنے پر آمادہ ہیں۔ لہٰذا تم تینوں کی آج ہی بلکہ ابھی منگنی کا اہتمام کیا جائے گا۔ اب تم سامنے اس لمبی نشست پر بیٹھ جاؤ' جہاں توزین اور رفادہ بیٹھی ہوئی ہیں۔ اس سے پہلے میری بیٹی بروزہ توزین اور رفادہ کے درمیان تھی' اب وہ اٹھ چکی ہے' اب بروزہ کی جگہ تم بیٹھو۔"

ایاز ہچکچا رہا تھا' آگے نہیں بڑھا' نظام الدین نے اس بار ذرا سختی سے کہا۔

"بیٹے لگتا ہے جو کچھ میں نے کہا ہے تم نے سنا نہیں۔"

اس پر اپنے دادا کا کہا مانتے ہوئے ایاز حرکت میں آیا۔ توزین اور رفادہ کے درمیان بیٹھ گیا۔ بروزہ اور ایسارب دونوں باہر نکل گئی تھیں۔ تھوڑی دیر بعد وہ دونوں لوٹیں اور گھر میں جس قدر نقدی' زیور اور جواہرات کی صورت میں تھا' وہ لا کر نظام الدین کی گود میں رکھ دیا گیا تھا۔ اس کے بعد ایسارب اور بروزہ اس نشست پر بیٹھ گئیں جو نشست توزین' ایاز اور رفادہ کے سامنے تھی۔ اس موقع پر اچانک توزین اور رفادہ کے بیچ میں بیٹھا تھا' ایاز ایک دم سے اٹھ کھڑا ہوا۔ اس کے اس طرح کھڑے ہونے پر توزین اور رفادہ دونوں بے چاری انتہا درجہ کی پریشان اور فکرمند ہوگئی تھیں۔ بروزہ' نظام الدین اور ایسارب بھی حیرت کا اظہار کر رہے تھے۔ پھر اٹھنے کے ساتھ ہی اپنے دادا نظام الدین کی طرف دیکھتے ہوئے ایاز بول اٹھا۔

"دادا تھوڑی دیر رک جائیں' مجھے خیال ہی نہیں رہا کہ سلطان بھی رے شہر ہی میں قیام کئے ہوئے ہیں۔ لہٰذا اس موضوع پر ان سے بات نہ کر کے اس رسم کی تکمیل کرنا دادا بہت بڑی زیادتی ہے۔ میں پہلے سلطان کے پاس جاتا ہوں' ان کی والدہ محترمہ کو میں پہلے ہی توزین اور رفادہ کے متعلق تفصیل سے بتا چکا ہوں اور انہوں نے بھی مجھے تاکید کی تھی کہ ان دونوں بہنوں اور توزین کی ماں کے متعلق بالکل رازداری سے کام لیں۔ چونکہ اب ہماری منگنی کی رسم ادا کی جا رہی ہے۔ لہٰذا اس میں سلطان اور ان کی والدہ کی مرضی و منشاء یا شمولیت انتہا درجہ کی

ضروری ہے۔"

ایاز بن سیف الدین کے ان الفاظ پر نظام الدین اور ایسارب اور بروزہ مطمئن ہو
تھیں۔ توزین اور رفادہ بھی خوشی کا اظہار کر رہی تھیں پھر ایاز باہر نکلا' اپنی حویلی کے بائیں
میں وہ حویلی تھی' اس کے دروازے پر دستک دی۔

حویلی میں جو محافظ تھے' ان میں سے ایک نے دروازہ کھولا اور ایاز کو دروازے پر دیکھ
ہی مسکراتے ہوئے اس کو خوش آمدید کہا۔ ایاز حویلی میں داخل ہوا اور جس نے دروازہ کھولا
اسے مخاطب کر کے کہنے لگا۔

"یہ کہو کہ سلطان اس وقت کہاں ہیں۔"

جواب میں وہ محافظ بولا اور کہنے لگا۔

"سلطان اس وقت اپنی والدہ اور اپنی بیوی اور بچوں کے ساتھ حویلی کے باغ میں بیٹھے
ہوئے ہیں۔"

یہ الفاظ سن کر ایاز نے خوشی کا اظہار کیا تھا۔ اتنی دیر تک حویلی کے کچھ اور محافظ بھی
جمع ہوئے تھے' جس نے دروازہ کھولا تھا' اسے مخاطب کر کے ایاز کہنے لگا۔

"میں دیوان خانے کی طرف جاتا ہوں' تم سلطان کی طرف جاؤ' میرے آنے کی انہیں
اطلاع دو اور رازداری سے انہیں کہو میں ان سے اور ان کی والدہ سے ایک انتہائی اہم موضوع
پر گفتگو کرنا چاہتا ہوں۔ تم سلطان اور ان کی والدہ کو لے کر دیوان خانے میں آؤ' میں دیوان
خانے میں ہی بیٹھتا ہوں۔"

وہ محافظ حویلی کے باغ کی طرف چلا گیا تھا۔ ایاز سیدھا آگے بڑھا اور حویلی کے دیوان
خانے میں جا کے بیٹھ گیا تھا۔

کوئی زیادہ دیر نہ گزری تھی کہ سلطان برکیاروق اور ان کی والدہ زبیدہ دونوں اکٹھے
ساتھ دیوان خانے میں داخل ہوئے' ان کی آمد پر ایاز کھڑا ہو گیا۔ سلطان سیدھا اس نشست
کی طرف آیا' جہاں ایاز بیٹھا ہوا تھا۔ اسے بھی بٹھایا اور سلطان خود بھی بیٹھ گیا' سامنے کی
نشست پر سلطان کی والدہ زبیدہ ہو بیٹھی تھیں۔

اس موقع پر گفتگو کا آغاز ایاز نے کیا اور سلطان کی طرف دیکھتے ہوئے کہنے لگا۔

"میں ایک انتہائی اہم موضوع پر آپ سے گفتگو کرنا چاہتا ہوں' لیکن پہلے اس موضوع

پر میں نے کبھی آپ سے ذکر نہیں کیا۔ زیادہ سے زیادہ مخفی رکھنا چاہتا تھا۔ دراصل یہ معاملہ دو
لڑکیوں اور ان میں سے ایک کی والدہ اور دوسری کی خالہ کا معاملہ ہے۔"

یہاں تک کہتے کہتے ایاز بن سیف الدین کو رک جانا پڑا۔ اس لئے کہ اس کی بات
کاٹتے ہوئے سلطان برکیاروق بول اٹھا۔

"اگر تم بروزہ' توزین اور رفادہ کے متعلق گفتگو کرنا چاہتے ہو تو ان کی تفصیل اماں مجھے
پہلے ہی بتا چکی ہیں' ہاں ایک بات ضرور یاد رکھنا ان تینوں کے متعلق تم لوگوں کے علاوہ اور
میری والدہ کے علاوہ کوئی نہیں جانتا۔ ان کا ذکر میں نے اپنی بیوی اور بچوں کے سامنے بھی
نہیں کیا۔ اس لئے کہ ان کا معاملہ راز ہی میں رہے تو سب کی بہتری ہے۔"

سلطان برکیاروق جب خاموش ہوا' تب ایاز بولا اور کہنے لگا۔

"سلطان محترم میرے دادا' دادی اور بروزہ نام کی خاتون دونوں لڑکیوں توزین اور
رفادہ سے میری شادی کے لئے خواہش مند ہیں اور فی الحال وہ منگنی کی رسم ادا کرنا چاہتے ہیں
اور یہ رسم وہ آج ہی ادا کرنے کے درپے ہیں۔ اس رسم کی ادائیگی سے پہلے میں آپ کی
خدمت میں حاضر ہوا ہوں' میں چاہتا ہوں اس میں آپ بھی شرکت کریں۔"

ایاز بن سیف الدین کے ان الفاظ پر سلطان اور اس کی والدہ زبیدہ دونوں خوش ہو گئے
تھے' پھر سلطان کی والدہ زبیدہ بولی اور کہنے لگی۔

"بیٹے اس معاملے کو جتنا مخفی رکھ سکتے ہو رکھنا' اگر آج تم تینوں کی منگنی کا اہتمام کیا جا رہا
ہے تو میں اور برکیاروق ضرور اس میں شامل ہوں گے۔"

اس موقع پر سلطان برکیاروق نے مسکراتے ہوئے اپنی ماں کی طرف دیکھا پھر ایاز کو
مخاطب کر کے کہنے لگا۔

"ایاز میرے بھائی اماں ٹھیک کہتی ہیں' تم اپنی حویلی جاؤ' اس معاملے کا اس رسم کا کسی
سے ذکر تک مت کرنا' لیکن تھوڑی دیر رک جانا' میں اور اماں تمہاری حویلی میں آتے ہیں' پھر
ہماری موجودگی میں یہ رسم ادا کی جائے گی۔"

سلطان برکیاروق کے ان الفاظ پر ایاز خوش ہو گیا تھا۔ لہٰذا وہ سلطان کی حویلی سے نکل
کر اپنی حویلی میں داخل ہوا۔ وہ دیوان خانے میں گیا' تب بڑی بے چینی سے اس کی طرف
دیکھتے ہوئے نظام الدین بول اٹھا۔

"بیٹے سلطان کیسے ہیں؟"

ایاز اپنے دادا کے پہلو میں بیٹھ گیا اور کہنے لگا۔

"دادا سلطان اور ان کی والدہ دونوں ہماری حویلی میں آ رہے ہیں اور ان کی موجودگی میں منگنی کی رسم ادا کی جائے گی۔ ان دونوں نے یہ بھی تاکید کی ہے کہ اس معاملے کو زیادہ سے زیادہ مخفی رکھا جائے اور بہت محدود لوگوں کو اس کی خبر ہونی چاہیے۔"

اس موقع پر نظام الدین بولا اور کہنے لگا۔

"بیٹے جہاں سے اٹھ کے گئے تھے' وہیں بیٹھو' تمہاری جگہ اب توزین اور رفادہ کے بیچ میں ہے اور تم تینوں کو ایک رشتہ میں منسلک کیا جا رہا ہے۔"

اس موقع پر ایاز مسکراتے ہوئے کہنے لگا۔

"دادا سلطان اور ان کی والدہ کو آنے دیں پھر جیسا آپ کہیں گے' میں ویسا ہی کروں گا۔"

ایاز بن سیف الدین کے ان الفاظ پر سب خوش ہو گئے تھے۔ توزین اور رفادہ بھی مسکرا رہی تھیں۔ عین اسی لمحہ سلطان اور ان کی والدہ زبیدہ دونوں دیوان خانے میں داخل ہوئے اور انہیں دیکھتے ہوئے سب اپنی جگہوں پر سے اٹھ کھڑے ہوئے۔ زبیدہ خاتون نے پہلے آگے بڑھ کر باری باری بروزہ' توزین اور رفادہ کے سر پر شفقت آمیز ہاتھ پھیرا' سلطان نے بھی ان تینوں کی خیریت دریافت کی' پھر سلطان نظام الدین کے قریب اور سلطان کی والدہ زبیدہ ایاز کی دادی ایسارب کے پہلو میں ہو بیٹھی تھیں۔

اس موقع پر سلطان نے ایک چرمی خرجین اپنی والدہ زبیدہ کو تھما دی تھی۔ زبیدہ خاتون نے اس بڑی چرمی خرجین میں سے تین چھوٹی تھیلیاں نکالیں۔ تینوں تھیلیاں اپنے پہلو میں رکھ لیں' پھر ایک تھیلی کا منہ کھولا اور اس میں سے انتہائی قیمتی تین جواہرات جڑی انگوٹھیاں نکالیں اس کے بعد زبیدہ خاتون نے توزین کی والدہ بروزہ کو بلایا۔ بروزہ اپنی جگہ سے اٹھ کر زبیدہ خاتون کے سامنے آن کھڑی ہوئی۔ اس پر سلطان کی والدہ بولی اور کہنے لگی۔

"یہ تین انگوٹھیاں ہمارے خاندان میں بڑے عرصے سے چل رہی ہیں۔ ایک مردانہ ہے' دو زنانہ ہیں۔ یہ ان تینوں کے لئے ہیں اور ان ہی سے منگنی کی رسم ادا کرنا شروع کی جائے۔"

زبیدہ خاتون کے یہ الفاظ سن کر سب خوشی کا اظہار کر رہے تھے۔ اس موقع پر نظام الدین بولا اور کہنے لگا۔

"زبیدہ خاتون آپ ہمارے لئے بڑی محترم اور ذی عزت ہیں' آپ کا فیصلہ ہمارے لئے آخری ہے' گو میں نے انگوٹھیوں کا اہتمام کر رکھا تھا لیکن جو کچھ آپ لے کر آئی ہیں' اس کے مقابلہ میں ان انگوٹھیوں کی کوئی حیثیت نہیں ہے۔" پھر بروزہ کی طرف دیکھتے ہوئے نظام الدین بول اٹھا۔

"بروزہ میری بیٹی منگنی کی یہ رسم تم خود ہی ادا کر دو۔ انگوٹھیاں توزین اور رفادہ کو پہنا دو' ایک ایاز پہن لے گا۔ اس طرح سلطان اور ان کی والدہ محترمہ کی موجودگی میں منگنی کی یہ رسم اپنے انجام کو پہنچے گی۔"

اس موقع پر سلطان برکیاروق نے مسکراتے ہوئے مداخلت کی اور ایاز کی طرف دیکھتے ہوئے کہنے لگا۔

"ایاز اپنی جگہ سے اٹھو' بروزہ خاتون سے دو انگوٹھیاں لے کر باری باری تم خود توزین اور رفادہ کو پہناؤ۔ بروزہ خاتون جو تمہارے پاس ایاز کے لئے انگوٹھی ہے وہ توزین اور رفادہ دونوں کو دے دو' وہ دونوں مل کر یہ انگوٹھی اسے پہنائیں گی۔"

سلطان کے یہ الفاظ سن کر نظام الدین مسکرانے لگا تھا۔

سلطان محترم آپ نے میرے دل کی بات کہہ دی ہے' پھر نظام الدین ایاز کی طرف دیکھتے ہوئے کہنے لگا۔

"ایاز میرے بیٹے اپنی جگہ سے اٹھو' توزین اور رفادہ کے بیچ میں جا کے بیٹھو تا کہ یہ رسم ادا کی جائے۔"

اس موقع پر عجیب سے انداز میں ایاز نے سلطان برکیاروق کی طرف دیکھا' جواب میں سلطان برکیاروق نے پہلے اثبات میں گردن ہلائی پھر مسکراتے ہوئے کہنے لگا۔

"ایاز تمہارے دادا ٹھیک کہتے ہیں' اٹھو ان دونوں کے بیچ میں بیٹھو' اب ان دونوں کے ساتھ تمہارا ایک رشتہ قائم ہو رہا ہے۔"

ایاز اپنی جگہ سے اٹھا' جوں ہی وہ اپنی جگہ سے اٹھا' توزین اور رفادہ نے اپنے درمیان میں اس کے بیٹھنے کے لئے جگہ بنا دی تھی۔ لہٰذا آگے بڑھ کر ایاز ان دونوں کے بیچ میں بیٹھ گیا

تھا۔ پھر سلطان برکیاروق بولا اور کہنے لگا۔

"اب تم تینوں اپنی اس رسم کی ابتداء کرو۔"

اس موقع پر بروزہ نے انگوٹھیاں ایاز کو تھمائیں' وہ باری باری اس نے توزین اور رفادہ
پہنا دی تھیں۔ پھر جو انگوٹھی ایاز کے لئے تھی اسے بروزہ نے توزین اور رفادہ دونوں کو تھما دیا اور
دونوں نے ایک ساتھ وہ انگوٹھی ایاز کو پہنا دی تھی۔ جب ایسا ہو چکا' تب سب سے پہلے
سلطان برکیاروق اور ان کی والدہ زبیدہ نے منگنی کی اس رسم پر مبارکباد دی اور اس کے بعد
سب خوشی اور مسرت کا اظہار کر رہے تھے۔

کچھ دیر خاموشی رہی پھر سلطان برکیاروق بولا اور سب کو مخاطب کر کے کہنے لگا۔

"اگر توزین اور رفادہ کے معاملے میں مخفی رکھنے کا معاملہ نہ ہوتا تو آج شام کو میری
طرف سے رے شہر میں سارے معززین کے لئے ایاز اور ان دونوں کی منگنی پر بہترین ضیافت
کا اہتمام کیا جاتا لیکن معاملہ کیونکہ نازک ہے' اس بنا پر......"

یہاں تک کہتے کہتے سلطان کو رک جانا پڑا' اس لئے کہ سلطان کی حویلی کے جو محافظ تھے
ان میں سے ایک ایاز کی حویلی کے دیوان خانے کے دروازے پر نمودار ہوا' اسے دیکھتے ہی
سلطان برکیاروق چونکا تھا۔ سلطان کے کچھ پوچھنے سے پہلے ہی وہ محافظ بولا اور کہنے لگا۔

"سلطان محترم کچھ مخبر آئے ہیں اور کسی انتہائی اہم موضوع پر وہ آپ سے گفتگو کرنا
چاہتے ہیں۔ میں انہیں حویلی کے دیوان خانے میں بٹھا کر آیا ہوں۔"

یہ الفاظ سن کر سلطان برکیاروق چونک کر اپنی جگہ سے اٹھ کھڑا ہوا' ایاز کی طرف دیکھتے
ہوئے کہنے لگا۔

"ایاز تم بھی میرے ساتھ آؤ' دیکھتے ہیں' کیا معاملہ ہے۔" اس کے ساتھ ہی زبیدہ
خاتون بھی اٹھ کھڑی ہوئی اور پھر سلطان برکیاروق' ایاز اور زبیدہ خاتون حویلی سے نکل گئے
تھے۔

سلطان برکیاروق اور ایاز کے جانے کے بعد کچھ دیر تک دیوان خانے میں خاموشی رہی
پھر ایاز کا دادا نظام الدین بولا اور سب کو مخاطب کر کے کہنے لگا۔

"یہ جو سلطان کو اطلاع دی گئی ہے کہ اس کے کچھ مخبر آئے ہیں' میرا دل کہتا ہے' سلطان
کے خلاف کوئی اور بغاوت اٹھ کھڑی ہوئی ہے۔ یہ مسلمانوں کی بدقسمتی ہے کہ جب

سلطان برکیاروق کے ہاتھ پر بیعت ہوئی ہے' سلطان کو کہیں بھی کسی بھی شہر میں آرام اور چین
سے بیٹھنا نصیب نہیں ہوا۔ اب سلطان چند دن کے لئے رے شہر آیا تو تھا لیکن یہ جو مخبر آئے
ہیں' میرا خیال ہے' ضرور کوئی بری خبر لے کر آئے ہوں گے۔"

نظام الدین جب خاموش ہوا' تب ایسارب بھی کچھ فکرمند ہو گئی تھی۔ توزین اور رفادہ
دونوں کی طرف دیکھتے ہوئے کہنے لگی۔

"بیٹی اگر تو آنے والے مخبر بری خبر لے کے آئے ہیں' تب ماضی کے تجربہ کو سامنے
رکھتے ہوئے میں یہ کہہ سکتی ہوں کہ سلطان کو یہاں سے اپنے لشکر کے ساتھ کوچ کرنا ہوگا۔
جب سلطان کوچ کرے گا' لازمی بات ہے ایاز کو بھی کوچ کرنا ہوگا۔ لہٰذا میری دونوں بیٹیو میں
تم سے کہتی ہوں کہ دونوں مل کر ایاز کے کوچ کی تیاری شروع کر دو۔"

"سورج تھوڑی دیر بعد غروب ہو جائے گا میں چاہتی ہوں کہ کھانا بھی پکا لو تا کہ ایاز کو
اگر کوچ کرنا پڑے تو وہ کم از کم ہمارے ساتھ کھانا کھا کر جائے اور اس کے لئے زادراہ اور
ضروریات کی دوسری چیزیں بھی تیار کر لیتے ہیں۔" توزین اور رفادہ دونوں اٹھ کھڑی ہوئیں۔
اس موقع پر بروزہ بھی اٹھی' لیکن توزین نے آگے بڑھ کر اس کے شانوں پر ہاتھ رکھے اور کہنے
لگی۔

"اماں آپ بیٹھی رہیں' میں اور رفادہ جاتی ہیں۔ کھانا تیار کرتی ہیں پھر ان کے کوچ کی
بھی تیاری کر دیتی ہیں۔ ان کے لئے زادراہ بھی تیار کرتی ہیں۔ اس کے علاوہ ہمارے اپنی
حویلی کے باغ سے کافی پھل اترے ہوئے ہیں' گھر پر خشک میوے بھی کافی ہیں۔ یہ سب
چیزیں گھوڑے کی خرجین میں ڈال کر ہم تیار رکھتی ہیں' آپ بےفکر رہیں۔"

بروزہ خوش ہو کر اپنی نشست پر بیٹھ گئی تھی' جبکہ توزین اور رفادہ دونوں دیوان جانے سے
باہر نکل گئی تھیں۔

دونوں بہنوں نے جلدی جلدی کھانا تیار کیا پھر جس وقت وہ ایاز کے سامان کی تیاری کر
رہی تھیں۔ حویلی میں ایاز داخل ہوا' توزین نے اسے آتے ہوئے دیکھ لیا تھا۔ لہٰذا رفادہ جو کام
میں مصروف تھی' اسے مخاطب کر کے توزین کہنے لگی۔

"ایاز آ گئے ہیں' آؤ پہلے یہ جانتے ہیں کہ کیا معاملہ ہے جو مخبر آئے ہیں' انہوں نے
سلطان کو کیا خبر دی ہے۔"

توزین کے ان الفاظ پر رفادہ بھی چونک کر اٹھ کھڑی ہوئی تھی۔ پھر دونوں تیز تیز قدم اٹھاتی ہوئی دیوان خانے کی طرف ہولیں اور جس وقت ایاز دیوان خانے میں پہنچا تو توزین اور رفادہ بھی وہاں پہنچ گئیں۔ تینوں ایک ساتھ دیوان خانے میں داخل ہوئے، جب وہ نشستوں پر بیٹھ گئے، تب نظام الدین بولا اور ایاز کو مخاطب کر کے کہنے لگا۔

"ایاز میرے بیٹے آنے والے مخبر کس سمت سے آئے ہیں اور وہ سلطان برکیاروق کے لئے کیا پیغام لے کر آئے ہیں۔"

جواب میں ایاز فکرمند اور پریشان سا دکھائی دے رہا تھا۔ توزین اور رفادہ بڑے غور سے اس کی طرف دیکھتے ہوئے خود بھی افسردہ سی ہوگئی تھیں۔ یہاں تک کہ بکھری بکھری آواز میں ایاز اپنے دادا نظام الدین کی طرف دیکھتے ہوئے کہنے لگا۔

"دادا حالات بہت خراب ہو گئے ہیں۔"

یہ الفاظ ادا کرنے کے ساتھ ہی ایاز کو رک جانا پڑا، اس لئے کہ اس کی دادی ایسارب بے پناہ پریشانی کا اظہار کرتے ہوئے بول اٹھی۔

"کیا ہوا میرے بچے، خیریت تو ہے؟"

جواب میں ایاز پھر بولا اور کہنے لگا۔

"بات یہ ہے کہ سلطان برکیاروق کے چھوٹے بھائی محمد نے سلطان کے خلاف بغاوت کر دی ہے اور اس نے سلطان ہونے کا اعلان کر دیا ہے اور اپنے علاقوں میں اس نے سلطان برکیاروق کے بجائے اپنے نام کا خطبہ جاری کر دیا، کچھ باغی قوتیں بھی اس کے ساتھ مل گئی ہیں۔ سب سے اہم شخص جو ملا ہے، وہ عبید اللہ بن نظام الملک ہے، یہ پہلے فارس کے عامل انز کا وزیر ہوا کرتا تھا۔ اسی نے انز کو ترغیب دی تھی اور اس نے سلطان برکیاروق کے خلاف بغاوت کی تھی اور اب یہی عبید اللہ سلطان برکیاروق کے چھوٹے بھائی محمد کا وزیر بن چکا ہے اور سلطان برکیاروق کے خلاف محمد کو گمراہ کرنے کے ساتھ ساتھ بھڑکا بھی رہا ہے۔"

"اب جو خبریں مخبر لے کر آئے ہیں، ان کے مطابق محمد اور اس کا وزیر عبید اللہ دونوں ایک بہت بڑا اور جرار لشکر لے کر اصفہان کا رخ کئے ہوئے ہیں۔ لہٰذا ہمارا لشکر ابھی تھوڑی دیر تک یہاں سے اصفہان کی طرف کوچ کرے گا، جو مخبر آئے ہیں، انہوں نے یہ انکشاف کیا ہے کہ محمد اور عبید اللہ اپنے لشکر کے ساتھ اصفہان سے کافی دور ہیں۔ لہٰذا سلطان نے فیصلہ کیا ہے

کہ آج مغرب کی نماز کے بعد ہمارا لشکر یہاں سے اصفہان کی طرف کوچ کرے گا۔ سلطان چاہتا ہے کہ محمد اور اس کے وزیر عبید اللہ کے اپنے لشکر کے ساتھ وہاں پہنچنے سے پہلے ہمیں اصفہان پہنچ کر نہ صرف شہر کی حفاظت کا اہتمام کر لینا چاہئے، بلکہ ان دونوں سے شہر سے باہر نمٹ کر انہیں شکست دیتے ہوئے اپنے علاقوں کی طرف بھاگ جانے پر مجبور کر دینا چاہیے۔"

یہاں تک کہنے کے بعد ایاز رکا، پھر دکھ بھرے انداز میں کہنے لگا۔

"یہ سلطان برکیاروق کی فراخ دلی ہے کہ اس نے اپنے دونوں سوتیلے بھائیوں سنجر اور محمد کے ساتھ انصاف کیا ہے۔ سنجر کو خراسان کا حاکم مقرر کر دیا اور اس کے زیر تحت بڑا علاقہ ہے جبکہ محمد کو بڑا آباد اور خوشحال علاقہ دیا گیا۔ گنجہ اور اس کے گرد و نواح کے سارے متعلقات اس کے تحت ہیں، لیکن لگتا ہے کہ وہ دونوں بھائی حرص و ہوس کا شکار ہو چکے ہیں۔ محمد اب بغاوت کر چکا ہے اور سلطان کے خلاف جنگ کرنے پر آمادہ ہے اور میرا دل کہتا ہے کہ آنے والے دور میں یہی کام سنجر بھی کرے گا۔ اس لئے کہ سنجر اور محمد دونوں سگے بھائی ہیں۔ یہ محمد جو سلطان برکیاروق کے خلاف اٹھا ہے تو میرا دل یہ بھی کہتا ہے کہ یہ قدم اس نے اپنے بھائی سنجر سے مشورہ کرنے کے بعد اٹھایا ہوگا۔ مخبروں نے یہ بھی کہا ہے کہ سنجر اور محمد دونوں کی ماں بھی محمد کے ساتھ ہے اور وہ بھی اپنے بیٹوں کو شاید ابھار رہی ہے کہ سلطان ملک شاہ سلجوقی کی حکومت اور سلطنت کے وہی دونوں وارث ہیں۔"

ایاز جب خاموش ہوا، تب اس کا دادا نظام الدین بڑے تاسف اور دکھ بھرے انداز میں بول اٹھا۔

"نہ جانے سلطان ملک شاہ سلجوقی کے بیٹوں کو کیا ہو گیا ہے کہ ایک دوسرے کے خلاف برسرپیکار ہونا شروع ہو گئے ہیں۔ سلطان ملک شاہ سلجوقی کا بھی کیا دور تھا۔ اسے ہم سنہری دور تسلیم کرتے ہیں اور ایسا ہی دور اس کے باپ الپ ارسلان کا بھی تھا اور اب سلطان ملک شاہ سلجوقی کے بیٹوں نے آپس میں ایک دوسرے پر حملہ آور ہونے کا سلسلہ شروع کر رکھا تو اس سے نہ صرف یہ کہ سلطان ملک شاہ سلجوقی کی چھوڑی ہوئی سلطنت تقسیم ہو گئی ہے، کمزور ہو گئی ہے بلکہ اس صورت حال سے یورپ کے صلیبیوں نے بھی کیا فائدہ اٹھایا ہے۔ گروہ در گروہ مسلمانوں کے علاقوں میں داخل ہوئے انطاکیہ بیت المقدس، الرہا اور دیگر بہت سے شہروں پر انہوں نے قبضہ کر لیا ہے اور یہی وہ شہر تھے، جن کی حفاظت مسلمان آپس میں فرض سمجھ کر کیا

کرتے تھے۔ آج اگر سلطان ملک شاہ سلجوقی ہوتا تو کسی صلیبی کو یہ جرأت' کسی صلیبی کو حوصلہ نہ ہوتا کہ وہ ارض شام میں داخل ہوتا تو بہت دور کی بات' یورپ سے نکل کر مسلمانوں کے علاقوں پر حملہ آور ہونے کے متعلق وہ سوچنا بھی گناہ خیال کرتے۔"

یہاں تک کہنے کے بعد نظام الدین رکا' پھر ایاز کی طرف دیکھتے ہوئے کہنے لگا۔

"بیٹے پہلے تو میرا ارادہ تھا کہ تمہاری شادی توزین اور رفادہ سے کر دی جائے پر تمہاری دادی نے مشورہ دیا کہ پہلے ان تینوں کو آپس میں ایک دوسرے سے ملتے ہوئے ایک دوسرے کو سمجھنے کا موقع فراہم کیا جائے۔ اسی بناء پر میں نے تم تینوں کی منگنی کا ایک اہتمام کر دیا ہے۔ بیٹے توزین اور رفادہ اب دونوں تمہاری زندگی کی ساتھی ہیں' تمہارے جسم کا حصہ ہیں' تمہاری ذات کی حصہ دار ہیں' میرا اور تمہاری دادی کا کچھ پتہ نہیں' ہم قبر کنارے کھڑے ہیں' کب اس کے بیچ جا گرے' ہمارے بعد توزین اور رفادہ کے علاوہ بروزہ کو کسی قسم کی تکلیف اور صدمہ نہیں ہونا چاہیے۔ توزین اور رفادہ تمہارے ساتھ کم ہی رہی ہیں' اس لئے کہ تمہاری دوسری تیسری ملاقات ہے' تم سلطان کے لشکر کے ساتھ باہر ہی رہے ہو' لیکن یہ چونکہ میرے اور تمہاری دادی کے ساتھ لگا تار رہی ہیں' لہٰذا جس قدر میں اور تمہاری دادی انہیں سمجھ پائے ہیں' ابھی تک میرے خیال میں تم انہیں نہیں سمجھے ہو۔ بچے توزین اور رفادہ جیسی بیویاں کی خوش قسمت کو ملتی ہیں۔ ان میں صرف خوبصورتی اور حسن ہی نہیں ہے' ان کے ظاہری حسن کی طرح ان کا حسن سیرت بھی ویسا ہی ہے۔ بچے یہ تیری خوب دیکھ بھال کریں گی۔ یہ میری تمہیں نصیحت ہے کہ ان دونوں میں کسی کے حقوق کی حق تلفی نہ کرنا۔ دونوں کو اپنے دائیں بائیں پہلو بنا کر رکھنا۔ میں پہلے بھی تمہیں کہہ چکا ہوں' توزین اور رفادہ کو بھی اکثر کہتا رہتا ہوں کہ ایاز میرے خاندان کے شجرہ نسب کی آخری اکائی ہے' میں چاہتا ہوں تم دونوں کے بہت بچے ہوں جو اس حویلی میں کودیں شور مچائیں' بچے جس وقت تم بچے تھے' تب بھی اس حویلی میں خاموشی تھی' اب تم جوان ہو چکے ہو' تب بھی خاموشی ہی خاموشی ہے۔ میں خداوند قدوس کے حضور اکثر اور بیشتر اس سے یہی دعا مانگتا ہوں کہ اے اللہ میرے پوتے کو خوب اولاد سے نوازنا کہ اس حویلی میں اس کے بچے کھیلیں کودیں اور اگر میں اس وقت تک زندہ رہا تو انہیں دیکھ کر میں یہ جانوں گا کہ ہم نے کچھ کھویا ہی نہیں۔"

نظام الدین خاموش ہوا' تب توزین بولی اور نظام الدین کی طرف دیکھتے ہوئے کہنے

لگی۔

"دادا کھانا مغرب کی نماز سے پہلے کھائیں گے یا بعد میں۔"

اس پر نظام الدین کہنے لگا۔

"بیٹی مغرب کی اذان ہونے والی ہے' مغرب کے بعد سب مل کے کھانا کھاتے ہیں۔ اس کے بعد ایاز نے کوچ بھی کرنا ہوگا۔ تم دونوں بہنیں اس کی تیاری کو آخری شکل دے دینا۔"

توزین کے علاوہ رفادہ' ایسارب اور بروزہ نے بھی اس سے اتفاق کیا تھا پھر سب نے گھر میں ہی مغرب کی نماز ادا کی۔ اس کے بعد دیوان خانے میں بیٹھ گئے' سب نے اکٹھے کھانا کھایا۔ توزین اور رفادہ دونوں بہنوں نے پہلے برتن سمیٹے پھر رفادہ ایاز کو مخاطب کر کے کہنے لگی۔

"آپ ہمارے ساتھ آئیں' ہم نے جو آپ کی تیاری کی ہے' اسے دیکھ لیں۔ اس کے علاوہ بھی اگر کوئی چیز آپ کو چاہیے تو بتائیں تاکہ ہم اس کا اضافہ کر دیں۔"

رفادہ کے یہ الفاظ سن کر نظام الدین' ایسارب اور بروزہ تینوں خوش ہو گئے تھے۔ پھر نظام الدین کہنے لگا۔

"بیٹے اٹھو ان دونوں کے ساتھ جاؤ اور انہوں نے جو تمہاری تیاری کی ہے' اسے دیکھ لو۔"

ایاز اٹھ کھڑا ہوا۔ اس کے ساتھ ہی توزین اور رفادہ بھی اٹھیں اور تینوں دیوان خانے سے نکل گئے تھے۔

توزین اور رفادہ دونوں ایاز کو حویلی کے اس کمرے میں لے گئی تھیں جو کمرہ توزین اور رفادہ دونوں کی خواب گاہ کے طور پر استعمال ہوتا تھا۔ پہلے وہ کمرہ سادہ سی آرائش رکھتا تھا لیکن جب ایاز اس کمرے میں داخل ہوا تو دنگ رہ گیا۔ ہر چیز نئی تھی۔ مسہریں اور کمرے میں سجا ہوا سارا سامان بالکل نیا اور چمکتا ہوا تھا۔ ایاز کچھ دیر تک بڑے غور سے کمرے کی سجاوٹ اور اس کی ایک ایک چیز کا جائزہ لیتا رہا پھر باری باری توزین اور رفادہ کی طرف دیکھا اور کہنے لگا۔

"تم دونوں نے مل کر تو اس کمرے کی اور شکل ہی بدل کر رکھ دی ہے۔ پہلے تو یہ سادہ سا کمرہ تھا۔" اس پر توزین مسکرائی اور کہنے لگی۔

"آپ کے بعد ہم حویلی کے کمروں کی ہی آرائش اور زیبائش کا تو کام کرتی رہی ہیں۔

صرف یہی نہیں حویلی کے سارے کمرے آپ کو ایسے ہی ملیں گے۔ یہ کمرہ جس میں ہم کھڑے ہیں' یہ میری اور رفادہ کی خواب گاہ ہے۔ ہم نے جو آپ کا سامان تیار کیا ہے' اسے کمرے میں لے کے آئی ہیں۔ پہلے آپ دائیں طرف والی نشست پر بیٹھ جائیں۔"

توزین کے کہنے پر ایاز وہاں بیٹھ گیا۔ توزین اور رفادہ دونوں اس کے سامنے آ بیٹھیں پھر گفتگو کا آغاز توزین نے کیا اور کہنے لگی۔

"اس سے پہلے جو بستر آپ اپنے ساتھ لے کر جایا کرتے تھے' اسے ہم نے تبدیل کر دیا ہے۔ آپ کا بستر پہلے ایک چادر میں باندھا جاتا تھا اور چادر کے نیچے ایک اور چادر ہوتی تھی' لیکن ہم نے تبدیلی یہ کی ہے کہ آپ کے بستر میں نئی دو چادریں رکھی ہیں۔ آپ کے بستر کو ہم نے چمڑے کی ایک بڑی چادر میں باندھا ہے۔ چمڑے کی ایک بڑی چادر دوہری کر کے اس بستر کو لپیٹا ہے۔ ایسا اس لئے کیا ہے کہ اگر کہیں بارش میں آپ کو کوچ کرنا پڑے یا کہیں بغیر خیمہ میں قیام کرنا پڑ جائے تو وہ چمڑے کی چادر آپ کو بارش سے بچا سکے گی۔ یہ ساری چیزیں میرے اور رفادہ کے کہنے پر اماں اور دادی لے کے آئی تھیں۔ آپ نے شروع سے مجھے اور رفادہ کو ہدایت کر دی تھی کہ ہم دونوں کو بازار نہیں جانا چاہیے۔ لہٰذا ہم نے ایسا ہی کیا اور ابھی تک ہم نے رے شہر کا بازار تک نہیں دیکھا۔ آپ ایسا کریں پہلے اٹھ کے اپنے بستر کا جائزہ لیں۔ آپ کی دونوں چادریں تبدیل کرنے کے علاوہ اس میں تکیہ بھی ہلکا سا نیا رکھا ہے۔ خرجینیں بھی تیار کی ہیں' ایک میں کپڑے ہیں' دوسرے میں کھانے پینے کی اشیاء ہیں' پانی کا مشکیزہ بھی بھر دیا ہے' لیکن یہ ساری چیزیں اب تک ہم نے گھوڑے کی زین سے نہیں باندھیں۔"

یہاں تک کہنے کے بعد توزین جب خاموش ہوئی' تب فخریہ انداز میں اس کی طرف دیکھتے ہوئے ایاز کہنے لگا۔

"تم دونوں کو کیسے خبر ہو گئی کہ میں کوچ کروں گا اور میری آمد سے پہلے ہی تم میرے کوچ کی ساری تیاری مکمل کر دی ہے۔ ایاز کے ان الفاظ پر توزین اور رفادہ دونوں مسکرا دی تھیں۔" پھر رفادہ بولی اور کہنے لگی۔

"دادا نے انکشاف کیا تھا کہ یہ جو مخبر آئے ہیں' کوئی اچھی نہیں بلکہ بری خبر لے کر آئے ہوں گے۔ لہٰذا دادا نے کہا تھا' میرا دل کہتا ہے کہ سلطان کو اپنے لشکر کے ساتھ کوچ کرنا پڑے

گا۔ لہٰذا دادا نے ہی کہا کہ آپ کی تیاری مکمل ہو جانی چاہیے۔ اس بنا پر ہم نے آپ کا سارا سامان تیار کر دیا۔"

ایاز نے سارے سامان کا جائزہ لیا پھر ان دونوں کی طرف دیکھتے ہوئے کہنے لگا۔

"جہاں تک بستر کا تعلق ہے تو دونوں نے بہت اچھا کیا۔ میرا بستر بہت اچھا بنایا ہے' لیکن کھانے پینے کی اشیاء تم نے کچھ زیادہ ڈال دی ہیں اور تازہ اور خشک پھل بھی زیادہ رکھ دیا ہے۔ میں اتنا کہاں کھاتا پھروں گا۔"

اس پر توزین اور رفادہ پریشان اور فکرمند ہو گئی تھیں۔

پھر توزین بول اٹھی۔

"حالات خراب اور ابتر ہو گئے ہیں' نہ جانے آپ کو کتنے دن باہر رہنا پڑ جائے لیکن میری آپ سے گزارش ہے' جب بھی آپ بغاوت کے ان قضیوں سے فارغ ہوں تو گھر کا رخ ضرور کریں۔ میں اور رفادہ دونوں بڑی بے چینی سے آپ کا انتظار کریں گی۔ اب ہم دونوں آپ کی زندگی کی ساتھی ہیں۔ آپ کی ذات کا ایک حصہ ہیں' لہٰذا ہم آپ کے متعلق فکرمند رہیں گی اور بے چینی سے آپ کی آمد کا انتظار کریں گی۔"

ایاز نے دونوں کا شکریہ ادا کیا پھر کہنے لگا۔

"تم دونوں یہاں بیٹھنا چاہو تو یہیں بیٹھو ورنہ دیوان خانے میں چلی جاؤ' میں گھوڑے پر زین ڈالنے کے بعد یہ سامان زین سے باندھ کر اپنی تیاری کو آخری شکل دیتا ہوں۔"

ایاز جب اٹھا تو اس کے ساتھ توزین اور رفادہ بھی اٹھ کھڑی ہوئیں' پھر توزین بولی اور کہنے لگی۔

"اب جب کہ ہم آپ سے وابستہ ہو چکی ہیں تو ہم آپ کو یہ سارے کام اکیلے تو نہیں کرنے دیں گی۔" پھر انہوں نے ایاز کے ساتھ ہی سامان اٹھایا' تینوں اصطبل میں گئے' ایاز نے پہلے گھوڑے پر زین ڈالی' اتنی دیر تک توزین اور رفادہ اس کے گھوڑے کی زین سے دونوں چمڑے کی خرجین باندھنے لگی تھیں۔ زین ڈالنے کے بعد ایاز نے زین کے پچھلے حصہ میں بستر بھی باندھ دیا تھا جبکہ توزین نے اداس اداس اور افسردہ انداز میں گھوڑے کی زین کے ساتھ پانی کا مشکیزہ بھی باندھ دیا تھا۔

پھر گھوڑے کو لے کر تینوں اصطبل سے باہر آئے۔ رفادہ اور توزین کی طرف دیکھتے

ہوئے ایاز کہنے لگا۔

''میں دادا' دادی اور آپ کی اماں سے مل لوں پھر کوچ کروں گا۔''

لہٰذا وہ دیوان خانے کی طرف بڑھا۔ رفادہ اور توزین دونوں اس کے ساتھ تھیں۔ دیوان خانے میں جا کر وہ نظام الدین' ایسارب اور بروزہ سے ملا۔ سب دیوان خانے سے باہر آئے' صدر دروازے کے پاس جا کر توزین اور رفادہ بکھری بکھری سی پریشان پریشان سی دروازے کے پیچھے کھڑی ہو گئی تھیں۔ نظام الدین' ایسارب اور بروزہ نے اسے الوداع کہا۔ گھوڑے کو باہر نکال کر اپنے گھوڑے پر سوار ہوا۔ اسے ایڑ لگا کر چل دیا۔ بروزہ نے دروازہ بند کر کے اندر سے زنجیر لگا دی تھی۔ وہ پانچوں دیوان خانے کا رخ کر رہے تھے' جبکہ اسی روز سلطان برکیاروق نے اپنے لشکر کے ساتھ اصفہان کا رخ کیا تھا۔

............*

سلطان برکیاروق ابھی بڑی تیزی اور برق رفتاری سے رے سے اصفہان کی طرف پیشقدمی کر رہا تھا کہ راستے میں اسے ایک اور بری خبر ملی اور وہ بری خبر بھی اس کے بھائی سلطان محمد کی وجہ سے تھی۔ دراصل سلطان محمد نے خلافت بغداد کے کوتوال سعد الدولہ گوہر سے سازباز کی' اسے سلطان برکیاروق کے خلاف کیا' اسے کچھ لالچ بھی دیئے' جس کی بناء پر وہ محمد کے حق میں ہو گیا۔ اسی سعد الدولہ گوہر کے تعلقات موصل کے حاکم امیر کربوغا اور جزیرہ ابن عمر کے عامل چکرمش سے بڑے گہرے دوستانہ بلکہ برادرانہ تھے۔ ان کا ایک اور ساتھی بقول مؤرخین سرخاب بن بدر بھی تھا' یہ بھی شام کے کچھ علاقوں کا حاکم تھا۔ اس سعد الدولہ گوہر نے ان تینوں عاملوں کو سلطان برکیاروق کے خلاف کیا۔ چکرمش حالانکہ اس سے پہلے سلطان کے بہترین سالاروں میں سے تھا اور سلطان نے ہی اسے جزیرہ عمر کا عامل مقرر کیا تھا جبکہ موصل کا حاکم امیر کربوغا بھی پہلے سلطان برکیاروق کی حمایت میں تھا اور اسی کے گن گاتا تھا لیکن اب سعد الدولہ نے نہ جانے ان تینوں کو کیا ترغیب دی کہ تینوں سعد الدولہ کے ساتھ مل کر سلطان برکیاروق کی مخالفت پر اتر آئے۔

اس سلسلے میں مؤرخین لکھتے ہیں کہ امیر کربوغا والئی موصل چکرمش والئی جزیرہ عمر اور سرخاب بن بدر یہ سب اپنے اپنے لشکروں کے ساتھ سلطان برکیاروق کے چھوٹے بھائی محمد کے پاس حاضر ہوئے' اس وقت وہ اصفہان کی طرف روانہ ہونے سے پہلے محمد قم کے مقام پر مقیم تھا۔ ان کی آمد پر محمد نے بڑی خوشی کا اظہار کیا اور ان تینوں کو قیمتی خلعتوں سے نوازا۔ اس کے علاوہ انعامات سے بھی سرفراز کیا۔ سعد الدولہ گوہر بھی ان تینوں کے ساتھ تھا۔ چنانچہ یہ چاروں محمد کی خدمت میں حاضر ہوئے تو ان سب کو نوازنے کے بعد محمد نے سعد الدولہ گوہر کو یہ ترغیب دی کہ وہ بغداد میں اس کے نام کا خطبہ پڑھوا دے اور اسے سلطان تسلیم کیا جائے۔

چنانچہ مؤرخین لکھتے ہیں کہ یہی سعد الدولہ قم سے بغداد پہنچا اور خلیفہ کی خدمت میں بازیابی کی عزت حاصل کی اور خلیفہ سے التجا کی کہ سلطان محمد کے نام کا خطبہ پڑھوا دینا چاہیئے۔ سعد الدولہ گوہر کی خلیفہ بڑی عزت' بڑا احترام کرتا تھا۔ لہٰذا عباسی خلیفہ نے اس کی اس استدعا کو منظور کر لیا اور سلطان برکیاروق کے بھائی محمد کو بھی سلطان کہہ کر پکارا اور اسے غیاث دنیا و دین کا خطاب عنایت کیا۔ جب یہ سارا کام ہو چکا' تب برکیاروق کا چھوٹا بھائی محمد اپنے ایک جرار لشکر کے ساتھ اصفہان کی طرف روانہ ہوا اور اس لشکر میں موصل کا حاکم امیر کربوقا چکرمش اور سرخاب بن بدر تینوں نامور سالار شامل تھے۔

اس سازش کی تفصیل سن کر سلطان برکیاروق کو بڑا صدمہ ہوا تھا' تاہم اپنے لشکر کے ساتھ اس نے بڑی تیزی اور برق رفتاری کے ساتھ اصفہان کا رخ کیا تھا لیکن اصفہان میں بھی حالات تبدیل ہو گئے تھے۔ اس لئے کہ اصفہان کے لوگوں کو جب خبر ملی کہ ایک طرف سے محمد اور دوسری طرف سے سلطان برکیاروق اپنے اپنے لشکر کے ساتھ اصفہان کا رخ کر رہے ہیں' تب انہیں خدشہ ہوا کہ ان کے شہر میں دونوں لشکریوں کا ٹکراؤ ہو گیا تو شہر کے لوگ بڑی تباہی کا شکار ہو جائیں گے۔

سلطان برکیاروق اپنے بھائی محمد سے پہلے اصفہان پہنچ گیا۔ اس موقع پر محمد نے بڑی عیاری سے کام لیا اور اصفہان کی طرف بڑھتے بڑھتے اچانک وہ رکا پھر مڑا اور اس نے رے شہر کا رخ کر لیا تھا۔

مؤرخین لکھتے ہیں کہ سلطان برکیاروق اصفہان پہنچا تو اصفہان کے لوگوں نے شہر پناہ کے دروازے بند کر دیئے اور سلطان کو شہر میں داخل نہیں ہونے دیا' دراصل وہ ڈر گئے تھے کہ اگر دونوں لشکر ان کے شہر میں ٹکرائیں گے تو شہر کی بڑی تباہی ہو گی۔ اس بناء پر انہوں نے شہر پناہ کے دروازے ہی نہیں کھولے۔

مؤرخین یہ بھی لکھتے ہیں کہ سلطان برکیاروق کا چھوٹا بھائی ہجری 492ء کو رے شہر پہنچا اور رے شہر پر قبضہ کر لیا۔ جب اصفہان کے لوگوں نے سلطان برکیاروق کے لئے شہر پناہ کے دروازے نہ کھولے' تب سلطان رے شہر کا رخ کرنا چاہتا تھا لیکن راستے میں اسے خبر ہو گئی کہ رے پر اس کا بھائی محمد قابض ہو گیا ہے۔ لہٰذا سلطان برکیاروق نہیں چاہتا تھا کہ آگے بڑھ کر رے شہر پر حملہ آور ہو اور مسلمانوں کو آپس میں ٹکرائے' سلطان برکیاروق یہ بھی امید لگائے

بیٹھا تھا کہ اس کا بھائی محمد چند روز رے میں قیام کرے گا پھر واپس اپنے علاقوں کی طرف چلا جائے گا۔ اسی بناء پر اس نے اصفہان سے خوزستان کا رخ کیا تھا۔

رے پہنچتے ہی محمد کے کہنے پر اس کے لشکریوں نے شہر کو خوب لوٹا' محمد کا وزیر عبید اللہ بڑا ابلیس اور شیطان قسم کا آدمی تھا۔ رے شہر میں داخل ہونے کے بعد اس نے سلطان برکیاروق کی ماں کو گرفتار کر لیا' گرفتار کرنے کے بعد اسی عبید اللہ نے سلطان کی ماں زبیدہ کو بقول مؤرخین پہلے قید میں ڈال دیا اور مؤرخین یہ بھی لکھتے ہیں کہ جب قید میں ڈالنے کے بعد وزیر عبید اللہ کو صبر نہ آیا تو زبیدہ خاتون کا سارا مال و اسباب ضبط کر لیا۔ جب اس سے بھی اس کو تسلی نہ ہوئی تو ایک روز اس نے گلا گھونٹ دیا جس سے وہ مر گئی۔ اس موقع پر محمد کے بہت سے سالاروں' مصاحبوں اور دوسرے سرکردہ لوگوں نے وزیر عبید اللہ کے اس مکروہ فعل کو ناپسند کیا اور اسے روکنا بھی چاہا لیکن عبید اللہ نے کسی ایک نہ سنی اور اپنی خباثت کا اظہار کرتے ہوئے اس نے سلطان برکیاروق کی ماں کا گلا گھونٹ کر خاتمہ کر دیا۔

محمد کے وزیر عبید اللہ نے اس پر بھی اتفاق نہ کیا اور ایاز بن سیف الدین کی حویلی میں بھی داخل ہوا۔ چونکہ رے شہر کے اندر ایک شورش برپا ہو گئی تھی۔ لہٰذا اپنے آپ کو محفوظ کرنے کے لئے بروزہ' توزین اور رفادہ اکثر حویلی کے تہہ خانے میں اتر جاتی تھیں۔

جس روز محمد کا وزیر عبید اللہ اپنے مسلح ساتھیوں کے ساتھ ایاز بن سیف الدین کی حویلی میں داخل ہوا تو حویلی میں انہیں صرف ایاز کا دادا نظام الدین اور دادی ایسارب نظر آئے اور ان دونوں کو عبید اللہ نے گرفتار کر کے زندان میں ڈال دیا۔

ایسا کرنے کے بعد عبید اللہ محمد کی خدمت میں حاضر ہوا۔ محمد اس وقت رے شہر کے قلعہ کے اندر قیام کئے ہوئے تھا۔ عبید اللہ جب اس کے سامنے آیا تو اپنی جگہ سے اٹھ کر محمد نے اس کا استقبال کیا اور اپنے قریب بٹھایا پھر گفتگو کا آغاز عبید اللہ نے کیا۔ محمد کو مخاطب کر کے کہنے لگا۔

"میں آپ سے ایک ایسی منصوبہ بندی پر گفتگو کرنا چاہتا ہوں اور اگر ہم اس پر عمل کرنے میں کامیاب ہو گئے تو برکیاروق کے خلاف ہماری کامیابی' ہماری کامرانی یقینی ہو جائے گی۔"

عبید اللہ کے یہ الفاظ سن کر محمد چونکا تھا' کہنے لگا۔

"تمہارے پاس کون سی منصوبہ بندی ہے' جس پر ایسا ہو سکتا ہے۔"

جواب میں ابلیس صفت عبیداللہ بولا اور کہنے لگا۔

"میں نے ایاز کے دادا نظام الدین اور اس کی دادی ایسارب کو گرفتار کر کے فی الحال زندان میں ڈال دیا ہے۔ ہم ایسا کرتے ہیں' خفیہ طور پر ایاز کے دادا اور دادی کو اس طرح قتل کرتے ہیں کہ کسی کو کانوں کان خبر نہ ہوگی اور پھر اپنے دو قاصد جو تیز رفتار ہوں' ایاز کی طرف روانہ کرتے ہیں اور اس سے یہ ساز باز کرتے ہیں کہ اس کے دادا اور دادی دونوں کو گرفتار کر لیا گیا ہے۔ اگر تم سلطان برکیاروق کا ساتھ چھوڑ کر محمد کے ساتھ شامل ہو جاؤ اور برکیاروق کے خلاف لڑو' کچھ عرصہ تمہاری کارگزاری کو دیکھیں گے' اگر تمہاری کارگزاری ہمارے معیار کے مطابق ہوئی تو ہم تمہارے دادا اور تمہاری دادی کو تمہارے حوالے کر دیں گے' لیکن تمہیں وعدہ کرنا ہوگا کہ تم مستقل طور پر اچھے سالار کی حیثیت سے سلطان برکیاروق نہیں بلکہ محمد کے لشکر میں رہو گے۔"

عبیداللہ جب خاموش ہوا' تب محمد پرسکون انداز میں کہنے لگا۔

"عبیداللہ کیا تم سمجھتے ہو کہ تمہارے ایسا کرنے سے ایاز بن سیف الدین میرے بھائی برکیاروق کا ساتھ چھوڑ کر ہمارے ساتھ مل جائے گا' تو میں سمجھتا ہوں' یہ ہماری بہت بڑی کامیابی ہوگی۔ اس لئے کہ لشکری بھی یہ خیال کرتے ہیں کہ جس لشکر کے اندر ایاز بن سیف الدین ہو' فتح مند وہی لشکر رہتا ہے' جو کچھ تم نے سوچا ہے' اس کے مطابق عمل کرنے کی تمہیں اجازت ہے۔"

یہ اجازت ملنے کے بعد شیطان عبیداللہ وہاں سے نکلا۔ پہلے اس نے انتہائی خفیہ طور پر ایاز بن سیف الدین کے دادا اور دادی کو موت کے گھاٹ اتار دیا پھر اس نے دو تیز رفتار قاصد ایاز بن سیف الدین کی طرف روانہ کر دیئے تھے تاکہ محمد کے ساتھ مل کر اس نے جو سازش اور منصوبہ بندی تیار کی تھی' اسے اس کے انجام تک پہنچایا جائے۔

............*

سلطان برکیاروق کی بدقسمتی اور حالات کی ستم ظریفی' جس وقت سلطان اپنے لشکر کے ساتھ خوزستان کا رخ کئے ہوئے تھا' راستے میں اس کے لئے ایک اور مصیبت اٹھ کھڑی ہوئی۔ دراصل سلطان برکیاروق کے وزیر مجد الملک کے تعلقات لشکر کے کچھ امراء سے اچھے

نہیں تھے' وہ کہتے تھے کہ مجد الملک کو سلطان نے سیاہ و سفید کا مالک بنا دیا ہے۔ اس کے سامنے کسی کی دال نہیں گلتی اور یہ کہ وہ دوسرے امراء سے زیادتی اور ان پر ظلم کرتا ہے۔

اس کے علاوہ سلطان برکیاروق کے لشکر میں جو حسن بن صباح اور قلعہ شاہ در کے عامل ابن عطاش کے لوگ گھس آئے تھے' وہ بھی لشکر کے اندر سازشیں کر رہے تھے۔ چنانچہ ان باطنیوں نے جو حسن بن صباح اور ابن عطاش کے آدمی تھے' انہوں نے سلطان برکیاروق کے لشکر میں کچھ لوگوں کو قتل کر دیا اور یہ مشہور کر دیا کہ انہیں قتل کروانے والا سلطان کا وزیر مجد الملک ہے۔

اس صورت حال کے تحت برکیاروق کے امراء کو یہ خیال پیدا ہوا کہ ہو نہ ہو مجد الملک کا یہ فعل باطنیوں کی وجہ سے ہے۔ اس لئے کہ سلطان برکیاروق کے لشکر میں کچھ لوگوں کے عزیزوں کو حسن بن صباح کے آدمیوں نے قتل کیا تھا اور ان کے قتل کا الزام بھی انہوں نے مجد الملک کے سر تھوپ دیا اور سلطان برکیاروق سے علیحدہ ہونے کی دھمکی دینے لگے۔

چنانچہ اس طرح کچھ امراء اور سرداروں کو سلطان برکیاروق کے خلاف مخالفت پر اترنے کا ایک بہانہ مل گیا۔ ان لوگوں نے ایک جلسہ کرنے کا تہیہ کیا اور اس جلسے میں سب جمع ہو گئے۔ چنانچہ ان لوگوں نے سلطان برکیاروق سے مطالبہ کیا کہ لشکر کے جو لوگ قتل ہوئے ہیں' ان کے خون کا انتقام اس طرح لیا جائے کہ مجد الملک کو ان کے حوالے کر دیا جائے۔

ساتھ ہی سلطان برکیاروق کو یہ بھی پیغام بھیجا گیا کہ مجد الملک کو آپ ہمارے حوالے کر دیں تو ہم آپ کے مطیع اور خادم ہیں' ورنہ ہم آپ کو اپنے علم حکومت کے خلاف تصور فرمائیں گے۔

برکیاروق نے اس مطالبہ کو منظور نہ کیا لیکن مجد الملک نے یہ رائے دی کہ آپ بلحاظ ان کے جذبات وخواہش کے مطابق مجھے قتل کر ڈالئے۔

تمام امراء سرداران لشکر آپ کے مطیع ہو جائیں گے اور اگر انہوں نے مجھے زبردستی گرفتار کر کے قتل کیا تو اس میں رعب سلطنت جاتا رہے گا۔

اس پر سلطان برکیاروق راضی نہ ہوا۔ انتقام طلب کرنے والوں سے مجد الملک کے نہ مارنے کی قسم لے کر مجد الملک ان کے حوالے کر دیا۔ مجد الملک ان باغیوں کے سرداروں کے پاس پہنچ ہی نہ پایا تھا کہ اسے راستے ہی میں موت کے گھاٹ اتار دیا گیا۔

مؤرخین لکھتے ہیں کہ مجد الملک بے حد نیک مزاج اور صوم وصلوٰۃ کا پابند اور تہجد پڑھنے کا عادی اور سخی تھا۔ خون ریزی سے اس کو نفرت تھی۔

دوسری طرف سلطان برکیاروق اصفہان میں نہ داخل ہونے کا غم لے کر خوزستان کی طرف بڑھا تھا اور خوزستان سے اس نے وسط شہر کا راستہ اختیار کیا۔ اس موقع پر حلہ شہر کا امیر صدقہ بن مزید بھی اپنے لشکر کے ساتھ سلطان برکیاروق سے آن ملا تھا۔ اس کے بعد سلطان اپنے لشکر کے ساتھ بغداد کی طرف روانہ ہوا۔ اس وقت بغداد میں شہر کا کوتوال سعد الدولہ گوہر آئین موجود تھا۔ یہ سلطان برکیاروق کے بھائی محمد کے ہاتھ میں تھا۔ اس کا مطیع اور فرمانبردار ہو چکا تھا۔ چنانچہ جب اس کو خبر ہوئی کہ سلطان برکیاروق بغداد کا رخ کئے ہوئے ہے تو وہ خوف اور ڈر کے مارے بغداد سے نکل بھاگا۔ بغداد کی طرف جاتے ہوئے سلطان برکیاروق نے جب ایک جگہ اپنے لشکر کو ستانے کا موقع فراہم کرنے کے لئے پڑاؤ قائم کیا' خیمے نصب ہو گئے سلطان اپنے خیمے میں منتقل ہوا تو تھوڑی دیر بعد سلطان کو اطلاع دی گئی کہ ایک مخبر سلطان کی خدمت میں حاضر ہو کر کوئی اطلاع دینا چاہتا ہے۔

چنانچہ سلطان برکیاروق نے فوراً اپنے اس مخبر کو طلب کر لیا۔

وہ مخبر جب سلطان کے خیمے میں داخل ہوا' تب سلطان ابھی اس کی طرف سوالیہ انداز میں دیکھ ہی رہا تھا کہ وہ مخبر بولا اور کہنے لگا۔

"سلطان محترم! میں ایک انتہائی بری خبر لے کر آیا ہوں' بلکہ میں کہہ سکتا ہوں کہ دو خبریں ہیں' پہلی بری اور ناقابل برداشت خبر یہ ہے کہ آپ کے بھائی محمد کے وزیر عبید اللہ نے آپ کی والدہ محترمہ کو ہلاک کر دیا ہے۔"

یہ خبر سن کر سلطان برکیاروق کا چہرہ ایک دم سرخ ہو گیا اور آنکھیں آگ برسانا شروع ہو گئی تھیں۔ کچھ دیر تک اس نے خاموشی اختیار کئے رکھی' یہاں تک کہ اس کی گردن جھک گئی اور آنکھوں کے اندر نمی اتر آئی تھی۔ قاصد سلطان کے سامنے کھڑا رہا۔ سلطان گردن جھکائے کچھ دیر بیٹھا رہا' آخر اس نے اپنے آپ کو سنبھالا' اپنی آنکھیں صاف کیں پھر اپنے مخبر کی طرف دیکھتے ہوئے کہنے لگا۔

"اگر محمد کے وزیر عبید اللہ نے میری ماں کو ہلاک کر دیا ہے تو اس ہلاکت سے عبید اللہ بھی زیادہ دن بچ نہیں پائے گا۔ اس نے ایک انتہائی قابل نفرت جرم کا ارتکاب کیا ہے

نے ایک ایسا جرم کیا ہے جس کی کوئی معافی نہیں ہے۔ اس سے تو میں خوب نمٹوں گا' اب تم دوسری خبر کہو۔"

اس پر مخبر بولا اور کہنے لگا۔

"سلطان محترم دوسری خبر بھی بری ہے' اچھی نہیں ہے۔ آپ کے بھائی محمد کے وزیر عبید اللہ نے ایاز بن سیف الدین کے دادا نظام الدین اور اس کی دادی ایسارب دونوں کو گرفتار کر لیا ہے۔" یہ خبر سن کر سلطان برکیاروق چونکا تھا۔ مخبر کی طرف دیکھتے ہوئے اس نے ایک دم پوچھ لیا۔

"ایاز کے ہاں اس کے دادا اور دادی کے علاوہ تین اور افراد بھی تھے' ان کا کیا بنا۔"

مخبر نے نفی میں گردن ہلائی' کہنے لگا۔

"سلطان محترم ان کا کچھ پتہ نہیں ہے' نہ ہی میں انہیں جانتا ہوں۔"

سلطان نے پھر پوچھ لیا' میری حویلی کے جو محافظ تھے' ان کا کیا بنا۔

جواب میں وہ مخبر دکھ بھرے انداز میں کہنے لگا۔

"جس وقت محمد کے وزیر عبید اللہ نے آپ کی ماں کو گرفتار کرنا چاہا تو ان محافظوں نے مزاحمت کی تھی اور مزاحمت بھی سخت کی تھی لیکن عبید اللہ نے ان میں سے اکثروں کو موت کے گھاٹ اتار دیا اور یہ سنا گیا ہے کہ ان میں سے دو مخبر لاپتہ ہیں' کہاں گئے ان کا کچھ اتہ پتہ نہیں چلا۔"

مخبر کے خاموش ہونے پر سلطان برکیاروق نے پھر پوچھ لیا۔

"اب یہ کہو کہ ایاز کے دادا اور دادی کو کہاں رکھا گیا ہے؟"

جواب میں مخبر کہنے لگا۔

"عبید اللہ نے انہیں گرفتار کر کے اپنی تحویل میں لیا ہوا ہے اور اس نے ایاز کے دادا اور دادی کی اس گرفتاری سے ایک بہت بڑا کام لینے کا بھی فیصلہ کیا ہے۔"

کیسا کام سلطان برکیاروق نے چونکنے کے انداز میں اس کی طرف دیکھتے ہوئے پوچھا تھا۔

مخبر جس کو شاید نظام الدین اور ایسارب دونوں کے مارے جانے کی اطلاع نہیں تھی۔ اس لئے کہ ان کو بڑی رازداری کے ساتھ قتل کیا گیا تھا۔ لہٰذا سلطان کو مخاطب کر کے کہنے لگا۔

"سلطان محترم آج شام یا اس سے کچھ پہلے آپ کے بھائی محمد اور اس کے وزیر عبید اللہ کے بھیجے ہوئے دو قاصد ایاز بن سیف الدین سے ملیں گے اور بڑی رازداری سے اس کے خیمے میں گفتگو کریں گے اور اس کو یہ بھی بتائیں گے کہ اس کے دادا اور دادی دونوں کو محمد کے وزیر عبید اللہ نے گرفتار کرلیا ہے۔ یہ پیشکش کریں گے کہ ایاز کے دادا اور دادی کو اس وقت رہا کیا جائے گا' جب ایاز سلطان برکیاروق کا ساتھ چھوڑ کر محمد کے لشکر میں شامل ہو جائے' دو تین جنگوں میں حصہ لے کر اپنی بہترین کارگزاری کا مظاہرہ کرے۔ اگر وہ ایسا کرتا ہے تو پھر اس کے دادا اور دادی دونوں کو رہا کر دیا جائے گا اور اسے اجازت دے دی جائے گی کہ وہ جہاں چاہے اپنے دادا اور دادی کو لے کر چلا جائے لیکن ساتھ یہ شرط رکھی جائے گی کہ وہ آپ کے لشکر میں شامل نہ ہو۔"

یہاں تک کہنے کے بعد وہ مخبر جب خاموش ہوا' تب سلطان نے بڑی شفقت سے اس کی طرف دیکھا' اس کا شکریہ ادا کیا پھر کہنے لگا۔

"تم نے بہت اچھے موقع پر یہ دونوں خبریں پہنچائی ہیں' اب تم لشکر گاہ میں جا کر آرام کرو' ساتھ ہی ایاز کی طرف جاؤ' اسے میرے پاس بھیج دو۔"

اس کے ساتھ ہی وہ مخبر سلطان کے خیمے سے نکل گیا تھا۔

تھوڑی دیر بعد سلطان کے خیمے کے دروازے پر ایاز نمودار ہوا' کچھ کہنا چاہتا تھا کہ سلطان فوراً بولا اور کہنے لگا اندر آنے کی اجازت مت طلب کرنا میرے پاس آ کر بیٹھو۔

ایاز آگے بڑھا' سلطان کے پہلو میں بیٹھ گیا۔

سلطان کا چہرہ غور سے دیکھا پھر کہنے لگا۔

"سلطان محترم آپ کا چہرہ بتاتا ہے کہ حالات ہمارے حق میں درست نہیں ہیں۔"

جواب میں سلطان بولا اور کہنے لگا۔

"جو مخبر تمہیں بلانے گیا تھا' وہی کچھ خبریں لے کر آیا ہے۔ پہلی بری خبر یہ ہے کہ محمد کے وزیر عبید اللہ نے میری ماں کو قتل کر دیا ہے اور تمہارے دادا اور دادی کو بھی گرفتار کرلیا ہے۔ اس کے بعد سلطان برکیاروق نے جو تفصیل اس مخبر نے بتائی تھی' وہ بڑی تفصیل کے ساتھ ایاز بن سیف الدین سے کہہ دی تھی۔"

ساری تفصیل جاننے کے بعد ایاز کچھ دیر تک دکھ اور غم کی سوچوں میں ڈوبا رہا۔ سلطان برکیاروق بڑے غور سے اس کی طرف دیکھتا رہا۔ پھر خیمے میں سلطان برکیاروق کی آواز گونجی۔

"ایاز میرے بھائی میں جانتا ہوں' میری ماں سے تمہیں ایک عقیدت اور ایک ارادت مندی تھی اور تم انہیں اپنی ماں سمجھتے تھے۔ عبید اللہ اپنے اس فعل بد کے نتائج سے بچ نہیں پائے گا۔

سلطان یہاں تک کہنے کے بعد رکا' دم لیا' پھر دوبارہ ایاز کو مخاطب کر کے کہنے لگا۔

"دیکھ ایاز تمہارے دادا اور دادی ایسا رب کو اس طرح ان کے رحم و کرم پر نہیں چھوڑا جا سکتا۔ آج شام کے وقت یا شام سے پہلے جب محمد اور عبید اللہ کے مخبر تمہارے پاس آتے ہیں تو ان سے اچھا سلوک کرنا' وہ تعداد میں دو ہوں گے' وہ جو تمہیں پیشکش کریں گے' اسے قبول کر لینا۔" سلطان کے ان الفاظ پر ایاز بن سیف الدین چونک پڑا تھا۔ ایک دم گردن سیدھی کر کے سلطان کی طرف دیکھتے ہوئے کہنے لگا۔

"سلطان محترم آپ یہ کہنا چاہتے ہیں کہ آپ کا ساتھ چھوڑ کر محمد کے لشکر میں شامل ہو جاؤں۔"

اس موقع پر سلطان برکیاروق کے چہرے پر سنجیدہ سی مسکراہٹ نمودار ہوئی تھی' پھر کہنے لگا۔

"میرے بھائی یہ ہماری مجبوری ہے۔ اس موقع پر کوئی جذباتی فیصلہ مت کرنا جو پیشکش کریں' انہیں قبول کر لینا' ان کے ساتھ اپنی پوری تن دہی سے جنگوں میں حصہ لینا۔ میں جانتا ہوں' تمہارے بعد میرے لشکر میں کچھ کمزوری اور کچھ دل شکنی کے آثار ضرور پیدا ہوں گے' لیکن میں تمہارے دادا اور تمہاری دادی کو اس طرح دشمنوں کے رحم و کرم پر نہیں چھوڑ سکتا۔ ہر صورت میں ان کی رہائی چاہتا ہوں۔ میں اپنی ماں سے محروم ہو چکا ہوں لیکن تمہیں تمہارے دادا اور دادی سے محروم نہیں کرنا چاہتا۔ ایاز یہ میرا آخری فیصلہ ہے اور مجھے امید ہے کہ تم اس کے خلاف کوئی احتجاج نہیں کرو گے۔"

"میرے بھائی زندگی میں کبھی کچھ ایسے فیصلے بھی کرنا پڑتے ہیں' جو انسان کے اپنے مفاد اور اس کے جذبات کے خلاف ہوتے ہیں' یہ حالت اس وقت میری اور تمہاری ہے' میں جانتا ہوں تمہارے جانے کے بعد مجھے کتنا دکھ' افسوس اور نقصان ہو گا۔ اس لئے کہ تمہیں اور قماج دو سالاروں کو اپنے سے جدا کرنا میرے لئے ناقابل برداشت ہے۔ اس سے پہلے

سقمان تھا' وہ بیت المقدس کی طرف چلا گیا۔ اچھا سالار تھا' رہا چکرمش اسے میں نے جزیرہ ابن عمر کا والئی مقرر کیا تھا لیکن وہ بھی محمد سے جا ملا اور وہ خوشی سے نہیں ملا' اس کے مزاج کو میں سمجھتا ہوں۔ اس کی کچھ مجبوریوں سے فائدہ اٹھا کر محمد نے اسے اپنے ساتھ ملا لیا ہے اور آخر میں موصل کا حاکم کربوغا رہ جاتا ہے' وہ بھی میرے ہمنواؤں میں سے تھا۔ اس کے اور میرے درمیان بڑے اچھے بہترین تعلقات تھے لیکن وہ بھی کچھ مجبوریوں کے تحت محمد سے جا ملا ہے۔ ایاز میرے بھائی میرا دل کہتا ہے' ایک دن یہ چکرمش اور کربوغا ضرور لوٹ کر ہمارے پاس آئیں گے۔ میں جانتا ہوں وہ دونوں مخلص ہیں اور ہمارے حق میں ہیں اور جن مجبوریوں کے تحت انہیں اس محمد نے اپنے ساتھ ملا لیا ہے' ایک دن وہ ان مجبوریوں کا جوا اپنی گردن سے اتار کر ضرور ہمارے پاس واپس آئیں گے۔ میرے بھائی دیکھ یہاں سے روانہ ہونے کے بعد تو محمد کے لشکر میں جائے تو وہاں تیری ملاقات چکرمش' کربوغا اور ایسے یہ واقف کار سالاروں سے بھی ہوگی جو پہلے ہمارے لشکر میں تھے' لیکن کچھ اپنے مفادات کی خاطر اور کچھ مجبوریوں کے تحت ہم سے علیحدہ ہو کر دشمن سے جا ملے' ان کے ساتھ اچھا سلوک کرنا' وہ پہلے ہی تمہیں پسند کرتے ہیں' تمہارے ساتھ وہ سارے سالار پہلے کام کر چکے ہیں' ان کے دل میں تمہارے لئے بڑی عقیدت ہے' لہٰذا اگر تم محمد کے لشکر میں رہتے ہوئے ان سے اچھا سلوک کرو گے تو یاد رکھنا محمد کے لشکر میں بھی تم ایسا گروہ پیدا کرنے میں کامیاب ہو جاؤ گے' جو محمد کی مخالفت پر اتر آئے گا اور جب ایسا ہوگا تو یاد رکھنا ہر طرف ہماری کامیابیوں اور کامرانیوں کے در کھلتے چلے جائیں گے۔"

سلطان برکیاروق جب خاموش ہوا' تب کچھ سوچتے ہوئے ایاز بن سیف الدین کہنے لگا۔

"سلطان محترم میں صرف یہ جانتا ہوں کہ مجھے ہر حال میں آپ کی اطاعت اور فرمانبرداری کرنی ہے۔ اگر آپ کا یہی فیصلہ ہے تو پھر میں آپ کے اس فیصلہ پر ضرور عمل کروں گا اور محمد کے لشکر میں رہتے ہوئے بھی خداوند قدوس نے چاہا تو میں ان کے مخالفین میں اضافہ اور آپ کے ساتھیوں کی تعداد بڑھاتا رہوں گا۔"

ایاز کے یہ الفاظ سن کر سلطان برکیاروق خوش ہو گیا تھا' دوبارہ کہنے لگا۔

"اب تم اپنے خیمے میں بیٹھ جانا' جب محمد کے مخبر آئیں تو رازداری کے ساتھ ان

گفتگو کرنا اور ان سے گفتگو کرنے کے بعد مجھ سے یا کسی اور سے بات چیت مت کرنا اور ان کے ساتھ روانہ ہو جانا اور ان پر یہ ظاہر کرنا کہ تم بڑی رازداری اور خفیہ طور پر یہاں سے کوچ کر رہے ہو۔ اس طرح وہ تم پر بھروسہ اور اعتماد کریں گے اور محمد کے لشکر میں جا کر تم اپنی کارروائی کی ابتداء کر سکو گے۔"

ایاز بن سیف الدین نے سلطان برکیاروق کی تجویز سے اتفاق کیا تھا۔ پھر سلطان کے کہنے پر وہ اٹھ کر اپنے خیمہ کی طرف چلا گیا تھا۔

اسی روز شام سے کچھ پہلے سلطان برکیاروق کے لشکر کا ایک چھوٹا سالار دو آدمیوں کو لے کر ایاز کے خیمہ کے دروازے پر نمودار ہوا اور کہنے لگا۔

"امیر یہ دو شخص آپ سے ملنا چاہتے ہیں۔"

یہ آواز سن کر ایاز بن سیف الدین اپنی جگہ سے اٹھ کھڑا ہوا تھا۔ خیمے کے دروازے پر آیا پھر ان دونوں کی طرف دیکھتے ہوئے کہنے لگا۔

"تم دونوں کہاں سے آئے ہو اور کیا چاہتے ہو' میں تمہیں نہیں جانتا اور نہ ہی میں شکل سے پہچانتا ہوں۔"

اس پر ان میں سے ایک دھیمے سے لہجہ میں کہنے لگا۔

"امیر آپ پہلے ہمیں بیٹھنے کے لئے نہیں کہیں گے تاکہ ہم جو کچھ کہنا چاہتے ہیں' تفصیل سے کہیں۔"

اس پر ایاز انہیں خیمے کے اندر لے گیا۔ چھوٹا سالار جو دونوں کو ساتھ لے کر آیا تھا' وہ چلا گیا' جب تینوں نشستوں پر بیٹھ گئے' تب گفتگو کا آغاز پھر ایاز بن سیف الدین نے کیا اور ان دونوں کی طرف دیکھتے ہوئے کہنے لگا۔

"اب کہو تم کیا کہنا چاہتے ہو۔"

اس پر ایک نے گلا صاف کیا پھر کسی قدر ہچکچاتے ہوئے کہنے لگا۔

"امیر ایاز آپ جانتے ہیں رے شہر پر محمد بن ملک شاہ قابض ہو چکا ہے۔ شاید یہ خبر آپ کے لئے ناقابل برداشت ہو کہ محمد بن ملک شاہ سلجوقی کے وزیر عبید اللہ نے سلطان برکیاروق کی ماں کو گلا گھونٹ کر اس کا خاتمہ کر دیا ہے۔ آپ کے دادا اور دادی دونوں کو اس نے گرفتار کر لیا ہے۔ ایک طرح سے یرغمال بنا لیا ہے اور آپ کی طرف ہمیں بھیجا ہے کہ اگر

آپ سلطان برکیاروق کے لشکر سے نکل کر محمد کے لشکر میں شامل ہو جائیں اور محمد کے لشکر میں رہتے ہوئے اپنی کارگزاری سے یہ ثابت کریں کہ آپ خلوص کے ساتھ ان کے ساتھ کام کر رہے ہیں تو پھر آپ کے دادا اور دادی دونوں کو آپ کے حوالے کر دیا جائے گا۔"

اس موقع پر ایاز بن سیف الدین نے کچھ سوچا پھر کہنے لگا۔

"اگر میں ایسا نہ کروں تو پھر وہ کس ردعمل کا اظہار کریں گے۔"

اس بار دوسرا قاصد بولا اور کہنے لگا۔

"اگر آپ یہ بات نہیں مانتے تو پھر وہ آپ کے دادا اور دادی دونوں کو قتل کر دیں گے۔" اس پر ایاز بولا اور کہنے لگا۔

"میرے دادا اور دادی کے علاوہ بھی میرے گھر کے تین افراد اور تھے' ان کا کیا بنا۔"

جواب میں وہی مخبر بولا اور کہنے لگا۔

"آپ کے گھر سے صرف دو ہی افراد ملے' ایک آپ کا دادا اور دوسری آپ کی دادی۔ جن مہمانوں کا ذکر کر رہے ہیں' وہ حویلی میں نہیں تھے۔ اسی بناء پر عبید اللہ نے آپ کے دادا اور دادی ہی کو یرغمال بنایا۔ اب جو آپ جواب دیں گے' وہی جواب ہم واپس عبید اللہ سے کہہ دیں گے۔ اگر تو آپ ہمارے ساتھ محمد کے لشکر میں چلیں گے تو آپ کے دادا اور دادی سلامت رہیں گے۔ دوسری صورت میں عبید اللہ ان دونوں کو موت کے گھاٹ اتار دے گا۔"

کچھ دیر خاموش رہ کر ایاز بن سیف الدین کچھ سوچتا رہا۔ شاید وہ ان دونوں کو اچھا تاثر دینا چاہتا تھا۔ تھوڑی دیر بعد وہ بولا اور بڑی رازداری میں دونوں کو مخاطب کر کے کہنے لگا۔

"دن کے وقت میرا یہاں سے نکلنا میرے اور تم دونوں کے لئے خطرناک ہوگا۔ سورج غروب ہونے کا انتظار کرتے ہیں اور مغرب کی نماز یہاں ادا کرنے کے بعد میں تمہارے ساتھ محمد کے لشکر کی طرف روانہ ہو جاؤں گا۔"

ایاز بن سیف الدین کے یہ الفاظ سن کر ان دونوں کی خوشی کی کوئی انتہا نہ تھی' وہ مان گئے لہٰذا مغرب کی نماز انہوں نے وہیں ادا کی۔ اس کے بعد ان دونوں کے ساتھ ایاز بن سیف الدین سلطان برکیاروق کے لشکر سے نکل کر محمد بن ملک شاہ سلجوقی کے لشکر کا رخ کر رہا تھا۔

............*

ایاز بن سیف الدین کی روانگی کے بعد سلطان برکیاروق نے اپنے لشکر کے ساتھ پڑاؤ ختم کر کے پھر کوچ کیا۔ اب اس کا رخ بغداد کی طرف تھا۔ سلطان برکیاروق کے لشکر میں اب بڑے سالاروں میں سے نیال بن انوشتگین رہ گیا تھا۔ لہٰذا لشکر کی کمانداری اس کے ہاتھ میں دے کر پورے لشکر کے ساتھ سلطان برکیاروق نے بغداد کا رخ کیا تھا۔ بغداد کا کوتوال سعدالدولہ گوہر ایک بہترین سالار بھی تھا۔ اسے جب سلطان برکیاروق کے آنے کی اطلاع ہوئی تو وہ بغداد سے نکل کر سلطان محمد کی طرف بھاگا تھا۔

اور سلطان محمد کی طرف جاتے ہوئے سعدالدولہ نے تیز رفتار قاصد محمد اور اس کے وزیر عبید اللہ کی طرف روانہ کئے اور انہیں سلطان برکیاروق کے بغداد میں داخل ہونے سے مطلع کیا تھا اور برکیاروق کے مقابلے میں لشکر بھیجنے کی درخواست کی تھی۔

محمد کے لشکر میں اس کے بڑے بڑے سالار تھے۔ ان میں سے نمایاں موصل کا والئی کربوغا' چکرمش جیسے سلطان کو برکیاروق نے والئی جزیرہ ابن عمر کا عامل مقرر کیا تھا اور تیسرا بڑا سالار سرخاب بن بدر تھا۔

جب سعدالدولہ کا پیغام محمد کے نام آیا تو اس میں التجا کی گئی تھی کہ سلطان برکیاروق بغداد میں داخل ہو چکا ہے۔ لہٰذا اسے بغداد سے نکالنے کے لئے محمد ایک لشکر بھیجے۔

چنانچہ محمد اور اس کے وزیر عبید اللہ نے آپس میں صلاح مشورہ کیا اور یہ فیصلہ کیا کہ سلطان برکیاروق کا مقابلہ کرنے کے لئے امیر کربوغا والئی موصل اور جزیرہ ابن عمر کے حاکم چکرمش کو ایک بڑے لشکر کے ساتھ روانہ کیا جائے۔

چکرمش سلطان برکیاروق کا سالار رہ چکا تھا اور وہ کسی بھی صورت سلطان سے ٹکرانا نہ چاہتا تھا۔ جب اس کے ذمہ یہ کام لگایا گیا کہ وہ لشکر لے کر جائے' امیر کربوغا اس کے ساتھ ہو

گا اور سلطان برکیاروق کو بغداد سے نکالے تو چکرمش نے یہ ظاہر کیا کہ میرے اپنے علاقوں میں بے حد ابتری اور افراتفری پھیلی ہوئی ہے۔ لہٰذا مجھے واپس جانے کی اجازت دی جائے تا کہ میں جا کے اپنے علاقوں کے حالات بہتر کروں۔

اس وقت تک سعدالدولہ بھی محمد اور اس کے وزیر عبیداللہ کے پاس پہنچ چکا تھا۔ مؤرخین لکھتے ہیں کہ سعدالدولہ جو بغداد کا کوتوال تھا' وہ چکرمش کا یہ جواب سن کر ہکا بکا رہ گیا تھا۔ چنانچہ اس موقع پر انہوں نے چکرمش سے ٹکرانے یا تکرار پیدا کرنے کی کوشش نہ کی' جس سے فائدہ اٹھا کر چکرمش اپنے لشکر کو لے کر واپس چلا گیا تھا اور کچھ فاصلہ طے کرنے کے بعد اپنے علاقوں کی طرف جانے کے بجائے وہ سلطان برکیاروق کی خدمت میں حاضر ہوا۔ سلطان سے کیے کی معافی مانگی اور سلطان کے لشکر میں شامل ہو گیا۔

اس کے بعد امیر کربوغا نے بھی سعدالدولہ کے ساتھ جا کر سلطان برکیاروق کے ٹکرانے سے معذرت کر لی اور وہ بھی اپنے حصے کا لشکر لے کر محمد اور عبیداللہ کے لشکر سے نکلا اور ایک چکر لگاتا ہوا وہ بھی سلطان برکیاروق کی طرف چلا گیا تھا۔

امیر کربوغا اور چکرمش کے اس فیصلہ سے ایک ہیجان اور انقلاب برپا ہوا اور ان کا تیسرا ساتھی سرخاب بن بدر بھی حرکت میں آیا۔ وہ بھی ان کے پیچھے پیچھے سلطان برکیاروق کی طرف ہو لیا۔ بغداد کا کوتوال سعدالدولہ گوہر جو اس سے پہلے محمد کے ہاتھوں اور سلطان برکیاروق کے خلاف تھا' اس نے جب یہ انقلاب اور تبدیلی دیکھی تو بڑا حیرت زدہ ہوا' وہ جانتا تھا کہ کربوغا چکرمش اور سرخاب بدر نے صحیح فیصلہ کیا ہے۔ لہٰذا ان کے پیچھے پیچھے سعدالدولہ گوہر بھی سلطان برکیاروق کی طرف روانہ ہوا۔

چکرمش پہلے ہی سلطان کے پاس پہنچ کر معذرت کر چکا تھا۔ سلطان سے معافی مانگ چکا تھا اور سلطان کے لشکر میں شامل ہو چکا تھا۔ اس کے دو تین دن بعد امیر کربوغا جنگ بہترین تجربہ رکھتا تھا' سرخاب بن بدر جو اچھے سالاروں میں تھا' رہا سعدالدولہ وہ بھی جنگ بہترین تجربہ رکھتا تھا۔ بغداد میں سلطان برکیاروق کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ سلطان برکیاروق سے جب وہ معافی مانگنے لگے تو سلطان بڑا متاثر ہوا۔ ان کے خلاف کوئی کارروائی نہیں کی اور انہیں اپنے ہاں خوش آمدید کہا اور لشکر میں شامل کر لیا۔ اس طرح سلطان برکیاروق کو ایاز بن سیف الدین کے جانے کے بعد چار اچھے سالار مل گئے تھے۔

دوسری طرف امیر کربوغا' سرخاب بن بدر' چکرمش اور سعدالدولہ کے جانے کے بعد محمد اور اس کے وزیر عبیداللہ کو ایک طرح سے دکھ اور صدمہ کا جھٹکا لگا تھا کہ چار اچھے سالار انہیں چھوڑ کر چلے گئے ہیں' تاہم کچھ مخبروں نے انہیں یہ اطلاع دے دی تھی کہ جو دو مخبر ایاز بن سیف الدین کی طرف روانہ کیے تھے' وہ اپنے مقصد میں کامیاب ہوئے ہیں اور ایاز بن سیف الدین کو لے کر وہ محمد کے لشکر کی طرف بڑھ رہے ہیں۔ یہ خبر سن کر محمد اور اس کے وزیر عبیداللہ کو کافی حوصلہ ہوا۔ اس لئے کہ وہ دونوں جانتے تھے' ایاز بن سیف الدین سارے سالاروں سے عمدہ اور بہترین سالار جانا جاتا تھا اور بڑے سے بڑے لشکریوں کو الٹ کر اپنی فتح مندی کو یقینی بنانے کا ہنر بھی رکھتا تھا۔ لہٰذا وہ دونوں بڑی بے چینی سے ایاز بن سیف الدین کی آمد کا انتظار کرنے لگے تھے۔

ہمدان شہر کے نواح میں ایک روز محمد اور اس کا وزیر عبیداللہ دونوں اپنے پڑاؤ کا جائزہ لے رہے تھے۔ لشکر کے پڑاؤ کے اندر ایک شور اٹھ کھڑا ہوا۔ وزیر عبیداللہ نے جب استفسار کیا' تب پتہ چلا کہ ایاز بن سیف الدین ان کے لشکر میں داخل ہوا ہے۔ یہ خبر سن کر محمد اور عبیداللہ دونوں نے بے پناہ خوشی کا اظہار کیا اور آگے بڑھ کر انہوں نے ایاز بن سیف الدین کا استقبال کیا۔ دونوں اس کے پاس آئے۔

ایاز بن سیف الدین اپنے گھوڑے سے اترا' دونوں کے ساتھ پرجوش مصافحہ کیا اور مصافحہ کرنے کے بعد محمد ایک بار پھر ایاز بن سیف الدین کو گلے لگا کر ملا اور ایسا ہی عبیداللہ نے بھی کیا۔ اس کے بعد عبیداللہ کے کہنے پر سلطان محمد ایاز بن سیف الدین کو اپنے خیمے میں لے گیا اور عبیداللہ بھی ساتھ تھا۔ جب تینوں نشستوں پر بیٹھ گئے' تب گفتگو کا آغاز محمد نے کیا اور ایاز بن سیف الدین کو مخاطب کر کے کہنے لگا۔

"ایاز میری بڑی خواہش تھی کہ تو میرے لشکر میں شامل ہو۔ گو تمہیں اپنے لشکر میں شامل کرنے کے لئے ہم نے ایک اچھا حربہ استعمال نہیں کیا' لیکن اس کے علاوہ ہمارے پاس کوئی اور چارہ بھی نہیں تھا اور میں تم سے کہتا ہوں کہ تم اسے محسوس نہ کرنا' تمہارے دادا اور دادی محفوظ ہاتھوں میں ہیں اور اگر میں اپنے بھائی برکیاروق کے خلاف کامیابی حاصل کر گیا تو میرے ہاں میری سلطنت کے سیاہ سفید کے مالک تم ہو گے۔ ایاز بن سیف الدین کو کیونکہ سارے حالات کا علم تھا۔ اس بناء پر وہ ہر بات مانتا گیا' جس سے محمد اور عبیداللہ نے خوشی کا

اظہار کیا' پھر سارے لشکریوں سے ایاز بن سیف الدین کا تعارف کرایا گیا اور سب کے لئے یہ حکم جاری کر دیا گیا کہ لشکر کا سالار اعلیٰ ایاز بن سیف الدین ہے اور محمد اور عبید اللہ کے بعد ایاز بن سیف الدین کا ہر حکم مانا جائے گا۔"

یہ ساری کارروائیاں کرنے کے بعد محمد اور عبید اللہ نے ہر طرح سے ایاز بن سیف الدین کی خاطر تواضع اور اس کی خوشی کا ہر کام کرنا شروع کر دیا تھا۔

دوسری طرف جب امیر کربوغا' چکرمش' سرخاب بن بدر' سعد الدولہ گوہر چاروں سلطان برکیاروق کے پاس بغداد پہنچ گئے تو چند دن بغداد میں سلطان برکیاروق نے اپنے لشکر کو آرام کرنے اور ستانے کا موقع فراہم کیا۔ اس کے بعد وہ بغداد سے نکلا اور اپنے بھائی محمد سے ٹکرانے کو روانہ ہوا۔

مؤرخین اس سلسلے میں لکھتے ہیں کہ سلطان برکیاروق دار الخلافت بغداد سے اپنے بھائی محمد کے لئے روانہ ہوا۔ شہر زور سے ہو کر گزرا' تین روز شہر زور میں قیام پذیر رہا۔ اس کے بعد مزید پیش قدمی کرنی شروع کی اور مؤرخین یہ بھی لکھتے ہیں کہ جب سلطان برکیاروق ہمدان کے قریب پہنچا تو ہمدان کے والئی نے سلطان برکیاروق کو ہمدان سلطان کے حوالے کرنے کی پیشکش کی' لیکن سلطان نے اس پیشکش کو کوئی اہمیت نہ دی اور اپنے بھائی محمد سے نمٹنے کے لئے آگے بڑھا۔ مؤرخین یہ بھی لکھتے ہیں کہ محمد اور اس کا وزیر اور ایاز بن سیف الدین اپنے لشکر کے ساتھ ہمدان سے چند کوس کے فاصلہ پر پڑاؤ کئے ہوئے تھے۔ لہٰذا دونوں لشکر وہیں ایک دوسرے کے سامنے صف آراء ہوئے۔

جنگ کی ابتدا محمد کی طرف سے ہوئی۔ اس نے اپنے لشکر کے جتنے حصے تھے' ان کی اصل کمانداری ایاز بن سیف الدین کے سپرد کر رکھی تھی۔ لہٰذا محمد اور اس کے وزیر عبید اللہ کے کہنے پر جنگ کی ابتداء ایاز بن سیف الدین نے کی۔ چنانچہ محمد' عبید اللہ اور ایاز بن سیف الدین سلطان برکیاروق کے لشکر پر مضطرب و دل سوختہ ماحول میں روح کی گہرائیوں تک اتر جانے والی سرابوں کی ہولناک اذیتوں' بقا کے پیمانے ریزہ ریزہ کرتی' مرگ کی خونی دہک اور جان سوز وحشر اور عدم کا راستہ دکھاتے بغاوتوں کے خونی تیور کی طرح حملہ آور ہوئے تھے۔

جوابی کارروائی کرتے ہوئے سلطان برکیاروق کا لشکر بھی حوصلوں کے شباب' راحتوں

کی چھاؤں کو تمام کرتی موت کی تمازت' لرزیدہ ہاتھوں میں شکست اور دست و بازو میں بے نام اندھی شکست طاری کرتی بپھرتی کڑکتی گرتی برق اور بیکراں شب کے اندیشوں میں برزخ و قیامت کے دوراہوں پر کھڑا کر دینے والے عذاب لمحوں کی گھٹاؤں کی طرح ٹوٹ پڑے تھے۔

ہمدان کے نواح میں اس طرح دونوں لشکریوں کے ٹکرانے سے زرگام کے اندر گناہ کے بگولے قدرت کے قہر اور تعصب کی لہریں' نفرتوں کی بے اماں فتنہ گری' دکھ کے عفریت اور وحشتوں کے سراب ناچ اٹھے تھے۔ موت کی موجوں کے تندریلے سینوں میں خلش پیدا کرنے لگے تھے۔ فضا تقدیر کے فیصلے اٹھائے کسی صاعقہ پر وار کی طرح لہو کی رگ رگ میں زنگ آلود کرب کھڑا کرنے لگی تھیں۔ آوارہ مرگ جذبات کی حرارت' محرومیوں کے سایوں' گرم موج خوں کے اندر ایک ہیجان برپا کرنا شروع ہو گیا تھا۔ کچھ دیر تک دونوں لشکریوں میں ہولناک اور کرب خیز جنگ ہوئی' جس کے نتیجہ میں سلطان برکیاروق کو شکست کا سامنا کرنا پڑا۔

مؤرخین اپنے طور پر اس جنگ کا نقشہ کچھ اس طرح پیش کرتے ہیں۔

"ہمدان کے نواح میں چند کوسوں کے فاصلہ پر صف آرائی ہوئی۔ برکیاروق کے میمنہ پر سعد الدولہ گوہر اور سرخاب بن بدر مقرر ہوئے۔ میسرہ پر امیر کربوغا کو سالار مقرر کیا گیا۔ محمد کے میمنہ پر ایاز تھا' اس کے میسرہ پر عبید اللہ اور قلب لشکر میں خود محمد تھا۔ مؤرخین مزید لکھتے ہیں کہ برکیاروق کے میمنہ نے جس کی کمانداری سعد الدولہ گوہر کر رہا تھا' محمد کے لشکر کے اس حصے پر حملہ آور ہوا جس کی کمانداری اس کے وزیر عبید اللہ کے ہاتھ میں تھی۔ عبید اللہ سعد الدولہ گوہر کے حملہ کو برداشت نہ کر سکا اور ایک طرح سے بھاگ کر پیچھے ہٹا' چنانچہ سعد الدولہ اپنے حصے کے لشکر کے ایک فتح مند گروہ کی طرح لڑتا لڑتا محمد کے خیمہ تک پہنچ گیا اور اس طرح اس نے محمد کے وزیر عبید اللہ کے خیموں کو لوٹ لیا۔

مؤرخین مزید کہتے ہیں کہ اسی دوران محمد کے میمنہ نے جس کی کمانداری ایاز کر رہا تھا۔ برکیاروق کے میمنہ پر حملہ کیا جس کی کمانداری سعد الدولہ گوہر کے ہاتھ میں تھی۔ سعد الدولہ کو جنگ کا وسیع تجربہ تھا لیکن ایاز کے حملوں کے سامنے ٹک نہ سکا اور اسے ایاز کے مقابلے میں بقول مؤرخین شکست کا سامنا کرنا پڑا۔ مؤرخین مزید لکھتے ہیں کہ محمد نے یہ رنگ دیکھا تو

برکیاروق پر ایک زوردار حملہ کیا۔ چنانچہ اس حملے سے برکیاروق کا لشکر بے قابو ہو کر بھاگ نکلا۔ اس لئے کہ ایاز نے پہلے ہی اس کے لشکر کے ایک حصے کو شکست دے کر ان کے حوصلوں کو پسپا کر دیا تھا۔

مؤرخین مزید کہتے ہیں کہ جب سلطان برکیاروق کو شکست کا سامنا کرنا پڑا اور وہ پسپا ہو گیا' تب محمد اپنی جگہ پر کھڑا لڑائی کا تماشا دیکھتا رہا۔ اس دوران سعد الدولہ کا گھوڑا اچانک ٹھوکر کھا گیا اور وہ اپنے گھوڑے سے گر گیا۔ اس کا گرنا تھا کہ محمد کے ایک خراسانی لشکری نے آگے بڑھ کر سعد الدولہ کا سر کاٹ دیا۔ اس طرح اس جنگ میں سعد الدولہ کام آیا اور سلطان برکیاروق شکست اٹھا کر بھاگنے پر مجبور ہوا۔

اس سعد الدولہ سے متعلق مؤرخین لکھتے ہیں کہ اس کا ابتدائی حال یہ ہے کہ یہ سعد الدولہ خاندان بویہ کے آخری حکمران ابو کالی جار کا غلام اور خادم تھا۔ خاندان بویہ کی بغداد پر بڑی گرفت تھی' پر سلجوقیوں نے ان پر حملہ آور ہو کر ان کا خاتمہ کر دیا تھا۔ بہر حال جب سلجوقیوں کے ہاتھوں خاندان بویہ کو شکست کا سامنا کرنا پڑا' تو سعد الدولہ تبرک نام کے قلعہ میں چلا گیا۔ چونکہ خاندان بویہ کے آخری حکمران ابو کالی جار نے اس کے بیٹے ابو نصر کی خدمت کے لئے مقرر کیا تھا۔

ابو نصر کے مرنے کے بعد یہی سعد الدولہ سلطان ملک شاہ سلجوقی کے باپ الپ ارسلان کی خدمت میں رہنے لگا۔ انتہائی کفایت شعار اور منتظم تھا۔ سلطان الپ ارسلان نے اسے واسط کی حکومت دی اور بعد میں دارالخلافہ کا کوتوال مقرر کر دیا۔ سلطان الپ ارسلان کے قتل کے بعد اس کے بیٹے سلطان ملک شاہ سلجوقی نے سعد الدولہ کو سفیر بنا کر دارالخلافت بغداد روانہ کیا۔ سعد الدولہ نے نہایت خوبی اسلوبی سے اس خدمت کو انجام دیا۔ دارالخلافت بغداد کے نظم و نسق کی خدمت اس کے سپرد ہوئی۔

مؤرخین لکھتے ہیں کہ قدرت کی جانب سے جو عزت سعد الدولہ کو حاصل ہوئی تھی' کسی غلام اور خادم کو نصیب نہیں ہوئی۔ اراکین دولت اسی کے قبضہ میں تھے۔ سرداران لشکری اس کی اطاعت کو خوش نصیبی سمجھتے تھے۔ مختصر یہ کہ سعد الدولہ سلطان برکیاروق اور محمد کے مابین ہونے والی جنگ کے دوران اپنی جاں ہار بیٹھا۔

جس وقت برکیاروق اور محمد کے درمیان جنگ ختم ہو گئی اور لشکری مختلف ٹولیوں میں بٹ

کر آرام کرنے لگے تھے تو کچھ زخمیوں کی دیکھ بھال اور تیمارداری کر رہے تھے۔ ایاز بن سیف الدین ایک چٹان پر آ کر ستانے کے لئے بیٹھ گیا۔ زیادہ دیر نہ گزری تھی کہ ایک بھرے ہوئے جسم کا قد آور جوان آہستہ آہستہ چلتا ہوا ایاز کے قریب آیا' جس چٹان پر ایاز بیٹھا ہوا تھا۔ اس چٹان کے قریب آ کر وہ رکا' کچھ دیر غور سے ایاز کا جائزہ لیا پھر بڑی اپنائیت اور بڑی محبت میں ایاز کو مخاطب کر کے کہنے لگا۔

"امیر ایاز آپ نے مجھے پہچانا؟"

اس موقع پر ایک گہری نگاہ ایاز نے آنے والے اس شخص پر ڈالی' پھر کہنے لگا۔

"میرے عزیز میں معذرت خواہ ہوں' میں نے تمہیں نہیں پہچانا۔"

وہ شخص پھر بولا اور کہنے لگا۔

"میرا نام سرخاب بن کیخزو ہے' اس سے پہلے سلطان برکیاروق کے لشکر میں' میں آپ کے تحت کئی جنگوں میں کام کر چکا ہوں' میں ایک چھوٹا سالار تھا۔ اس بناء پر شاید آپ مجھے نہیں پہچان رہے۔"

پھر دوبارہ وہ اپنائیت میں بولا۔

"اگر آپ برا نہ مانیں تو کیا میں آپ کے پاس بیٹھ جاؤں۔"

ایاز چٹان کے ایک طرف ہو گیا' خالی حصے پر ہاتھ مارا اور کہنے لگا' بے شک بیٹھو۔

سرخاب بن کیخزو جب بیٹھ گیا' تب اس کی طرف غور سے دیکھتے ہوئے ایاز کہنے لگا۔

"محمد کے لشکر میں ایک سالار سرخاب بن بدر تھا' جو اب سلطان برکیاروق کے لشکر میں جا چکا ہے' کیا تم اس کے عزیز ہو یا رشتہ دار ہو۔"

اس پر وہ مسکرا دیا اور کہنے لگا۔

"امیر میں نہ اس کا رشتہ دار ہوں' نہ اس کا قریبی دوست' بس یوں جانیں ہمارے نام آپس میں مل گئے ہیں' اس کے علاوہ اور کچھ نہیں ہے۔"

کچھ دیر خاموشی رہی' یہاں تک کہ سرخاب بن کیخزو غور سے ایاز کی طرف دیکھتے ہوئے کہنے لگا۔

"امیر میں نے آپ کو اس چٹان پر پریشان اور فکرمندی کی حالت میں بیٹھے دیکھا تو مجبور ہو گیا اور آپ کی طرف آیا۔ اگر آپ برا نہ مانیں تو میرا دل کہتا ہے' آپ کو یہ افسوس اور

دکھ ہو رہا ہے کہ آپ کی وجہ سے سلطان برکیاروق کو ناکامی اور شکست کا منہ دیکھنا پڑا۔"

ایاز نے چونک کر اس کی طرف دیکھا کچھ کہنا چاہتا تھا کہ سرخاب پھر بول اٹھا۔

"امیر برا نہیں مانیئے گا' آپ مجھ پر پورا اعتماد بھروسہ کر سکتے ہیں۔ میں خود سلطان برکیاروق کا حامی ہوں اور ان لوگوں سے تنگ ہوں' ان لوگوں نے میرے کچھ عزیزوں کو پکڑا تھا۔ جن کی بناء پر میں لشکر میں شامل ہوا۔ اب مجھے پتہ چلا کہ میرے ان عزیزوں کو موت کے گھاٹ اتار دیا گیا ہے اور یہ کام کرنے والا محمد کا وزیر عبید اللہ ہے۔ خداوند قدوس نے اگر مجھے موقع پر مہلت دی تو اس عبید اللہ کی گردن میں ضرور کاٹوں گا اور میرا دل یہ بھی کہتا ہے کہ عنقریب ایک وقت ایسا آئے گا کہ میں محمد کے لشکر سے نکل کر اپنے کچھ ساتھیوں کے ساتھ سلطان برکیاروق کی طرف چلا جاؤں گا۔"

یہاں تک کہنے کے بعد سرخاب کمحزو دم لینے کے لئے رکا اور اس کے بعد ایاز کو مخاطب کرتے ہوئے کہہ رہا تھا۔

"آپ برا نہ مانیئے گا' میں جانتا ہوں آپ کے دل میں سلطان برکیاروق کی کس قدر محبت اور چاہت ہے' میں یہ بھی جانتا ہوں کہ آپ کو مجبور کر کے محمد کے لشکر میں شامل کیا گیا ہے۔ آپ کے دادا اور دادی کو یرغمال بنا کر یہ کام کیا گیا ہے۔ امیر آپ کے تحت میں کام کر چکا ہوں' آپ کی محبت اور شفقت میرے دل میں ہے۔ میں آپ سے وعدہ کرتا ہوں آپ کے دادا اور آپ کی دادی کا سراغ لگانے کی کوشش کروں گا کہ وہ کہاں رکھے گئے ہیں' کس جگہ انہیں اسیر بنایا گیا ہے۔"

اتنا کہنے کے بعد سرخاب رکا' پھر اپنی جگہ سے اٹھا اور کہنے لگا۔

"ہم دونوں کو زیادہ دیر تک اکٹھے نہیں بیٹھنا چاہیے' ایسا نہ ہو کہ کوئی ہم پر شک کرے اور آنے والے دور میں ہم پر یہ لوگ اعتبار کرنا ترک کر دیں۔ امیر آپ کو ابھی محمد کے لشکر میں اس وقت تک رہنا ہے' جب تک آپ کے دادا اور دادی کا پتہ نہیں چل جاتا کہ وہ کہاں ہیں۔ جس روز پتہ چل گیا' وہ کہاں ہیں' ہم انہیں وہاں سے نکال لیں گے اور پھر آپ کے ساتھ سلطان برکیاروق کے لشکر کی طرف چلے جائیں گے۔ میری آپ سے گزارش ہے کہ جو کچھ میں نے کہا ہے اسے راز رکھیے گا۔" اس کے ساتھ ہی سرخاب بن کمحزو وہاں سے ہٹ گیا تھا۔ اتنے

اس کی ان باتوں سے ایاز بن سیف الدین گہری سوچوں میں ڈوب گیا تھا۔

ایک طرف سے محمد اور اس کا وزیر عبید اللہ آتے دکھائی دیئے۔ ان کے ساتھ مل کر وہ زخمی ہونے والے لشکریوں کی دیکھ بھال کرنے لگا تھا۔

اس جنگ کے خاتمہ پر مؤرخین یوسف لکھتے ہیں۔ اسے بغداد کی طرف روانہ کیا اور اس کے ذمہ یہ کام لگایا گیا کہ دارالخلافہ بغداد میں سلطان محمد کے نام کا خطبہ پڑھا جانے کی تحریک شروع کرے' چنانچہ یوسف نام کا یہ شخص بغداد پہنچا جس طرح عبید اللہ نے کہا تھا اس پر عمل کرنے میں کامیاب رہا اور مؤرخین لکھتے ہیں کہ پندرہ رجب کو جامع بغداد میں محمد کے نام کے ساتھ سلطان لگا کر اس کے نام کا خطبہ پڑھا جانے لگا۔

............*

محمد کے ہاتھوں سلطان برکیاروق کو شکست کا سامنا کرنا پڑا تو یوں لگتا تھا کہ سلطان برکیاروق کی طاقت اور قوت ختم ہو جائے گی اور اب وہ کہیں بھی' کسی بھی جگہ مخالف قوتوں کا مقابلہ کرنے کے قابل نہیں رہے گا۔ چنانچہ محمد سے شکست اٹھانے کے بعد بقول مؤرخین سلطان برکیاروق نے اپنے گنتی کے چند جاں نثاروں کے ساتھ رے کا سفر کیا اور رے شہر جا کر دم لیا۔ رے شہر کے نواح میں جو سلطان برکیاروق کے ہمدرد اور ہوا خواہ تھے' ان کو جب سلطان کی اس ناکامی کی اطلاع ملی تو وہ جوق در جوق اس کے گرد جمع ہونے لگے۔ اس طرح سلطان کے پاس ایک لشکر جمع ہو گیا' جسے لے کر اس نے خراسان کا رخ کیا تا کہ مزید لشکری بھرتی کرے۔ اپنی طاقت اور قوت میں اضافہ کرے' اس کے بعد محمد کے علاوہ باغی قوتوں پر حملہ آور ہو۔

مؤرخین لکھتے ہیں' سلطان برکیاروق اسفرائین کے مقام پر پہنچا تو اس نے اپنے ایک سالار داؤد حبشی بن التونقاق کو جو اس وقت دامغان میں قیام کئے ہوئے تھے' بلا بھیجا' داؤد حبشی کی گرفت اس وقت طبرستان اور جرجان پر خاصی تھی۔ داؤد حبشی کی طرف سلطان نے جب یہ پیغام بھیجا تو داؤد حبشی کی طرف سے تیز رفتار قاصد آئے اور اس کی طرف سے سلطان برکیاروق کے نام یہ پیغام آیا کہ جب تک میں حاضر نہ ہوں' اس وقت تک آپ نیشاپور جا کر قیام اختیار فرمائیں۔

چنانچہ داؤد حبشی کے کہنے پر سلطان برکیاروق اسفرائین سے نکلا اور کوچ کرتا ہوا نیشاپور پہنچا۔

اسی دوران سلطان برکیاروق کے دوسرے بھائی سنجر کو جو خراسان کا حاکم تھا' خبر ہوئی کہ برکیاروق ایک بہت بڑا لشکر جمع کر رہا ہے اور یہ کہ داؤد حبشی بھی ایک خاصا بڑا لشکر لے کر سلطان برکیاروق سے جا ملنے کے لئے سفر میں ہے۔

اس پر سنجر کو یہ خطرہ پیدا ہوا کہ اس سے پہلے وہ اس کے بھائی محمد نے برکیاروق کو شکست دی ہے۔ برکیاروق میدان جنگ سے بھاگا ہے۔ سنجر جانتا تھا کہ برکیاروق ان دونوں بھائیوں کی نسبت لوگوں میں زیادہ ہردلعزیز ہے۔ لہٰذا جلد وہ بڑا لشکر تیار کرے گا اور محمد سے انتقامی کارروائی لینے کے بعد وہ سنجر پر حملہ آور ہوگا۔ اس لئے کہ سنجر نے سلطان برکیاروق کے خلاف خفیہ طور پر اپنے بھائی محمد کی مدد کی تھی۔

چنانچہ سنجر نے داؤد حبشی پر حملہ آور ہونے کا فیصلہ کر لیا' کہا کہ وہ لشکر لے کر سلطان برکیاروق سے نہ ملے' سنجر حرکت میں آیا۔ اس کے پاس ایک بہت بڑا اور جرار لشکر تھا اور اس نے داؤد حبشی کے خلاف فوج کشی کا اعلان کر دیا۔ داؤد حبشی کو جب ان حالات کی خبر ہوئی تو اس نے تیز رفتار قاصد سلطان برکیاروق کی طرف روانہ کئے اور اطلاع دی کہ سنجر اس پر حملہ آور ہونے کے درپے ہے۔ لہٰذا سلطان اس کی مدد کو پہنچ جائے۔

سلطان برکیاروق کے پاس اس وقت جو لشکری تھے وہ سلطان نے اپنے لشکر میں نئے نئے شامل کئے تھے۔ ان کی ابھی تک تربیت تک مکمل نہ ہو سکی تھی اور اپنی خام کاری دور کرنے کیلئے انہیں ابھی مزید تربیت اور تجربے کی کافی ضرورت تھی۔ اس کے باوجود جس قدر لشکر برکیاروق کے پاس جمع ہوا' اسے لے کر وہ اپنے سالار داؤد حبشی کی مدد کے لئے روانہ ہو گیا تھا۔

مؤرخین لکھتے ہیں کہ سلطان برکیاروق اور داؤد حبشی باہم مل گئے اور بوشنج نام کے مقام پر سلطان نے پڑاؤ کیا۔ سنجر بھی وہاں پہنچ چکا تھا۔ مؤرخین مزید لکھتے ہیں کہ سنجر کے میمنہ کے حصے پر امیر برغش' میسرہ پر امیر کوکر اور قلب یعنی درمیانی حصے پر اس کا بہترین سالار امیر رستم تھا۔

جب جنگ شروع ہوئی تو چونکہ سنجر کے قلب پر اس کا سپہ سالار امیر رستم تھا' سلطان برکیاروق نے اسے ہی اپنا نشانہ بنایا۔ مؤرخین لکھتے ہیں کہ سلطان برکیاروق اس انداز میں رستم پر حملہ آور ہوا کہ رستم کو اس نے موت کے گھاٹ اتار دیا۔ رستم کے مارے جانے سے سنجر

کے قلب لشکر میں بھگدڑ مچ گئی اور اسی بھگدڑ کے دوران برکیاروق نے سنجر اور محمد کی ماں کو گرفتار کر لیا۔

جس وقت سنجر کا لشکر شکست اٹھا کر بھاگا تو سلطان برکیاروق کے لشکری جو ابھی بیچارے نئے تھے۔ ان سے ایک غلطی ہوئی' وہ دشمن کے پڑاؤ پر ٹوٹ پڑے' لوٹ مار اور مال غنیمت حاصل کرنے میں مشغول ہو گئے۔ یہ صورت حال دیکھتے ہوئے سنجر کے سالار برغش اور کوکر ایک دم پلٹے تھے اور سلطان برکیاروق کے لشکر پر حملہ کر دیا۔

مؤرخین لکھتے ہیں کہ اس حملے کی وجہ سے جنگ کا پانسا پلٹ گیا۔ برکیاروق کا لشکر میدان جنگ سے بھاگ کھڑا ہوا۔ اس جنگ میں داؤد حبشی گرفتار کر لیا گیا۔ اسے سنجر کے سالار برغش کے روبرو پیش کیا گیا۔ برغش نے اسے قتل کر ڈالا اور سلطان برکیاروق اپنے بچے کھچے لشکر کے ساتھ بھاگ کر جرجان پہنچا۔ جب اس نے دیکھا کہ جرجان بھی محفوظ نہیں ہے تو پھر جرجان سے نکل کر دامغان چلا گیا۔ دامغان میں بھی حالات اس کے حق میں نہیں تھے' پریشان دل کو سکون وہاں بھی نہ ملا تو دامغان کے دیہاتوں میں چلا گیا اور وہیں سے اہل اصفہان کے ساتھ رابطہ قائم کیا' جس کے جواب میں اصفہان کے کچھ امراء سلطان برکیاروق کی خدمت میں حاضر ہوئے اور سلطان سے گزارش کی کہ جس قدر لشکر سلطان کے پاس ہے' اسے لے کر سلطان اصفہان پہنچے۔ اہل اصفہان ہر طاقت اور قوت کے خلاف سلطان کی مدد کریں گے۔

چنانچہ سلطان نے ان کا کہا مانا اور اصفہان کی طرف روانہ ہوا۔ مؤرخین مزید لکھتے ہیں کہ ابھی سلطان برکیاروق راستے میں ہی تھا کہ اسے خبر ملی کہ اس کا بھائی محمد پہلے ہی اصفہان میں داخل ہو چکا ہے۔ اس سے سلطان برکیاروق کو بڑی مایوسی ہوئی اور وہ دوبارہ واپس دامغان میں جا کر مقیم ہو گیا تھا۔

............*

اصفہان کے مستقر میں ایک روز ایاز بن سیف الدین جو کمرہ اس کی رہائش کیلئے مختص کیا تھا' اس میں اکیلا بیٹھا ہوا تھا کہ محمد کے لشکر کا وہی بڑا سالار جس کا نام سرخاب بن کیخسرو تھا بڑی اپنائیت اور بڑی عاجزی میں ایاز بن سیف الدین کی طرف دیکھتے ہوئے کہنے لگا۔

"امیر میں اندر آ سکتا ہوں۔" چونک کر ایاز نے اس کی طرف دیکھا' پھر اٹھ کھڑا ہوا۔ دروازے کی طرف بڑھا' سرخاب بن کیخسرو کا ہاتھ پکڑ کر اندر لایا' اپنے قریب بٹھایا' پھر بڑی ہمدردی سے اس کی طرف دیکھتے ہوئے کہنے لگا۔

"میں سمجھتا ہوں لشکر میں اب تم ہی ایک ہو جو مجھ سے ہمدردی رکھتے ہو' میرے حالات سے واقف ہو' کہو آج کیسے آنا ہوا۔"

جواب میں سرخاب اداس اور افسردہ ہو گیا تھا' ہونٹ کاٹتا رہا' پھر کہنے لگا۔

"امیر میں آپ کیلئے ایک بری خبر لے کر آیا ہوں۔ یہ خبر کہنے کو دل تو نہیں کرتا تھا' لیکن آپ تک یہ خبر پہنچانا ضروری ہے تاکہ جس جہنم میں آپ قدم رکھ چکے ہیں اس سے باہر نکل جائیں۔"

"امیر بات یہ ہے کہ اب تک جو میں نے تحقیق کی ہے اس کے مطابق لشکر کے اندر ایسے لوگ ہیں جو محمد اور اس کے وزیر عبید اللہ کے سخت خلاف ہیں' ان میں میں بھی شامل ہوں۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ جس وقت محمد اور اس کا وزیر اپنے لشکر کو لے کر اس شہر میں داخل ہوئے تھے اور سلطان کی والدہ کو قتل کرنے کے درپے ہوئے تھے اس وقت میں اور چند سالاروں نے وزیر عبید اللہ کو پہلے عاجزی سے پھر سخت الفاظ میں بھی کہا تھا کہ سلطان کی والدہ کو قتل نہ کیا جائے' لیکن عبید اللہ ایسا بدبخت انسان نکلا کہ اس نے سلطان کی والدہ کا گلا گھونٹ کر اس کا خاتمہ کر دیا۔ اس کے بعد اس نے آپ کے دادا اور دادی کو بھی گرفتار کر لیا اور جو کچھ

میرے ہمنواؤں اور ساتھیوں نے رازداری سے مجھے بتایا ہے حقیقت یہ ہے کہ آپ کے دادا اور دادی دونوں کو قتل کیا جا چکا ہے۔ اس وقت انہیں قتل کر دیا گیا تھا' جس روز سلطان کی والدہ کو موت کے گھاٹ اتارا گیا تھا۔ انہیں قتل کرنے کے بعد ہی آپ سے یہ سودے بازی کی گئی تھی کہ اگر آپ اپنے دادا اور اپنی دادی کی رہائی چاہتے ہیں تو سلطان برکیاروق کے لشکر سے نکل کر محمد کے لشکر میں شامل ہو جائیں۔"

اس انکشاف پر ایاز بن سیف الدین نے ایک لمبا سانس لیا۔ اس موقع پر اس کا چہرہ سرخ ہو گیا تھا۔ آنکھیں آگ برسانے لگی تھیں۔ ایاز کی یہ حالت دیکھتے ہوئے سرخاب بن کیخسرو سنبھلا اور ایاز بن سیف الدین کے شانے دباتے ہوئے کہنے لگا۔

"امیر غصے میں نہ آیئے گا ورنہ سارا بنا بنایا کھیل بگڑ کر رہ جائے گا۔ میں آپ پر دوسرا انکشاف یہ کروں کہ اس وقت محمد کے لشکر میں پانچ ہزار کے لگ بھگ ایسے جانثار اور ایسے جنگجو اور تیغ زن ہیں جو آپ کے حامی' آپ کے طرف دار اور آپ پر اپنی جانیں قربان کرنے کیلئے تیار ہیں۔ وہ صرف آپ کے ایک اشارے کے منتظر ہیں جو بھی فیصلہ آپ کریں گے وہ اس پر عمل کریں گے۔ میں ان سے بات کرنے کے بعد آپ کی طرف آیا ہوں' اب جو حکم آپ کریں گے اسی کے مطابق عمل کیا جائے گا۔"

ایاز بن سیف الدین کچھ دیر سوچوں میں گم سم بیٹھا رہا' پھر سرخاب بن کیخسرو کی طرف دیکھتے ہوئے کہنے لگا۔

"اگر محمد کے وزیر عبید اللہ نے میرے دادا اور دادی کو موت کے گھاٹ اتار دیا ہے تو پھر میں اسے ایسی ذلت اور کم بختی کی موت ماروں گا جو دوسروں کیلئے عبرت ثابت ہوگی' پر میرے عزیز تو یہ کہہ کہ میری حویلی میں صرف میرے دادا اور دادی ہی نہیں تھے وہاں دو لڑکیاں بھی تھیں جن سے میری منگنی طے ہو چکی تھی۔ ان کے ساتھ ان دو لڑکیوں میں سے ایک کی ماں اور دوسری کی خالہ تھی' کیا ان کی کوئی خبر نہیں ملی۔"

اس پر سرخاب بن کیخسرو کہنے لگا۔

"امیر ان کی کوئی خبر نہیں ملی' تاہم میں آپ کو یقین دلاتا ہوں کہ میرے وہ آدمی جو یہ خبریں فراہم کرتے ہیں وہ ایک نہ ایک روز ان تینوں کا بھی محل وقوع جان لیں گے۔ اگر تو وہ تینوں زندہ ہیں تو وہ انہیں ہر صورت میں ڈھونڈ نکالیں گے۔ آپ کو فکر مند ہونے کی ضرورت

نہیں ہے۔ ہاں میں آپ کو یہ یقین دلاتا ہوں کہ آپ کے دادا اور دادی کے علاوہ اس حویلی میں کوئی فرد ملا ہی نہیں ہے یا تو وہ پہلے کہیں بھاگ گئی ہوں گی یا اپنے آپ کو کہیں چھپالیا ہوگا۔"

اب آپ کہیں کہ جو لوگ آپ کے ہمنوا اس لشکر میں موجود ہیں ان کیلئے کیا حکم ہے۔

یہاں تک کہنے کے بعد سرخاب بن کیخسرو خاموش ہوکر ایاز بن سیف الدین کا انتظار کرنے لگا تھا' کچھ دیر کی سوچ کے بعد ایاز بولا اور کہنے لگا۔

"سن میرے بھائی اگر تو میرا دست راست بن ہی گیا ہے۔ میرا رازدان ہے تو پھر آنے والی شب کو ہم یہاں سے کوچ کریں گے۔ اب محمد کے لشکر میں رہنا میرے لئے کوئی حیثیت نہیں رکھتا۔ اگر میرے دادا اور دادی دونوں کو انہوں نے قتل کردیا ہے تو پھر انہوں نے میرے ساتھ دھوکہ اور فریب کیا ہے۔ اس کا اگر مجھے پہلے سے علم ہوجاتا تو میں سلطان برکیاروق کے لشکر سے نکل کر ادھر نہ آتا۔ سرخاب بن کیخسرو میری بات اب غور سے سن' سب سے پہلے میں تیرا شکریہ ادا کرتا ہوں کہ تو خود بھی سلطان برکیاروق کے لشکر میں جانے کا مصمم ارادہ کرچکا ہے اور میں ان پانچ ہزار لشکریوں کا بھی شکرگزار ہوں کہ مجھ پر اعتماد اور بھروسہ کر رہے ہیں اور وہ محمد کے لشکر سے نکل کر میرے ساتھ سلطان برکیاروق کے لشکر میں جانے کیلئے تیار ہیں۔ میرے عزیز بھائی جو خبریں مجھ تک پہنچی ہیں ان کے مطابق سلطان برکیاروق اصفہان کا رخ کررہا تھا' لیکن جب اسے خبر ہوئی کہ محمد اس سے پہلے اصفہان میں داخل ہوگیا ہے تو وہ دامغان کی طرف جاچکا ہے' اب ہم یہاں سے دامغان کا رخ کریں گے۔"

"تو نے دیکھا ہوگا رات جب آدھی بیت جاتی ہے تو آسمان کے بالکل درمیان یعنی سر کے اوپر تین ستارے ایک لائن میں ظاہر ہوتے ہیں' جب وہ تین ستارے عین سر کے اوپر آئیں گے' تب سمجھنا رات آدھی بیت چکی ہے اور اسی وقت ہم یہاں سے نکل کر دامغان کا رخ کریں گے۔ بس یہی میرا فیصلہ ہے اور اگر کسی نے ہمارا تعاقب کرنے کی کوشش کی تو اسے ایسی سزا دوں گا اور ان سے ایسا نبٹوں گا کہ ان کی نسلیں تک یاد رکھیں گی۔"

ایاز بن سیف الدین کے اس فیصلے سے سرخاب بن کیخسرو خوش ہوگیا تھا اور ایاز سے اجازت لے کر وہ باہر نکل گیا تھا۔

اسی روز آنے والی شب کو جب وہ تین ستارے آسمان کے درمیانی حصے میں آئے ایاز

بن سیف الدین مسلح ہوکر مستقر سے باہر اس شاہراہ کی طرف گیا جو شاہراہ وہاں سے دامغان کا رخ کرتی تھی' اسے تھوڑی دیر ہی وہاں انتظار کرنا پڑا ہوگا کہ پہلے ایک گروہ کے ساتھ سرخاب بن کیخسرو وہاں پہنچا اور اس کے بعد کئی گروہ وہاں پہنچے' پھر دیکھتے ہی دیکھتے وہاں پانچ ہزار مسلح جوانوں کا ایک گروہ جمع ہوگیا تھا اور ان پانچ ہزار مسلح ساتھیوں کو لے کر ایاز بن سیف الدین حرکت میں آیا۔ مؤرخین خود بھی اس کی تائید کرتے ہیں کہ ایاز بن سیف الدین محمد کے لشکر سے پانچ ہزار جنگجوؤں کو لے کر سلطان برکیاروق کی طرف بھاگ گیا تھا۔

اپنے ان پانچ ہزار ساتھیوں کے ساتھ ایاز بن سیف الدین نے لگ بھگ دس سے بارہ میل کا فاصلہ طے کیا ہوگا کہ ان کے تعاقب میں محمد کا ایک لشکر اٹھ کھڑا ہوا۔ شاید محمد اور اس کے وزیر عبیداللہ کو خبر ہوگئی تھی کہ ایاز ان کے کچھ لشکریوں کے ساتھ بھاگ نکلا ہے۔ گو یہ سارا کام بڑی رازداری کے ساتھ کیا گیا تھا۔ مستقر سے لشکری اکا دکا ہوکر مستقر سے باہر گروہوں کی صورت اختیار کرکے ایاز بن سیف الدین کے پاس پہنچے تھے' لیکن عبیداللہ اور محمد کو اس کی خبر ہوگئی' اس لئے انہوں نے ایک لشکر ان کے تعاقب میں لگا دیا تھا۔

اب محمد اور عبیداللہ کی بدقسمتی اور بدبختی کہ انہیں یہ خبر نہ ہوئی کہ ان کے کتنے لشکریوں کو لے کر ایاز ان کے لشکر سے بھاگا ہے' تاہم انہوں نے یہ اندازہ لگایا کہ جو لشکری بھاگے ہیں ان کی تعداد سینکڑوں میں نہیں' ہزاروں میں ہوسکتی ہے۔ اس بناء پر انہوں نے بھی ایک خاصا بڑا لشکر تعاقب میں روانہ کیا تھا۔

تعاقب کا احساس ایاز بن سیف الدین کو بھی ہوچکا تھا۔ لہٰذا اس نے پندرہ میل کا سفر سمیٹا ہوگا کہ تعاقب کرنے والے نزدیک پہنچ گئے۔ ایاز بن سیف الدین کو پہلے ہی غصہ تھا کہ اس کے ساتھ دھوکہ اور فریب کیا گیا ہے۔ سلطان برکیاروق کے لشکر سے نکال کر اسے محمد کے لشکر میں لایا گیا ہے' اسے اس سے بڑا صدمہ یہ تھا کہ محمد کے وزیر عبیداللہ نے اس کے دادا اور دادی کو موت کے گھاٹ اتار دیا ہے۔ اس کیلئے یہ صدمہ بھی بڑی حیثیت رکھتا تھا کہ قزوین' رقادہ اور بروزہ تینوں کا کوئی اتا پتا نہیں ہے۔

لہٰذا جس وقت وہ پندرہ میل کی مسافت سمیٹ چکا اور تعاقب کرنے والے نزدیک آگئے تب انتہائی غصے اور غضبناکی کے عالم میں ایاز بن سیف الدین پر خار دشوار گزار ویران راستوں پر دکھوں کے چڑھتے آسیب' چہار سو کو بکو لاہوتی قوتوں کے بے قراں بحر اور ہیبت و

جلال کے پیکر کی طرح پلٹا اور تعاقب کرنے والے لشکر پر وہ شب و روز کی گردشوں میں قہر بربادی کے دوش پر سوار تند گام طوفانوں‘ راکھ کے اندر چنگاریاں بن کر پھیلتی بارودی ہواؤں رگ رگ میں خوف پھیلاتی خون پیتی یورش اور اسم جسم نبض نفس تک کو برباد کرنے والے بھاپ اور تیل کے جلتے غبار کی طرح حملہ آور ہو گیا تھا۔

ایاز بن سیف الدین کا یہ حملہ ایسا خونخوارانہ‘ ایسا شدید اور ایسا غضب ناک تھا کہ اپنے پہلے ہی حملے میں اس نے تعاقب کرنے والوں کے غرور‘ تکبر‘ ان کے تعصب اور گھمنڈ کو بے بسی کی المناک چیخوں‘ بدنصیبی کے سایوں‘ بربادی کی پرچھائیوں اور آہلوں کی طوفان خیزیوں میں تبدیل کر کے رکھ دیا تھا۔ وہ اور اس کے ساتھ کام کرنے والے لشکری اخلاص اور استحکام کے ساتھ نون والقلم کے راز کھولتے مستی میں جھاگ اڑاتے تند جولاں اور گرم رو عناصر کی طرح اپنے سامنے آنے والے ہر دشمن کا صفایا کرتے چلے گئے تھے۔

تعاقب کرنے والے تقریباً سارے ہی لشکر کا ایاز بن سیف الدین اور اس کے ساتھی سرخاب بن کیخسرو نے قصہ تمام کر کے رکھ دیا تھا‘ بہت کم لشکری ہوں گے جو اپنی جانیں بچا کر بھاگے ہوں گے‘ جب یہ سارا کھیل ختم ہوا اور تعاقب کرنے والوں کا خاتمہ کر دیا گیا تب ایک جوش و جذبے کے عالم میں ایاز بن سیف الدین نے اس طرح تکبیریں بلند کیں جیسے کوئی غیر مرئی عناصر سمندر کے ساحل کی گیلی ریت کو خشک پیاسے صحرا میں دفن کر کے رکھ دیں گے۔ اس کی تکبیروں کے جواب میں اس کے پانچ ہزار مسلح ساتھیوں نے دریاؤں کے اضطراب بحر کی خوفناک صداؤں میں ایسی تکبیریں بلند کیں جیسے وہ ہر شے کو پگھلنے کے عمل سے گزار کر فنا کے سیل میں دفن اور غرق کر کے رکھ دیں گے۔"

اس کے بعد اپنے ساتھیوں کو ایاز بن سیف الدین نے سمیٹا‘ پھر وہ اس شاہراہ پر اپنے گھوڑوں کو سرپٹ دوڑا رہے تھے جو شاہراہ اصفہان سے دامغان کی طرف جاتی تھی۔

............*

اگلے روز محمد شہر سے نکل کر جب مستقر میں آیا تو اس نے دیکھا مستقر میں پہلے سے اس کا وزیر عبیداللہ اس کا منتظر تھا۔ محمد جب اپنے محافظوں کے ساتھ عبیداللہ کے قریب گیا تب عبیداللہ تاسف بھری آواز میں کہنے لگا۔

"مجھے بڑی بے چینی سے آپ ہی کا انتظار تھا‘ رات کو ایک بہت بڑا حادثہ پیش آ گیا

ہے۔ میں نے اس وقت آپ کو اطلاع دینا مناسب نہ سمجھا‘ اس لئے آپ سو رہے تھے‘ آرام کر رہے تھے اور......"

یہاں تک کہتے کہتے عبیداللہ کو رک جانا پڑا‘ اس لئے کہ محمد فکرمندی میں بول اٹھا۔

"کیا حادثہ پیش آ گیا تھا۔"

اس پر دکھ بھرے انداز میں عبیداللہ کہنے لگا۔ "ایاز بن سیف الدین ہمارے لشکر سے بھاگ گیا ہے۔ وہ اندر ہی اندر کام کرتا رہا ہے اور ہمارے کچھ لشکریوں کو بھی اپنے ساتھ لے بھاگا ہے۔"

یہ خبر سن کر محمد چونکا تھا‘ غور اور تعجب خیز انداز میں وہ عبیداللہ کی طرف دیکھتے ہوئے کہنے لگا۔

"کیا ہم سب اتنے ہی غافل تھے کہ اسے اتنی آسانی سے بھاگ جانے کا موقع مل گیا اور اپنے ساتھ ہمارے لشکریوں کو بھی لے اڑا‘ اس کا تعاقب کیا جانا چاہئے تھا۔"

جواب میں عبیداللہ کہنے لگا۔

"میں ہر چیز سے آگاہ تھا‘ جس وقت وہ بھاگا تھا اس کی تھوڑی دیر بعد میں نے اس کے پیچھے ایک لشکر روانہ کیا ہے اور مجھے امید ہے وہ لشکر عنقریب ہمارے لئے اچھی خبر لے کر آئے گا۔"

عبیداللہ جب خاموش ہوا تو بڑے دکھ بھرے انداز میں محمد بول اٹھا۔

"عبیداللہ یہ ایک بہت بڑا حادثہ نہیں بلکہ ہمارے لئے ایک کرب خیز مصیبت اٹھنے کا وقت آ گیا ہے۔ ایاز بن سیف الدین وہ سالار ہے جو زندگی کے شبستانوں میں عشرت ہستی کے عنوان بدل دینے والے خونی حروف کی شکل اختیار کر لیتا ہے۔ اگر وہ بھاگنے میں کامیاب ہو گیا تو یاد رکھنا وہ ہر شوق‘ ہر شیفتگی اور اپنی رگ رگ سے اب ہمارے لئے غم اور بربادی ٹپکانے کی کوشش کرے گا۔ وہ کس قسم کا سالار ہے‘ وہ تم بھی جانتے ہو۔ اگر وہ برکیاروق کے پاس پہنچ گیا تو پھر آنے والے ٹکراؤ میں یاد رکھنا ہمارے ارادوں فکر و عمل جستجو میں وہ تن کے لاعلاج سیم و تھور بھرنے کی کوشش کرے گا۔ وہ ایک ایسا ہنرمند اور حرب و ضرب کا ایسا شناسا ہے کہ آسمان کے سرد آنگن میں بربادی کی دوڑتی دھول تنگ کڑوے کسیلے لمحوں میں قضا بدوش ان گنت اوہام کی طرح اپنے دشمنوں کے سامنے آ کر سینہ تان کر کھڑا ہو جاتا ہے۔ عبیداللہ یاد

رکھنا اگر ہم نے اب اپنے لشکر میں اضافہ کر کے پوری تیاری نہ کی تو بھاگنے والا سالار آنے والے دنوں میں ہمارے لشکریوں کی حالت اکھڑے بے جان پودوں' پیاس کے مارے خشک چشموں' اسیری کی بدترین نفرت' ٹوٹے خوابوں اور پھوٹے نصیبوں جیسی بنا کر رکھے گا۔''

یہاں تک کہنے کے بعد محمد جب خاموش ہوا تب عبیداللہ بھی دکھ بھرے انداز میں کہنے لگا۔

''جو کچھ آپ نے کہا ہے ان اندیشوں سے میں پوری طرح آگاہ ہوں' مجھے امید ہے کہ جس لشکر کو میں نے تعاقب میں بھیجا ہے وہ کامیاب ہوگا اور اسے پکڑ کر پھر واپس لائے گا۔''

یہاں تک کہتے کہتے عبیداللہ کو رک جانا پڑا' اس لئے کہ ایک مخبر اپنے گھوڑے کو سرپٹ دوڑاتا ہوا وہاں آیا۔ گھوڑے سے اترا' محمد کو تعظیم دی' پھر وہ محمد ہی کی طرف دیکھتے ہوئے کہنے لگا۔

''میں دو بری خبریں لے کر آیا ہوں۔''

اس مخبر کے ان الفاظ پر عبیداللہ ہی نہیں محمد بھی لرز کانپ گیا تھا۔ فکرمندی سے ایک دوسرے کی طرف دیکھنے لگے تھے' پھر محمد نے جب اسے خبر کہنے کیلئے کہا تب وہ مخبر بولا اور کہنے لگا۔

''پہلی بری خبر یہ ہے کہ ایاز بن سیف الدین بھاگنے میں کامیاب ہوگیا ہے۔ ہمارا جو لشکر اس کے تعاقب میں گیا تھا اسے اس نے پوری طرح کاٹ کر رکھ دیا ہے اور بہت کم لشکریوں کو اپنی جانیں بچانے میں کامیابی ہوئی اور اب وہ بھی آہستہ آہستہ اپنے مستقر میں پہنچنا شروع ہوجائیں گے۔''

وہ مخبر جب یہاں تک کہنے کے بعد خاموش ہوا تو محمد نے اسے مخاطب کر کے پوچھ لیا۔

تعاقب کرنے والے اس لشکر نے اسے کہاں لیا' پھر وہ کیسے بھاگنے میں کامیاب ہوا۔

اس پر وہ مخبر دکھ بھرے انداز میں کہنے لگا۔

''تعاقب کرنے والا وہ لشکر جسے محترم عبیداللہ نے بھیجا تھا اس کی تعداد خاصی بڑی تھی اور جب وہ ایاز بن سیف الدین اور اس کے ساتھیوں کے پاس پہنچے تھے ایاز بن سیف الدین پلٹا اور سردیوں کی سیاہ رات میں جوش مارتی برفانی آندھیوں' جسم و روح کی خواہشوں

کی کیفیت بدل دینے والے وقت کی بدترین تابکاری کی طرح تعاقب کرنے والے ہمارے لشکر پر حملہ آور ہوا' اس لشکر میں کوزہ گر کی مشاقی کے ساتھ لمحوں کے اندر اس نے تعاقب کرنے والے ہمارے لشکر کیلئے روح فرسا الجھتے لاوارثی کے درد کھڑے کر دیئے۔ وہ جس سمت بھی رخ کرتا اسیری کے بھڑکتے بارود اور ظلم کے خونخواہ وحشیوں کی طرح اپنے پیچھے لاشوں کی بساط بچھاتا چلا جاتا تھا۔''

''اس طرح حملہ آور ہو کر تعاقب کرنے والے لشکر کا اس نے مکمل طور پر صفایا کر دیا اور پھر وہ بڑے جوش اور بڑے خونخوار انداز میں تکبیریں بلند کرتا ہوا اس شاہراہ کی طرف کوچ کر گیا جو شاہراہ اصفہان سے نکل کر دامغان کی طرف جاتی ہے' اس لئے کہ ان دنوں برکیا روق نے دامغان ہی میں قیام کر رکھا ہے اور وہ سیدھا اب برکیاروق کی طرف جائے گا۔''

وہ مخبر جب خاموش ہوا' تب کچھ دیر تک محمد اور اس کا وزیر عبیداللہ دونوں گہری ہولناک کرب خیز خاموشی میں ڈوبے رہے۔ یہاں تک کہ ایک بار پھر گفتگو کا آغاز محمد نے کیا اور آنے والے مخبر کو مخاطب کر کے کہنے لگا۔

''تمہارے اندازے کے مطابق ہمارے کتنے لشکری اس کے ساتھ بھاگے ہیں۔''

مخبر کچھ سوچ کر اندازہ لگاتا رہا' پھر کہنے لگا۔

''میرے اندازے کے مطابق ہمارے جو لشکری ہمارے مستقر سے ایاز بن سیف الدین کے ساتھ بھاگے ہیں ان کی تعداد کسی بھی صورت چار سے پانچ ہزار کے درمیان سے کم نہیں ہوگی اور وہ ایاز بن سیف الدین کی کمانداری میں تعاقب کرنے والے ہمارے لشکر پر قہر کی طرح ٹوٹ پڑے تھے اور ایک نئی بات یہ ہے کہ بھاگنے والے ان لشکریوں میں ہمارا ایک سالار سرخاب بن کمیخرو بھی شامل ہے۔''

ان الفاظ نے محمد اور عبیداللہ کو مزید پریشانیوں اور فکرمندی میں ڈال دیا تھا' کچھ دیر پھر خاموشی رہی۔ یہاں تک کہ محمد نے آنے والے مخبر کو مخاطب کیا' کہنے لگا۔

''تم نے آتے ہی کہا تھا کہ تم دو بری خبریں لے کر آئے ہو' ایک بری خبر تو تم کہہ چکے ہو اب دوسری بری خبر کہو۔''

مخبر نے اس موقع پر ایک گہری مگر ہچکچاتی ہوئی نگاہ محمد کے وزیر عبیداللہ پر ڈالی' پھر کہنے لگا۔

"دوسری بری خبر یہ ہے کہ ایاز بن سیف الدین کو خبر ہو چکی ہے کہ جس وقت برکیاروق کی ماں زبیدہ کو رے شہر میں آپ کے وزیر عبیداللہ نے ہلاک کیا تھا اسی وقت عبیداللہ نے اسکے دادا اور دادی کو بھی موت کے گھاٹ اتار دیا تھا اور اس کے ذہن میں یہ بھی بات بیٹھ گئی ہے کہ اسے دھوکہ دہی سے کام لیتے ہوئے آپ کے لشکر میں منتقل کیا گیا تھا' اب اس نے تہیہ کیا ہوا ہے کہ عبیداللہ کو نہیں چھوڑے گا' چاہے وہ کہیں بھی چلا جائے۔"

یہ الفاظ سن کر عبیداللہ کا رنگ پیلا ہو گیا تھا۔ سرسوں اس کے پورے چہرے پر چھا گئی تھی۔ کچھ دیر وہ کچھ نہ کہہ سکا' یہاں تک کہ ہکلاتی ہوئی زبان میں محمد کی طرف دیکھتے ہوئے کہنے لگا۔

"سلطان محترم ہمیں مایوس اور پریشان نہیں ہونا چاہئے۔ اپنی عسکری تیاریوں کو عروج پر لے جانا چاہئے' اس سے پہلے ہم ایک بار برکیاروق کو شکست دے چکے ہیں اور مجھے امید ہے کہ آنے والے ٹکراؤ میں بھی کامیابی ہماری ہی ہو گی۔"

عبیداللہ جب خاموش ہوا' تب محمد بولا اور کہنے لگا۔

"اس سے پہلے جنگ کی ابتداء کرنے کیلئے ہم نے برکیاروق کی طرف پیش قدمی کی تھی اور اب میرا اندازہ ہے کہ ایاز بن سیف الدین برکیاروق کے لشکر میں پہنچے گا تو اس کے لشکر کو بڑی تقویت حاصل ہو گی' اس لئے کہ امیر کربوغا سرخاب بن بدر چکرمش جیسے بہترین سالار پہلے ہی اس کے لشکر میں جا چکے ہیں اور جب ایاز بن سیف الدین بھی برکیاروق کے لشکر میں پہنچے گا تو یاد رکھنا وہ ہم پر چڑھ دوڑنے کا ارادہ کریں گے۔"

محمد جب خاموش ہوا تب کچھ سوچتے ہوئے عبیداللہ کہنے لگا۔

"سلطان محترم! کیا ایسا نہیں ہو گا کہ ایاز بن سیف الدین جب برکیاروق کے لشکر میں پہنچے گا تو برکیاروق اس سے باز پرس کرے گا' اس کا احتساب کرے گا کہ وہ اس کے لشکر سے نکل کر ہمارے لشکر میں کیوں آیا؟" عبیداللہ کے ان الفاظ کے جواب میں محمد نے غور سے عبیداللہ کی طرف دیکھا' پھر کہنے لگا۔

"عبیداللہ تمہاری سوچیں غلط ہیں' اس سے پہلے چکرمش کربوغا دونوں برکیاروق کے پاس کام کرتے رہے تھے' پھر ہمارے پاس آ گئے' اب جبکہ وہ واپس برکیاروق کی طرف گئے ہیں تو کیا برکیاروق نے ان کا مواخذہ کیا ہے' کیا ان کا احتساب کیا ہے یا ان سے باز پرس کی

ہے اور پھر یاد رکھنا ایاز بن سیف الدین برکیاروق کا ایک ایسا سالار ہے جسے وہ اپنی جان کی طرح عزیز رکھتا ہے اور تمہیں یہ بھی خبر ہو گی کہ ایاز بن سیف الدین کی بچپن میں زبیدہ خاتون نے دیکھ بھال کی تھی' اس لحاظ سے بھی برکیاروق اسے بھائی کی طرح پسند کرتا ہے۔"

محمد جب خاموش ہوا تب مخبر پھر بولا اور کہنے لگا۔

"جو نیا موضوع آپ نے چھیڑ دیا ہے اس موضوع کے لحاظ سے بھی میرے پاس دو خبریں ہیں' ہو سکتا ہے ان کی آپ کو پہلے سے خبر ہو' لیکن اگر آپ کہیں تو وہ میں آپ سے کہہ سکتا ہوں۔"

اس مخبر کے ان الفاظ پر محمد اور عبیداللہ پھر چونکے تھے۔ یہاں تک محمد نے اسے مخاطب کیا۔

"اگر تمہارے پاس دو اور خبریں ہیں وہ بھی کہو رکتے کیوں ہو۔"

اس پر مخبر نے گلہ صاف کیا' پھر وہ محمد کی طرف دیکھتے ہوئے کہنے لگا۔

"سلطان محترم میں آپ پر انکشاف کروں کہ جس وقت ہمارے دو ہرکارے ایاز بن سیف الدین کے پاس پہنچے تھے یہ ترغیب دی تھی کہ اس کے دادا' دادی کو گرفتار کر لیا ہے لہٰذا وہ برکیاروق کے لشکر سے نکل کر آپ کے لشکر میں آ جائے تو اس کے دادا' دادی کی رہائی ہو سکتی ہے۔ اس سے پہلے ہی اس ساری تفصیل کی اطلاع برکیاروق کے مخبر برکیاروق کو بتا چکے تھے اور برکیاروق نے اس سلسلے میں ایاز بن سیف الدین سے مشورہ بھی کر لیا تھا اور اسے اجازت دے دی تھی کہ اپنے دادا اور دادی کو بچانے کیلئے وہ آپ کے لشکر میں چلا جائے۔ گویا میں یہ کہہ سکتا ہوں کہ ایاز بن سیف الدین جو آپ کے لشکر میں منتقل ہوا تھا تو اس منتقلی میں برکیاروق کی رضامندی بھی شامل تھی۔"

"جہاں تک میرا اندازہ ہے ایاز بن سیف الدین جب واپس برکیاروق کے لشکر میں جائے گا تو برکیاروق نہ اس سے کوئی باز پرس کرے گا نہ ناراض ہو گا بلکہ اسے گلے لگا کر اپنے لشکر کا سپہ سالار اعلیٰ بنائے گا۔"

مخبر جب خاموش ہوا تب محمد نے غور سے دیکھتے ہوئے پھر پوچھ لیا۔

"اور دوسری خبر جس کی طرف تم اشارہ کر رہے ہو۔" جواب میں مخبر بولا اور کہنے لگا۔

"سلطان محترم دوسری خبر یہ ہے کہ جس وقت برکیاروق آپ کے بھائی سنجر سے ٹکرایا تھا

تو شروع میں برکیاروق کے لشکر نے سنجر کو بدترین شکست دے دی تھی اور سنجر کے لشکری کمر اٹھا کر بھاگ بھی گئے تھے، لیکن برکیاروق کے لشکری نئے تھے، تربیت یافتہ نہیں تھے۔ وہ سنجر کے پڑاؤ پر ٹوٹ پڑے، مالِ غنیمت اکٹھا کرنے لگے، ان کی اس مصروفیت پر سنجر کے لشکری دوبارہ ان پر حملہ آور ہوئے اور برکیاروق کی فتح کو شکست میں تبدیل کر دیا۔ برکیاروق اور آپ کے بھائی سنجر کے ٹکراؤ کے دوران برکیاروق نے آپ اور سنجر کی ماں کو بھی گرفتار کر لیا تھا۔

یہ الفاظ سن کر محمد چونک پڑا تھا، ایک دم بولا اور کہنے لگا۔

"کیا برکیاروق نے ہماری ماں کو قتل کر دیا۔"

مخبر نے پہلے نفی میں گردن ہلائی، پھر کہنے لگا۔

"اس میں شک نہیں کہ برکیاروق نے آپ کی اور سنجر کی ماں کو گرفتار کر لیا تھا، لیکن اس نے آپ کی والدہ کا بہترین احترام کیا، اپنے پڑاؤ میں اسے ہر آسائش اور ہر آرام مہیا کیا۔ پھر بڑی ارادتمندی کے ساتھ کچھ محافظوں کے ساتھ اسے آپ کے بھائی سنجر کی طرف روانہ کر دیا۔"

یہ الفاظ سن کر عبیداللہ پچھتانے کے انداز میں کہنے لگا۔

"میرے خیال میں ہم نے برکیاروق کی ماں زبیدہ خاتون کو قتل کر کے ایک فاش غلطی کی ہے۔" عبیداللہ کے ان الفاظ کا جواب محمد دینا ہی چاہتا تھا کہ بڑی تیزی سے عبیداللہ کچھ سوچتے ہوئے پھر بول پڑا اور کہنے لگا۔

"سلطانِ محترم! میرے ذہن میں ایک تجویز ہے۔ میرے خیال میں اس پر عمل کیا جائے تو برکیاروق پر ہم فوقیت حاصل کر کے اپنے آپ اور اپنے مستقبل کو محفوظ کر سکتے ہیں۔"

عبیداللہ کے ان الفاظ پر محمد چونکا، پھر اس کی طرف دیکھتے ہوئے کہنے لگا۔

"تمہارے پاس اگر کوئی ایسی تجویز ہے تو کہو فوراً اس پر عمل کیا جائے گا۔"

عبیداللہ پھر بولا اور کہنے لگا۔

"سلطان محترم اگر ہم نے برکیاروق کو مزید مہلت دی تو وہ ہمارے لئے ایک خطرہ ثابت ہو سکتا ہے۔ اس وقت بھی ہمارے لشکر کی تعداد اس کے لشکر سے کہیں زیادہ ہے اگر ہم اس پر حملہ آور ہونے میں پہل کر دیں تو اس کے دو فائدے ہوں گے۔"

"پہلا یہ کہ برکیاروق کے لشکر میں اکثر لشکریوں کی تعداد وہ ہے جو نئے ہیں اور ابھی تربیت یافتہ نہیں ہیں اور پھر دوسرا فائدہ یہ ہوگا کہ ہمارے حملہ آور ہونے سے برکیاروق کے لشکریوں پر یہ تاثر پھیلے گا کہ ہم خود برکیاروق پر پہل کرتے ہوئے اسے اپنے سامنے جھکانے کی طاقت اور ہمت رکھتے ہیں اور یہ کہ ہم برکیاروق سے خوفزدہ نہیں۔ اس سے ہمارے لشکریوں کے حوصلے بلند، برکیاروق کے لشکریوں کے حوصلے پست ہوں گے۔"

محمد نے اپنے وزیر عبیداللہ کی اس تجویز سے اتفاق کیا تھا، چنانچہ ہلکی ہلکی مسکراہٹ میں کہنے لگا۔

"عبیداللہ تمہاری اس تجویز سے میں بھی اتفاق کرتا ہوں۔ یہ بات ہے تو اپنی تیاریوں کو آخری شکل دو، پھر اپنے لشکر کے ساتھ کوچ کریں گے اور برکیاروق پر ضرب لگائیں۔ اگر ہمیں کامیابی ہوئی تو میرے خلاف میں آنے والے دور میں برکیاروق کبھی بھی ہمارے خلاف اٹھنے کی طاقت اور طاقت نہیں پائے گا۔"

محمد کا جواب سن کر عبیداللہ خوش ہو گیا تھا۔ اتنی دیر تک عبیداللہ نے جس لشکر کو ایاز بن سیف الدین کی گرفتاری کیلئے تعاقب میں بھیجا تھا وہ شکست خوردہ لشکری بھی خون میں لت پت پہنچ گئے۔ ان کی آمد پر محمد اور عبیداللہ دونوں نے تاسف کا اظہار کیا، اس کے بعد وہ سلطان برکیاروق پر ضرب لگانے کیلئے اپنے لشکر کی تیاریوں اور لشکر کیلئے سامان جنگ کو آخری شکل دینے لگے تھے۔

............*

دامغان میں قیام کے دوران سلطان برکیا روق کو جب یہ اطلاع دی گئی کہ ایاز
سیف الدین بڑی کامیابی کے ساتھ محمد کے لشکر سے نکل کر دامغان کی طرف بھاگنے
کامیاب ہوا ہے اور یہ کہ اپنے ساتھ وہ پانچ ہزار مسلح لشکریوں کو بھی لے کر آ رہا ہے اور
وزیر عبیداللہ نے اس کے تعاقب میں لشکر کو اس نے بھیجا تھا اس کا بھی اس نے مکمل طور پر
قمع کر دیا ہے۔ یہ ساری خبریں سن کر سلطان برکیا روق کی خوشی کی کوئی انتہا نہ تھی' لیکن جب
اسے یہ خبر سنائی گئی کہ محمد کے وزیر عبیداللہ نے ایاز بن سیف الدین کے دادا نظام الدین
دادی ایسارب کو قتل کر دیا ہے تب برکیا روق اداس اور افسردہ ہو گیا تھا اور وعدہ کیا تھا کہ
عبیداللہ سے اپنی ماں ایاز بن سیف الدین کے دادا اور دادی کا انتقام ضرور لے گا۔

اسی بنا پر جب ایاز بن سیف الدین اپنے پانچ ہزار ساتھیوں کے ساتھ دامغان میں
سلطان کے پڑاؤ کے قریب پہنچا تو سلطان نے اپنے سارے سالاروں جن میں امیر کر
چکرمش' سرخاب بن بدر سلطان کا وزیر ابن منصور اور دوسرے امراء اور سالار شامل تھے انہوں
نے پڑاؤ سے باہر نکل کر ایاز بن سیف الدین کا استقبال کیا تھا۔ سلطان سب سے پہلے ایاز
گلے لگا کر ملا' اس کے بعد باقی سارے سالار سلطان ہی کے انداز میں اس سے ملے' جو
ہزار لشکری اپنے ساتھ لے کر آیا تھا۔ ان کیلئے سلطان کے پڑاؤ میں خیمے نصب کر دیئے
اور ان کی رہائش اور کھانے کا عمدہ انتظام کیا گیا۔ اس کے ساتھ ہی ایاز بن سیف الدین
دوسرے سالاروں کو لے کر سلطان برکیا روق اپنے خیمے میں داخل ہوا تھا۔

جب سب بیٹھ گئے تب ایاز نے سب سے پہلے سلطان کے کہنے پر محمد کے لشکر
بھاگنے اور اپنے دادا' دادی کے قتل ہونے کی تفصیل بتائی۔ یہ سب کچھ جاننے کے بعد
برکیا روق نے ایک گہری نگاہ عنزبن سیف الدین کے پہلو میں بیٹھے سرخاب پر ڈالی پھر

لگا۔

"ابن عنزو میں تمہارا شکر گزار ہوں کہ تم نے محمد کے لشکر میں قیام کے دوران نہ صرف
ایاز سے کافی تعاون کیا' اس کی مدد کی بلکہ اس کے ساتھ مل کر میرے پاس آنے میں بھی
کامیاب ہوئے ہیں۔ ان سارے لشکریوں کو بھی خوش آمدید کہتا ہوں جنہیں تم اپنے ساتھ لے
کر آئے ہو۔"

یہاں تک کہنے کے بعد سلطان رکا' کچھ کہنا چاہتا تھا کہ اس سے پہلے ہی ایاز بولا اور
سلطان کو مخاطب کر کے کہنے لگا۔

"سلطان محترم اب سنجر اور محمد کے خلاف کسی قسم کی رو رعایت نہیں کرنی چاہئے۔ انہوں
نے مسلمانوں کے مفاد کو سخت نقصان پہنچایا ہے۔ جب سب لوگوں نے آپ کو سلطان تسلیم
کر لیا تھا اور آپ نے بڑی فراخدلی سے ان دونوں بھائیوں کو دو مختلف علاقوں کا حاکم مقرر
کر دیا تھا تو انہیں چاہئے تھا کہ آپ کا اتباع کرتے' آپ کی فرمانبرداری اختیار کرتے۔ لیکن
انہوں نے سرکشی اور بغاوت کا راستہ اختیار کیا ہے۔ اب سب سے زیادہ محمد ہمارے خلاف اٹھ
رہا ہے۔

سلطان محترم! اس موقع پر میری آپ سے گزارش ہے کہ ہمیں محمد کے خلاف نکلنے اور
اس کی سرکوبی کرنے کیلئے تاخیر سے کام نہیں لینا چاہئے۔ میں آپ کو یقین دلاتا ہوں کہ ذرا محمد
اور اس کے وزیر عبیداللہ کو ہم سے ٹکرانے دیں' پھر دیکھئے گا ہم ان کی اور ان کے لشکریوں کی
حالت کس طرح معدوم راہ گزر کی طرح روندتے ہیں۔ پرانے پتھروں کی دیواروں کی طرح
انہیں گراتے ہیں اور لال مٹی کے آب خوروں کی طرح انہیں توڑتے ہیں۔ آنے والے ٹکراؤ
میں خداوند قدوس نے چاہا تو ان کی حالت ہم انتظار کی زردیوں' مسافرت کی پریشانیوں'
فرقتوں کی دھوپ اور ان دیکھے المیوں سے بھی زیادہ ہولناک بنا کر رکھیں گے اور ہر آنکھ دیکھے
گی کہ روز و شب کے اس نگار خانے میں ہم کیسے اور کس طرح محمد اور اس کے لشکریوں کو ماہ
و سال کی صحیح تقویم سمجھاتے ہوئے انہیں سرابوں کی دھول میں اڑاتے ہیں۔"

ایاز بن سیف الدین کے ان الفاظ پر برکیا روق خوش ہو گیا تھا اور جس طرح دوسری
طرف محمد اپنے وزیر کے کہنے پر چند دن تیاری کرنے کے بعد سلطان برکیا روق کی طرف کوچ
کرنے والا تھا' اسی طرح اب برکیا روق بھی اپنی تیاریوں کو آخری شکل دے کر محمد پر ضرب

لگانے کیلئے دامغان سے کوچ کی تیاریوں کو آخری شکل دے رہا تھا۔

مؤرخین لکھتے ہیں کہ کھلے میدانوں میں ایک بار پھر سلطان برکیاروق اور اس کا بھائی محمد اپنے اپنے لشکر کے ساتھ ایک دوسرے کے سامنے صف آرا ہوئے' جس وقت لشکر اپنی صفیں درست کر رہے تھے سلطان برکیاروق نے دیکھا اس کے سامنے اس کے بھائی محمد نے اپنے لشکر کو دو حصوں میں تقسیم کیا تھا۔ ایک حصہ اس نے اپنے پاس رکھا اور دوسرا اپنے وزیر عبیداللہ کی سرکردگی میں دیا تھا۔ سلطان برکیاروق اپنے لشکر کی جب صفیں درست کر چکا تب اپنے گھوڑے کو دوڑاتا ہوا ایاز بن سیف الدین سلطان برکیاروق کے پاس آیا اور سلطان کو مخاطب کر کے کہنے لگا۔

"سلطان محترم آج میری ایک خواہش ہے امید ہے آپ رد نہیں کریں گے۔"

سلطان نے اس موقع پر غور سے ایاز کی طرف دیکھا' پھر کہنے لگا۔

"میرے بھائی تو مجھے بڑا عزیز ہے' کہو کیا بات ہے۔ اگر تمہاری کوئی خواہش ہے اسے ضرور پورا کیا جائے گا۔"

اس موقع پر ہلکا سا تبسم ایاز بن سیف الدین کے چہرے پر نمودار ہوا تھا' پھر سلطان مخاطب کر کے وہ کہنے لگا۔

"سلطان محترم میری خواہش ہے کہ آج آپ اپنے لشکر کے پیچھے حصے میں پڑاؤ کے اندر چلے جائیں۔ آج اپنے سالاروں کو آپ آزمائیں' اس سے پہلے سنجر اور محمد دونوں کے ہاتھوں آپ کو بڑی زک پہنچی اور اس کا مجھے ابھی تک بڑا قلق و تاسف دکھ اور غم ہے۔ سلطان محترم آپ برا نہ مانیے گا' آج ذرا مجھے ان سے نبٹنے دیں' میں دیکھتا ہوں یہ کتنی دیر تک ہمارا سامنا کرتے ہیں اور میرے خداوند کو منظور ہوا تو اس ٹکراؤ میں آج میں عبیداللہ بن نظام الملک کو زندہ گرفتار کروں گا۔ یہ ایک ایسا مجرم' ایسا گھناؤنا انسان ہے جس کی سزا اسے ہر صورت میں مل کر رہے گی۔"

یہاں تک کہنے کے بعد ایاز جب خاموش ہوا تب سلطان مسکراتے ہوئے کہنے لگا۔

"ایاز میرے بھائی تمہارے کہنے پر میں ضرور اپنے لشکر کے پچھلے حصے میں چلا جاتا ہوں لیکن یہ بتاؤ لشکر کی ترتیب کیا رکھو گے۔"

اس پر ایاز نے کچھ سوچا' پھر کہنے لگا۔

"سلطان محترم! آپ دیکھتے ہیں ہمارے سامنے محمد نے اپنے لشکر کو صرف دو صفوں میں تقسیم کیا ہے' اس نے میمنہ اور میسرہ رکھا ہے' قلب کو چھوڑ دیا ہے۔"

"میمنہ پر وہ خود ہے۔ میسرہ پر عبیداللہ بن نظام الملک کو اس نے مقرر کیا ہے' میں بھی چاہتا ہوں کہ ہم بھی اپنے لشکر کو دو حصوں میں تقسیم کریں۔ ایک حصہ میرے پاس رہے' میرے ساتھ چکرمش' دوسرے حصے کی کمانداری کربوغا کے پاس ہونی چاہئے اور سرخاب بن بدر کو اس کے نائب کے طور پر کام کرنا چاہئے۔ باقی دو بڑے سالار رہ گئے ہیں۔ ایک قماج اور دوسرا سرخاب بن کیخسرو سلطان محترم اس وقت لشکر کا وہ حصہ جو ہم نے پڑاؤ کی حفاظت پر مقرر کیا ہے' قماج اور سرخاب بن کیخسرو دونوں اس حصے کی کمانداری کریں گے اور ہمارے لشکر کے جس پہلو میں بھی کمزوری کے آثار دیکھیں فوراً اس کی مدد کو پہنچیں گے۔ آپ صرف پڑاؤ میں بیٹھ کر جنگ کا نظارہ کریں' پھر دیکھیں آپ کی آنکھوں کے سامنے ہم ان دشمنوں کا کیا حشر کرتے ہیں اور کیسے ان کا حلیہ بگاڑتے ہیں۔"

سلطان کے پاس اس وقت امیر کربوغا' چکرمش' قماج' سرخاب بن کیخسرو' سرخاب بن بدر سب کھڑے ہوئے تھے۔ لہٰذا سب نے اتفاق رائے سے ایاز بن سیف الدین کی اس تجویز سے اتفاق کیا تھا۔ اس اتفاق پر سلطان برکیاروق نے اپنی خوشی اور اطمانیت کا اظہار کیا تھا' پھر برکیاروق' قماج اور سرخاب بن کیخسرو لشکر کے پچھلے حصے کی طرف چلے گئے تھے۔ لشکر کو فوراً دو حصوں میں تقسیم کرنے کے بعد ایک حصہ ایاز بن سیف الدین نے اپنے پاس رکھا' چکرمش کو اپنے نائب کی حیثیت سے اپنے ساتھ ملایا' دوسرے حصے کی کمانداری امیر کربوغا کے ہاتھ میں تھی۔ سرخاب بن بدر اس کے نائب کی حیثیت سے کام کرنے لگا تھا۔

دونوں لشکر جب اپنی صفیں درست کر چکے' تب جنگ کی ابتداء کرنے کیلئے محمد اور اس کے وزیر عبیداللہ دونوں نے اپنے لشکر کو آگے بڑھایا' پھر وہ ایاز اور کربوغا کے لشکر پر روایات کی دلیز پر نفرت کی آگ بھڑکاتے جوش' زن موت کے مناظر' زیست کو قیامت کا ہنگامہ بنا کر خراب و خستہ اور بدحال اور بے نوا کرتی محرومیوں کی نامہربان گردشوں اور بے نام ساختوں کی بد نصیبی کا عنوان بناتی' کرب خیزیوں کی بارش کی طرح حملہ آور ہو گئے تھے۔

امیر سیف الدین اور امیر کربوغا نے پہلے سے ہی صلاح مشورہ کر رکھا تھا' جواب میں وہ بھی حرکت میں آئے۔ پہلے دونوں نے صحرائے وحشت میں گرجتے بادلوں کے حشر الیوں

کے اندوہناک مراحل میں ڈالتے برق کے لشکاروں کی طرح تکبیریں بلند کیں' اس کے بعد دونوں بھی محمد اور عبیداللہ بن نظام الملک کے لشکر پر خیالات کی وادیوں سے نکال کر دشت خوابوں میں بھٹکا دینے والے فطرت کے دستور کہن آفاق گیر تلخ حقائق میں لوہے کی لکیر چڑھا دینے والے آگ وخون کے ہیجان اور تقدیر کے بدترین پامال راستوں پر داستان کے بکھرے اوراق کی طرح اڑا دینے والے آتش وآہن کے سیلاب کی طرح حملہ آور ہوگئے تھے۔

اس طرح سلطان برکیاروق اور محمد کے لشکر کے ٹکرانے سے ملبوس ریزہ ریزہ اب جذبے اپاہج' شیشہ جاں کرچی کرچی اور روح کے ساگر ٹکڑے ٹکڑے ہونا شروع ہوگئے تھے رزم گاہ کے اندر عذاب وکرب کے لمحات موت کے آسیب اور چھلاوے فضا کے اور وحشت مرگ کی کوبکو پھیلتی برہمی رقص کرنے لگی تھی' دل آشوب مناظر اپنا رنگ دکھانے لگے تھے' زندگی کے صحرا میں موت کی اندھی پاپ دلوں میں وحشت بھرنے لگی تھی۔ زیست کے زندانوں میں کالی آندھی کی سی فرقتیں دکھ کے نگر آباد کرتی چلی گئی تھیں۔ کچھ دیر تک دونوں لشکر ہولناک انداز میں ٹکراتے رہے' پھر دیکھنے والے کی آنکھ نے دیکھا ایاز بن سیف الدین اور کربوغا کے تیز حملوں کے سامنے محمد اور عبیداللہ بن نظام الملک کے لشکر کی حالت قبرزاروں گرتے اشکوں' بیلی محرابوں کے پرانے بند دروازوں' بدبختی سے لپٹ کر روتی لرزاں یادوں کی طرح ہونا شروع ہوگئی تھی۔

ایاز بن سیف الدین اور امیر کربوغا نے ایک طرف سے انہیں نیم دائرہ بنا کر گھیر لیا تھا اور تیز حملے کرتے ہوئے ان کے لشکریوں کی ہر صف کے دامن کو تار تار گریبان کی طرح کرتے ہوئے ان پر اعضاء شکنی طاری کرتی تخریب کی پیاس کی طرح ٹوٹ رہے تھے۔ ان کے ان تیز حملوں کے باعث موت چارسو تیزی سے تقدیر کے بدترین نوشتے تحریر کرتی جا رہی تھی۔

اس موقع پر جبکہ محمد بن ملک شاہ سلجوقی اور عبیداللہ بن نظام الملک طوسی کے لشکر میں انتشار اور افراتفری جھانک رہی تھی' اچانک ایاز بن سیف الدین نے ایک نئے کام کی ابتدا کی' وہ چونکہ میمنہ کی کمانداری کر رہا تھا اور اس کے سامنے محمد کے لشکر کا میسرہ تھا جس کی کمانداری عبیداللہ بن نظام الملک کے ہاتھوں میں تھی۔ لہٰذا تیز حملے کرتے ہوئے اپنے

دستوں کے ساتھ عبیداللہ کے لشکر میں گھس کر ایاز بن سیف الدین عبیداللہ کے سر پر جا پہنچا۔ اس موقع پر عبیداللہ نے جب دیکھا کہ مار دھاڑ کرتا ہوا ایاز بن سیف الدین اس کے سر پر آپہنچا ہے تو اس نے پیچھے ہٹنا چاہا' اسی وقت ایاز بن سیف الدین اپنے گھوڑے کی کمند اپنے ہاتھ میں لی تاکہ اسے پھینکے اور پھر تیزی سے اس نے اپنی کمند کو کھینچا تو عبیداللہ بن نظام الملک اپنے گھوڑے سے گر گیا تھا۔ اس لئے کہ وہ ایاز بن سیف الدین کی کمند کے پھندے میں آ گیا تھا۔ ایاز اسے گھسیٹتا ہوا پیچھے لے گیا تھا۔ یہاں تک کہ اس نے اپنے کچھ لشکریوں کو حکم دیا کہ اسے کمند سے نکال کر پیچھے پڑاؤ میں لے جایا جائے۔

اس پر اس کے دو لشکری حرکت میں آئے۔ کمند اس کے جسم سے نکال کر اور اسے پکڑ کر پیچھے لے گئے تھے۔ دوسری طرف عبیداللہ بن نظام الملک کے لشکریوں نے جب دیکھا کہ عبیداللہ تو اپنے گھوڑے سے گر گیا ہے یا تو وہ قتل ہوگیا ہے یا گرفتار ہوگیا ہے' تب ان میں انتشار اور افراتفری پھیلی اور وہ بھاگ کھڑے ہوئے۔

چنانچہ عبیداللہ کے میسرہ میں جب پسپائی ہوئی' شور شرابہ اٹھا' لشکری بھاگنے لگے تو محمد کے لشکریوں کی بھی یہی حالت ہوگئی۔ لہٰذا خود محمد بھی شکست اٹھا کر بڑی تیزی سے بھاگا۔ ایاز بن سیف الدین اور کربوغا دونوں نے کچھ دور تک تعاقب کر کے محمد کے لشکر کی تعداد مزید کم کی اور پھر لوٹ کر اس جگہ آئے جہاں جنگ ہوئی تھی۔ ان دونوں کی واپسی تک سلطان نے قماج اور سرخاب بن کیخسرو کے ساتھ مل کر اپنے زخمیوں کی دیکھ بھال شروع کر دی تھی۔ جب اپنے لشکر کے ساتھ ایاز اور کربوغا لوٹے تب سلطان برکیاروق نے اپنی جگہ سے اٹھ کر پہلے ان دونوں کو باری باری گلے لگا کر انہیں اس شاندار فتح پر مبارکباد دی اس کے بعد ایاز بن سیف الدین کی پیشانی چومی' پھر اسے مخاطب کر کے سلطان کہنے لگا۔

''سیف الدین کے بیٹے آج تو نے وہ معرکہ مارا ہے کہ جسے میں زندگی بھر میں یاد رکھوں گا۔ شکست تو ہم دشمن کو بدترین دے چکے ہیں' لیکن اس جنگ کے دوران تم نے جو عبیداللہ کو گرفتار کیا ہے یہ وہ معرکہ جسے میں ہمیشہ یاد رکھوں گا۔ اب تم سب میرے ساتھ آؤ تاکہ عبیداللہ کو وہاں لایا جائے' پھر اس سے بازپرس کی جائے' پھر اس کے بعد اسے اس کے انجام تک پہنچایا جائے۔''

سلطان کی اس تجویز سے سب نے اتفاق کیا تھا۔ پھر سلطان کے ساتھ ایاز بن سیف

الدین' امیر کربوغا' سرخاب بن بدر' چکرمش' قماج' سرخاب بن کیخسرو اور دوسرے سالار سلطان کے پاس ایک جگہ جمع ہوئے۔ سلطان وہاں ایک پتھر پر بیٹھ گیا اور ارد گرد پتھر تھے۔ ان پر سارے سالار ہو بیٹھے' پھر سلطان نے محمد کے وزیر عبیداللہ کو پیش کرنے کا حکم دیا۔ اس پر دو لشکری عبیداللہ کو پکڑ کر لائے اور اسے سلطان کے سامنے کھڑا کر دیا گیا تھا۔

سلطان کچھ دیر تک تو کھا جانے والے انداز میں عبیداللہ بن نظام الملک کی طرف غور سے دیکھتا رہا' پھر اس نے ایاز بن سیف الدین کی طرف دیکھا اور کہنے لگا۔

"ایاز میرے بھائی اس موقع پر اگر عبیداللہ سے تم کہنا چاہتے ہو کہہ دو' میں بعد میں اسے مخاطب کروں گا۔"

جواب میں ایاز بولا اور کہنے لگا۔

"سلطان محترم! میں اپنا معاملہ بھی آپ کے سپرد کرتا ہوں' آپ خود ہی اس سے بات کریں' اس سے نبٹیں۔"

ایاز بن سیف الدین کے ان الفاظ پر سلطان برکیاروق خوش ہوا تھا۔ ایک گہری نگاہ پھر اس نے اپنے سامنے کھڑے محمد کے وزیر عبیداللہ پر ڈالی' پھر کھولتے لہجے میں اسے مخاطب کیا۔

"اے بدباطن خودسر متغم مزاج انسان ذرا اپنی حالت تو دیکھ تو آج ہمارے سامنے تار تار دامن اور چاک گریبان لئے کھڑا ہے' تو اپنے آپ کو محمد کیلئے بقا کی آخری امید' دفاع کی آخری تلوار سمجھتا تھا۔ تیری سرشت میں یہ بات کوٹ کوٹ کر بھری ہوئی ہے کہ تو اپنے مخالفوں کو برہنہ مٹی کی طرح اپنے پاؤں تلے روندنے کا عادی ہے۔ سن شیطان کے گماشتے! تیرے سماج کے حیوانی مقاصد اور تیری معاشرت کی گندگی کے کارنامے بڑے طویل ہیں' تو خود کو حلقہ خوباں کی جان اور بڑا شعلہ آواز مقرر خیال کرتا ہے' لیکن بدبخت انسان فضا جب رقص کرتی ہے تو اخلاقی گرسنگی کا شکار بڑے بڑے سورماؤں کی زندگی کا حسن چھین کر فنا کے گھاٹ اتار دیتی ہے۔"

"سن! لات و منات کے پروردہ اب یہ بتا تو نے میری ماں اور ایاز بن سیف الدین کے دادا اور دادی کو کیوں قتل کیا؟ وہ رے شہر میں پرامن زندگی بسر کر رہے تھے' کسی کے خلاف انہوں نے آج تک حرکت بھی نہیں کی' کوئی ایسا فعل بھی نہیں کیا جس سے تمہاری یا محمد کی دل

شکنی ہوتی۔ اس کے باوجود تو نے انہیں کیوں قتل کیا اور تو یہ بھی جانتا ہے کہ میں نے گزشتہ جنگ میں سنجر اور محمد کی ماں کو گرفتار کر لیا تھا۔ اگر میں تیرے جیسا بدبخت انسان ہوتا' تیرے جیسا ہی عزازیل کا گماشتہ ہوتا تو پھر میں سنجر اور محمد کی ماں کو موت کے گھاٹ اتار دیتا' لیکن میں نے اسے اپنی ماں سمجھا۔ اپنے لشکر میں اسے ہر آسودگی اور آسائش مہیا کی اور اسے بڑے باعزت طریقے سے واپس سنجر کی طرف بھیج دیا۔" یہاں تک کہنے کے بعد سلطان برکیاروق خاموش ہو گیا' کچھ سوچا' دوبارہ عبیداللہ کو مخاطب کیا۔

"میں تیرے جواب کا منتظر ہوں' جواب نہیں دو گے تو میں کیا کروں گا تم جانتے ہو۔"

عبیداللہ لرزنے کانپنے لگا تھا' ہکلائی ہوئی آواز میں کہنے لگا۔

"سلطان محترم! مجھ سے غلطی ہوئی۔"

یہ الفاظ سن کر ایک جست کے سے انداز میں سلطان برکیاروق اپنی جگہ پر اٹھ کھڑا ہوا' ایک جھٹکے کے ساتھ اس نے اپنی تلوار بے نیام کی' پھر عبیداللہ کی طرف دیکھتے ہوئے کہنے لگا۔

"تو نے خود اپنی غلطی کو تسلیم کیا ہے لہٰذا اب تجھے زندہ رہنے کا کوئی حق نہیں۔" اس کے ساتھ ہی سلطان برکیاروق نے اپنی تلوار بلند کر کے گرائی اور سب کے سامنے عبیداللہ کی گردن کاٹ کر رکھ دی تھی۔

عبیداللہ بن نظام الملک جسے تاریخ کے اوراق میں موید الملک بھی لکھا گیا ہے۔ اس کے متعلق مؤرخین لکھتے ہیں کہ جنگ کے دوران اسے گرفتار کر کے اسے سلطان برکیاروق کی خدمت میں پیش کیا گیا۔ برکیاروق نے اسے سخت اور نازیبا کلمات سے مخاطب کیا اور پھر مؤرخین یہ بھی لکھتے ہیں کہ سلطان برکیاروق نے اپنے ہاتھ سے اسے قتل کر دیا۔

مؤرخین اسی موید الملک یعنی عبیداللہ کے متعلق مزید لکھتے ہیں کہ یہ بداخلاق' حیلہ ساز' چال باز امراء اور اراکین دولت کے ساتھ کج ادائی' بدعہدی' بخیلی کرنے کا عادی تھا اور نہایت چلتا پرزہ شخص تھا۔

مؤرخین یہ بھی لکھتے ہیں کہ عبیداللہ کو قتل کرنے کے بعد سلطان برکیاروق نے اپنے ایک امیر ابوابراہیم کو عبیداللہ کا مقبوضہ مال اسباب خزانہ ضبط کرنے کی غرض سے دارالخلافہ بغداد روانہ کیا۔ چنانچہ عبیداللہ کا جو مال اسباب ہاتھ آیا وہ عقل قیاس سے زیادہ بیان کیا جاتا ہے۔ مؤرخین مزید لکھتے ہیں کہ دارالخلافہ بغداد کے علاوہ بلاد عجم میں جو خزانہ عبیداللہ کا ہاتھ آیا تھا

اس میں یاقوت کا ایک بڑا نگینہ بھی تھا' جس کا وزن چالیس مثقال تھا اور یہ بہت زیادہ قیمتی
تھا۔

عبیداللہ کا کام تمام کرنے کے بعد سلطان نے اپنے سالاروں کو مخاطب کیا اور کہنے لگا۔
''اپنے سارے زخمیوں کی دیکھ بھال کرو' اس کے بعد آرام کرو' ساتھ ہی لشکر کا ایک
حصہ جو جنگ کے دوران پڑاؤ کی حفاظت پر مقرر تھا اسے چوکس اور چوکنا کر دو تاکہ وہ پڑاؤ کی
حفاظت کا کام سرانجام دے اور ایاز میرے بھائی تم میرے ساتھ آؤ۔''

سب سالار اٹھ کر چلے گئے' تب ایاز سلطان کے ساتھ ہو لیا۔ اس کے ساتھ ہی سلطان
اپنے خیمے میں داخل ہوا۔ دونوں بیٹھ گئے' پھر سلطان نے دکھ بھرے انداز میں ایاز کو مخاطب کیا
اور کہنے لگا۔

''ایاز مجھے امید ہے کہ کچھ عرصہ محمد کی طرف سے سکون میں گزرے گا اور وہ ہمارے
خلاف جنگ کی کوئی نئی طرح نہیں ڈالے گا۔ تم ایسا کرو کہ اس دوران رے شہر چلے جاؤ' میرا
دل یہ بھی کہتا ہے کہ ہم سے شکست اٹھانے کے بعد محمد چین سے نہیں بیٹھے گا' پھر سے اپنی
تیاریوں کو آخری شکل دے گا اور خم ٹھونک کر ہمارے سامنے آئے گا۔'' سلطان جب خاموش
ہوا تب ایاز کہنے لگا۔

''سلطان محترم! محمد کی طرف سے ہمیں اب پہلے کی نسبت زیادہ محتاط رہنا ہوگا۔ ہمارے
ہاتھوں بدترین شکست اٹھانے کے بعد محمد نہ صرف یہ کہ نیا لشکر ترتیب دے سکتا ہے بلکہ ہمارے
خلاف حرکت میں آنے کیلئے وہ دو اور کام بھی کر سکتا ہے۔ اول یہ کہ وہ اپنے بھائی سنجر سے
ہمارے خلاف مدد طلب کر سکتا ہے اور دوئم یہ کہ سنجر سے یہ بھی کہہ سکتا ہے کہ وہ خود اپنا لشکر لے
کر آئے اور دونوں مل کر آپ کے خلاف حرکت میں آئیں' دونوں صورتوں میں ہمیں بہت
سے مسائل سے نبٹنا ہوگا اور ان کے اس اتحاد سے پہلے ہمیں اپنے لشکر میں اضافہ کرنا ہوگا۔ اگر
ہمیں پرانے منجھے ہوئے لشکری ملتے ہیں تو پھر تو بہت اچھا ہے۔ اگر ہم نئے لشکری بھرتی
کرتے ہیں تو ان کی تربیت کا کام بھی انجام دینا ہوگا۔''

یہاں تک کہنے کے بعد ایاز بن سیف الدین رکا' تب سلطان برکیاروق نے کچھ سوچا
پھر کہنے لگا۔

''میرے بھائی میں چاہتا ہوں آنے والی شب کے پچھلے پہر میں بڑی رازداری کے

ساتھ تم یہاں سے نکل کر رے شہر کی طرف جاؤ' وہاں پہلے توزین' رفادہ اور بروزہ خاتون کو
تلاش کرو' دیکھو توزین اور رفادہ دونوں سے تمہاری منگنی ہو چکی ہے' اب وہ تمہاری ذات کا ایک
حصہ ہیں' چند دن رے شہر میں قیام کرو' کسی کو یہ خبر نہیں ہونی چاہئے کہ تم یہاں سے نکل کر
رے پہنچے ہو' اس لئے میں کہہ رہا ہوں کہ آنے والی شب کے پچھلے حصے میں تم یہاں سے کوچ
کر جانا۔ رے میں قیام کے دوران بڑی رازداری کے ساتھ توزین' رفادہ اور بروزہ کو تلاش
کرو۔ اگر تو وہ تمہیں مل جاتی ہیں تو پھر یہ ہماری خوش قسمتی ہے۔ تم انہیں لے کر لشکر میں آ جانا'
لشکر میں زیادہ محفوظ رہیں گی اور یہیں سے پھر تم ہمدان شہر کی طرف چلے جانا اور اگر چند دن
قیام کرنے کے بعد تم توزین' رفادہ اور بروزہ کا اتا پتا کہیں نہیں ملتا اور تمہیں ناکامی کا منہ دیکھنا
پڑتا ہے تب رے شہر سے ہی ہمدان کا رخ کر جانا۔

ہمدان وہ شہر ہے جہاں میرے بڑے حمایتی ہیں۔ میں چاہتا ہوں وہاں کچھ عرصہ تم قیام
کرو' نئے لشکری بھرتی کرو اور وہیں ان کی تربیت کا کام سرانجام دو۔ اس مقصد کیلئے میں تمہیں
خاصی بڑی رقم بھی مہیا کروں گا' جو تم اپنے ساتھ لے کر جاؤ۔ اگر تم ہمدان شہر میں کوئی اچھا
لشکر ترتیب دینے' ان کو تربیت دینے میں کامیاب ہو گئے تو ایاز میرے بھائی آنے والے دور
میں نا صرف باغی قوتوں بلکہ اپنے دونوں بھائیوں یعنی سنجر اور محمد کے خلاف بھی ہم بڑی کامیابی
اور کامرانی سے ان سے نبٹ سکیں گے۔ اگر توزین' رفادہ اور بروزہ تمہیں مل جائیں اور وہیں
سے تم ہمدان جانا چاہو تو پھر ادھر ہی کوچ کر جانا۔''

سلطان برکیاروق کی اس تجویز سے ایاز نے اتفاق کیا تھا۔ پھر سلطان کے کہنے پر وہ
آرام کرنے کیلئے اپنے خیمے کی طرف چلا گیا اور آنے والی شب کے پچھلے حصے میں وہ لشکرگاہ
سے نکل کر رے شہر کی طرف کوچ کر گیا تھا۔

............*

سلطان برکیاروق کے سنجر اور محمد کے ساتھ مصروف جنگ رہنے اور مختلف بغاوتیں فرو
کرنے کی وجہ سے اس کی انتہائی مصروفیت سے اصفہان کے نواح میں شاہ در کے نام کے
قلعے کے حاکم ابن عطاش باطنی نے فائدہ اٹھایا۔ وہ اپنے اردگرد کے علاقوں میں لوٹ مار کا
بازار گرم کرنے سے ہچکچاتا رہا' پھر ایک روز جب وہ اپنے قلعے کے استحکامات کا جائزہ لے رہا
تو اس کا ایک خاص نمائندہ اس کے پاس آیا اور قلعے کے اوپر ایک برج میں جس وقت ابن

عطاش کھڑا تھا بڑی رازداری میں اسے مخاطب کر کے کہنے لگا۔

"ایک قاصد حسن بن صباح کی طرف سے آیا ہے وہ آپ کی خدمت میں حاضر ہونا چاہتا ہے۔"

ابن عطاش اس وقت برج میں اکیلا تھا لہٰذا اپنے اس آدمی کو مخاطب کر کے کہنے لگا۔

"اسے یہیں اسی برج کے اندر لے آؤ۔" لہٰذا اس کا وہ ہرکارہ برج سے نکل کر فصیل کی سیڑھیاں اترتا ہوا نیچے چلا گیا تھا۔

تھوڑی دیر بعد وہ ایک پہاڑی اور دیہاتی قسم کے شخص کو فصیل کی سیڑھیاں چڑھا کر برج میں لایا جس برج میں قلعہ شاہ در کا حاکم ابن عطاش اس کا منتظر تھا۔ حسن بن صباح کا ہرکارہ جب ابن عطاش کے پاس گیا تو ابن عطاش کو اس نے تعظیم دی، اس پر ابن عطاش نے اسے مخاطب کیا اور کہنے لگا۔

"کیا حسن نے تمہیں کوئی نیا اور اہم پیغام دے کر میری طرف روانہ کیا ہے۔"

جواب میں اس آنے والے ہرکارے نے پہلے اثبات میں گردن ہلائی، پھر کہنے لگا۔

"میں آپ کو حسن کی طرف سے دو باتیں کہنے کیلئے آیا ہوں۔ ایک خوشخبری ہے اور دوسری عمل سے تعلق رکھتی ہے۔ جو خوشخبری ہے، وہ یہ ہے کہ حسن بن صباح کی طرف سے کچھ جنگجو دستے کل رات کے وقت آپ کے پاس پہنچ جائیں گے جو یہاں قیام کے دوران ایک کام میں آپ کی مدد کریں گے، جس کام کا پیغام آپ کو حسن بن صباح نے دیا ہے۔"

"حسن کا پیغام یہ ہے کہ اس وقت برکیاروق، محمد اور سنجر تینوں بھائی آپس میں برسرپیکار ہیں۔ برکیاروق نے سنجر اور محمد کی دشمنی اپنے دل میں پال رکھی ہے جبکہ سنجر اور محمد برکیاروق کو اپنا بدترین دشمن سمجھ رہے ہیں اور ایک دوسرے کو نیچا دکھانے کے درپے ہیں۔

ان حالات میں حسن کا آپ کے نام یہ پیغام ہے کہ کچھ جنگجو تو پہلے ہی آپ کے پاس ہیں، جو دستے حسن نے آپ کی مدد کیلئے روانہ کئے ہیں وہ کل رات کے کسی بھی حصے میں آپ کے قلعے میں پہنچ جائیں گے۔ حسن چاہتا ہے کہ ان سب جنگجوؤں کے ساتھ آپ اپنے قلعے کے اطراف بلکہ اب دور دور کے چھوٹے شہروں اور قصبوں تک پھیل جائیں۔ لوگوں پر حملہ آور ہوں اور یہ ظاہر کریں کہ حملہ آور برکیاروق، سنجر اور محمد کی قوتیں ہیں جبکہ ان لوگوں کے سامنے اپنے آپ کو یہ پیش کرو کہ ہم ان حملہ آوروں سے لوگوں کا تحفظ کرنے والے اور بچانے والے

ہیں اور ایسا کر کے اپنے لئے دو فائدے اٹھاؤ۔"

"اول یہ کہ لوگوں کو باطن پرستی کی طرف لاؤ اور انہیں اسماعیلی گروہ میں شامل کرنے کی کوشش کرو۔"

"اور دوسرا اس سے بھی زیادہ اہم کام ہے اور وہ یہ کہ ان سارے چھوٹے شہروں، قصبوں میں لوٹ مار کا وہ بازار گرم کیا جائے کہ آپ کے قلعے میں اس قدر سامان خورد و نوش ہو جائے کہ اگر آپ کو سالوں تک بھی محاصرہ کرنے والی کسی قوت کا مقابلہ کرنا پڑے تو آپ مقابلہ کر سکیں۔"

"حسن بن صباح کا آپ کے نام یہ بھی پیغام ہے کہ جب آپ یہ کام کر گزریں گے تو آپ کے قلعے شاہ در میں آپ کی بہت بڑی طاقت اور قوت جمع ہو جائے گی اور اگر برکیاروق، سنجر یا محمد سے میں کوئی بھی آپ کے قلعے کو نشانہ بناتا ہے یا اسے فتح کرنے کی کوشش کرتا ہے تو آپ اپنا دفاع کر سکیں گے اور ان حالات میں حسن کی طرف سے بھی ان گنت جنگجو آپ کی مدد کیلئے پہنچیں گے۔ اس طرح آپ کا قلعہ بچانے کیلئے اندر سے آپ دفاعی حصار قائم کریں گے اور باہر سے حسن کے اپنے لشکری محاصرہ کرنے والوں پر جب حملہ آور ہوں گے تو قلعہ شاہ در کو فتح کرنا تو بہت دور کی بات بلکہ حملہ آور ہونے والی قوتیں زیادہ دن تک اس قلعے کا محاصرہ بھی جاری نہیں رکھ سکیں گی۔"

"حسن یہ بھی چاہتا ہے کہ جب آپ کے قلعے کے اندر آپ کی طاقت اور قوت ایسی ہو جائے کہ آپ بیرونی طاقتوں کا مقابلہ کرنے کے قابل ہو جائیں گے تب اپنے لشکر میں مزید اضافہ کرنے اور پھر آنے والے دور میں اسماعیلی وقار کو قائم رکھنے کیلئے آپ کے اور حسن کے درمیان گہرے روابط قائم رہیں گے۔ یعنی اگر کوئی قوت حسن پر حملہ آور ہوتی ہے تو آپ حسن کی مدد کو پہنچیں گے اور اگر آپ کے قلعے شاہ در کو کوئی اپنا ہدف بناتا ہے تو حسن کے لشکری اپنے قلعہ الموت سے نکل کر فوراً آپ کی مدد کو پہنچیں گے۔ اس طرح قلعہ الموت اور قلعہ شاہ در دونوں جگہ میں نا صرف یہ کہ اسماعیلی محفوظ رہیں گے بلکہ ان دونوں قلعوں میں اسماعیلیوں کی طاقت اور قوت بڑھتے بڑھتے ناقابل تسخیر صورت اختیار کر سکتی ہے۔"

حسن بن صباح کا وہ ہرکارہ جب خاموش ہوا تب ابن عطاش کچھ سوچتے ہوئے کہنے لگا۔

"حسن نے جو مشورہ بھیجا ہے وہ قابل عمل بھی ہے اور سودمند بھی ہے۔ ان دنوں سلطان
ملک شاہ سلجوقی کے تینوں بیٹے آپس میں الجھے ہوئے ہیں اور ان کی اس مصروفیت سے فائدہ
اٹھا کر ہم نہ صرف کھل کر اپنی تبلیغ کا کام سرانجام دے سکتے ہیں بلکہ دور دراز علاقوں تک تاخت
تاز کر کے اپنے مستقبل کیلئے بہت کچھ جمع کر سکتے ہیں۔"

یہاں تک کہنے کے بعد ابن عطاش رکا' پھر آنے والے اس ہرکارے کی طرف دیکھتے ہوئے کہنے لگا۔

"اب تم آرام کرو' کل شام کو جب حسن کے دستے یہاں پہنچ جائیں گے تو دو دن انہیں آرام دینے کے بعد ہم اپنی کارروائیوں کی ابتدائی کر دیں گے۔ تم واپس جا کر حسن سے کہنا کہ جس طرح اس نے کہا ہے اسی کے مطابق ہم حرکت میں آئیں گے اور اپنی طاقت اور قوت کو مضبوط اور مستحکم کریں گے۔"

اگلے روز حسن کی طرف سے بھیجے گئے دستے بھی پہنچ گئے اور ان دستوں کو دو دن آرام کرنے کا موقع فراہم کیا گیا۔ اس کے بعد ابن عطاش نے اپنے قلعہ شاہ در سے نکل کر مختلف سمتوں پر حملہ آور ہونا شروع کیا تھا۔

جہاں بھی وہ حملہ آور ہوتا' رات کے وقت کارروائیاں کرتا اور حملہ آور ہوتے وقت اس کے کچھ لشکری پیچھے رہتے' جو یہ شور کرتے رہتے تھے کہ حملہ آوروں کا تعلق سلطان برکیاروق سے ہے' کبھی وہ یہ مشہور کر دیتے کہ یہ سلطان محمد کے آدمی ہیں جو مختلف بستیوں اور شہروں کو لوٹ رہے ہیں تاکہ اس سے اپنے لشکر کے اخراجات چلائیں اور آپس کی لڑائیوں کو کسی اچھے انجام تک پہنچائیں۔

رات کے وقت یہ کارروائیاں کرنے کے بعد ابن عطاش کے لشکری دن کے وقت ان بستیوں کی طرف جاتے اور بڑے سادہ لباس میں اور نہتے ہو کر وہاں پہنچتے اور لوگوں کو تسلی و تشفی کیلئے ان سے ہمدردی کے الفاظ کہتے۔ اس پر انہوں نے سلطان برکیاروق اور محمد کے خلاف نفرت پھیلانی شروع کر دی تھی اور لوگوں کو اپنے حق میں کرنے کا سلسلہ شروع کر دیا تھا۔

............*

ایاز بن سیف الدین ایک روز اپنی حویلی کے صدر دروازے پر پہنچا۔ اس نے دیکھا

حویلی کا صدر دروازہ کھلا تھا۔ گھوڑے پر بیٹھے ہی بیٹھے وہ حویلی میں داخل ہوا' اصطبل کے اندر کچھ خشک چارہ تھا' گھوڑے کو اس نے دھانہ اتار کر چارے کے پاس باندھ دیا۔ گھوڑا شاید بھوکا تھا' بڑی رغبت کے ساتھ خشک گھاس کھانے لگا تھا۔ اصطبل سے نکل کر ایاز بن سیف الدین نے جب حویلی کے کمروں کا جائزہ لینا شروع کیا تو سب کمرے خالی تھے۔ نہ وہاں کوئی مسہری تھی' نہ آرائش کا سامان تھا۔ قیمتی پردے سب غائب تھے۔ توشک خانے میں جو سامان رکھا تھا وہاں بھی کچھ نہیں تھا' وہ مطبخ کی طرف گیا' وہ بھی خالی پڑا تھا۔ آخر اس نے بڑے رازدارانہ انداز میں حویلی کے اندر جو تہہ خانہ تھا' اس کا جائزہ لیا' وہ تہہ خانہ بھی اس وقت خالی پڑا ہوا تھا۔

حویلی کے سارے کمروں میں گھومنے اور وہاں سے مایوس ہو کر نکلنے کے بعد اس نے پھر اصطبل کا رخ کیا۔ گھوڑے کو کھول کر اسے دھانہ چڑھایا' پھر وہ اپنی حویلی سے نکلا' صدر دروازہ اس نے بند کر دیا' جونہی اپنے گھوڑے پر سوار ہونا چاہا تب ایک طرف سے ایک مسلح جوان آتا دکھائی دیا۔ اسے دیکھ کر ایاز بن سیف الدین ٹھٹکا' شاید وہ اس کا جاننے والا تھا' جب وہ قریب آیا تب ایاز بن سیف الدین نے اپنے دونوں بازو پھیلا دیئے اور آنے والا وہ مسلح جوان بھاگ کر ایاز بن سیف الدین سے لپٹ گیا تھا' جب دونوں علیحدہ ہوئے تو غور سے اس کی طرف دیکھتے ہوئے ایاز کہنے لگا۔

"جس وقت سلطان کی ماں کا گلہ گھونٹ کر ہلاک کیا جا رہا تھا اس وقت تم لوگ کہاں تھے۔"

وہ شخص جو مسلح ہو کر آیا تھا وہ شاید ان محافظوں میں سے تھا جو سلطان برکیاروق کی حویلی میں پہرہ دیتے تھے۔ چنانچہ ایاز بن سیف الدین کے اس سوال پر وہ اداس اور افسردہ ہو گیا' کہنے لگا۔

"جس وقت محمد اور اس کا وزیر دونوں رے شہر میں داخل ہوئے تو انہوں نے پہلے اور کوئی کام نہیں کیا' عبیداللہ سیدھا سلطان کی حویلی میں آیا' اس نے زبیدہ خاتون کو جب گرفتار کرنا چاہا تو سارے محافظوں نے مزاحمت کی' جس پر ان کا قتل عام شروع کرا دیا گیا۔ میں اور میرا ایک ساتھی دونوں پچھلے راستے سے بھاگ کر بڑی مشکل سے اپنی جانیں بچانے میں کامیاب ہوئے اور حویلی کے پچھواڑے ہی میں ہم چھپ گئے تھے۔"

"بعد میں زبیدہ خاتون کو پہلے زندان میں ڈالا گیا' پھر زندان سے نکال کر عبیداللہ
محترم خاتون کا گلہ گھونٹ کر ان کا خاتمہ کر دیا۔"

"اس کے بعد وہ آپ کی حویلی کی طرف گئے' آپ کے دادا اور دادی دونوں کو ق
کر لیا۔ اس موقع پر دونوں لڑکیاں توزین' رفادہ اور بروزہ تینوں تہہ خانے کی طرف جا
تھے۔ لہٰذا وہ تینوں عبیداللہ کے ہاتھ نہیں لگے۔ جتنا عرصہ محمد اور عبیداللہ نے رے شہ
گزارا وہ سارا عرصہ انہوں نے حویلی کے تہہ خانے میں گزارا۔ اس دوران ہم نے اپنی
دونوں بہنوں سے رابطہ قائم کر لیا تھا۔ ہمارے رابطہ قائم کرنے پر وہ بڑی خوش اور کسی حد
مطمئن تھیں۔ ہمارے کہنے پر وہ کبھی کبھی باہر آتیں اور مطبخ میں کھانا تیار کر کے پھر تہہ خا
کے اندر چلی جاتیں۔ ان دونوں بہنوں اور خاتون بروزہ کی بڑی مہربانی ان کا بڑا احسا
ہمارے کھانے کا بھی وہ اہتمام کر دیا کرتی تھیں۔ ہم شام تک باہر رہ کر ان کی نگرانی کر
تھے اور اسکے بعد ہم سلطان کی حویلی میں جا کر تہہ خانے میں چھپ جاتے تھے۔ اس طر
نے کئی ہفتے گزارے۔ خدا کا شکر ہے کہ آپ کی حویلی میں کھانے پینے کا بہت سا سامان
جو ان تینوں نے پہلے سے اس وقت تہہ خانے میں منتقل کر دیا تھا' جس وقت شہر کے اند
افواہ پھیلی تھی کہ محمد اپنے لشکر کے ساتھ رے شہر پہنچنے والا ہے۔

ہم امید تک نہیں کر سکتے تھے کہ محمد اور اس کا وزیر عبیداللہ سلطان کی ماں کو اس ط
بے دردی سے ہلاک کر دیں گے۔ اگر ہمیں پتا ہوتا تو ہم خاتون کو تہہ خانے میں لے جا
گو ہم نے بھی تھوڑی بہت احتیاط کی تھی' کچھ سامان ہم نے کھانے پینے کا اور ضروریات
دوسرا تہہ خانے میں منتقل کیا تھا' لیکن زبیدہ خاتون کے متعلق امید تھی کہ محمد اپنی سوتیلی
سے اچھا سلوک کرے گا' لیکن محمد اور اس کا وزیر عبیداللہ دونوں شیطان نما انسان اور چیر
دینے والا بھیڑیے ثابت ہوئے اور سلطان کی ماں کو انہوں نے ہلاک کر دیا۔ ہم نے
سلطان کی حویلی میں تہہ خانے میں سامان منتقل کیا تھا رات کی تاریکی میں وہ سامان بھی
نے اپنی بہن توزین اور رفادہ کے پاس منتقل کر دیا تھا۔"

یہاں تک کہنے کے بعد وہ مخبر جب خاموش ہوا تب ایاز بن سیف الدین بول اٹھا۔

"تم نے مجھے اتنی باتیں سنا دی ہیں' ابھی تک یہ نہیں بتایا کہ توزین' رفادہ اور بروزہ کہا
ہیں؟"

اس پر وہ شخص اداس اور افسردہ ہو گیا اور کہنے لگا۔

"وہ یہاں رے شہر میں نہیں ہیں۔ رے شہر سے نکل کر جو شاہراہ سبزوار کی طرف جاتی
ہے راستے میں وادی املح کے کوہستانی سلسلے میں سے گزرتی ہے' جہاں کوہستانی سلسلہ شروع
ہوتا ہے اس شاہراہ کے دائیں جانب ایک بستی ہے ہم نے اپنی دونوں بہنیں اور خاتون بروزہ
کو اسی بستی میں رکھا ہوا ہے۔ اس بستی میں میرا ماموں رہتا ہے' اس کی کوئی اولاد نہیں ہے بس
دونوں میاں بیوی ہیں' ان تینوں کو میں نے اپنے ماموں اور ممانی کے ہاں چھوڑا ہوا ہے اور
میرے ساتھ سلطان کی حویلی کا جو دوسرا محافظ ہے وہ بھی ان کی حفاظت کیلئے وہاں ہے۔ میں
نے یہاں رے شہر میں آ کر اس لئے قیام کر لیا تھا کہ جب کبھی بھی آپ یا سلطان اپنے لشکر
کے ساتھ رے شہر میں داخل ہوں گے تو ہم توزین' رفادہ اور توزین کی ماں بروزہ کو باہر لائیں
گے تاکہ وہ آپ کے ساتھ محفوظ مقام پر پہنچ جائیں۔"

وہ مسلح جوان جب خاموش ہوا تب ایاز بن سیف الدین نے اسے مخاطب کیا۔

"اس حویلی سے نکلتے ہی تم ان تینوں کو میرے پاس کیوں نہ لے آئے۔"

جواب میں دکھ بھرے انداز میں وہ شخص کہنے لگا۔

"امیر ایاز میں انہیں کیسے لے آتا' ان پر اور ہم پر جو بیتی کچھ نہ پوچھیں۔ ایک روز وہ
بیچاریاں دوپہر کے وقت کھانا تیار کرنے کیلئے تہہ خانے سے نکل کر مطبخ میں آئیں' اسی وقت
ہی سلطان محمد کے کچھ لشکری حویلی میں داخل ہوئے۔ اس موقع پر مطبخ سے نکل کر ان تینوں نے
تہہ خانے میں داخل ہونا چاہا لیکن مطبخ کے اندر ہی انہیں پکڑ لیا گیا' پکڑنے والے سلطان محمد
کے دو لشکری تھے۔ دوپہر کا وقت تھا' ہم نے اس وقت ان پر نگاہ رکھی ہوئی تھی' تینوں کو گرفتار
کرنے کے بعد وہ حویلی سے باہر نکلے' ہم اس وقت ان پر حملہ آور نہیں ہو سکتے تھے ورنہ شہر کے
اندر اور خصوصیت کے ساتھ محمد کے لشکر میں ہمارے خلاف شور مچ جاتا۔"

ان تینوں کو پکڑنے کے بعد انہوں نے بھی چوروں سا کام کیا' لشکر میں نہیں گئے بلکہ ان
دونوں نے یہ فیصلہ کیا کہ ان میں سے ایک توزین سے اور دوسرا رفادہ سے شادی کرے گا اور
اپنی منزل پر پہنچ کر وہ بروزہ کو وہ موت کے گھاٹ اتار دیں گے۔ چنانچہ وہ ان تینوں کو لے کر
چلے اور رے شہر سے نکل کر انہوں نے زیادہ سے زیادہ دو میل' تین میل ہی کا فاصلہ طے کیا ہوگا
کہ تین اشخاص جو خوب قد آور تھے' خوب مسلح تھے ان دو پر حملہ آور ہوئے' ان تینوں کو ان سے

چھین لیا' تینوں چھیننے والوں کا تعلق قلعہ شاہ در کے اسماعیلی اور باطنی حاکم ابن عطاش سے تھا۔

"چنانچہ وہ تین ان کو لے کر چل دیئے۔ اس شاہراہ کا رخ کیا جو اصفہان کی طرف جاتی تھی' ہم ذرا نگاہوں سے اوجھل رہ کر سارا معاملہ دیکھ رہے تھے۔ شہر سے چھ میل نکلنے کے بعد جب ہم نے یہ سوچا کہ اگر ان کو ہم یہاں قتل بھی کر دیں تو کوئی ہم سے نہیں پوچھے گا' ان کی چیخ و پکار بھی شہر تک نہیں جائے گی۔ لہٰذا ہم بڑی بے باکی کا مظاہرہ کرتے ہوئے ان پر حملہ آور ہو گئے۔ ان تینوں کو ہم نے موت کے گھاٹ اتار دیا۔

بروزہ' توزین اور رفادہ کو محفوظ کرنے کیلئے ہم انہیں وادی الملح کی اس بستی میں لے گئے جہاں میرا ماموں رہتا ہے۔ اس موقع پر میرے ساتھی نے کہا تھا کہ ان تینوں کو اصفہان کی شاہراہ پر سفر کرتے ہوئے آپ کے پاس لے جائیں' لیکن میں خطرہ محسوس کرتا تھا کہ اگر ابن عطاش کے کچھ لوگ ان پر حملہ آور ہوئے ہیں تو وہ صرف تین نہیں ہوں گے' ان علاقوں میں اور بھی شکاریوں کی طرح سرگرداں ہوں گے اور ایک بار پھر وہ ہم پر حملہ آور ہو کر ان تینوں کو ہم سے چھین لیں گے' اس لئے کہ ان اسماعیلیوں نے قلعہ الموت میں جو جنت بنا رکھی ہے اس کیلئے وہ خوبصورت لڑکیاں حاصل کرتے ہیں اور میرے خیال میں توزین اور رفادہ سے بڑھ کر ابھی تک کوئی حسین اور خوبصورت لڑکی نہ ہوگی۔ اس بنا پر وہ ان دونوں کو ضرور ہم سے چھین لیتے۔ پس اس خدشے کے تحت میں اور میرا ساتھی جس کا تعلق رے شہر سے ہے ان تینوں کو محفوظ کرنے کیلئے اس بستی کی طرف لے گئے۔"

یہاں تک کہنے کے بعد وہ شخص جب رکا' تب ایاز بن سیف الدین جواب میں کچھ کہنا ہی چاہتا تھا کہ کچھ لوگ شور کرتے ہوئے ان کی طرف بڑھے' پھر لوگوں کا ایک گروہ ان کی طرف آنا شروع ہوا جو سب مسلح تھے' قریب آ کر وہ سب ایاز بن سیف الدین سے ارادتمندی' چاہت اور محبت کا اظہار کرنے لگے۔ دراصل یہ وہ لشکری تھے جن کا تعلق سلطان برکیاروق سے تھا اور مختلف جنگوں میں جہاں کہیں بھی سلطان برکیاروق کو شکست ہوئی وہ ادھر ادھر بھاگ کر اپنی جانیں بچاتے رہے' جن کا تعلق رے سے تھا۔ وہ رے شہر ہی میں آ کر دن گزارنے لگے۔ اب جو انہیں خبر ہوئی کہ امیر ایاز بن سیف الدین رے شہر میں داخل ہوا ہے تو وہ بھاگے بھاگے اس کے پاس آئے اور اس کے اردگرد ایک اچھا خاصا مجمع جمع ہو گیا تو اس موقع پر انہیں مخاطب کر کے ایاز بن سیف الدین کہنے لگا۔

"تم جو مجھ سے چاہت اور محبت کا اظہار کر رہے ہو اس کیلئے میں تمہارا شکر گزار ہوں۔ میں نے یہاں سے نکل کر ہمدان کا رخ کرنا ہے۔ وہاں میں نے ایک لشکر جمع کرنا ہے اور وہاں ان کی تربیت کا کام سرانجام دینے کے بعد میں انہیں اپنے ساتھ سلطان برکیاروق کے پاس لے جاؤں گا' اب تم پہلے مجھے یہ بتاؤ کہ تم میں سے کون کون اس سلسلے میں میرا ساتھ دینے کیلئے تیار ہے' کون میرے ساتھ ہمدان کا رخ کرے گا۔"

اس پر سب ہاتھ فضا میں بلند کرتے ہوئے ایاز بن سیف الدین کا ساتھ دینے کے عزم کا اظہار کرنے لگے۔

ان کا یہ رویہ دیکھ کر ایاز بن سیف الدین بڑا خوش ہوا' پھر جب وہ خاموش ہوئے تب ایاز بن سیف الدین کہنے لگا۔

"مجھے چھوٹی سی ایک مہم کے سلسلے میں اس شاہراہ پر جانا ہے جو شاہراہ رے شہر سے نکل کر ہزوار کی طرف جاتی ہے۔ راستے میں جہاں کوہستانی سلسلہ شروع ہوتا ہے جسے وادی الملح کہتے ہیں' جہاں کوہستانی سلسلہ شروع ہوتا ہے وہاں دائیں جانب ایک بستی ہے اس بستی میں میرے کچھ اہل خانہ ہیں' وہ یہاں میری حویلی میں تہہ خانے میں قیام کئے ہوئے تھے۔ میرے دادا اور میری دادی کو تو محمد کے وزیر عبیداللہ نے پکڑ کر قتل کر دیا تھا لیکن میرے گھر کے تین اور افراد تھے جو وہاں جا کر چھپ گئے ہیں' اب ان تینوں کو وہاں سے نکال کر میں ہمدان کا رخ کروں گا' پھر تم لوگ میرے ساتھ چلنا۔"

اس پر وہ سب مسلح جوان کہنے لگے۔ آپ بے فکر رہیں ان علاقوں میں آپ کے دشمن بھی ہیں۔ لہٰذا ہم آپ کو اکیلا نہیں جانے دیں گے۔ کیونکہ ان علاقوں میں اکثر و بیشتر سلطان محمد کے لشکری بھی سرگرداں رہتے ہیں اور وہ آپ سے بڑے تنگ اور نالاں ہیں' اس لئے کہ آپ کی وجہ سے انہیں بدترین شکست کا سامنا کرنا پڑا ہے۔ لہٰذا وادی الملح کی جانب ہم سب آپ کے ساتھ جائیں گے۔ اس کے بعد آپ کے ساتھ ہی ہم ہمدان کی طرف روانہ ہو جائیں گے۔ آپ ہمیں صرف تھوڑا سا وقت دیں' ہم اپنے گھروں کو جاتے ہیں' تیاری کر کے پھر لوٹتے ہیں' اس کے بعد آپ کے ساتھ ہی روانہ ہوں گے۔"

ایاز بن سیف الدین نے اس سے اتفاق کیا' ان کا شکریہ بھی ادا کیا۔ لہٰذا وہ بھاگتے ہوئے وہاں سے چلے گئے تھے۔ زیادہ دیر نہ گزری تھی کہ وہ لوٹے سب مسلح تھے۔ اپنے

گھوڑوں پر سوار تھے اور گھوڑوں کے ساتھ انہوں نے دو دو تین تین دن کا زادراہ اور پانی باندھ رکھا تھا۔ یہ معاملہ دیکھ کر ایاز بن سیف الدین اور سلطان برکیاروق کی حویلی کا بے حد خوش ہوئے، پھر وہ ان سب کو لے کر رے شہر سے نکل کر اس شاہراہ پر روانہ ہوئے شاہراہ وادی الملح کے پاس سے گزر کر سبزوار شہر کی طرف جاتی تھی۔

............*

اسی روز مغرب کی نماز کے بعد ایک روز ایاز بن سیف الدین کے ساتھ جانے والا سلطان برکیاروق کا وہ محافظ وادی الملح کی بستی کے ایک دروازے پر دستک دے رہا تھا۔ پہلی دستک کے تھوڑی دیر بعد دروازہ کھلا، دروازہ کھولنے والا ایک بوڑھا شخص تھا۔ وہ شاید اس محافظ کا ماموں تھا۔ لہٰذا اس کو دیکھتے ہی اس نے بڑی بے چینی سے پوچھ لیا۔

”کیا امیر ایاز بن سیف الدین کا کچھ پتا چلا۔“

اس پر اس محافظ نے اپنے پیچھے کھڑے ایاز کی طرف دیکھا اور کہنے لگا۔

”امیر ایاز میرے ساتھ آئے ہیں، اب فکرمند کیوں ہوتے ہیں۔“

اس پر وہ بوڑھا آگے بڑھا، ایاز بن سیف الدین کو لپٹا کر ملا، اس کی پیشانی چومی، پھر کہنے لگا۔

”ہم صرف دو میاں بیوی ہیں، تین افراد کے یہاں آنے سے ہم خوش تو بے حد ہیں کہ ہمیں دو بیٹیاں اور ایک بہن مل گئی، لیکن یہاں ان کی زندگیاں خطرے میں ہیں۔ اگر کسی کو پتا چل گیا یہ دو لڑکیاں ہیں ان کی منگنی آپ سے ہو چکی ہے تو غضب ہو جائے گا۔ اگر حسن بن صباح یا قلعہ شاہ در کے حاکم ابن عطاش کو ان دونوں لڑکیوں کی خبر ہو گئی تب بھی مصیبت بن جائے گی، اس لئے کہ حسن بن صباح کے آدمی انہیں دیکھ چکے ہیں اور قلعہ شاہ در کے کچھ فدائی انہیں دیکھ کر گرفتار کر کے ساتھ لے جانے لگے تھے۔“

اس موقع پر سلطان برکیاروق کا محافظ اندر گیا۔ اس کے اندر جانے کے تھوڑی دیر بعد بروزہ، توزین اور رفادہ بھاگتی ہوئی باہر آئی تھیں اور دروازے کے قریب ہی صحن میں کھڑے ایاز بن سیف الدین کو دیکھتے ہوئے ان کی خوشی کی کوئی انتہا نہ تھی۔ تینوں اس کے گرد آ جمع ہوئیں، پھر توزین بولی اور ایاز بن سیف الدین کی طرف دیکھتے ہوئے کہنے لگی۔

"اللہ پاک کا شکر ہے کہ آپ آ گئے ہیں ورنہ ہم تینوں اپنی جانوں سے ہاتھ دھو بیٹھے تھے۔ کئی بار گرفتار ہو کر بچے ہیں۔ ان دو بھائیوں کی بڑی مہربانی جب تک زندہ رہیں گی ان دونوں بھائیوں کا شکریہ ادا کرتی رہیں گی کہ انہوں نے ہمیں محفوظ کیا۔ ورنہ بھیڑیے ہمیں چیر پھاڑ کر چکے ہوتے۔ ہمیں دادا اور دادی کی ہلاکت کا بھی بڑا دکھ....." اس کے ساتھ ہی تینوں رو دی تھیں۔ ایاز انہیں تسلی دینے لگا تھا۔

اس موقع پر ایاز بن سیف الدین نے برکیاروق کے اس محافظ کی طرف دیکھا اور کہنے لگا۔

"سب سے پہلے میں تمہارا، تمہارے ماموں اور ممانی کا شکریہ ادا کرتا ہوں کہ ان تینوں کو تم نے اپنے ہاں پناہ دی، ان کی دیکھ بھال کی۔ اب تم اور تمہارا دوسرا ساتھی پہلے کی طرح سلطان برکیاروق کی حویلی کے ساتھ ساتھ میری حویلی کی طرف بھی دھیان رکھنا۔ گو میری اور سلطان کی حویلی کو لوٹ لیا گیا ہے، لیکن بہرحال حویلی کی دیکھ بھال کرنا، ایک دن ضرور ایسا آئے گا جب ہم فخر سے اور محفوظ طریقے سے اپنی حویلیوں میں قیام کر سکیں گے۔"

اس پر اس محافظ نے سر کو جھکاتے ہوئے ایسا ہی کرنے کیلئے کہا، پھر توزین، رفادہ اور بروزہ کی طرف دیکھتے ہوئے ایاز بن سیف الدین کہنے لگا۔

"میں یہاں رکوں گا نہیں، میں نے یہاں سے سیدھا ہمدان کی طرف جانا ہے اور تم تینوں کو اپنے ساتھ لے کر جاؤں گا۔"

جواب میں رفادہ چونکنے کے انداز میں بولی اور کہنے لگی۔

"یہ آپ کیا کہہ رہے ہیں۔ حسن بن صباح کے آدمی ہی نہیں قلعہ شاہ در کے لوگ بھی ہمارے پیچھے ہیں۔ آپ جب اکیلے ہمیں لے کر نکلیں گے تو ہم بالکل ہی غیر محفوظ ہو جائیں گے۔"

ہلکا سا تبسم اس موقع پر ایاز بن سیف الدین کے چہرے پر نمودار ہوا، پھر کہنے لگا۔

"میری تم دونوں سے منگنی ہو چکی ہے اور میں اتنا بھی گیا گزرا نہیں کہ تم دونوں کے علاوہ بروزہ خاتون کی حفاظت کا انتظام نہ کر سکوں، تم اپنی تیاری کو آخری شکل دو جو سامان تمہارے پاس ہے اسے سمیٹو اور میرے ساتھ چلنے کیلئے تیار ہو جاؤ، جب تم حویلی سے باہر نکلو گی تو تمہیں خود ہی احساس ہو جائے گا کہ تم تینوں محفوظ ہو۔"

وہ تینوں اس محافظ کے ماموں اور ممانی سے اجازت لے کر حویلی کے اندرونی حصے کی طرف گئیں اور اپنا سامان نکالنے لگی تھیں۔ اس موقع پر اس محافظ کے ماموں اور ممانی کی طرف دیکھتے ہوئے ایاز بن سیف الدین کہنے لگا۔

"میں ایک بار پھر آپ کا شکر گزار ہوں کہ آپ نے ان تینوں کو یہاں پناہ دی، اگر میں اکیلا ہوتا تو ضرور یہاں قیام کرتا لیکن میرے ساتھ باہر میرے مسلح جوان کھڑے ہیں، اس لئے میں ابھی اسی وقت یہاں سے کوچ کروں گا۔"

اس پر اس محافظ کے ماموں نے جب باہر نکل کر دیکھا تو جہاں تک گلی خم کھاتی تھی سب مسلح جوان ان گھوڑوں پر تیار کھڑے تھے۔

یہ صورتحال دیکھتے ہوئے اس محافظ کے ماموں اور ممانی خوش ہو گئے تھے۔ اتنی دیر تک اس محافظ نے ان تینوں کے گھوڑوں پر زینیں ڈال کر دھانے چڑھا دیئے تھے، پھر وہ ان تینوں کو لے کر باہر آیا توزین، رفادہ اور بروزہ باہر نکلیں اور انہوں نے جونہی اس گلی کو آخری موڑ تک مسلح جوانوں سے بھرا ہوا پایا تو ان کی خوشی کی کوئی انتہا نہ تھی، پھر وہ تینوں اس محافظ کی ممانی سے ملیں، ایاز بن سیف الدین ان کے ماموں سے ملا، پھر وہ محافظ اور اس کا ساتھی بھی اپنے گھوڑوں پر سوار ہو کر ایاز بن سیف الدین کے ساتھ ہو لئے تھے۔

ایاز بن سیف الدین اپنے ان مسلح ساتھیوں کے ساتھ رے شہر کے راستے آیا، دونوں محافظوں کو سلطان برکیاروق کی حویلی کے پاس چھوڑا، پھر وہ جس قدر لشکری اس کے پاس جمع ہوئے تھے ان کا ساتھ توزین، رفادہ اور بروزہ کو لے کر بڑی تیزی اور برق رفتاری سے ہمدان شہر کا رخ کر رہا تھا۔

............*

ایاز بن سیف الدین نے ہمدان پہنچ کر اپنے کام کی ابتداء کی تھی۔ شہر میں جب یہ خبر پھیلی کہ سلطان برکیاروق کا سالار ایاز بن سیف الدین ہمدان پہنچا ہے اور یہاں اس نے لشکری بھرتی کر کے ان کی تربیت کا کام شروع کر دیا ہے، تب جنگجو جوان جوق در جوق اس کے پاس جمع ہونا شروع ہو گئے اور وہاں قیام کر کے ایاز بن سیف الدین نے ان کی تربیت کا کام شروع کر دیا تھا۔ سلطان برکیاروق کے ایک مداح نے ایاز بن سیف الدین کو ایک حویلی بھی دے دی تھی، جس میں اس نے توزین، رفادہ اور بروزہ کے قیام کا بندوبست کر دیا تھا۔

دوسری طرف سلطان برکیاروق کے ہاتھوں بدترین شکست اٹھانے کے بعد محمد جر
پہنچا اور وہیں قیام کر کے اپنے بھائی سنجر سے امداد کی درخواست کی۔ سنجر نے پہلے اپنے بھا
کی خواہش کے مطابق مال اسباب اور حرب وضرب کے آلات بھیج دیئے اور مؤرخین لکھ
کہ اس کے بعد وہ خود بھی اپنے بھائی کی دلجوئی اور اس کے ارادے سے خراسان سے ر
ہو کر جرجان پہنچا۔ اس طرح سنجر اپنے ساتھ ایک بہت بڑا لشکر لے کر اپنے بھائی محمد کی مد
آیا تھا۔ جنگ کے دوران محمد کے لشکری جو ادھر ادھر بکھر گئے تھے وہ بھی اس کے پاس آ
ہونا شروع ہو گئے تھے۔ اس موقع پر سلطان برکیاروق سے ایک غلطی ہوئی' جن دنوں ایاز
سیف الدین رے شہر سے نکل کر ہمدان شہر کی طرف چلا گیا تھا اس کے چند ہی ہفتے بعد سل
برکیاروق رے شہر پہنچا۔ رے میں قیام کے دوران ہی سلطان برکیاروق سے کچھ غلط
ہوئیں۔ مؤرخین لکھتے ہیں کہ برکیاروق نے فتح یاب ہو کر رسد کی کمی کی وجہ سے اپنے لش
منتشر کر دیا' اپنے ایک سالار داؤد بن صدقہ کو اس کے باپ کے پاس حلہ کی طرف چلے جا
کی اجازت دے دی تھی۔ اسی دوران آذربائیجان میں ایک شخص داؤد بن اسماعیل بن یعق
نے بغاوت کی تھی۔ اس کی سرکوبی کیلئے امیر کربوغا کو دس ہزار کا ایک لشکر دے کر روانہ
تھا۔

اس کے علاوہ ایاز بن سیف الدین پہلے ہی رے شہر سے نکل کر ہمدان میں پہنچ
اور نئے لشکری بھرتی اور ان کی تربیت کا فریضہ ادا کر رہا تھا۔

اس طرح سلطان کا لشکر ادھر ادھر بکھر گیا تھا۔ اس کے ساتھ چند مٹھی بھر جاں نثار رہ
تھے۔ اسی دوران سلطان برکیاروق کو یہ خبر ملی کہ اس سے شکست اٹھا کر محمد جرجان کی طرف
تھا' جہاں اس کا بھائی سنجر بھی ایک بہت بڑا لشکر لے کر اس کے ساتھ مل گیا ہے اور اب دو
بھائی ایک خاصا بڑا اور مضبوط لشکر لے کر برکیاروق پر ضرب لگانے کیلئے بڑھ رہے
سلطان برکیاروق کو جب خبر ہوئی کہ سنجر اور محمد نے آپس میں اتفاق کر لیا ہے اور اب دو
اپنے لشکروں کو متحد کر کے ایک بڑی عسکری قوت کے ساتھ رے شہر کی طرف بڑھ رہے
خبر سن کر سلطان برکیاروق پریشان اور فکرمند ہوا۔

مؤرخین لکھتے ہیں کہ جب سلطان برکیاروق کو کوئی تدبیر سمجھ نہ آئی تو اس نے ایاز
سیف الدین کے پاس ہمدان کی طرف کوچ کرنے کا فیصلہ کیا اور ہمدان کی طرف وہ روانہ

ہو گیا تا کہ امیر ایاز سے مل کر اپنی منتشر قوت کو سنبھالے۔

اثنائے راہ میں اسے یہ خبر بھی ملی کہ امیر ایاز نے نامہ و پیام کر کے محمد کی اطاعت قبول
کرلی ہے اور ساتھ ہی یہ خبر بھی ملی کہ محمد اور اس کا بھائی سنجر دونوں چند دن رے شہر میں قیام
کرنے کے بعد اب ہمدان کی طرف روانہ ہو گئے ہیں۔ گو اس خبر کو ماننے سے سلطان نے
انکار کر دیا تھا کہ ایاز محمد کے ساتھ مل گیا ہے۔ لیکن اپنے لشکریوں اور سالاروں کو گھر جانے کی
اجازت دے کر اب سلطان کے ہاتھوں کے طوطے اڑ گئے تھے اور پاؤں تلے سے زمین نکل
گئی تھی۔ چنانچہ وہ پہلے خوزستان کی طرف بڑھا' کوچ اور قیام کرتا ہوا تشتر شہر پہنچا۔ گو پہلے اس
کا رخ ہمدان کی طرف تھا اور ہمدان سے اس نے اپنا رخ اس لئے نہیں پھیرا تھا کہ ایاز محمد سے
مل گیا ہے وہ جانتا تھا کہ ایاز بن سیف الدین اس کا وفادار اور ایک پرخلوص ساتھی ہے۔ اس
بناء پر سلطان نے اس خبر کو زیادہ اہمیت نہ دی تھی اور نہ اس خبر کو سن کر اس نے ہمدان جانے کا
فیصلہ ملتوی کیا تھا۔

اصل بات یہ تھی کہ جب اسے یہ خبر ملی کہ سنجر اور محمد دونوں بھائی ایک بہت بڑا لشکر لے
کر رے سے نکل کر ہمدان کا رخ کر رہے ہیں' تب برکیاروق نے ہمدان کی طرف جانے کا
فیصلہ ملتوی کر دیا تھا۔ وہ جانتا تھا کہ اگر سنجر اور محمد رے سے نکل کر ہمدان کی طرف کوچ کر
رہے ہیں تب سلطان برکیاروق نے ان دونوں بھائیوں کی آمد کی وجہ سے ہمدان کی طرف
جانے کا اپنا فیصلہ موقوف کر دیا تھا۔ اس لئے کہ وہ جانتا تھا کہ سنجر اور محمد دونوں اگر ایک بہت
بڑا اور جرار لشکر لے کر رے سے ہمدان کی طرف جا رہے ہیں تو پھر اس کا ادھر جانا بیکار ہے۔
لہٰذا سلطان برکیاروق نے ان حالات میں یہ فیصلہ کر کے ہمدان جانا مناسب نہ سمجھا اور
اب اس نے خوزستان کا رخ کیا تھا۔ چنانچہ سلطان برکیاروق کوچ اور قیام کرتا ہوا پہلے تشتر شہر
پہنچا۔

دوسری طرف ہمدان میں مقیم ایاز بن سیف الدین بھی فکرمند ہو گیا تھا۔ گو اس نے پانچ
سے چھ ہزار لشکریوں کا لشکر تیار کر لیا تھا۔ لیکن اس کے باوجود وہ کچھ وقت چاہتا تھا تا کہ مزید
لشکری بھرتی کر کے اس کی تربیت مکمل کرے۔ لیکن جب اسے بتایا گیا کہ سلطان سنجر اور محمد
دونوں اپنے متحدہ لشکر کو لے کر ہمدان کی طرف بڑھ رہے ہیں تب ایاز بن سیف الدین نے
محمد کی طرف پیغام بھجوایا کہ اگر آپ دونوں بھائی آنے والے دور میں سلطان برکیاروق کے

خلاف جنگ نہیں کرتے سلطان محمد شاہ سلجوقی کی ساری سلطنت کا سلطان تسلیم کرتے ہیں اور آنے والے دور میں جن جن علاقوں میں اس نے آپ کو حاکم مقرر کیا ہے وہاں کے نظم و نسق میں مصروف رہتے ہیں اور سلطنت کے خلاف کوئی کارروائی نہیں کرتے تو پھر میں آپ کا ساتھ دینے کیلئے تیار ہوں۔

ایاز بن سیف الدین کا قاصد یہ پیغام لے کر جب محمد کے پاس پہنچا تو اس وقت اس کا بڑا بھائی سنجر بھی موجود تھا۔ چنانچہ جب محمد کے محافظ دستوں کے سالار نے ایاز بن سیف الدین کے قاصد کو ان دونوں بھائیوں کے سامنے پیش کیا' تب محمد اسے مخاطب کر کے کہنے لگا۔

”میں نے سنا ہے کہ ایاز بن سیف الدین ان دنوں ہمدان میں قیام کئے ہوئے ہے اور اس نے تمہیں میرے نام کوئی پیغام دے کر بھیجا ہے' کہو وہ کیا کہتا ہے۔“

اس پر قاصد نے جو شرائط ایاز بن سیف الدین نے پیش کی تھیں وہ محمد اور سنجر دونوں سے کہہ دی تھیں۔ یہ ساری شرائط سن کر ان دونوں بھائیوں کے چہرے پر طنزیہ سی مسکراہٹ نمودار ہوئی' پھر محمد بولا اور کہنے لگا۔

”یہ بھی سیف الدین کے بیٹے نے خوب کہی' اگر ہم برکیاروق کو اپنے باپ کی ساری سلطنت کا سلطان تسلیم کر لیں تو پھر قصہ ہی ختم ہو جاتا ہے۔ پھر ہماری حیثیت کیا رہتی ہے۔ ہم تو غلامانہ سی زندگی بسر کرنے پر مجبور ہو جائیں گے۔ رہا سوال ان علاقوں کا جن علاقوں پر برکیاروق نے ہمیں حاکم مقرر کیا ہے تو وہ برکیاروق کا ہم پر کوئی احسان نہیں' یہ سارے علاقے ہمارے باپ کی سلطنت میں شامل تھے اور اپنے باپ کی سلطنت سے ان علاقوں پر حکومت کرنا ہمارا حق بنتا ہے بلکہ ہم سمجھتے ہیں کہ برکیاروق نے ہمارے حق سے بہت کم دیا ہے۔ اس بنا پر جو شرائط ایاز بن سیف الدین نے دی ہیں کسی بھی صورت قبول نہیں کی جا سکتیں' واپس جا کر اسے بتانا کہ اس سے پہلے تم ہمارے ساتھ دھوکہ اور فریب کر چکے ہو اور ہمارے لشکر سے پانچ ہزار تیغ زنوں کو لے کر برکیاروق کی طرف چلے گئے تھے۔ اس کے باوجود اسے کہہ کہ میں تم پر اعتماد اور بھروسہ کرتا ہوں۔ اگر تم بغیر کسی شرط کے ہمارے لشکر میں شامل ہو جاؤ ہم ایک بار پھر تمہیں خوش آمدید کہیں گے۔“

یہاں تک کہنے کے بعد محمد جب خاموش ہوا تب وہ قاصد بولا اور کہنے لگا۔

”اگر آپ برا نہ مانیں تو جو شکایت آپ کو ہے وہی شکایت ایاز بن سیف الدین کو آپ سے ہے۔“

”کیسی شکایت......“ غور سے قاصد کی طرف دیکھتے ہوئے محمد نے پوچھ لیا۔ اس پر وہ قاصد بڑی جرأت مندی کا مظاہرہ کرتے ہوئے بول پڑا۔

”آپ کہتے ہیں ایاز نے آپ کو دھوکہ دیا' فریب دیا اور پانچ ہزار لشکریوں کو لے کر بھاگ گیا' بلکہ آپ کے سالاروں میں سے سرخاب بن کیمزو بھی اس کے ساتھ چلا گیا۔“

وہ قاصد یہیں تک کہنے پایا تھا کہ محمد بول اٹھا۔

”مجھے کیمزو کی حقیقت کا پہلے علم ہوتا تو میں اس کی گردن کاٹ دیتا۔ میرے خیال میں وہ ہمارے لشکر میں ایاز بن سیف الدین کے نمائندے کی حیثیت سے کام کرتا رہا ہے۔ اسے ساری خبریں پہنچاتا رہا ہے۔ بہرحال تم اپنی بات مکمل کرو ایاز کو ہم سے کیا شکوہ ہے۔“

جواب میں وہ قاصد بولا اور کہنے لگا۔

”ایاز بن سیف الدین کو آپ سے اور آپ کے مرنے والے وزیر سے سب سے بڑا شکوہ یہ ہے کہ جس وقت آپ رے شہر میں داخل ہوئے' داخل ہوتے ہی آپ کے وزیر نے جہاں زبیدہ خاتون کو ختم کیا وہاں ایاز بن سیف الدین کے دادا اور دادی کو بھی موت کے گھاٹ اتار دیا اور پھر آپ کے وزیر نے یہ پیغام بھجوایا کہ اگر تم اپنے دادا اور دادی کو زندہ حالت میں حاصل کرنا چاہتے ہو تو ہمارے لشکر میں شامل ہو جاؤ' اس ساری کارروائی کو ایاز بن سیف الدین دھوکہ اور فریب کہتا ہے۔ اس کا کہنا ہے کہ جب اس کے دادا اور دادی کو پہلے ہی موت کے گھاٹ اتار دیا گیا تھا تو پھر دھوکہ دہی سے اسے بلا کر آپ کے لشکر میں شامل کیا گیا۔“

قاصد جب خاموش ہوا تب شرمندگی میں محمد بغلیں جھانکنے لگا تھا' اس موقع پر پاس بیٹھے ہوئے سنجر نے بھی کچھ نہ کہا۔ یہاں تک کہ اپنی صفائی پیش کرتے ہوئے محمد کہنے لگا۔

”زبیدہ خاتون کو میں نے نہیں عبیداللہ نے قتل کیا تھا۔ ایاز بن سیف الدین کے دادا اور دادی کو بھی عبیداللہ نے موت کے گھاٹ اتارا تھا۔“

اس پر قاصد پہلے کی نسبت زیادہ جرأت مندی کا مظاہرہ کرتے ہوئے کہنے لگا۔

”اگر عبیداللہ نے یہ سارے کام کئے تھے تو وہ آپ کا وزیر تھا' آپ کے پوچھے بغیر وہ یہ کام کیسے کر سکتا ہے اور اگر اس نے یہ کام آپ کے پوچھے بغیر کئے ہیں تو اس کا مطلب ہے وہ

وزیر کوئی بھی کام آپ سے پوچھ کر نہیں کرتا تھا۔"

قاصد کی اس بات کو محمد نے برا مانا تھا' گھورنے کے انداز میں اس کی طرف دیکھا اور کہنے لگا۔

"تم اپنی حدود کو پار کر رہے ہو' زیادہ باتیں نہ بناؤ' اب تم جا سکتے ہو' جو پیغام میں نے تمہیں دیا ہے جا کر ایاز بن سیف الدین سے کہہ دینا' اگر وہ مان جائے تو اس کی بھلائی ہے۔ نہیں مانے گا تو پھر فیصلہ میدان جنگ میں ہوگا۔ اب ہم ہر صورت میں برکیاروق اور ایاز بن سیف الدین کو اپنے سامنے جھکنے پر مجبور کریں گے۔"

محمد کا یہ جواب سن کر قاصد وہاں سے نکل گیا تھا اور اسی روز وہ وہاں سے نکلا اور بڑی تیزی اور برق رفتاری کے ساتھ اس نے ہمدان کا رخ کیا تھا اور جو گفتگو ہوئی تھی اس نے ایاز بن سیف الدین سے کہہ دی تھی۔

ایاز بن سیف الدین نے دیکھا کہ اسکی شرطیں بھی نہیں مانی جا رہیں۔ سنجر اور محمد ہمدان کی طرف پیش قدمی بھی کرتے آ رہے ہیں تب اس نے ہمدان میں قیام کرنا بیکار سمجھا۔ چنانچہ جس قدر لشکری وہ جمع کر سکا تھا ان کو تھوڑی بہت تربیت دے سکا تھا ان سب کو اس نے ساتھ لیا اور توزین' رفادہ اور بروزہ کے ہمراہ وہ ہمدان سے نکل کر بڑی تیزی اور برق رفتاری کے ساتھ سلطان برکیاروق کی طرف کوچ کر گیا تھا۔ سلطان برکیاروق نے ان دنوں خوزستان کے علاقے تشتر شہر میں قیام کر رکھا تھا۔ دراصل اب وہاں قیام کر کے سلطان برکیاروق اپنے ایک فیصلے پر پچھتا رہا تھا۔ بظاہر اس نے سلطان محمد کو بدترین شکست دینے کے بعد اپنے لشکریوں کو ستانے کا موقع فراہم کیا تھا اور ان کے پاس جو مال غنیمت جمع ہو گیا تھا اس کیلئے بھی اس نے احکامات جاری کئے کہ وہ اپنے گھروں کو جائیں' کچھ عرصہ ستالیں مال غنیمت اپنے اہل خانہ کو دیں اور واپس لشکر میں آ جائیں۔ اسی دوران محمد اور سنجر نے آپس میں اتفاق کر لیا اور ان کا متحدہ لشکر ایک بہت بڑے طوفان کی شکل اختیار کر گیا' تب برکیاروق بڑا پریشان ہوا' اب وقت نہیں تھا کہ وہ اپنے سارے لشکریوں کو بلائے امیر کربوغا آذربائیجان کی طرف تھا' باقی چھوٹے موٹے سالار اور لشکری بھی اپنے اپنے گھروں کو جا چکے تھے۔ ایسے میں جب ایک چھوٹے سے لشکر کے ساتھ ایاز بن سیف الدین خوزستان کے علاقے تشتر پہنچا اور وہاں سلطان کے پڑاؤ میں داخل ہوا تو سلطان برکیاروق کی خوشی کی کوئی انتہا نہ تھی۔ شاندار

انداز میں اس نے ایاز کا استقبال کیا' لشکری وہاں پڑاؤ کرنے لگے جبکہ برکیاروق ایاز کو اور اس کے ساتھ توزین' رفادہ اور بروزہ کو اپنے خیمے میں لے گیا تھا۔ توزین' بروزہ اور رفادہ کو ایک خیمے میں منتقل کر دیا گیا' جس خیمے میں سلطان برکیاروق کے اہل خانہ تھے جبکہ وہ خیمہ جس میں سلطان عموماً اپنے سالاروں اور امراء سے صلاح مشورہ کرتا تھا ایاز بن سیف الدین کے ساتھ وہ اسی خیمے میں داخل ہوا' دونوں جب بیٹھ گئے تب غور سے ایاز بن سیف الدین کی طرف دیکھتے ہوئے سلطان برکیاروق کہنے لگا۔

"میں خوزستان کی طرف آنے سے پہلے تمہاری طرف ہمدان کا رخ کرنا چاہتا تھا کہ راستے میں مجھے پتا چلا کہ امیر ایاز محمد سے مل گیا ہے' میرا دل نہیں مانتا تھا لیکن کیونکہ سنجر اور محمد دونوں اتفاق کر کے ہمدان کی طرف بڑھے تھے۔ لہٰذا میرا دل کہتا تھا کہ تم نے جس قدر لشکری جمع کر لئے ہوں گے انہیں لے کر ہمدان چھوڑو گے اور میرے پاس آ جاؤ گے۔"

اس پر ایاز بولا اور کہنے لگا۔

"سلطان محترم اس میں کوئی شک نہیں کہ میں نے ایک قاصد محمد کی طرف بھجوایا تھا۔ دراصل میں چاہتا تھا کہ ہمدان میں مجھے زیادہ سے زیادہ قیام کرنے کا موقع مل جائے تاکہ میں وہاں اچھا خاصا لشکر تیار کر لوں' اس کی تربیت کا کام بھی مکمل کر لوں۔ قاصد میں نے اس لئے بھیجا تھا کہ جو لشکری جمع ہو سکے تھے ابھی تک میں نے ان کی تربیت کا کام مکمل نہیں کیا تھا۔ اسی بناء پر میں نے اپنے قاصد کے ہاتھ محمد کے نام یہ پیغام بھیجا تھا کہ اگر سنجر اور محمد دونوں ان تمام علاقوں کا جس پر اس سے پہلے سلطان ملک شاہ سلجوقی کی حکومت تھی ان کا سلطان برکیاروق کو تسلیم کر لیں۔ سلطان برکیاروق نے جن جن علاقوں پر دونوں بھائیوں کو عامل مقرر کیا ہے انہیں علاقوں میں اپنے آپ کو محدود رکھیں اور ان علاقوں کی ترقی اور دیکھ بھال کریں اور یہ کہ آنے والے دور میں کبھی سلطان برکیاروق کے خلاف لشکر کشی نہیں کریں گے تو میں محمد کا ساتھ دینے کیلئے تیار ہوں۔"

"محمد نے چونکہ ان شرائط کو تسلیم کرنے سے انکار کر دیا تھا۔ لہٰذا مجبوراً مجھے ہمدان سے نکلنا پڑا۔ میں نے یہ سارا کھیل ان سے اس لئے کھیلنے کی کوشش کی تاکہ مجھے ہمدان میں قیام کر کے خاصا بڑا لشکر جمع کرنے کا موقع مل جائے۔ جب انہوں نے میری شرائط کو تسلیم نہ کیا تو میں وہاں سے نکل کر سیدھا آپ کی طرف چلا آیا۔"

سلطان برکیاروق نے ایاز بن سیف الدین کا شکریہ ادا کیا' پھر کہنے لگا۔

''سب سے پہلے میں تمہیں اس بات کی مبارکباد دیتا ہوں کہ توزین' رفادہ اور بروزہ
گئی ہیں۔ پہلے یہ کہو کہ یہ ملی کہاں سے۔ حالانکہ تمہاری آمد سے تھوڑی دیر پہلے میری کو
تمہاری آمد کے علاوہ توزین' رفادہ اور بروزہ کے ملنے کی بھی اطلاع دے چکے ہیں۔'' اس
ایاز بولا اور کہنے لگا۔

''سلطان محترم! محمد کے وزیر نے جس وقت آپ کی والدہ محترمہ کو موت کے گھا
اتارا تھا تو آپ کی حویلی کے دو محافظ اپنی جانیں بچا کر بھاگ گئے تھے اور جس وقت عبد
نے میرے دادا اور دادی کو قتل کیا اس وقت توزین' رفادہ اور بروزہ حویلی کے تہہ خانے میں
گئی تھیں' پھر وقفے وقفے سے دوپہر کے وقت کھانا پکانے کیلئے باہر نکلتی تھیں کہ ایک روز محم
لشکریوں نے انہیں گرفتار کرلیا۔ وہ لشکری تعداد میں دو تھے۔ تینوں کو گرفتار کرکے وہ محمد کے
میں نہیں گئے بلکہ اپنے گھروں کو جانے لگے۔ انہوں نے ارادہ کرلیا تھا کہ ان میں سے ا
توزین سے شادی کرے گا اور دوسرا رفادہ سے' ابھی وہ راستے ہی میں تھے کہ قلعہ شاہ در
فدائی جو ابن عطاش کے لوگ ہیں وہ ان پر حملہ آور ہوئے اور توزین' بروزہ اور رفادہ کو
سے چھین لیا توزین اور رفادہ کی خوبصورتی سے متاثر ہو کر وہ انہیں حسن بن صباح کے پا
لے جانا چاہتے تھے لیکن پیچھے پیچھے آپ کی حویلی کے وہ دو محافظ بھی لگے ہوئے تھے۔ لہٰذا
مناسب جگہ پر وہ دونوں محافظ حملہ آور ہوئے ابن عطاش کے ان فدائیوں کا انہوں نے
تمام کردیا اور انہیں موت کے گھاٹ اتارنے کے بعد ان میں سے ایک محافظ کا ماموں ر
سے جو شاہراہ سبزوار کی طرف جاتی ہے اس کے کنارے ایک بستی میں رہتا تھا وہاں تینوں
محفوظ کردیا اور جب میں آپ کے حکم پر رے پہنچا تو اس محافظ نے مجھ سے رابطہ قائم کیا'
اس کے ساتھ گیا اور تینوں کو وہاں سے نکال کر ہمدان لے گیا اور ہمدان سے اب آپ
پاس آ گیا ہوں۔''

ایاز بن سیف الدین جب خاموش ہوا تب برکیاروق نے کچھ سوچا' پھر کہنے لگا۔

''میرے بھائی اب بتا ہمیں کیا کرنا چاہئے۔ اس وقت چھوٹا سا لشکر میرے پاس
اور چھوٹا سا لشکر تم ہی لے آئے ہو' لیکن اس لشکر کی سنجر اور محمد کے لشکر کے سامنے کوئی حیثیت
نہیں ہے۔ ان ساری چیزوں کو سامنے رکھتے ہوئے پھر یہ بھی دیکھو کہ لشکر جمع کرنے کیلئے

رائے کی بھی ضرورت ہوگی اور تربیت یافتہ لشکری بھی چاہئے ہوں گے۔ اب بتاؤ ان دونوں
ال کو سامنے رکھتے ہوئے ہمیں کون سا قدم اٹھانا چاہئے۔''

جواب میں ایاز بن سیف الدین تھوڑی دیر خاموش رہ کر کچھ سوچتا رہا' پھر سلطان
کیاروق کو مخاطب کرکے کہنے لگا۔

''سلطان محترم! پریشان ہونے کی ضرورت نہیں ہے۔ آپ جانتے ہیں میں مایوسی کا
ادہ نہیں اوڑھتا۔ اس وقت میرے ذہن میں جو تجویز آئی ہے وہ یہ کہ یہاں رہ کر وقت ضائع
یں کرنا چاہئے' بلکہ یہاں سے سیدھا بغداد کا رخ کریں۔ میرے ہمدان سے نکلنے کے بعد
جر اور محمد ہمدان پر قبضہ تو کرلیں گے' اس وقت تک ہمیں بغداد پہنچ جانا چاہئے۔ پہلا یہ قدم
ائیں گے کہ اس سلسلے میں خلیفہ بغداد سے مدد طلب کریں گے اور کہیں گے کہ لوگوں کی
ثریت نے سلطان برکیاروق کو سلطان تسلیم کیا ہے۔ لہٰذا دیگر دعویداروں کے مقابلے میں
لطان برکیاروق کی مدد کرنا آپ کا فرض ہے اور مجھے امید ہے کہ خلیفہ بغداد ہمیں مایوس نہیں
رے گا۔ اس کے بعد ہم بغداد میں جو بڑے بڑے صاحب ثروت لوگ بیٹھے ہوئے ہیں ان
ے بھی کچھ نہ کچھ حاصل کریں گے اور امید ہے کہ ایک بڑا لشکر تیار کرکے خم ٹھونک کر ہم سنجر
ر محمد کے مقابلے میں نکل سکیں گے اور انہیں اپنے سامنے دبا کر رکھیں گے۔''

ایاز بن سیف الدین کی اس تجویز سے سلطان برکیاروق نے اتفاق کیا تھا۔ چنانچہ
وزستان کے علاقے تشتر سے انہوں نے اپنے اس چھوٹے سے لشکر کے ساتھ کوچ کیا اور
نزل پر منزل مارتے ہوئے بڑی تیزی اور برق رفتاری کے ساتھ بغداد کی طرف بڑھے تھے۔

مؤرخین لکھتے ہیں کہ سلطان برکیاروق اور امیر ایاز کوچ و قیام کرتے ہوئے 15 ذیقعد
ہجری 494ء کو بغداد میں داخل ہوئے' کیونکہ تنگ دستی میں مبتلا ہو چکے تھے' اس لئے خلافت
آب سے خرچ کیلئے رقم طلب کی' آگے مؤرخین مزید لکھتے ہیں کہ خلیفہ نے بڑی ردوکد کے
بعد صرف 85 ہزار دینار کے ساتھ سلطان برکیاروق کی مدد کی اور ساتھ ہی مؤرخین یہ بھی لکھتے
یں کہ لیکن اس رقم سے برکیاروق کا کام نہ چل سکتا تھا۔

یہاں سلطان برکیاروق کو اچانک ایک بڑی مدد مل گئی' وہ یہ کہ جبلہ شہر کے قاضی ابو محمد
عبداللہ بن منصور انہی دنوں بغداد شہر میں داخل ہوئے' دراصل بن منصور فرانسیسیوں سے جنگ
کرنے کیلئے گئے تھے۔ اس جنگ کے دوران انہوں نے بہت مال و متاع جمع کیا تھا گو آخری

جنگ میں انہیں فرانسیسیوں کی بہت بڑی تعداد کے مقابلے میں پسپا ہونا پڑا۔ اس بناء پر انہوں نے بغداد کا رخ کیا تھا۔ چنانچہ نصرانیوں سے ٹکراؤ کے نتیجے میں جس قدر مال و متاع اور مال غنیمت قاضی ابومحمد بن عبداللہ بن منصور کو ملا تھا وہ سارا کا سارا سلطان برکیاروق کو دے دیا گیا تھا۔

اس کے علاوہ بغداد شہر کے لوگوں سے بھی سلطان کو بہت کچھ ملا‘ جو لوگ صاحب ثروت تھے انہوں نے بڑی بڑی رقوم سلطان برکیاروق کے حوالے کیں تاکہ وہ عالم اسلام میں امن قائم کر سکے اور یورپ کی وہ قوتیں جو امڈ امڈ کر مسلمانوں کے علاقوں پر حملہ آور ہو رہی ہیں ان کے سامنے مسلمانوں کا دفاع کر سکے۔

سلطان برکیاروق اور امیر ایاز بن سیف الدین کے پاس اب مال کی کمی نہ رہی تھی بہت کچھ انہیں مل گیا تھا۔ بغداد کے مخیر حضرات نے انہیں بہت کچھ دیا۔ اس کے علاوہ اردگرد کے علاقوں سے وہ لشکری جو سلطان ملک شاہ سلجوقی کی سلطنت سے محبت کرتے تھے وہ بھی جوق در جوق سلطان برکیاروق کے لشکر میں شامل ہونے لگے۔ لیکن حالات اور وقت کی ستم ظریفی کہ انہی دنوں سلطان برکیاروق بری طرح بخار میں مبتلا ہوا علاج شروع ہوا‘ لیکن بخار میں کوئی افاقہ نہ ہوا‘ جس پر سلطان برکیاروق اس بخار کی وجہ سے ایک طرح معذور ہو کر رہ گیا تھا۔

سلطان برکیاروق ابھی اسی موسمی بخار ہی میں مبتلا تھا کہ اس کے مخبروں نے یہ اطلاع دی کہ ایک بہت بڑے اور جرار لشکر کے ساتھ سنجر اور محمد دونوں بھائی مار دھاڑ کرتے ہوئے بڑی تیزی کے ساتھ بغداد کا رخ کیے ہوئے ہیں۔

یہ خبر سلطان برکیاروق اور ایاز بن سیف الدین کیلئے بڑی حوصلہ شکن تھی۔ اس لئے کہ سلطان بخار سے گو کچھ افاقہ حاصل کر چکا تھا‘ لیکن ابھی تک وہ صحیح طرح سے گھوڑ سواری اور جنگ میں حصہ لینے کے قابل نہ ہوا تھا۔

اس صورتحال کو دیکھتے ہوئے سلطان برکیاروق نے ایاز کے ساتھ مشورہ کیا۔ یہ طے پایا کہ بغداد کے اس حصے سے نکل کر دریا دجلہ کے غربی حصے کی طرف جا کر اپنے آپ کو استوار کرنا چاہئے اور اگر سنجر اور محمد دونوں بغداد پہنچتے ہیں‘ جنگ کا ارادہ رکھتے ہیں تو پھر دیکھیں گے ان سے کیسے نبٹنا ہے۔

چنانچہ اس تجویز پر عمل کیا گیا۔ برکیاروق اور ایاز اپنے لشکر کو لے کر دریائے دجلہ کے غربی جانب چلے گئے اور کنارے کے بالکل ساتھ پڑاؤ کر لیا تھا۔

ادھر پہنچنا تھا کہ دور اور نزدیک کے لوگوں کو خبر ہوئی کہ سلطان برکیاروق نے دریائے دجلہ کے غربی حصے میں قیام کیا ہوا ہے اور یہ کہ سنجر اور محمد سلطان برکیاروق کی حکومت کو تسلیم نہیں کرتے۔ یہ بھی خبریں پہنچیں کہ سلطان برکیاروق نے کیونکہ اپنے لشکریوں کو گھر جانے کی اجازت دی تھی‘ اس لئے اس کے پاس ایک چھوٹا سا لشکر ہے یہ خبریں اب دور دور تک پھیلنے لگیں۔ سلطان نے اپنے جن لشکریوں کو اپنے اپنے گھروں کی طرف روانہ کیا تھا وہ بھی طوفانی انداز میں حرکت میں آئے اور سلطان کے پاس واپس پہنچنا شروع ہو گئے۔ دوسری اچھی اور سلطان کے حق میں بہتر بات یہ ہوئی کہ امیر کربوغا جیسے سلطان نے ایاز بن سیف الدین کے ہمدان کی طرف روانگی کے بعد آذربائیجان کی طرف روانہ کیا تھا‘ وہ بھی دس ہزار کے جس لشکر کو لے کر آذربائیجان گیا تھا‘ اس لشکر کو لے کر واپس آ گیا تھا۔ اس کے علاوہ سلطان برکیاروق کے دوسرے سالار چکرمش‘ قماج‘ سرخاب بن بدر اور سرخاب بن کیخسرو بھی لوٹ آئے تھے۔ اس طرح سلطان کے پاس اپنی پہلی طاقت اور قوت مجتمع ہو گئی تھی بلکہ اردگرد کے جو لشکری اس کے لشکر میں شامل ہوئے تھے‘ اس سے سلطان کے لشکر کی تعداد مزید بڑھی تھی۔

سنجر اور محمد دونوں بھائیوں کے بغداد آنے سے متعلق مؤرخین کچھ اس طرح بیان کرتے ہیں۔

محمد اور سنجر نے ہمدان پر قبضہ کرنے کے بعد سلطان برکیاروق کے تعاقب کی غرض سے حلوان کی طرف کوچ کیا۔ حلوان میں ان کا ایک اور ساتھی اپنے لشکر کے ساتھ حاضر ہوا اور اپنی خدمت ان دونوں بھائیوں کو پیش کیں‘ اس کے محمد کے لشکر میں اور زیادہ اضافہ ہو گیا اور اس کی طاقت بڑھ گئی۔ لہٰذا وہ بغداد کی جانب روانہ ہوئے۔

آگے مؤرخین مزید لکھتے ہیں کہ سلطان برکیاروق اس وقت بستر علالت پر پڑا ہوا تھا۔ چنانچہ محمد اور سنجر کی آمد کا سن کر برکیاروق اور اس کے ہمراہی گھبرا گئے‘ بادل نخواستہ بغداد کو خیرباد کر کے دریائے دجلہ کے غربی جانب چلے گئے۔

محمد 494 کے آخر میں بغداد میں داخل ہوا‘ اس طرح دریائے دجلہ محمد اور سلطان برکیاروق کے بیچ میں حائل تھا۔ ایک کنارے پر سلطان برکیاروق کی سپاہ تھی۔ دوسرے

کنارے پر محمد کی۔ یہ بھی کہا جاتا ہے کہ دو مختلف کناروں پر پڑاؤ کرنے کے بعد لشکریوں نے ایک دوسرے پر آوازیں کسیں اور مؤرخین کہتے ہیں کہ محمد کے لشکریوں نے سلطان برکیاروق اور اس کے لشکریوں کو باطنی باطنی کہہ کر پکارا' دونوں لشکریوں کے درمیان سخت کلامی بھی ہوئی ساتھ ہی تیراندازی بھی کی گئی' جب انہیں باطنی باطنی کہہ کر پکارا گیا تو سلطان برکیاروق کو اس کا بڑا دکھ اور صدمہ ہوا۔ دراصل اصفہان سلطان برکیاروق کا شہر تسلیم کیا جاتا تھا اور اس شہر کے قریب ہی شاہ در کا قلعہ تھا' جس کا حکمران ابن عکاش باطنی تھا' اس نے مسلمانوں کے علاقوں پر اب لوٹ مار شروع کر رکھی تھی۔ سلطان برکیاروق ابھی تک اس کے خلاف حرکت میں نہیں آیا تھا' اس کے علاوہ سلطان برکیاروق کے اپنے لشکر میں بھی کچھ باطنی تھے جو ابن عکاش اور حسن بن صباح کے خاص آدمی تھے' اس بناء پر مخالفین نے سلطان برکیاروق اور اس کے لشکریوں کو باطنی باطنی کہہ کر پکارا تھا' جس کا سلطان برکیاروق کو سخت صدمہ ہوا اور اسی دن سے ہی سلطان نے باطنیوں یعنی ابن عکاش اور ابن صباح کے آدمیوں کے خلاف حرکت میں آنے کا فیصلہ کر لیا تھا۔

مؤرخین لکھتے ہیں کہ محمد نے دارالخلافہ بغداد میں داخل ہو کر تعمیر سلطنت میں قیام کیا۔ خلیفہ مستظہر باللہ کا مبارک نامہ اس کیلئے صادر ہوا' اس کے نام کا خطبہ پڑھا جانے لگا اور اس کا بھائی سنجر بغداد شہر کے سابق کوتوال سعداللہ جو سلطان برکیاروق کے حق میں لڑتا ہوا شہید ہو گیا تھا' اس کے ہاں اس نے قیام ہوا تھا۔ اس موقع پر سلطان برکیاروق کو ایک نقصان بھی اٹھانا پڑا اور وہ نقصان صلہ شہر کے حاکم امیر صدقہ کی جانب سے تھا۔

مؤرخین لکھتے ہیں کہ بغداد میں قیام کے دوران سلطان برکیاروق نے اپنے وزیر ابوالمحاسن کو صلہ کے علاقے کے حاکم امیر صدقہ سے یہ مطالبہ کرنے کیلئے قاصد بھجوانے کو کہا کہ اس کے ذمے دس لاکھ کا حساب بنتا ہے۔ چنانچہ وہ رقم ادا کرے ورنہ وہ رقم اس سے زبردستی وصول کی جائے گی اور اگر حلہ کا حاکم امیر صدقہ ایسا نہیں کرتا تو پھر حلہ کا علاقہ اس سے واپس لے لیا جائے گا۔

سلطان برکیاروق کے وزیر ابوالمحاص کا یہ پیغام سن کر مؤرخین لکھتے ہیں کہ حلہ کا حاکم امیر صدقہ آگ بگولہ ہو گیا۔ چنانچہ اسی وقت اس نے سلطان برکیاروق کی اطاعت سے منحرف ہو کر محمد اور سنجر کا ساتھ دینے اور ان کا مطیع ہو کر کام کرنے کا فیصلہ کیا تھا۔

برکیاروق کو جب امیر صدقہ کی اس ضد اور ہٹ دھرمی کا علم ہوا تو اسے دوسرے قاصد کے ذریعے اپنے پاس طلب کیا اور اس سے درگزر کرنے کا وعدہ کیا۔ اس قاصد کے ہاتھ مؤرخین یہ بھی لکھتے ہیں کہ امیر ایاز بن سیف الدین نے تمام مطالبات کی ذمہ داری بھی لی' لیکن امیر صدقہ نے ایک بھی نہ سنی۔ اسی امر پر اصرار کرتا رہا کہ سلطان برکیاروق اپنے وزیر ابوالمحاسن کو میرے حوالے کر دے کہ اس نے مجھ سے رقم کا مطالبہ کیوں کیا ہے۔ دراصل امیر صدقہ سلطان برکیاروق کے وزیر ابوالمحاسن کو اس لئے قتل کرنا چاہتا تھا کہ اس نے اس سے اس رقم کا مطالبہ کیا تھا جو اس کے ذمے بنتی تھی۔

اس کے ساتھ ہی حلہ کے حاکم امیر صدقہ نے یہ بھی فیصلہ کیا کہ اس نے اپنے لشکر کے ساتھ حرکت میں آتے ہوئے کوفہ پر حملہ کر دیا۔ کوفہ سلطان برکیاروق کی عملداری میں شامل تھا اور وہاں سلطان برکیاروق کی طرف سے جو عامل مقرر تھا' اسے امیر صدقہ نے حملہ آور ہو کر مار بھگایا اور کوفہ پر اس نے قبضہ کر لیا تھا۔

بہرحال اب حالت یہ تھی کہ دریائے دجلہ کے ایک کنارے سنجر اور محمد کا لشکر تھا اور دوسرے کنارے پر سلطان برکیاروق کا لشکر تھا۔ برکیاروق کے پاس اگر پہلے جیسا چھوٹا لشکر ہوتا تو شاید وہاں سے ہٹ جاتا' چونکہ اسکے وہ سارے لشکری جو اپنے گھروں کو گئے تھے لوٹ آئے' جو بڑے سالار تھے وہ بھی اس کے پاس پہنچ چکے تھے دس ہزار کا لشکر امیر کربوغا جو آذربائیجان لے کر گیا ہوا تھا وہ بھی لوٹ آیا تھا' اسی بناء پر سلطان برکیاروق اب سنجر اور محمد کے مقابلے میں جم گیا تھا۔

............*

سلطان برکیاروق کو اب بخار سے نجات مل گئی تھی۔ اس کی حالت اب پہلے سے
بہتر ہو گئی تھی۔ ایک روز وہ اپنے خیمے میں بیٹھا آرام کر رہا تھا کہ خیمے میں ایاز بن سیف ا
داخل ہوا۔ سلطان نے جس نشست کی طرف اشارہ کیا اس پر وہ آگے بڑھ کر بیٹھ گیا۔
بیٹھنے کے ساتھ ہی ایاز نے سلطان برکیاروق کو مخاطب کیا اور کہنے لگا۔
"سلطان محترم! اگر ہم چاہیں تو یہاں مزید عرصہ قیام کر سکتے ہیں۔ ہمارے پاس
کافی سامان ہے۔ اس کے علاوہ آس پاس کے علاقے کے لوگ بھی رضا کارانہ طور پر
ضرورت کا سامان مہیا کر رہے ہیں۔ سلطان محترم ہمیں اب یہاں بیکار نہیں بیٹھنا چاہئے۔
نے ایک منصوبہ بندی کی ہے۔ اس کا ذکر ابھی میں نے اپنے کسی ساتھی یا سالار سے نہیں
سیدھا آپ کی طرف آیا ہوں' دیکھیں جو خبریں ہمارے مخبر لا رہے ہیں ان کے مطابق ا
علاقوں پر باطنیوں کا بڑا زور ہو چکا ہے۔ اس سے قبل ہم نے ان کی طرف دھیان نہیں د
دن پہلے ہمارے جو مخبر آئے ہیں انہوں نے یہ بھی خبریں دی ہیں کہ قلعہ شاہ در کا حاکم
ابن عطاش ایک بڑا گھناؤنا اور برا کھیل کھیل رہا ہے۔ اس کے ساتھ حسن بن صباح کے
لشکری بھی کام کر رہے ہیں۔ انہوں نے یہ طریقہ اپنایا ہوا ہے کہ رات کے وقت دور دراز
علاقوں میں یلغار کرتے ہیں' لوٹ مار کا بازار خوب گرم کرتے ہیں اور ان کے لوٹ مار
پیچھے ان کے کچھ مخصوص آدمی رہتے ہیں' جب لوٹ مار کرنے والے وہاں سے ہٹتے ہیں تو
آنے والے اس قسم کا شور کرنا شروع کر دیتے ہیں کہ یہ لوٹ مار کرنے والے سلطان برکیا
کے آدمی تھے۔ رات کو یہ کارروائیاں کرنے کے بعد اپنے مخصوص دستوں کے ہاتھ سارا م
شاہ در قلعے کی طرف روانہ کر دیتے ہیں اور پھر ان کے کچھ آدمی دن کے وقت ان بست
رخ کرتے ہیں' جنہیں انہوں نے رات کے وقت لوٹا ہوتا ہے اور یہ ظاہر کرتے ہیں کہ

بن صباح اور ابن عطاش کے آدمی ہیں۔ کچھ سامان امداد کے طور پر ان میں تقسیم کرتے ہیں
اور ساتھ ہی اپنی تبلیغ کا سلسلہ شروع کر کے زیادہ سے زیادہ لوگوں کو اسماعیلی اور باطنی مذہب
اختیار کرنے پر مجبور کرتے ہیں۔ ان حالات میں اگر ہم نے باطنیوں کے خلاف قدم نہ اٹھایا تو
اس کے دو نقصان ہوں گے۔"
"اول یہ کہ لوگ ہمیں بھی حسن بن صباح اور ابن عطاش کا ساتھی سمجھنا شروع کر دیں
گے جیسا کہ یہاں آنے کے بعد محمد اور سنجر کے لشکریوں نے ہمیں باطنی باطنی کہہ کر پکارا تھا۔"
"دوسرا نقصان ہمیں یہ ہو گا کہ حسن بن صباح اور ابن عطاش کے یہ لوگ اتنی طاقت اور
قوت پکڑ جائیں گے کہ ہم ان پر قابو پانے کے قابل نہیں رہیں گے اور پھر سنجر اور محمد تو ایک
طرف رہے' ہمیں حسن بن صباح اور عکاش کے سامنے بھی سر تسلیم خم کرنا پڑے گا۔"
یہاں تک کہنے کے بعد ایاز بن سیف الدین رکا' پھر اپنی بات کو آگے بڑھاتا ہوا وہ
کہنے لگا۔
"سلطان محترم اس کے علاوہ مجھے اپنے لشکر کے مخبروں سے یہ بھی اطلاع ملی ہے کہ
ہمارے لشکر میں بھی حسن بن صباح اور ابن عطاش کے لوگ شامل ہیں اور ان میں کچھ سرکردہ
چھوٹے بڑے سالار بھی ہیں۔ سلطان محترم اگر ایسا ہے تو پھر ان لوگوں کے ہاتھوں ہمیں بڑا
نقصان پہنچے گا۔"
یہاں تک کہنے کے بعد ایاز بن سیف الدین جب رکا' تب غصے اور غضبناکی کی حالت
میں برکیاروق بول اٹھا۔
"اگر حسن بن صباح اور ابن عطاش کے یہ باطنی فدائی اور داعی اس قدر پھیلے ہوئے
ہیں۔ مسلمانوں پر حملہ آور ہو کر انہیں نقصان پہنچاتے ہیں اور نام ہمارا بدنام کرتے ہیں' پھر تو
ہمیں انہیں جڑ سے اکھاڑ پھینکنا چاہئے۔ قلعہ شاہ در بھی اب ہم سے نہیں بچے گا۔ میں دیکھتا
ہوں کہ ابن عطاش کتنا عرصہ ہمارا مقابلہ کرتا ہے اور کتنی جلدی ہمارے سامنے گھٹنے ٹیکنے پر مجبور
نہیں ہو جاتا۔"
سلطان برکیاروق کے یہ الفاظ سن کر ایاز بن سیف الدین خوش ہو گیا تھا' پھر کہنے لگا۔
"سلطان محترم! جو کچھ آپ نے کہا ہے اس سے میرا دل خوش ہو گیا ہے۔ لیکن فی الحال
ہم باطنیوں کے خلاف حرکت میں نہیں آتے' ابھی بالکل خاموش اور چپ رہیں' ابھی ہمارے

مقابلے میں ایک بہت بڑی طاقت اور جرار لشکر کے ساتھ سنجر اور محمد موجود ہیں' جب تک ہم ان
کو کوئی نقصان نہیں پہنچاتے ان پر اپنی ہیبت' اپنا خوف طاری نہیں کرتے اس وقت تک ہم کھل
کر باطنیوں کے خلاف حرکت میں نہیں آسکتے۔"

"اگر ہم نے سنجر اور محمد کو ان کے حال پر چھوڑ کر یہاں سے ہٹنا چاہا اور ایک دم واپس
کر باطنیوں کے خلاف حرکت میں آگئے تو سلطان محترم ہمیں بیک وقت چار قوتوں سے مقابلہ
کرنا ہوگا۔"

ایاز بن سیف الدین کے ان الفاظ پر سلطان برکیاروق نے چونکنے کے انداز میں
پوچھا۔

"کون سی چار قوتوں سے ہمیں نپٹنا ہوگا۔"

سلطان برکیاروق کے ان الفاظ پر ایاز بن سیف الدین کے چہرے پر ہلکا سا تبسم نمودار
ہوا تھا' کہنے لگا۔

"سلطان محترم! چار قوتیں ہیں اور چاروں بڑی طاقت ور ہیں۔ پہلی قوت سنجر کی' دوسری
قوت محمد کی' تیسری قوت حسن بن صباح کی اور چوتھی قوت قلعہ شاہ در کے حاکم ابن عطاش کی
ہے۔"

"سلطان محترم! میں آپ پر یہ بھی واضح کروں کہ اصفہان کے نواح میں جو قلعہ شاہ در
ہے جب ہم نے اس پر حملہ آور ہونے کی کوشش کی تو ابن عکاش اور حسن بن صباح کے
درمیان ہر وقت رابطہ رہتا ہے۔ لہٰذا حسن بن صباح کا لشکر بھی ہمارے خلاف قلعہ شاہ در کے
حاکم ابن عطاش کی مدد کیلئے پہنچے گا۔"

"ان حالات سے سنجر اور محمد بھی فائدہ اٹھائیں گے۔ وہ یہ چاہیں گے کہ پہلے حسن بن
صباح اور ابن عطاش کے ساتھ مل کر ہمیں زیر کرلیں اور جب ہم ان کے سامنے دب جائیں
گے تو پھر یہ کوشش کریں گے کہ حسن بن صباح اور ابن عطاش سے بعد میں نبٹ لیں گے
یہی کام میں پہلے خود کرنا چاہتا ہوں۔"

"وہ کس طرح۔" غور سے ایاز کی طرف دیکھتے ہوئے سلطان برکیاروق نے پوچھا
تھا۔

سلطان برکیاروق کے اس استفسار پر ایاز بن سیف الدین نے کچھ سوچا' اپنے ہونٹوں

پر زبان پھیری' اس کے بعد وہ سلطان کو مخاطب کرتے ہوئے کہہ رہا تھا۔

"سلطان محترم! اگر سنجر اور محمد دریائے دجلہ کے اس کنارے پر اپنے لشکر کے ساتھ بیٹھے
رہتے ہیں اور ہم اپنا لشکر لے کر یہاں بیٹھے رہتے ہیں تو دونوں لشکریوں کا وقت ضائع ہوگا'
اخراجات بڑھیں گے اور ہماری غیر موجودگی سے حسن بن صباح اور ابن عطاش کے لوگوں کو
کھل کر کھیلنے کا موقع مل جائے گا۔ اس لئے کہ سنجر اور محمد بھی یہاں ہیں' جب ہم بھی یہاں
پڑے رہیں گے تو کوئی بھی ان کی راہ روکنے والا کوئی بھی ان سے باز پرس کرنے والا نہیں
رہے گا۔ لہٰذا وہ کھلم کھلا رات کی تاریکی میں لوگوں پر حملہ آور ہوں گے۔ یہ کہتے رہیں گے حملہ
آور سلطان برکیاروق کے آدمی تھے۔ باطنیوں کے انہی ارادوں' ان کے انہی گھناؤنے افعال
پر قابو پانے کیلئے ہمیں سنجر اور محمد کو یہاں سے بھگانا ہوگا اور ان کے لشکریوں کو اس قدر نقصان
پہنچانا ہوگا کہ وہ یہاں قیام کو اپنے لئے خطرہ خیال کریں اور یہاں سے کوچ کر کے اپنے
علاقوں کی طرف جانے پر مجبور ہو جائیں' بعد میں وہ بھلے اپنی طاقت اور قوت میں اضافہ کر کے
لوٹیں' اس وقت تک ہم بھی اپنی تیاری مکمل کر کے اور باطنیوں سے نبٹنے کے بعد خم ٹھونک کر ان
کے سامنے آسکیں گے۔"

ایاز بن سیف الدین کے ان الفاظ کے بعد سلطان برکیاروق نے غور سے اس کی طرف
دیکھا' پھر سلطان کہنے لگا۔

"پہلے یہ کہو کہ سنجر اور محمد کو ہم یہاں کیسے بھگائیں گے؟ کیسے ان کے لشکر کو نقصان
پہنچائیں گے اور کیسے انہیں مجبور کریں گے کہ وہ یہاں سے بھاگ کھڑے ہوں۔"

سلطان برکیاروق کے ان الفاظ پر ایاز مسکرا دیا' پھر کہنے لگا۔

"سلطان محترم! یہ کوئی اتنا مشکل اور ناممکن کام نہیں ہے اور امید ہے کہ ہم بہت جلد کر
گزریں گے۔ سلطان محترم! اس سلسلے میں جو منصوبہ بندی میرے ذہن میں ہے وہ میں آپ
سے بیان کرتا ہوں مجھے امید ہے اسے آپ پسند کریں گے اور اس پر عمل بھی میں خود ہی
کروں گا۔"

"سلطان محترم! آنے والی شب کو عشاء کی نماز کے بعد ایک لشکر کے ساتھ میں اپنے
پڑاؤ کے مزید پیچھے چلا جاؤں گا' اس کے بعد میں اپنا رخ موڑوں گا اور شمال کی طرف بڑھوں
گا' اس کے بعد دریائے دجلہ کے کنارے آؤں گا اور دیکھوں گا کہ جہاں کوئی نزدیک گھاٹ

ہوا یا پانی کا وہ مقام پایاب ہوا تو میں وہاں سے دریا کو پار کر کے دوسرے کنارے پر جاؤں گا اور پورے لشکر کے ساتھ جنوب کا رخ کروں گا۔ سنجر اور محمد کے لشکر کے قریب آ کر میں فضاؤں کے اندر جلتے پروں کا ایک تیر بلند کروں گا جو میری طرف سے یہ اشارہ ہوگا کہ میں سنجر اور محمد کے لشکر پر شب خون مارنے لگا ہوں' خداوند قدوس نے چاہا تو یہ شب خون ایسا خونخوار اور ایسا شدت اور زوردار کا ہوگا کہ ایک بار تو میں سنجر اور محمد دونوں کے لشکریوں کو ہلا کر رکھ دوں گا اور ان پر ایسا خوف' ایسی ہولناکی طاری ہوگی کہ وہ یہاں زیادہ دیر قیام کرنا بھی پسند نہیں کریں گے۔"

"سلطان محترم بات یہ ہے کہ سنجر اور محمد کے لشکر نے دریائے دجلہ کے کنارے پڑاؤ کر رکھا ہے جبکہ خود سنجر اور محمد شہر کے اندر قیام کئے ہوئے ہیں۔ ہمیں ایک تو یہ فائدہ ہوگا کہ دونوں اپنے لشکر کے اندر نہیں ہوں گے۔ لہٰذا ان کے خلاف میں خوب مار دھاڑ کروں گا۔"

"جس وقت میں یہ کارروائی کروں گا اس وقت آپ کی طرف سے بھی ایک کام کی ابتداء کی جائے گی۔"

"سلطان محترم! آپ نے اندازہ لگایا ہوگا کہ دریائے دجلہ کے غربی کنارے ہمارا پڑاؤ دریا کے کنارے سے کافی پیچھے ہے' ہٹ کر ہے۔ سنجر اور محمد کے لشکر نے بالکل دریا کے کنارے پڑاؤ کر رکھا ہے۔ ایسا انہوں نے اس لئے کیا ہے کہ وہ استعمال کیلئے دریا کا پانی استعمال کرتے رہیں۔"

"اس کا ہمیں ایک بہت بڑا فائدہ ہوگا۔ میرے جانے کے بعد لشکر کے ایک حصے کو مستعد کر دیجئے گا جو دریا کے کنارے اپنے تیر انداز دستوں کے ساتھ تیار رہے اور جب رات کے اندر میری طرف سے جلتے پروں کا تیر بلند ہو تو اسی وقت ہمارے تیر انداز سنجر اور محمد کے لشکر پر جلتے پروں کے تیروں کی بارش کر دیں گے۔"

"ہمارے لئے آسانی یہ ہے کہ ہمارا لشکر کیونکہ دریا کے کنارے سے ہٹ کر ہے۔ لہٰذا سنجر اور محمد کے لشکر سے اگر تیر چلایا جائے تو وہ ہمارے پڑاؤ میں نہیں پہنچتا' لیکن ان کا پڑاؤ دریا کے کنارے ہے لہٰذا ہماری طرف سے جو تیری بڑی کمانوں سے چلائے جائیں گے وہ یقیناً ان کے پڑاؤ کے اندر گریں گے اور جب جلتے پروں کے تیر ان کے لشکر میں گریں گے اور ان کے خیموں میں آگ لگے گی تو بھگدڑ مچے گی' اسی بھگدڑ کے دوران میں شب خون ماروں گا۔

انہیں بتاؤں گا کہ وہ مزید کتنے دن دریائے دجلہ کے کنارے پڑاؤ کرنے کی جرأت کرتے ہیں۔"

ایاز بن سیف الدین جب خاموش ہوا تب کچھ دیر سلطان برکیاروق توصیفی انداز میں اس کی طرف دیکھتا رہا' پھر کہنے لگا۔

"ایاز میرے بھائی تمہاری یہ تجویز بہت اچھی اور قابل عمل ہے۔ اس طرح میرے خیال میں سنجر اور محمد دونوں کو ہم یہاں سے بھگا کر باطنیوں سے بھی آسانی کے ساتھ نبٹ سکتے ہیں۔ باطنی حسن بن صباح اور ابن عطاش کی سرکردگی میں اگر متحد بھی ہو گئے تب بھی ہم انہیں ایسی مار ماریں گے کہ کہیں پناہ نہ ڈھونڈنے دیں گے۔ کہیں چھپنے اور بچنے نہ دیں گے۔"

یہاں تک کہنے کے بعد سلطان برکیاروق رکا' پھر کہنے لگا۔

"اس کارروائی سے پہلے میں تم سے ایک بات کہتا ہوں' ایاز میرے بھائی تم جانتے ہو میرے ساتھ میری بیوی بچے ہیں' میرا بیٹا ملک شاہ اب ماشاء اللہ جوان ہو رہا ہے' جب میں اپنے اہلخانہ کی طرف دیکھتا ہوں' اس کے بعد میری نگاہ تم پر پڑتی ہے تو مجھے ایک بات کی خواہش ہوتی ہے کہ پڑاؤ کے اندر تمہاری بیوی اور بچے ہونے چاہئیں۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ تمہاری منگنی ہو چکی ہے لیکن میں چاہتا ہوں کہ تم توزین اور رفادہ سے شادی کر لو' اس طرح وہ بھی مطمئن اور آسودہ ہو جائیں گی کہ انہوں نے اپنے شوہر کے ساتھ قیام کر رکھا ہے اور توزین کی ماں اور رفادہ کی خالہ بروزہ بھی مطمئن ہو جائے گی کہ اس کے کندھوں سے اس کے سر سے دونوں بچیوں کا جو بوجھ ہے وہ اتر گیا ہے اور اب وہ اپنے شوہر اور اپنے گھر والی ہو گئی ہیں۔"

سلطان جب خاموش ہوا تب سلطان کی طرف غور سے دیکھتے ہوئے ایاز بن سیف الدین کہنے لگا۔

"سلطان محترم! آپ کا کہنا ٹھیک ہے۔ توزین اور رفادہ دونوں میری پسند ہیں اور وہ بھی مجھے چاہتی ہیں' پھر سلطان محترم دیکھیں ان دنوں ہماری حالت کیا ہے۔ بڑی ابتر حالت میں ہم ادھر ادھر سرگرداں ہیں۔ میں چاہتا ہوں کہیں سکون ملے تو پھر میں شادی کروں اور اپنی بیویوں کو محفوظ مقام پر رکھوں۔"

یہاں تک کہتے کہتے ایاز بن سیف الدین کو رک جانا پڑا' اس لئے کہ مسکراتے ہوئے

سلطان برکیاروق بول اٹھا۔

"ایاز میں تمہاری اس بات کو تسلیم نہیں کرتا' ہمارے جس قدر مستقل لشکری اور ہمارے سالار ہیں ان سب کے بیوی بچے ہمارے ساتھ ہیں۔ لشکر کے اندر شامل ہیں۔ میرے اپنے بیوی بچے دیکھو لشکر کے اندر موجود ہیں اور میرے خیال میں شادی کے بعد ان تینوں کو اگر تم کسی مکان یا حویلی میں رکھتے ہو تو وہ ان کیلئے محفوظ جگہ نہیں ہوگی بلکہ ان کیلئے محفوظ ترین جگہ ان حالات میں صرف لشکر ہی ہے۔"

یہاں تک کہنے کے بعد سلطان برکیاروق رکا' دوبارہ وہ ایاز بن سیف الدین کو مخاطب کر کے کہنے لگا۔

"ایاز میرے بھائی مجھے غور سے سننا' دیکھو ابھی سورج غروب ہونے میں کافی وقت ہے۔ میں چاہتا ہوں پہلے توزین اور رفادہ سے تمہاری شادی کا اہتمام کیا جائے' اس کے بعد جو شب وخون مارنا چاہتے ہو اس کی ابتداء کرو۔"

"دیکھو منگنی اس لئے کی جاتی ہے کہ لڑکی اور لڑکا آپس میں ایک دوسرے کو سمجھنے کی کوشش کریں' اب تمہارے توزین اور رفادہ کے درمیان ایسا کوئی سلسلہ نہیں ہے۔ یہاں پڑاؤ کے دوران بھی میں نے اندازہ لگا لیا ہے کہ وہ دونوں تمہیں پسند کرتی ہیں۔ تمہارے دل میں بھی ان کیلئے چاہ ہے۔ اس بنا پر میں یہ چاہوں گا کہ آج پہلے تمہاری شادی کا اہتمام کیا جائے اس کے بعد سارے سالاروں کا اجلاس میرے خیمے میں طلب کر لیا جائے جو منصوبہ بندی تم نے پیش کی ہے اس سے انہیں بھی آگاہ کیا جائے تاکہ اس کنارے سے سب مل کر وہ کارروائی کریں' ساتھ ہی مجھے یہ بھی بتاؤ کہ تم لشکر لے کر اکیلے ہی رہو گے یا اپنے ساتھ کسی کو رکھو گے۔"

اس پر ایاز بن سیف الدین نے کچھ سوچا' پھر کہنے لگا۔

"سلطان محترم! پہلی بات یہ کہ اگر آپ کی یہی مرضی ہے کہ اس شب خون سے پہلے میری شادی کا اہتمام ہو جانا چاہئے تو میں آپ سے اتفاق کرتا ہوں اور آپ کا دوسرا سوال ہے کہ میں کسے ساتھ لے کر جاؤں گا تو میں یہ کہوں گا کہ جو لشکر میرے ساتھ شب خون کیلئے روانہ ہوگا اس میں میں چکرمش کو چاہوں گا کہ میرے ساتھ رہے۔ وہ میرے طرز جنگ کو سمجھتا ہے اور جنگ کے دوران میں اپنے چھوٹے سالاروں کے ذریعے لشکریوں کو

پیغام پہنچاتا ہوں اس سے بھی وہ خوب شناسا ہے۔"

ایاز بن سیف الدین کے ان الفاظ سے سلطان برکیاروق خوش ہو گیا تھا' پھر ایاز کو مخاطب کر کے کہنے لگا۔

"میرے بھائی جس وقت تمہارے آنے کی مجھے اطلاع ملی میں نے اسی وقت ہی تم دونوں کی شادی کا اہتمام کرنے کا فیصلہ کر لیا تھا۔ تم ایسا کرو پہلے اٹھ کر اپنے خیمے میں جاؤ' میں بروزہ' توزین اور رفادہ کو یہاں بلاتا ہوں۔ اس موضوع پر ان سے گفتگو کرتا ہوں۔ اگر وہ اس پر راضی ہوتی ہیں کہ شادی کا اہتمام آج ہی کر دیا جائے تو پھر لشکر کے اندر سب سے پہلے تمہاری شادی کی رسم ادا کی جائے گی۔ پورے لشکر کیلئے بہترین کھانے کا اہتمام کیا جائے گا۔ اس کے بعد سارے سالاروں کا اجلاس طلب کر کے اس شب خون کے سلسلے کو آخری شکل دی جائے گی۔" ایاز بن سیف الدین نے سلطان برکیاروق کی اس تجویز سے اتفاق کیا تھا۔ چنانچہ سلطان برکیاروق کے کہنے پر وہ خیمے سے نکل کر اپنے خیمے کی طرف چلا گیا تھا۔

سلطان نے آواز دے کر اپنے ایک ہرکارے کو بلایا' جب وہ خیمے کے دروازے پر نمودار ہوا تب سلطان اسے مخاطب کر کے کہنے لگا۔

"میرے اہلخانہ کے خیمے میں اس وقت ایاز بن سیف الدین کے گھرانے کی تین خواتین ہیں انہیں بلا کر میرے خیمے میں لاؤ۔"

سلطان کا یہ حکم پا کر وہ ہرکارہ وہاں سے ہٹ گیا۔ تھوڑی دیر بعد سلطان کے خیمے کے سامنے بروزہ' توزین اور رفادہ نمودار ہوئیں۔ اندر جانے سے ہچکچا رہی تھیں۔ سلطان نے جب انہیں دیکھا تو اپنی جگہ پر اٹھ کھڑا ہوا' دروازے کی طرف گیا' پھر توزین اور رفادہ کی طرف دیکھتے ہوئے کہنے لگا۔

"تمہاری حیثیت میرے خاندان کے افراد جیسی ہے۔ یہاں خیمے کے دروازے پر رکنا کیا۔ اندر آؤ میں تم تینوں سے ایک انتہائی اہم موضوع پر گفتگو کرنا چاہتا ہوں۔"

چنانچہ سلطان کے کہنے پر وہ تینوں خیمے میں داخل ہوئیں اور جن نشستوں کی طرف سلطان نے اشارہ کیا تھا وہاں وہ بیٹھ گئیں۔ اس کے بعد گفتگو کا آغاز سلطان نے کیا اور بروزہ کی طرف دیکھتے ہوئے کہنے لگا۔

"بروزہ میری بہن تم صرف توزین ہی کی نہیں رفادہ کی بھی ماں ہو' اس لئے کہ تم اس کی

خالہ ہو اور خالہ ماں ہی کی جگہ ہوتی ہے اور پھر میں نے یہ بھی اندازہ لگایا ہے کہ رفادہ بھی تمہیں ماں کا درجہ دیتی ہے۔ ابھی تھوڑی دیر پہلے یہاں ایاز بن سیف الدین بیٹھا ہوا تھا۔ میں نے اس سے گفتگو کی ہے۔ اس سے گفتگو کرنے کے بعد میں نے تم تینوں کو بلایا ہے۔"

"بروزہ میری بہن آپ نے اپنی خوشی' آپ نے اپنی مرضی سے توزین اور رفادہ دونوں کی منگنی ایاز بن سیف الدین سے کردی تھی۔ ایسا اس لئے کیا گیا تھا کہ توزین اور رفادہ دونوں اسے پسند کرتی ہیں۔ خود ایاز بن سیف الدین بھی ان دونوں کو چاہتا ہے۔ میں اگر تم تینوں سے یہ کہوں کہ میری یہ خواہش ہے کہ آج توزین اور رفادہ کی شادی کا اہتمام ایاز بن سیف الدین سے کردیا جائے تو کیا تم تینوں میں سے کسی کو کوئی اعتراض ہوگا۔"

اس موقع پر توزین اور رفادہ دونوں ہلکی ہلکی مسکراہٹ میں جواب طلب سے انداز میں بروزہ کی طرف دیکھنے لگی تھیں۔ بروزہ نے کچھ سوچا' پھر سلطان کی طرف دیکھتے ہوئے کہنے لگیں۔

"سلطان محترم! میں ان دونوں کی ماں ہوں اور میں سب سے پہلے آپ کی ممنون اور شکرگزار ہوں کہ آپ نے اس موضوع پر سوچا اور کوئی فیصلہ کیا' جہاں تک شادی کا تعلق ہے تو اس میں میری کوئی دخل اندازی نہیں ہوگی۔ یہ دونوں کیونکہ ایاز کو پسند کرتی ہیں اسی بناء پر دونوں کی منگنی کا اہتمام کیا گیا تھا۔ اس میں بھی کوئی شک نہیں کہ ایاز انہیں چاہتا ہے۔ اس بنا پر سلطان محترم اگر آپ ان تینوں کی شادی کا اہتمام آج ہی کرنا چاہتے ہیں تو میں بروزہ آپ سے یہ کہوں گی کہ آپ کے اس فیصلے سے میں نا صرف خوش ہوں گی بلکہ آپ کی ممنون اور شکرگزار ہوں کہ میرے ذہن سے ایک بوجھ اور میرے کندھوں سے ایک ایسی ذمہ داری اتر جائے گی جس کیلئے میں سب کو جوابدہ ہوں۔"

"سلطان محترم! آج ان تینوں کی شادی کا اہتمام کردیا جاتا ہے تو اس سے بڑھ کر میرے لئے نہ کوئی بڑا خوشی کا لمحہ ہوگا' نہ ہی اس سے بڑھ کر میرے لئے کوئی مسرت انگیز دن ہوگا۔ سلطان محترم اس سلسلے میں جو بھی آپ فیصلہ کریں گے ہم تینوں کیلئے آخری ہے۔"

یہاں تک کہنے کے بعد بروزہ رکی' باری باری اس نے توزین اور رفادہ کی طرف دیکھا پھر کہنے لگی۔

"جو کچھ سلطان محترم نے کہا ہے وہ تم دونوں بہنوں نے بھی سن لیا ہے۔ اس سلسلے میں

اگر تم میں سے کسی کو کوئی اعتراض ہو تو کہے۔"

توزین اور رفادہ دونوں نے ایک دوسرے کی طرف جواب طلب سے انداز میں دیکھا' نگاہوں ہی نگاہوں میں کوئی فیصلہ ہوا' پہلے دونوں نے نفی میں گردن ہلائی' پھر توزین کی ہلکی سی آواز سنائی دی۔

"اماں اگر سلطان کا فیصلہ آپ کیلئے آخری ہے تو ہمارے لئے بھی یہی فیصلہ آخری ہے۔ ہم میں سے کوئی اس کے خلاف کچھ کہنے کی کیسے جسارت کرسکتی ہیں۔" توزین کے ان الفاظ سے بروزہ اور سلطان خوش ہوگئے تھے۔ پھر سلطان کے حکم پر لشکر کے سارے سرکردہ لوگوں اور سارے سالاروں کو سلطان کے خیمے میں بلایا گیا اور بڑی سادگی کے ساتھ توزین' رفادہ اور ایاز بن سیف الدین کے نکاح کا اہتمام کردیا گیا تھا۔ نکاح کے بعد توزین اور رفادہ دونوں ایاز بن سیف الدین کے خیمے میں منتقل ہوگئی تھیں۔ بروزہ کیلئے علیحدہ بہترین خیمے کا اہتمام کردیا گیا تھا اور اس کے ساتھ ہی سلطان نے اپنے خیمے میں سارے سالاروں کا اجلاس طلب کرلیا تھا۔

............*

جب سارے سالار سلطان کے خیمے میں جمع ہوگئے' تب سلطان نے پہلے ایک غائر اور گہری نگاہ باری باری سب پر ڈالی۔ اس کے بعد جو تجویز ایاز بن سیف الدین نے پیش کی تھی اسے سب کے سامنے بیان کیا۔ اس سے سارے چھوٹے بڑے سالاروں نے اتفاق کیا۔ اس اتفاق رائے پر سلطان برکیاروق ہی نہیں ایاز بن سیف الدین نے بھی بڑی خوشی کا مظاہرہ کیا اور جب سلطان خاموش ہوا' تب سب کو مخاطب کرتے ہوئے ایاز بن سیف الدین کہنے لگا۔

"میں آج کھانے کے تھوڑی دیر بعد لشکر کا ایک حصہ لے کر اپنے پڑاؤ کے تھوڑا سا غربی جانب جاؤں گا۔ چکرمش میرے ساتھ ہوگا۔ اس کے بعد ہم اپنا رخ بدلیں گے۔ سیدھا شمال کی طرف جائیں گے اور بڑی تیزی اور برق رفتاری کے ساتھ دریائے دجلہ کے کنارے آئیں گے۔ کسی پایاب جگہ سے دریائے دجلہ کو عبور کرکے دوسرے کنارے پر جائیں گے۔ سنجر اور محمد کے لشکر کے قریب آکر فضاؤں کے اندر جلتے پروں کا ایک تیر چلائیں گے۔ اتنی دیر تک ہمارے لشکر کے تیر اندازوں کو دریا کے کنارے بالکل تیار اور مستعد رہنا چاہئے۔ جلتے پروں کے تیر کے ساتھ ہی ہمارے تیر انداز جلتے پروں کے تیروں کی بارش سنجر اور محمد کے لشکر پر

کردیں گے۔"

"یہ بھی یاد رکھنا کہ میں جو جلتے پروں کا تیر چلاؤں گا اس کا رخ دریائے دجلہ کے اس ہی اوپر غربی جانب ہوگا۔ جب اس کنارے سے جلتے پروں کے تیر پھینکے جائیں گے تو سنجر اور محمد کی خیمہ گاہ میں اگر ان کے خیموں کو آگ نہ لگی تب بھی ان کے اندر ایک بھگدڑ مچ جائے گی۔ مجھے یہ بھی امید ہے کہ اگر بڑی تیزی سے جلتے پروں کی بارش ان کے پڑاؤ کے اندر کی گئی تو کئی خیموں میں آگ لگ جائے گی اور جب آگ لگے گی تو بھگدڑ میں اضافہ ہوگا۔ اسی بھگدڑ کے موقع پر میں اور چکرمش شب خون ماریں گے۔ خداوند قدوس نے چاہا تو یہ شب خون بھی ایسا شدت کا اور ہولناک ہوگا کہ اگلے روز سنجر اور محمد یہاں سے اپنے لشکر کے ساتھ بوریا بستر سمیٹ کر بھاگنے والی بات کریں گے۔"

"سنجر اور محمد کے مقابلے میں ہمیں یہ فوقیت حاصل ہے کہ ہمارا پڑاؤ دریا کے کنارے سے ہٹ کر ہے۔ اگر سنجر اور محمد کے پڑاؤ سے تیر چلائے جائیں تو وہ ہمارے پڑاؤ میں نہیں پہنچ سکتے اور جب ہم ان پر تیر اندازی کریں گے تو ان کا پڑاؤ ہدف بنے گا۔ ظاہر ہے ان کی طرف سے بھی تیر اندازی ہوگی اور وہ ساری رائیگاں جائے گی۔ اس موقع پر ایک اور نقطہ بھی نگاہ میں رکھا جائے۔"

یہاں تک کہنے کے بعد ایاز بن سیف الدین رکا' کچھ سوچا' دوبارہ وہ اپنے سارے سالاروں کو مخاطب کرتے ہوئے کہہ رہا تھا۔

"اس موقع پر میں امیر کربوغا سے التماس کروں گا کہ وہ اس سارے کام کی نگرانی خود کرے اور مجھے امید ہے کہ کربوغا بڑے احسن طریقے سے اس کام کو سرانجام دے گا اور جس نقطے کا میں ذکر کر رہا تھا وہ بھی نگاہ میں رکھا جائے۔ وہ یہ کہ شب خون کے خاتمے پر اگر ہم کامیاب رہتے ہیں اور شب خون کے بعد ہمارا تعاقب نہیں کیا جاتا تو ہم جس راستے سے گئے تھے اسی راستے سے لوٹ آئیں گے اور اگر محمد اور سنجر کے لشکر کا کوئی حصہ ہمارا تعاقب کرتا ہے تو پھر میں اپنے لشکریوں کے ساتھ تکبیریں بلند کروں گا۔ ان تکبیروں کا مطلب یہ ہوگا کہ ہمارا تعاقب کیا جا رہا ہے۔ ایسے موقع پر تین چار سو ہمارے لشکری اپنے گھوڑوں پر بالکل تیار اور مستعد رہیں اور جونہی ہماری طرف سے تکبیریں بلند ہوں وہ لشکری اپنے گھوڑوں کو دریا میں ڈال دیں' لیکن دریا کے کنارے کے ساتھ ہی رہیں' آگے نہیں بڑھیں۔ اس سے سنجر اور محمد

کے لشکریوں کو یہ تاثر ملے گا کہ سلطان کا لشکر دریا کو عبور کر کے ہم پر حملہ آور ہونے لگا ہے۔ جب ایسا ہوگا تو تعاقب کرنے والوں کو واپس بلا لیا جائے گا اور ہم اپنے کام کی تکمیل کر کے سلامت اپنے لشکر میں آ جائیں گے۔"

سلطان برکیاروق کے علاوہ وہاں بیٹھے ہوئے سارے سالاروں نے اس سے اتفاق کیا۔ پھر سلطان کے کہنے پر سب سالار اپنی جگہ پر اٹھ کھڑے ہوئے۔ سلطان بھی کھڑا ہو گیا اور لشکر کے اس حصے کو علیحدہ کیا جانے لگا تھا جس نے ایاز بن سیف الدین اور چکرمش کے ساتھ دریائے دجلہ کو پار کر کے سنجر اور محمد کے لشکر پر شب خون مارنا تھا۔

ان سارے امور کو نبٹانے کے بعد ایاز بن سیف الدین اپنے خیمے میں داخل ہوا۔ خیمے میں اس وقت توزین' رفادہ اور بروزہ بیٹھی باہم گفتگو کر رہی تھیں۔ ایاز جب خیمے میں داخل ہوا تو تینوں اپنی جگہ پر اٹھ کھڑی ہوئیں۔ ناپسندیدگی کا اظہار کرتے ہوئے ایاز آگے بڑھا' پہلے باری باری اس نے توزین اور رفادہ کی طرف دیکھا' پھر بروزہ کی طرف دیکھتے ہوئے کہنے لگا۔

"آپ میری ماں کی جگہ ہیں' جب بیٹا خیمے میں داخل ہو تو کیا مائیں اپنی جگہ سے اٹھ کر استقبال کرتی ہیں بلکہ الٹا جب آپ خیمے میں داخل ہوا کریں تو مجھے توزین اور رفادہ کو اٹھ کر آپ کا استقبال کرنا چاہئے۔ پہلے آپ بیٹھیں' پھر میں توزین اور رفادہ سے بات کرتا ہوں۔"

بروزہ مسکرا دی تھی اور فخریہ انداز میں ایاز بن سیف الدین کی طرف دیکھنے لگی تھی' پھر ایاز نے باری باری توزین اور رفادہ کی طرف دیکھا' پھر کہنے لگا۔

"جب میں خیمے میں داخل ہوا کروں تو تم دونوں کو اٹھنے کی کوئی ضرورت نہیں ہے۔ دیکھو ہمارے درمیان اب ایک رشتہ ہے' ہم نے اس رشتے کا احترام کرنا ہے۔"

ایاز یہیں تک کہنے پایا تھا کہ توزین نے آگے بڑھ کر اس کا بازو پکڑ لیا' ایک نشست پر بٹھاتے ہوئے کہنے لگی۔

"آپ پہلے بیٹھ تو جائیں نا پھر جو کچھ آپ کہیں گے ہم غور سے سنیں گے' آپ فکرمند نہ ہوں۔"

ایاز بن سیف الدین مسکراتے ہوئے جب بیٹھ گیا تب گفتگو کا آغاز توزین نے کیا اور کہنے لگی۔

"آپ نے اتنی دیر لگا دی۔ سلطان کے خیمے میں کیا کسی اہم امور پر بات چیت ہو رہی

تھی۔"

جواب میں ایاز مسکرایا اور کہنے لگا۔

"میں تمہارے ساتھ تھوڑی دیر کیلئے ہوں' اس کے بعد یہاں سے لشکر کے ساتھ کو
کروں گا اور دشمن کے لشکر پر شب خون ماروں گا' چکرمش میرے ساتھ جائے گا۔"

ایاز بن سیف الدین کے یہ الفاظ سن کر رفادہ اور توزین دونوں کچھ فکرمندی ہو
تھیں۔ بروزہ بھی کبھی توزین اور رفادہ کی طرف دیکھ لیتی تھیں اور کبھی اس کی نگاہیں ایاز پر
جاتی تھیں۔ اس کے بعد توزین کے پوچھنے پر سلطان کے خیمے پر جو گفتگو ہوئی تھی اس کی سار
تفصیل ایاز نے ان تینوں سے کہہ دی تھی۔

ساری تفصیل جاننے کے بعد توزین یا رفادہ میں سے ابھی کوئی کسی ردعمل کا اظہار کرنا
چاہتی تھی کہ ان دونوں کو مخاطب کرتے ہوئے ایاز بن سیف الدین کہنے لگا۔

"توزین اور رفادہ تم دونوں ایک سالار کی بیویاں ہو۔ سالار اور ایک جنگجو کو آسمان
نیلے سمندر تلے زندگی اور موت مثبت اور منفی عمل شکست و ریخت تعمیر اور تخریب تقدیر اور تد
منزل اور راستوں میں اٹھنے والے ہر ہیجان سے نبٹنا ہوتا ہے۔ مجاہد اور جنگجو وہ اچھا جو سر
اور بغاوت کے سامنے بے آبرو اور سرنگوں نہ ہو اور اپنی جرأت مندی' دلیری' شجاعت ا
بہادری سے گمان اور شبہوں کو تحلیل کرنے کیلئے موت کے دروازوں پر دستک دیتا رہے۔"

"میں اپنی بات نہیں کرتا' ہم تو اس وقت خانہ جنگی میں مصروف ہیں۔ لیکن وہ مجاہد
رات کو بیدار رہ کر اسلامی سرحدوں کی حفاظت کرتا ہے اپنی جان کو عذاب میں ڈال کر دوسرا
کیلئے امن' آسودگی اور سکون مہیا کرتا ہے اس کا یہ فعل عابد کی ہر عبادت' زاہد کی ہر ریاضت
درویش کی ہر تڑپ' عارف کی ہر عرفان' سحر صوفی کی ہر روش' مہر و وفا سے کہیں اعلیٰ اور ارفع ہو
ہے۔ وہ دھوپ کی کرنوں میں پنہاں اپنی مٹی کی بوباس کی حفاظت کرتا ہے۔ حق فروشوں
اندر حق نگار بن کر نمودار ہوتا ہے۔ کفن فروشوں میں کفن بدوش کا کردار ادا کرتا ہے۔ آگ ا
خون کا کھیل کھیل کر اپنی ملت' اپنی قوم' اپنی سرزمین کی حفاظت کرتے ہوئے وہ ایمان کی تاز
صدا اور وجدان کی نئی ادا بنتا ہے اور ایک سچے مجاہد کی یہی برق شگنی اور ضرب قول و
صداقت اور ذوق خلافت بھی بنتی ہے۔ میں جب کبھی بھی کسی مہم پر جایا کروں تو میری تم دونوں
سے ایک طرح کی نصیحت اور وصیت ہے کہ تم دونوں پریشان نہ ہونا' زندگی اور موت میر

خداوند نے پہلے سے لکھ دی ہے۔ جب تک میں نے تم دونوں کے ساتھ تمہارے شوہر کی
حیثیت سے زندہ رہنا ہے کوئی ہمارے درمیان اس رشتے کو کاٹ نہیں سکتا اور میں تمہیں یہ بھی
یقین دلاؤں کہ میں جانتا ہوں کہ دو عزیز ترین ہستیوں کو مجھ سے وابستہ کیا گیا ہے۔ لہٰذا میں
کبھی کسی بھی موقع پر جان بوجھ کر اپنے آپ کو خطرات میں نہیں ڈالوں گا۔"

"میں جہاں کہیں بھی جاؤں گا مجھے یہ احساس ہوگا کہ چار آنکھیں بڑی چاہت اور محبت
کے ساتھ میری منتظر ہوں گی۔"

ایاز بن سیف الدین کے یہ الفاظ سن کر توزین اور رفادہ مسکرا دی تھیں اور اس بار رفادہ
بولی اور کہنے لگی۔

"ہمیں آپ سے نہ کوئی شکوہ ہے نہ شکایت' آپ لشکر کے سالار ہیں اور سالار کے
ذمے جو کام ہے' جس طرح آپ یہ کام پہلے ادا کرتے رہے ہیں شادی کے بعد بھی اس کام کو
ایسے ہی جاری رکھیں۔ ہماری ساری حمایت' ہمارا سارا پیار' ہماری ساری دعائیں آپ کے
ساتھ ہیں۔ آپ کو اس سلسلے میں پریشان یا فکرمند ہونے کی ضرورت نہیں ہے۔ آپ کا ہم پر
کیا یہ کم احسان ہے کہ جس وقت ہمارا قافلہ لٹ گیا میرا اور توزین کا دادا اور دادی قتل ہوئے۔
میری ماں اور میرے باپ توزین کے بابا کو موت کے گھاٹ اتار دیا گیا۔ اس کے علاوہ
ہمارے جو رشتہ دار تھے انہیں موت کی نیند سلا دیا گیا' اس کے بعد ہم تین نے جو اپنی جان
بچائی تو اس وقت ہمیں کوئی امید ہی نہیں تھی کہ ہم تینوں بچ پائیں گی۔ لیکن خداوند قدوس کو ابھی
یہ منظور تھا کہ ہم خوشگوار زندگی کی ابتداء کریں گے۔ لہٰذا اس مالک مہربان نے ہمیں آپ کے
حوالے کردیا اور جو آپ نے ہمارے ساتھ عمدہ شفیقانہ سلوک کیا اس کا میں اور توزین اگر
ساری عمر بھی آپ کا شکریہ ادا کرتی رہیں تو اس کی ادائیگی ناممکن ہے۔"

"اب جبکہ میں اور توزین دونوں آپ کی بیویاں ہیں تو آپ کی ہر آسودگی' آپ کی ہر
خوشی کا خیال رکھنا میرے اور توزین کے فرائض میں شامل ہے۔"

رفادہ جب خاموش ہوئی تو ہلکا سا قہقہہ لگاتے ہوئے اور ایاز بن سیف الدین کو مخاطب
کرتے ہوئے توزین کہنے لگی۔

"آج رفادہ نے کیسا عمدہ جواب دیا ہے۔"

اس پر ایاز بن سیف الدین مسکرا دیا' پھر غور سے رفادہ کی طرف دیکھتے ہوئے کہنے لگا۔

"رفادہ پہلے تو میں یہی سمجھتا تھا کہ تم خاموش خاموش' چپ چپ ہو' اس لئے کہ زیادہ گفتگو توزین ہی کیا کرتی تھی لیکن آج پتا چلا کہ تمہارے بولنے کا معیار بھی بڑا اونچا ہے۔"

ایاز بن سیف الدین اپنی بات مکمل نہ کرسکا' اس لئے کہ کھل کھلا کر ہنستے ہوئے رفادہ کہنے لگی۔

"میرا کوئی معیار ویار اونچا نہیں ہے' بس یہ جو آپ نے ہمیں خوشی کے لمحات دیئے ہیں یہ سب آپ کی ذات سے ہی وابستہ ہیں اور خداوند قدوس کو منظور ہوا تو ہم آنے والے دور میں انہی لمحات سے لطف اندوز ہوتے رہیں گے۔"

یہاں تک کہنے کے بعد رفادہ جب رکی تب توزین کسی قدر سنجیدہ ہوگئی اور کہنے لگی۔

"آپ جس وقت سلطان کی طرف گئے ہوئے تھے تو دو لشکری دو تین بار کھانے کا پوچھ کر گئے تھے۔ اماں نے کہہ دیا ہے کہ آپ ابھی سلطان کے خیمے میں ہیں۔" توزین یہیں تک کہنے پائی تھی کہ دو لشکری کھانے کے طشت اٹھا کر لے آئے اور وہ طشت لا کر انہوں نے ان کے سامنے رکھ دیئے تھے اور خود باہر نکل گئے تھے۔

توزین نے کھانے کے دونوں طشت کے اوپر سے کپڑا ہٹایا' پھر پانی کا مشکیزہ اپنے قریب کرلیا' اس کے بعد چاروں خوشگوار ماحول میں کھانا کھانے لگے تھے۔

کھانا کھانے کے بعد توزین اور رفادہ نے برتن صاف کر کے خیمے کے دروازے کے قریب رکھ دیئے تھے۔ تھوڑی ہی دیر بعد ایک لشکری آیا اور وہ برتن اٹھا کر لے گیا۔ چاروں پہلے کی طرح پھر نشستوں پر بیٹھ گئے تھے۔ اس موقع پر گفتگو کا آغاز ایاز بن سیف الدین نے کیا اور بروزہ کی طرف دیکھتے ہوئے اس نے پوچھ لیا۔

"اماں جو خیمہ آپ کیلئے تیار کیا گیا ہے کیسا ہے۔ میں نے ابھی دیکھا نہیں ہے۔"

اس پر بروزہ بے پناہ خوشی کا اظہار کرتے ہوئے کہنے لگی۔

"بیٹے میں تو وہ خیمہ دیکھ کر ہی دنگ رہ گئی تھی۔ خیمہ نیا ہے اس کے اندر نیا بہترین بستر لگایا گیا ہے اور ضرورت کی ہر شے بھی خیمے کے اندر موجود ہے اور مجھے کیا چاہئے۔" بروزہ جب خاموش ہوئی تب اس بار رفادہ نے ایاز بن سیف الدین کی طرف دیکھتے ہوئے پوچھ لیا۔

"آپ کب تک چکرمش کے ساتھ لشکر لے کر روانہ ہوں گے۔"

ایاز بن سیف الدین نے کچھ سوچا' پھر کہنے لگا۔

"عشاء کی نماز ادا کرنے کے کچھ دیر بعد میں اور چکرمش دونوں لشکر لے کر اپنے پڑاؤ سے مغرب کی طرف سفر کریں گے۔ چند فرلانگ مغرب کی طرف جانے کے بعد ہم اپنا رخ بدلیں گے اور شمال کی طرف جائیں گے اور چند میل آگے جانے کے بعد دریا کے کنارے آئیں گے۔ دریا کا پاٹ دیکھتے ہوئے آگے بڑھیں گے جہاں ہم یہ اندازہ لگائیں گے کہ دریا کا پاٹ چوڑا ہے اور وہاں پانی اتھلا اور پایاب ہوگا۔ وہاں سے ہم دریائے دجلہ کو پار کریں گے۔ اس کے بعد اپنے کام کی ابتداء کریں گے۔"

یہاں تک کہتے کہتے ایاز بن سیف الدین کو خاموش ہو جانا پڑا۔ اس لئے کہ پڑاؤ میں عشاء کی اذان سنائی دی تھی۔ اس پر ایاز بن سیف الدین اٹھ کھڑا ہوا' کہنے لگا۔

"نماز پڑھ آؤں' پھر لوٹتا ہوں۔" اس کے ساتھ ہی وہ خیمے سے نکل گیا تھا۔ بروزہ' توزین اور رفادہ بھی کیونکہ اسلام قبول کر چکی تھیں۔ لہٰذا وہ خیمے کے اندر ہی نماز ادا کرنے لگی تھیں۔

ایاز بن سیف الدین جب عشاء کی نماز ادا کرنے کے بعد لوٹا توزین اور رفادہ کے بیچ میں آکر بیٹھ گیا' تب بروزہ اپنی جگہ پر اٹھ کھڑی ہوئی اور ایاز بن سیف الدین کی طرف دیکھتے ہوئے کہنے لگی۔

"ایاز بیٹے تم تینوں بیٹھ کر باتیں کرو میں اب اپنے خیمے میں جا کر آرام کروں گی۔" اس پر ایاز اپنی جگہ پر اٹھ کھڑا ہوا اور کہنے لگا۔

"چلیں میں آپ کو خیمے میں چھوڑ کر آتا ہوں۔"

ایاز بن سیف الدین کے کھڑے ہونے پر توزین اور رفادہ بھی کھڑا ہوگئی تھیں' پھر تینوں بروزہ کے ساتھ اس کے خیمے میں گئیں' خیمے کا جائزہ لیا۔ بروزہ اپنے خیمے میں آرام کرنے لگی تھی جبکہ ایاز بن سیف الدین توزین اور رفادہ تینوں اپنے خیمے کی طرف ہو لئے تھے۔

............*

شب اپنے اندھیروں کی یورش نا آشنا ترانوں کی دلکشی کی طرح اپنی منزل کو رواں دواں تھی' دن بھر سلگتے' سسکتے سائے اپنی ذات میں آسودہ ہو چکے تھے۔ چاروں طرف خواب راحتوں' کرب و دکھ کی انتہا' اجڑے ڈھیر ریت کے نگر کی طرح چپ اور خاموشی طاری تھی۔ ایسے میں ایاز بن سیف الدین' چکرمش اپنے لشکر کو لے کر سرمدی وجود رکھنے والے کسی ازلی اسرار کے شوریدہ جنگجو کی طرح دریائے دجلہ کے کنارے کنارے شمال کا رخ کر رہے تھے۔ ان کی تیز رفتاری سے یوں لگتا تھا جیسے آندھیوں کی شدت اختیار کر کے کسی عارف آگاہی قلب دریدہ کرتے ہوئے خونی انقلاب برپا کرنے کا ارادہ کر لیا ہو یا کوئی محرم اخوت دغا کار کوئی بہت بڑا انقلاب برپا کرنے کے درپے ہو گیا ہو۔

ایک جگہ چکرمش سے مشورہ کرنے کے بعد ایاز بن سیف الدین نے اپنے لشکر کو روک دیا' پھر وہ بڑے غور سے رات کی گہری تاریکیوں میں دریائے دجلہ کو دیکھنے لگا تھا۔ دریائے دجلہ کی لہریں بنجر' بیکار اور بانجھ سرزمین کو سرسبز فصلوں کا لباس پہنانے کو بھاگتی جا رہی تھیں جس کے لمحوں حسد کے نگار خانوں اور تاریک فضاؤں میں دریا کی لہریں ایک شور انگیز جوش کی طرح رواں دواں تھیں۔

ایاز بن سیف الدین نے تھوڑی دیر تک دریا کا جائزہ لیا' پھر کچھ سوچتے ہوئے اس نے اپنا گھوڑا دریا میں ڈالا' اس کے ساتھ چکرمش بھی اپنے گھوڑے کو دریا میں ڈال چکا تھا۔ ان کے پیچھے پیچھے سالار لشکر بھی دریائے دجلہ کو عبور کرنے لگا تھا۔

دریائے دجلہ کے دوسرے کنارے جا کر ایاز بن سیف الدین اور چکرمش نے لشکر کا جائزہ لیا' دشمن پر شب خون مارنے سے متعلق پوری تفصیل سے انہیں آگاہ کیا۔ اس کے بعد انہوں نے جنوب کی طرف بڑھنا شروع کیا تھا۔

کچھ دور آگے جانے کے بعد ایاز بن سیف الدین نے دریائے دجلہ کے اوپر مغرب کی جانب جلتے پروں کا ایک تیر چھوڑ دیا تھا۔

پھر اس نے پہلے کی نسبت زیادہ تیزی سے جنوب کی طرف پیش قدمی شروع کر دی تھی۔ فضاؤں کے اندر جلتے پروں کا تیر نمودار ہونا تھا کہ سلطان کے سالار قماج کربوغا سرخاب بن بدر سرخاب بن کیخسرو اور دیگر سالار نے پہلے بڑی بڑی کمانوں کے ذریعے جلتے پروں کے تیروں کی بارش سنجر اور محمد کے لشکر پر کرنی شروع کی تھی۔

ایاز بن سیف الدین کا اندیشہ درست ہوا' تیروں کی اس بارش سے کئی خیموں میں آگ لگ گئی' پھر ایک خیمے کے بعد دوسرے خیمے کی طرف آگ بڑھتی چلی گئی۔ یہاں تک کہ آگ کے پھیلنے کی وجہ سے سنجر اور محمد کے لشکر میں ایک افراتفری اور ہیجانی سی کیفیت طاری ہو گئی تھی۔ ایسے میں ان کیلئے ایک اور مصیبت اٹھ کھڑی ہوئی۔

جس وقت سنجر اور محمد دونوں کے پڑاؤ میں خیموں میں آگ لگنے کی وجہ سے ہر طرف افراتفری اور ایک ہیجان کا عالم تھا۔ ایسے میں روحوں کے ساگر کو ریزہ ریزہ ٹکڑے ٹکڑے کرتی صحراؤں کی دہکتی آگ آگہی کے ہر نشان مٹا کر کہانیوں کے مزاج بدلتے وحشتوں کے مہیب عناصر کی طرح نمودار ہوا' پھر وہ سنجر اور محمد کے لشکر پر سہمی سہمی آوازوں میں کھیتوں کی مٹی کھلیانوں کے تنکے اڑا دینے والے غضب و قساوت بھرے طوفانوں' شب کی آخری ساعتوں میں حوصلہ شکنی کا سیلاب' آگ و خون کا پیغام دیتے ہولناک لمحوں اور کم وقت میں ہر سوز زندگی کو حیران پریشان کرتے سنگ و خشت کے طوفانوں اور بدبختیاں کھڑی کرتی سیال آتش کی طرح حملہ آور ہو گیا تھا۔

ایاز بن سیف الدین اور چکرمش کا یہ حملہ بڑا اچانک' زوردار اور جان لیوا تھا۔ ایاز بن سیف الدین اور چکرمش نے ان کے اندر تباہی اور بربادی میں بڑا اضافہ کیا۔ وہ پہلے ہی خیموں میں لگ جانے والی آگ پر قابو پانے کی کوشش کر رہے تھے' اب جو نیا سلسلہ شروع ہوا تو وہ بہت زیادہ محتاط ہو گئے۔ اتنی دیر تک ایاز بن سیف الدین اور چکرمش نے سنجر اور محمد کے لشکریوں کو بے پناہ نقصان پہنچایا تھا۔ ان کے تیز حملوں کے سامنے سنجر اور محمد کے لشکری بے بس دکھائی دے رہے تھے۔ اب ان کیلئے مصیبت یہ تھی کہ ان کے ایک سمت کے خیموں پر بھی آگ لگ چکی تھی۔ گو سنجر اور محمد کے لشکر کی تعداد سلطان برکیاروق کے پورے لشکر کے مقابلے

میں بہت زیادہ تھی' اس کے باوجود اپنے آدھے سے بھی کم لشکر کے ساتھ جو ایاز بن سیف الدین اور چکرمش نے شب خون مارا تھا تو اس شب خون سے انہوں نے ایک خوفناک کیفیت دریائے دجلہ کے کنارے کھڑی کردی تھی۔ سنجر اور محمد کے پڑاؤ کے ایک طرف آگ بھڑک اٹھی تھی' دوسری طرف سے ایاز بن سیف الدین اور چکرمش جو حملہ آور ہوئے تو دریائے دجلہ کے کنارے آدمیت کی پہچان سے ناآشنا وقت کی بدترین فتنہ پردازیاں رقص کرنے لگی تھیں۔ خون گشت اندیشے دستور زباں بندی طاری کرنے لگے تھے۔ بڑھتی بڑھاتی قوتیں مایوسی اور گھبراہٹ پھیلاتی غم دہر کی تلچھٹ چاروں طرف پھیلنے بکھرنے لگی تھیں۔ پشتوں کو توڑتے طوفانوں کے سایوں کی طرح ایاز بن سیف الدین اور چکرمش اپنے حملوں کے دائروں کو بڑھاتے چلے گئے تھے۔

دوسری طرف سنجر اور محمد تو خود بغداد شہر کے ایوانوں کے اندر آرام کر رہے تھے' لیکن دریائے دجلہ کے کنارے ان کے لشکریوں کے خلاف ایاز بن سیف الدین اور چکرمش ہول آفریں اندھیروں میں نعروں کی گونجوں کے اندر سب صبر قرار کے ساتھ اپنا کام کرتے چلے جا رہے تھے۔

اطمینان کے سایوں سے ناآشنا قہر آلود ماحول کی طرح وہ سنجر اور محمد کے لشکریوں کیلئے آگ اور خون کا پیغام دیتے جا رہے تھے۔ سنجر اور محمد کے لشکریوں کو خبر ہو چکی تھی کہ ان پر شب خون مارنے والے کون ہیں اور جب ان کے لشکریوں کو یہ بھی پتا چلا کہ شب خون مارنے والا ایاز بن سیف الدین اور اس کے ساتھ اس کا نائب چکرمش ہے تب ان کے حوصلہ میں اور زیادہ پستی طاری ہوئی تھی' اس لئے کہ ایاز بن سیف الدین کا نام ہی ان کے اندر ہولناکی اور خوف پیدا کرنے کیلئے کافی تھا۔ سنجر اور محمد کا پورا لشکر ایک مجبوری کے تحت ان کے خلاف حرکت میں نہیں آ سکتا تھا۔ اس لئے کہ ایک طرف خیموں میں آگ لگ چکی تھی جسے ایک حصہ بجھانے کی کوشش کر رہا تھا اور دوسرا حصہ ایاز بن سیف الدین اور چکرمش سے ٹکرا رہا تھا اور اس حصے کو بری طرح اپنا ہدف بناتے ہوئے وہ انہیں زندگی کو نچوڑ کر سکون کو دھرم کرتی چنگاریوں کی طرح اپنا ہدف بنا رہے تھے۔ یوں دریائے دجلہ کے کنارے سنجر اور محمد کے پڑاؤ میں رقابت کے جذبے اور سکر و مستی کے لہریں ناچ اٹھی تھیں۔

کچھ دیر تک بڑے طریقے' بڑے سلیقے' بڑی ہنرمندی اور بڑی کاریگری سے ایاز بن

سیف الدین اور چکرمش نے سنجر اور محمد کے لشکر کو اپنا ہدف بنائے رکھا اور اب صورتحال یہ پیدا ہونے لگی تھی کہ ان کے تیز اور جان لیوا شب خون کے سامنے سنجر اور محمد کے لشکریوں کی حالت بڑی تیزی سے پرشکستہ چڑیوں' رات کی رسوائیوں میں اڑتی کفن کی دھجیوں' جوش مارتی گرسنگی' بکھرتے زرد پتوں' موت کی کراہوں سے بغلگیر ہوتے کھلے بھوکے سمندر کی سی ہونا شروع ہوگئی تھی۔

ایاز بن سیف الدین اور چکرمش نے جب دیکھا کہ اب سنجر اور محمد کے لشکر میں اتنی سکت نہیں رہی کہ وہ کھلے میدانوں میں ان سے ٹکرانے کی جرأت کر سکیں تب انہوں نے بڑے طریقے اور سلیقے سے اپنے حملہ آور لشکر کو سمیٹا' آہستہ آہستہ پیچھے ہٹے' اس کے بعد دریائے دجلہ کے کنارے کنارے شمال کی طرف انہوں نے اپنے گھوڑوں کو سرپٹ دوڑا دیا تھا۔ دریا کو اسی جگہ سے عبور کیا جس جگہ سے وہ عبور کر کے شب خون مارنے کیلئے آئے تھے۔ اس کے بعد وہ اپنے پڑاؤ کی طرف بڑھے اور جس وقت وہ اپنے پڑاؤ کی طرف بڑھ رہے تھے تو مشرق سے سورج طلوع ہو کر دھرتی کے سینے کو منور کر رہا تھا۔

بغداد کے ایوانوں میں آرام کرتے سنجر اور محمد کو جب خبر ہوئی کہ ان کے لشکر پر تو شب خون مارا دیا گیا ہے تب دونوں بھائی صلاح مشورہ کرنے کے بعد شہر سے نکلے' پڑاؤ میں آگے لشکر کے پڑاؤ میں اس وقت دھواں اٹھ رہا تھا۔ زیادہ تر خیمے جل چکے تھے' سامان بھی جل کر راکھ ہو چکا تھا اور ان کی نگاہوں کے سامنے دور تک پھیلی ان کے لشکریوں کی لاشیں ایک خوفناک منظر پیش کر رہی تھیں۔

اس موقع پر ان دونوں کے سالار ان کے گرد جمع ہو گئے' پھر ان میں سے ایک سنجر اور محمد کی طرف دیکھتے ہوئے کہنے لگا۔

"ہم امید بھی نہیں کر سکتے تھے کہ رات کی تاریکی میں ہم پر کوئی شب خون بھی مار سکتا ہے۔"

اس سالار کو یہاں تک کہتے ہوئے رک جانا پڑا' اس لئے کہ سنجر بولا اور کہنے لگا۔

"کیا ہمارے خیموں کو آگ شب خون مارنے والوں نے لگائی۔"

اس پر اس سالار نے نفی میں گردن ہلائی اور کہنے لگا۔ "یہ آگ شب خون مارنے والوں نے نہیں لگائی' بلکہ میں کہتا ہوں برکیاروق نے بڑے طریقے اور سلیقے کے ساتھ ہمیں اپنے

سامنے زیر کرنے کی کوشش کی ہے بلکہ کوشش ہی نہیں کی زیر کر لیا ہے۔ ہم سے غلطی یہ ہوئی ہم نے اپنا پڑاؤ بالکل دریائے دجلہ کے کنارے رکھا جبکہ برکیاروق نے اپنا پڑاؤ دریائے کے غربی کنارے ذرا پیچھے ہٹ کر رکھا۔ اس پر انہیں یہ فوقیت حاصل ہوئی کہ دریائے دجلہ کنارے سے اگر وہ تیر چلائیں تو وہ تیر ہمارے پڑاؤ میں گرتا ہے اور اگر ہم یہاں سے چلائیں تو ہمارے تیر برکیاروق کے پڑاؤ میں نہیں گرتے، اسی سے انہوں نے فائدہ اٹھایا۔ جلتے پروں کے تیر ہمارے پڑاؤ پر بارش کی طرح برسائے اور اس سے ہمارے پڑاؤ میں آگ لگ گئی۔ اس کارروائی سے پہلے پوری تیاری کے ساتھ سیف الدین اور چکرمش لشکر کا حصہ لے کر دریائے دجلہ کو عبور کر چکے تھے اور جس وقت برکیاروق کے لشکر کی طرف سے جلتے پروں کے تیر پھینکے گئے اسی وقت ایاز بن سیف الدین اور چکرمش نے ہم پر شب خون مار دیا، اس طرح ہمارے لشکری دہری مصیبت کا شکار ہو گئے اور جس طرح انہیں اپنا دفاع چاہئے تھا اسی طرح وہ اپنا دفاع کر نہیں پائے۔"

اس سالار کی یہ ساری باتیں سن کر سنجر اور محمد دونوں اداس اور افسردہ ہو گئے تھے۔ موقع پر سنجر نے محمد کی طرف دیکھا اور کہنے لگا۔

"محمد یہ کارروائی کر کے ایاز بن سیف الدین اور چکرمش نے ہمیں برکیاروق سامنے گھٹنے ٹیکنے پر مجبور کر دیا ہے۔ پھر ہم ایسا نہیں کریں گے۔ میری ایک بات غور سے اب اگر ہم نے یہاں زیادہ دیر تک قیام کیا تو یاد رکھنا جس طرح برکیاروق دریائے دجلہ کو کر کے غربی کنارے کی طرف گیا ہے اسی طرح وہ دریائے دجلہ کو عبور کر کے مشرقی کنارے طرف آئے گا اور سینہ تان کر ہم پر حملہ آور ہو گا۔ اس لئے کہ اسے جب خبر ہو گی کہ اس شب خون نے ہمیں بے پناہ نقصان پہنچایا ہے اور ہمارا لشکر اب جارحیت تو بہت دور کی بات دفاع کرنے کے بھی قابل نہیں رہا تو وہ ہم پر حملہ آور ہو کر ہمیں کچل مسل کر رکھ دے گا۔ جس قدر جلد ممکن ہو ہمیں یہاں سے کوچ کر جانا چاہئے۔ اپنے لشکریوں سے کہو جو بچا سامان ہے فوراً سمیٹنے کی بات کریں اور لشکریوں کے کھانے کا اہتمام کرنے کے بعد یہاں سے فوراً کوچ کیا جائے گا۔"

محمد نے اس سے اتفاق کیا تھا۔ چنانچہ انہوں نے اپنے کوچ کی تیاریاں شروع کر تھیں۔

دوسری طرف ایاز بن سیف الدین جب اپنے نائب چکرمش کے ساتھ فاتح لشکر کو لے کر سلطان برکیاروق کے پڑاؤ میں داخل ہوا تو سلطان کے علاوہ سارے چھوٹے بڑے سالاروں نے بڑے عمدہ اور شاندار انداز میں ان کا استقبال کیا اور اس کامیاب اور شاندار شب خون پر انہیں مبارکباد دی، پھر سلطان نے لشکریوں کو اپنے خیمے میں جا کر کھانا کھانے اور آرام کرنے کا حکم دیا تھا۔ اس موقع پر ایاز بن سیف الدین سلطان کو مخاطب کر کے کہنے لگا۔

"سلطان محترم! اگر ہم ایک اور کام کریں تو کچھ عرصہ تک سنجر اور محمد دونوں ہمارے ...ن نکلنے کی کوشش نہیں کریں گے۔"

چونکنے کے انداز میں ایاز سیف الدین کی طرف دیکھتے ہوئے سلطان برکیاروق نے پوچھا۔

"کیسا کام......؟"

ایاز بن سیف الدین نے کچھ سوچا، پھر کہنے لگا۔

"سلطان محترم! میرا اندازہ ہے کہ اس شب خون کے نتیجے میں سنجر اور محمد دونوں اپنا پڑاؤ یہاں سے اٹھا کر اپنے اپنے علاقوں کی طرف کوچ کریں گے۔ ان کے لشکر کو بے پناہ نقصان پہنچا ہے، ان کے اکثر خیمے جل گئے ہیں اور ان کے لشکریوں کی اکثریت نہ سہی، لیکن ان میں سے بہت کو ہم نے موت کے گھاٹ اتار دیا ہے اور کچھ عرصہ سنجر اور محمد دونوں اس قابل نہیں رہیں گے کہ خم ٹھونک کر ہمارے سامنے آئیں۔"

"میرا اپنا اندازہ ہے کہ وہ اب یہاں سے اپنا پڑاؤ اٹھا کر واپس جانے کی کوشش کریں گے۔ جس وقت وہ دریائے دجلہ کے مشرقی کنارے کے ساتھ اوپر کی جانب جانا شروع کریں، میں چاہتا ہوں ہم بھی اپنا پڑاؤ اٹھا کر غربی کنارے کے ساتھ ان کے متوازی آگے بڑھیں، جس جگہ سے جا کر میں نے دریائے دجلہ کو عبور کر کے شب خون مارا تھا ان کے ساتھ ساتھ چلتے ہوئے وہاں سے دریا کو عبور کرنے کی کوشش کریں۔ سنجر، محمد، ان کے سالار اور لشکری دیکھیں گے کہ ہم دریائے دجلہ کو عبور کر کے ان کی طرف آ رہے ہیں تو وہ یہی سمجھیں گے کہ آپ ان پر ضرب لگانے اور ان پر حملہ آور ہونے کیلئے دریا کو عبور کر رہے ہیں اور جب یہ سوچیں گے تو میں آپ کو یقین دلاتا ہوں کہ وہ اپنی رفتار کئی گنا بڑھا کر اپنی جانیں بچانے کیلئے اپنے اپنے علاقوں کی طرف بھاگنے میں ہی اپنی عافیت جانیں گے۔"

سلطان برکیاروق کے چہرے پر مسکراہٹ نمودار ہوئی' پھر ایاز بن سیف الدین کو مخاطب کر کے کہنے لگا۔

''دیکھو سارا لشکر کھانا کھا چکا ہے جو لشکری تمہارے ساتھ تھے پہلے ان کے کھا اہتمام کیا جاتا ہے' لیکن تم اور چکرمش اپنے اپنے اہلخانہ کے خیمے میں جاؤ۔ انہوں نے کھانا نہیں کھایا ہوگا' ان کے ساتھ پہلے کھانا کھاؤ اس کے بعد پڑاؤ سمیٹتے ہیں اور تمہارے اندازے کے مطابق سنجر اور محمد اپنے لشکر کو سمیٹ کر دریائے دجلہ کے مشرقی کنا کے ساتھ ساتھ شمال کی طرف بڑھتے ہیں۔ ہم بھی ان کے متوازی کوچ کر جائیں گے۔''

سارے سالاروں نے اس سے اتفاق کیا تھا۔ چنانچہ ایاز بن سیف الدین اور چک اپنے خیموں کی طرف ہو لئے تھے۔

ایاز بن سیف الدین جب اپنے خیمے میں داخل ہوا تو خیمے میں اس وقت توزین' اور بروزہ تینوں بیٹھیں ایاز بن سیف الدین کی آمد سے متعلق ہی گفتگو کر رہی تھیں۔ ایا سیف الدین جب خیمے میں داخل ہوا تو تینوں نے بے پناہ خوشی کا اظہار کیا۔ پہلے توزی اور کہنے لگی۔

''آپ کی آمد سے پہلے ہی لشکر میں یہ خبر پھیل چکی ہے کہ آپ نے ایک کامیاب خون مارا ہے۔ سنجر اور محمد کے لشکر کو بے پناہ نقصان پہنچایا ہے۔ اس کامیابی پر میں رفا اماں تینوں آپ کو مبارکباد دیتی ہیں۔''

توزین کے بعد رفادہ اور بروزہ بھی اسے مبارکباد دے رہی تھیں۔ یہاں تک کہ ایا سیف الدین آگے بڑھا' توزین اور رفادہ نے اپنے درمیان نشست خالی رکھی تھی' وہاں گیا۔ اس موقع پر توزین بولی اور کہنے لگی۔

''یقیناً آپ کو بھوک لگی ہوگی۔''

ایاز بن سیف الدین نے اثبات میں گردن ہلائی۔ جواب میں توزین کچھ کہنا ہی تھی کہ دو لشکری ان کا کھانا لے آئے اور ان کے پاس رکھ کر چلے گئے۔

ایاز بن سیف الدین نے کھانے پر ایک نگاہ ڈالی اور کہنے لگا۔

''لشکری جو اس قدر کھانا رکھ کر گئے ہیں اس کا مطلب ہے تم لوگوں نے بھی کھا کھایا۔''

اس بار رفادہ بولی اور کہنے لگی۔

''ہم کھانا کیسے کھا لیتیں' ہم تو پہلے ہی فکرمند تھیں کہ آپ شب خون مارنے کیلئے گئے ہوئے ہیں' نجانے شب خون کا کیا نتیجہ نکلتا ہے۔ اس بناء پر ہم نے عہد کر رکھا تھا کہ جب آپ لوٹیں گے تو آپ کے ساتھ ہی کھانا کھائیں گے۔''

جواب میں باری باری ایک گہری نگاہ ایاز بن سیف الدین نے توزین اور رفادہ پر ڈالی' پھر کہنے لگی۔

''ایسے موقع پر جب مجھے لوٹنے میں تاخیر ہو جایا کرے تو تم دونوں آرام سے کھانا کھا لیا کرو۔''

پھر چاروں بیٹھ کر کھانا کھا رہے تھے۔

کھانے کے بعد اچانک پڑاؤ سمیٹا جانے لگا۔ اس موقع پر رفادہ بولی اور ایاز بن سیف الدین کو مخاطب کر کے کہنے لگی۔

''یہ پڑاؤ سمیٹا جا رہا ہے' کیا لشکر کوچ کرے گا۔''

اس کے ساتھ ہی اچھلنے کے انداز میں ایاز بن سیف الدین اپنی جگہ پر اٹھ کھڑا ہوا' کہنے لگا۔

''میرے خیال میں سلطان نے کوچ کا حکم دے دیا ہوگا۔ تم اپنا سارا سامان سمیٹو سلطان کے ساتھ مل کر میں اور دوسرے سالاروں نے یہ فیصلہ کیا تھا کہ جس وقت دوسرے کنارے سے سنجر اور محمد کوچ کریں تو ہم بھی ان کے ساتھ اس کنارے سے کوچ کریں گے۔ دراصل ہم انہیں یہ تاثر اور احساس دلانا چاہتے ہیں کہ ابھی ہم میں دم خم ہے ان پر حملہ آور ہو کر انہیں نقصان پہنچا سکتے ہیں۔ تم لوگ اپنا سامان سمیٹ کر اپنی تیاری کرو' تھوڑی دیر تک یہ خیمے اکھیڑ لئے جائیں گے۔ میں ذرا دیکھتا ہوں کہ لشکر اپنی ترتیب کیا رکھتا ہے۔ اس کے ساتھ ہی ایاز بن سیف الدین خیمے سے نکل گیا تھا۔''

تھوڑی دیر بعد مشرقی کنارے سے سنجر اور محمد کے لشکر نے کوچ کیا تھا اور اس کے ساتھ ہی سلطان برکیاروق کا لشکر بھی غربی کنارے کے ساتھ ساتھ شمال کی طرف بڑھا تھا۔

سنجر اور محمد نے جب دیکھا کہ سلطان برکیاروق کا لشکر بھی ان کے ساتھ ساتھ دوسرے کنارے پر شمال کی طرف بڑھ رہا ہے' تب وہ بڑے فکرمند ہوئے۔ انہوں نے اپنی رفتار تیز

کردی' ان کی رفتار کو دیکھتے ہوئے سلطان برکیاروق نے بھی اپنے لشکر کی رفتار بڑھانے کا حکم دے دیا تھا۔

سنجر اور محمد اپنے لشکر کے ساتھ جب اس جگہ پہنچے جہاں رات کی گہری تاریکی میں ایاز بن سیف الدین نے دریائے دجلہ کو عبور کر کے شب خون مارا تھا تو اس جگہ ایاز بن سیف الدین کے اشارے پر سلطان نے لشکر کو دریا عبور کرنے کا حکم دیا اور جونہی لشکر نے اپنے گھوڑوں کو دریائے دجلہ میں ڈالا' سنجر اور محمد کے خوف کی کوئی انتہا نہ تھی کہ سلطان ان پر حملہ آور ہونے کیلئے دریائے دجلہ کو عبور کر رہا ہے' ان کو یہ بھی خبر تھی کہ گزشتہ شب خون نے ان کی ساری طاقت اور قوت کو کچل کر رکھ دیا گیا ہے اور اب اگر سلطان برکیاروق نے پورے لشکر کے ساتھ ان پر ضرب لگائی تو ان میں سے کسی کو بھی بچ کر اپنی جان بچانے کا موقع نہیں ملے گا۔ اس بناء پر دونوں بھائی اپنے بچے کھچے لشکریوں کو لے کر اپنے گھوڑوں کو سرپٹ دوڑاتے ہوئے بھاگ کھڑے ہوئے تھے۔

سلطان برکیاروق بھی یہی چاہتا تھا۔ لہٰذا اپنے لشکر کے ساتھ دریا کو عبور کر کے اس نے اصفہان کا رخ کیا' جبکہ سنجر خراسان کی طرف اور محمد اپنے مرکزی شہر گنجہ کی طرف بھاگ گیا تھا۔

............*

سلطان برکیاروق نے اب باطنیوں سے نبٹنے کیلئے اپنی تیاریوں کو آخری شکل دینا شروع کر دی تھی۔ باطنی دراصل قرامطہ ہی کا دوسرا نام تھا۔ قرامطہ کو باطنیہ بھی کہتے ہیں اور ان کا سربراہ ایک شخص قرمط حمدان تھا' جس کا اصل وطن خوزستان تھا۔ وہ زیادہ تر کوفہ میں رہا' اس کا انتقال ہجری 258 میں ہوا اور اس کے بعد ابوسعید حسن اس کا جانشین ہوا۔ اس ابوسعید نے اپنی جمعیت کی تیاری میں بڑی محنت کی۔ آخر حصول جمعیت کے بعد یہ شخص ہجری 286 میں خود ہی مہدی ہونے کا دعویدار بن کر اٹھ کھڑا ہوا۔ پہلے قرب و جوار کے دیہات اور قصبات کو تاراج کیا' پھر تسخیر بصرہ کے عزم سے روانہ ہوا۔ خلیفہ معتضد باللہ کے لشکر سے آمنا سامنا ہوا اور اس ابوسعید کی خوش قسمتی کہ اس کو فتح حاصل ہوئی۔ ابوسعید کے لشکر نے شاہی لشکر کو چاروں طرف سے گھیر لیا۔ سینکڑوں من لکڑی جمع کر کے آگ لگائی گئی اور خلیفہ معتضد باللہ کے ہزاروں لشکری کو اس آگ میں جھونک دیا گیا۔

تاریخ ابن خلدون کے مطابق یہ ابوسعید حشر و نشر معاد اور حساب کو نہیں مانتا تھا۔ یہ شخص انتہائی درجہ کا سفاک تھا۔ اس نے بے شمار مسلمانوں کو قتل کروایا تھا۔ مسجدیں منہدم کیں اور عازمین حج کے کئی قافلوں کو لوٹا۔

ہجری 301 میں یہ شخص اپنے ایک خادم ثعلبی کے ہاتھوں بدترین موت مرا۔ ابوسعید نے اپنے بیٹے سعید کو اپنا جانشین مقرر کیا' لیکن اس کا چھوٹا بیٹا ابوطاہر اپنے بڑے بھائی کو مغلوب کر کے خود جانشین بن گیا۔

اب اپنے باپ ابوسعید کے قتل کے بعد اور بڑے بھائی سعید کو مغلوب کر کے ہجری 301 میں ابوطاہر باپ کا جانشین ہوا۔ باپ کی طرف سے اسے حجر' احساء' طائف اور بحرین کے علاقوں میں اپنی حکومت ملی۔

یہ ابوطاہر اتنا بدمزاج' اتنا متکبر' اتنا گھمنڈ کرنے والا تھا کہ اپنے آپ کو اس نے خدا کا اوتار ہونے کا مدعی سمجھا۔ وہ کہتا تھا کہ اللہ تعالیٰ کی روح میرے جسم میں حلول کر گئی ہے۔

یہ شخص اسلام اور اہل ایمان کیلئے منگولوں سے بھی بڑھ کر اسلام کے درپے آزار و آلام رہا۔

انہی دنوں خلافت بغداد کافی کمزور تھی' اس لئے ابوطاہر کو مسلمانوں کے خلاف اقدامات کرنے کے بہتری مواقع ملے۔

ہجری 311 میں اس نے بصرہ پر حملہ کیا۔ وہاں کافی تباہی مچائی۔ ہجری 312 میں حاجیوں کے ایک قافلے کو بھی لوٹا۔ ہجری 314 میں کوفہ پر لشکر کشی کی اور کوفہ کو فتح کر لیا۔ ہجری 316 میں انبار فتح کرنے کے بعد راجبہ شہر پر قبضہ کر لیا۔

ان تمام معرکوں میں اس نے کثیر تعداد میں مسلمانوں کو قتل کیا اور ہزاروں کو قید کر لیا' بعد میں انہیں بھی قتل کر دیا۔

ابوطاہر نے شہر حجر کو دارالحکومت بنانے کے بعد وہاں ایک نہایت عالیشان عمارت تعمیر کروائی اور اس عمارت کو اس نے دارالہجرہ کے نام سے موسوم کیا۔

اسی ابوطاہر پر یہ خبط سوار ہوا کہ لوگ خانہ کعبہ کے حج و طواف کو چھوڑ کر دارالہجرہ کا حج کریں' اس نے اس مقصد کیلئے حجر اسود کو خانہ کعبہ سے دارالہجرہ پر نصب کرنے کی ترکیب کی۔

چنانچہ ہجری 319 میں حج کے موقع پر یہ مکہ مکرمہ پہنچا۔ یوم ترویہ کو ابوطاہر گھوڑے سوار ہو کر تیغ برہنہ لئے اپنے لشکر کے ساتھ مسجد الحرام میں داخل ہوا۔

بقول مؤرخین اس نامراد بدترین اور غلیظ شخص نے مسجد حرام میں بیٹھ کر شراب پی' طواف میں مصروف حاجیوں کو قتل کیا اور ان کا مال اسباب لوٹ لیا۔ مکہ شہر میں بھی ان قراطیوں یعنی باطنیوں نے کافی قتل و غارت کی۔

حرم شریف میں ایک ہزار سات سو محرم شہید ہوئے۔ چاہِ زم زم اور مکہ شہر کے دوسرے کنویں انسانوں کی لاشوں سے پٹ گئے۔ اس کے بعد ابوطاہر نے کعبہ کا دروازہ اکھڑوا دیا اور زور زور سے نعرے لگوانے لگا۔

انا باالله وباالله انا

یخلق الخلق ویفنیهم انا

''میں ہی اللہ ہوں اور اللہ میں ہی ہوسکتا ہوں۔ میں نے مخلوق کو پیدا کیا اور میں نے انہیں موت کے گھاٹ اتارا۔''

14 ذوالحج کے دن ابوطاہر حجر اسود کو اتار کر دار الجبرہ کی طرف واپس لوٹا۔ حجر اسود دار الجبرہ کی عمارات کے غربی جانب آویزاں کر دیا۔ حجر اسود تقریباً 22 سال تک ابوطاہر کے قبضے میں رہا اور تقریباً 10 سال تک خانہ کعبہ کا حج اس کی قتل و غارت گری اور اس کے ترک تاز اور اس کی یلغار کی وجہ سے امن نہ ہونے کے باعث موقوف رہا۔

ہجری 327 میں ابوطاہر کی اجازت سے اور ہر حاجی سے پانچ دینار محصول کی وصولی کی شرط پر دوبارہ حج شروع ہوا۔

آخر ہجری 339 کو حجر اسود دوبارہ خانہ کعبہ میں نصب کیا گیا۔ کیونکہ ابوطاہر لوگوں کو دار الجبرہ کے حج کیلئے حجر اسود کی وجہ سے متوجہ کرنے میں کامیاب نہ ہوسکا تھا۔

اس کے بعد یہی ابوطاہر چیچک کے مرض میں مبتلا ہو کر انتہائی ذلت اور گھناؤنی شیطانی موت مرا۔

اس کے زمانے میں بدامنی بہت تھی' کئی لوگ مہدی موعود کے دعوے کر کے لوگوں کو گمراہ کرنے لگے تھے۔ ان مدعی حضرات میں ایک شخص ذکرویہ بن ماحر بھی تھا اور اس کا تعلق بھی باطنیہ سے تھا۔

ذکرویہ کو ذکرویہ مرطی بھی لکھتے ہیں۔ یہ خلیفہ معتضد کے عہد میں خلافت بغداد کے خلاف اٹھ کھڑا ہوا اور کئی جنگیں لڑیں۔ وہ اپنے آپ کو حامل وحی اور حضرت مہدی کے ایلچی ہونے کا مدعی کہتا تھا۔ خلیفہ مکتفی کے عہد میں بھی اپنے انتشار کے کام کو جاری رکھا۔ چنانچہ مسلمان اس سے بڑے نالاں ہوئے۔ اس بناء پر مسلمانوں نے ایک لشکر تیار کیا۔ اس کا مقابلہ کیا اور اس مقابلے کے دوران ذکرویہ سخت زخمی ہوا۔ انہی زخموں کی تاب نہ لاکر واصل جہنم ہوا۔

اس طرح بحرین کے علاقے میں ان لوگوں کا جب زور ٹوٹا اور مسلمانوں کے پے در پے حملوں سے ان کی تعداد کو کم کر کے ان کی عسکری طاقت اور قوت کو بھی کچل دیا گیا' تب ان لوگوں نے عراق کا رخ کیا۔ عراق اور شام کی سرزمینوں میں انہوں نے پھر پرزے نکالنے شروع کئے اور مصر کی باطنی حکومت بھی اس سلسلے میں ان کی مدد کر رہی تھی۔ جب عراق اور شام کے مسلمان بھی ان کے خلاف حرکت میں آ گئے تو انہیں وہاں کوئی جائے پناہ نہ ملی تو انہوں نے خفیہ طور پر اپنی انجمنیں قائم کیں اور بظاہر مسلمانوں میں ملتے جلتے رہے۔ ساتھ ہی اپنی تبلیغ کا سلسلہ بھی جاری رکھتے تاکہ اپنی تعداد میں اضافہ کرتے رہیں۔ چونکہ مصر کی باطنی حکومت ان کی پشت پناہ تھی۔ ان کی خوب مدد کر رہی تھی۔ لہٰذا یہ کسی نہ کسی طریقے سے شام' عراق میں اپنے قدم جمانے میں کامیاب ہوئے۔ مؤرخین لکھتے ہیں کہ مصر کی حکومت ان باطنیوں کو جن کے داعی خفیہ طور پر کام کر رہے تھے ہر قسم کی مدد پہنچاتی تھی اور اسلامی سلطنت کی بربادی کیلئے مصر کی باطنی حکومت نے اسلامی ممالک میں باطنیوں کے داعیوں اور رفیقوں کا ایک جال غیر محسوس طریقے سے پھیلا دیا تھا۔ شام اور عراق و ایران کے علاقوں کو ایک طرح سے انہوں نے اپنا مرکز بنا لیا تھا۔ شام میں مصر کی باطنی حکومت کا نمائندہ حسن بن صباح تھا اور عراق میں ان کا بڑا نمائندہ اور داعی اعظم احمد بن عطاش تھا۔ چونکہ عراق سلطان برکیاروق کی سلطنت میں واقع تھا اور احمد بن عطاش نے بہت سے علاقوں میں مسلمانوں کے خلاف قتل غارت گری کا بازار گرم کیا تھا۔ لہٰذا سلطان برکیاروق نے اسی احمد بن عطاش کے خلاف حرکت میں آنے کا فیصلہ کر لیا تھا اور احمد بن عطاش پر ضرب لگانے کیلئے سلطان برکیاروق نے اپنے بڑے سالاروں کا اجلاس طلب کر لیا تھا۔

کوئی زیادہ دیر نہ گزری تھی کہ سلطان کے خیمے میں بڑے سالاروں میں سے کربوغا'

قماج، کمشتگین، سرخاب بن بدر، سرخاب بن کینخر و باری باری داخل ہوئے اور سلطان کے خیمے میں بیٹھتے چلے گئے تھے۔ یہاں تک کہ سلطان اب ایاز بن سیف الدین اور چکرمش کا انتظار کرنے لگا تھا۔

جب کافی دیر تک وہ دونوں نہ آئے تو سلطان کو کچھ جستجو اور حیرت ہوئی اور کربوغا کی طرف دیکھتے ہوئے سلطان نے پوچھ لیا۔

''کربوغا یہ ایاز اور چکرمش کہاں رہ گئے ہیں؟''

اس پر کربوغا غور سے سلطان کی طرف دیکھتے ہوئے کہنے لگا۔

''سلطان محترم! وہ ہیں تو پڑاؤ کے اندر ہی لیکن سمجھ نہیں آتی آنے میں انہوں نے اس قدر تاخیر سے کیوں کام لیا ہے۔''

سلطان اس جواب پر خاموش رہا، پھر انتظار کرنے لگا۔

یہاں تک کہ تھوڑی دیر بعد ایاز بن سیف الدین اور چکرمش دونوں سلطان کے خیمے میں داخل ہوئے۔

جب وہ آگے بڑھ کر اپنی خالی نشستوں پر بیٹھ گئے تب سلطان نے ایاز بن سیف الدین کی طرف دیکھا اور دھیمے لہجے میں پوچھ لیا۔

''ایاز میرے بھائی کیا ہوا، تم اور چکرمش اتنی دیر بعد کیوں آئے ہو۔''

ایاز نے اس موقع پر بڑی سنجیدگی میں سلطان کی طرف دیکھا اور کہنے لگا۔

''سلطان محترم ایک کام میں نے آج آپ کی اجازت کے بغیر کیا ہے اور اس کام میں چکرمش بھی میرے ساتھ تھا، اس بناء پر ہم دونوں کو آنے میں تاخیر ہوئی اور مجھے امید ہے کہ جو قدم میں نے اٹھایا ہے اس پر آپ خفگی اور ناراضگی کا اظہار نہیں کریں گے۔''

سلطان نے اس موقع پر غور سے ایاز کی طرف دیکھا جبکہ باقی سالار بھی ایاز بن سیف الدین کی طرف دیکھنے لگے تھے۔ یہاں تک کہ سلطان نے پوچھ لیا۔

''کیسا قدم اٹھایا ہے تم نے؟''

اس پر ایاز بولا اور کہنے لگا۔

''سلطان محترم ہمارے مخبر جو باطنیوں کیلئے مقرر کئے گئے تھے کہ ان کی نقل و حرکت پر نگاہ رکھیں، وہ تھوڑی دیر پہلے آئے اور انہوں نے انکشاف کیا کہ حسن بن صباح اور ابن عطاش

دونوں کو یہ اطلاع ہو چکی ہے کہ سلطان ان پر ضرب لگانا چاہتے ہیں۔ لہٰذا ابن عطاش نے اپنے قلعے شاہ در میں اپنے استحکامات کو مزید مستحکم اور مضبوط اور استوار کر لیا ہے۔ وہ محصور رہ کر ہمارا مقابلہ کرے گا، جبکہ ایک خاصا بڑا لشکر جو داعیوں، عاملوں اور فدائیوں پر مشتمل ہے وہ حسن بن صباح نے تیار کیا ہے اور انہوں نے یہ منصوبہ بندی کی ہے کہ جس وقت ہم قلعہ شاہ در پر حملہ آور ہوں گے اور ابن عطاش کو اپنے سامنے زیر کرنے کی کوشش کریں گے تو باہر سے حسن بن صباح کا لشکر ہم پر ضرب لگائے گا۔ پہلے تو وہ ہم پر شب خون مارنے کی کوشش کرے گا، تاکہ اس شب خون کے نتیجے میں ہماری طاقت اور قوت میں کمی آئے اور پھر وہ باہر رہ کر وقفے وقفے سے ہم سے ٹکراتا رہے گا۔ حسن بن صباح ایسا اس لئے کرنا چاہتا ہے کہ قلعے سے باہر ہی ہمیں مصروف رکھا جائے۔ محاصرے کو طول دیا جائے۔ یہاں تک کہ ہم تنگ آ کر قلعہ شاہ در کا محاصرہ ختم کر دیں اور ابن عطاش محفوظ رہ جائے۔''

''سلطان محترم! ان ساری خبروں سے یہ معاملہ سامنے آتا ہے کہ ہمارے لشکر کے اندر بھی حسن بن صباح اور ابن عطاش کے کچھ لوگ موجود ہیں جو ہماری ساری خبریں ان تک پہنچاتے ہیں۔ چنانچہ یہ خبریں ملنے کے بعد میں اپنے کچھ دستوں کو حرکت میں لایا ہوں۔ اپنے پڑاؤ کے اردگرد میں نے اپنے مسلح جوانوں کو پھیلا دیا ہے تاکہ کوئی بھی پڑاؤ سے بھاگنے نہ پائے، ساتھ ہی کچھ دستے میں نے اصفہان شہر کے نواح میں بھی پھیلا دیئے ہیں۔ ہر دروازے پر بھی کچھ مسلح جوان کھڑے کر دیئے ہیں ہو سکتا ہے اصفہان شہر کے اندر بھی ان کے آدمی ہوں اور اگر وہ بھاگنے کی کوشش کریں تو ان پر بروقت ضرب لگائی جا سکے گی۔''

''اس مجلس کے بعد شہر اور پڑاؤ کے اندر مشہور کر دیا جائے گا کہ اصفہان شہر کے علاوہ سلطان کے لشکر میں بھی ابن عطاش اور حسن بن صباح کے کچھ لوگ ہیں، جن کی نشاندہی سلطان کے مخبروں نے کر دی ہے۔ لہٰذا اب ان پر گرفت کی جائے گی۔ اس مجلس کے بعد جب یہ خبریں پڑاؤ اور شہر کے اندر پھیلائی جائیں گی تو میرا اندازہ ہے ہمارے لشکر اور اصفہان شہر کے اندر ابن عطاش اور حسن بن صباح کے جس قدر آدمی ہیں وہ بھاگنے کی کوشش کریں گے اور جو جو بھاگے گا اسے گرفتار کر لیا جائے گا اور مکمل تفتیش کے بعد جو بھی گنہگار ہوا اسے کاٹ کر رکھ دیا جائے گا۔''

یہاں تک کہنے کے بعد ایاز بن سیف الدین خاموش ہوا، تب بے پناہ خوشی کا اظہار

کرتے ہوئے سلطان برکیاروق کہنے لگا۔

''تم دونوں نے یقیناً ایسا کام کیا ہے جس میں میری خوشی' میری طمانیت ہے۔ سنو تم نے جو قدم اٹھایا ہے اس میں ناراض ہونے والی نہیں بلکہ تم دونوں کو شاباش بلکہ انعام دینے والی بات ہے۔ اب اس موضوع پر گفتگو کرتے ہیں جس کیلئے ہم سب یہاں جمع ہوئے ہیں۔ اس کے بعد جو منصوبہ بندی تم نے اور چکرمش نے کی ہے اس پر عمل کیا جائے گا۔ اصفہان شہر کے علاوہ اپنے پڑاؤ میں یہ مشہور کردیا جائے گا کہ ہمارے مخبروں نے یہ نشاندہی کردی ہے کہ ہمارے لشکر اور شہر کے اندر کون کون سے ابن عطاش اور حسن بن صباح کے آدمی ہیں۔ چنانچہ یہ خبریں پھیلنے کے بعد جب کسی نے بھی شہر اور پڑاؤ سے بھاگنے کی کوشش کی پکڑا جائے گا اور اپنے انجام کو ضرور پہنچ جائے گا۔''

یہاں تک کہنے کے بعد سلطان برکیاروق رکا' پھر کہنے لگا۔

''ایاز تمہارے اس انکشاف پر میں اپنی اس تجویز اور منصوبہ بندی میں کچھ تبدیلی کروں گا جو اس سے پہلے میں نے طے کی ہے۔ پہلے میں نے یہ ارادہ کیا تھا کہ قماج اور سرخاب بن بدر کو اصفہان شہر کے گردونواح میں لشکر کے ایک حصے کے ساتھ رکھا جائے گا تاکہ جب ہم حسن بن صباح اور ابن عطاش کے لوگوں کے خلاف حرکت میں آئیں تو کوئی ہماری غیر حاضری سے فائدہ اٹھا کر اصفہان شہر پر قبضہ کرنے کی کوشش نہ کرے' جبکہ میں تم کرپوتا چکرمش اور سرخاب بن بکمزو لشکر کو لے کر نکلیں گے اور ابن عطاش سے قلعہ شاہ در کا محاصرہ کرکے اسے ہر صورت میں اپنے سامنے زیر کریں گے۔ اس کے سارے لشکریوں' سارے فدائیوں' سارے ہمنواؤں کا خاتمہ کیا جائے گا۔ ابن عطاش کو بھی اس کے کئے کی سزا دی جائے گی اور قلعہ شاہ در پر قبضہ کرلیا جائے گا۔''

''لیکن اب جبکہ ہمارے مخبر یہ خبریں لے کر آئے ہیں کہ جب ہم قلعہ شاہ در کا محاصرہ کریں گے تو باہر سے حسن بن صباح کا لشکر ہم پر شب خون مارے گا اور ہم سے ٹکراتا رہے گا تاکہ ہم قلعہ شاہ در کا محاصرہ اٹھا لینے پر مجبور ہوجائیں۔ اس بناء پر اب میں اس کام میں ایک تبدیلی چاہتا ہوں۔''

''جس قدر لشکر ہمارے پاس ہے اسے تین حصوں میں تقسیم کیا جائے گا۔ ایک حصہ کمشتگین اور سرخاب بن بکمزو کی کمانداری میں رہے گا' دوسرے سالاروں میں [illegible]

ان کے ساتھ ہوگا۔ لشکر کا جو حصہ ان کی کمانداری میں دیا جائے گا اس کے ساتھ یہ اصفہان شہر کی حفاظت کریں گے۔ باقی دو حصوں کو لے کر ہم قلعہ شاہ در کا رخ کریں گے۔''

''اس کے بعد کیونکہ لشکر کے دو حصے ہوں گے۔ لہٰذا ایک حصہ ایاز میرے بھائی تمہاری کمانداری میں ہوگا اور تمہارے ساتھ چکرمش ہوگا' اس لئے کہ چکرمش تمہارے ساتھ کافی کام کرچکا ہے اور تمہارے حملہ آور ہونے اور جنگی منصوبہ بندی کو یہ خوب سمجھتا ہے۔ دوسرے حصے میں میں ہوں گا' قماج اور کربوغا ہوں گے۔ یہ دونوں حصے پہلے قلعہ شاہ در پر حملہ آور ہوں گے' ساتھ ہی اپنے مخبروں کو اطراف میں پھیلا دیا جائے گا۔ جب بھی ہمارے مخبر یہ اطلاع دیں گے کہ حسن بن صباح کا کوئی لشکر ہم پر ضرب لگانے کیلئے آرہا ہے تو ایاز تم اور چکرمش دونوں ایک حصے کے ساتھ علیحدہ ہوجایا کروگے اور حسن بن صباح کے لشکر کو روکنے کے علاوہ ان پر ایسی ضرب لگاؤ کہ ان کے لشکر کی تعداد بھی کم کروگے' ان کی طاقت اور قوت میں ضعف پیدا کریں گے اور لگاتار انہیں مار دھاڑ کا نشانہ بناتے ہوئے انہیں واپس بھاگنے پر مجبور کردیں گے اور خداوند قدوس نے چاہا تو جب یہ معاملہ ہوا تو حسن بن صباح کے کیا فدائی' کیا داعی سب واپس جانے پر مجبور ہوجائیں گے' جس روز ایسا ہوا ہم سب مل کر قلعہ شاہ در پر ایسا زور ڈالیں گے کہ قلعے کو اپنا سامنے فتح کرنے میں کامیاب ہوجائیں گے اور قلعے میں جس قدر ابن عطاش کے ساتھی ہوں گے ان میں سے نہ کسی کو بھاگنے کا موقع دیا جائے گا' نہ کسی کو زندہ رکھا جائے گا۔''

سلطان برکیاروق کی اس تجویز سے سارے سالاروں نے اتفاق کیا تھا۔ اس کے بعد سلطان اٹھ کھڑا ہوا اور کہنے لگا۔

''میرے خیال میں اب سب میرے ساتھ آؤ تاکہ لشکر کی تقسیم کا کام شروع کردیں اور اس کے ساتھ ہی سب اپنی جگہوں سے اٹھ کر سلطان کے ساتھ ہولئے تھے۔''

✻......✻......✻

لشکر کی تقسیم کا کام جب مکمل ہو گیا تب اصفہان شہر اور سلطان برکیاروق کے لشکر میں یہ افواہیں گردش کرنے لگی تھیں کہ سلطان برکیاروق کے کچھ سالار اور لشکریوں کے دستے اصفہان شہر اور پڑاؤ کے اندر حرکت میں آ چکے ہیں۔ اس لئے کہ سلطان برکیاروق کو اس کے انتہائی قابل اعتماد مخبروں اور ہرکاروں نے یہ اطلاع کر دی ہے کہ اصفہان شہر اور پڑاؤ میں ابن عطاش اور حسن بن صباح کے لوگ شامل ہیں اور سلطان کو ان کے ناموں کی فہرستیں بھی جاری کر دی گئی ہیں۔ لہٰذا انہیں گرفتار کر کے ان کا خاتمہ کرنے کی کوشش کی جائے گی۔

شہر اور پڑاؤ کے اندر جب یہ خبریں بڑی تیزی سے گردش کرنے لگیں تب جس جس نے بھی شہر اور پڑاؤ سے نکل کر بھاگنے کی کوشش کی' شہر کے باہر اور پڑاؤ کے اطراف میں جو پہلے سے مسلح جوان کھڑے کر دیئے تھے انہوں نے ان کا خاتمہ کرنا شروع کر دیا تھا۔ اس طرح اصفہان شہر اور سلطان برکیاروق کے پڑاؤ کے اندر جس قدر یہ ظالم' جابر اور غیر ذمہ دار لوگ تھے ان سب کا خاتمہ کر دیا گیا تھا۔ اس کے بعد سلطان نے اپنے پورے لشکر کے ساتھ قلعہ شاہ در کا رخ کیا تھا' تاہم اصفہان شہر کی حفاظت کیلئے لشکر کا ایک حصہ شہر کے اندر رکھا گیا تھا اور اس حصے کی کمانداری سلطان نے سرخاب بن کیخسرو کے حوالے کی تھی۔

قلعہ شاہ در کا حاکم ابن عطاش جو باطنیوں کا بڑا نمائندہ اور ایک طرح سے علاقوں میں داعی کبیر تھا وہ اس زعم میں پڑ گیا تھا کہ سلطان برکیاروق اور اس کے لشکر کی حیثیت ہمارے مقابلے میں کچھ بھی نہیں ہے۔ ایسا وہ اس بناء پر بھی کر رہا تھا کہ اس کے پاس اپنا بہت بڑا لشکر تھا' جس کی بڑی خوب تربیت کی گئی تھی۔ اس کے علاوہ حسن بن صباح کی طرف سے بھی ایک خاصا بڑا لشکر قلعہ شاہ در کے نواح میں آ کر کہیں گھات لگا چکا تھا اور اس کی اطلاع حسن بن صباح کے نمائندوں نے ابن عطاش کو کر دی تھی۔ اس بناء پر ابن عطاش نے یہ فیصلہ کیا کہ وہ

ہرے باہر نکل کر سلطان برکیاروق کے لشکر کا مقابلہ کرے گا اور حسن بن صباح کا وہ سالار جو شکر لے کر آیا تھا اس کی طرف پیغام بھجوا دیا کہ جس وقت سلطان اس سے ٹکرائے تو اپنی ھات سے نکل کر سلطان کے لشکر کی پشت پر ایسے زوردار حملے شروع کرے کہ ہمارے سامنے ے سلطان کو بھاگنے کے سوا کوئی راستہ نہ ملے۔ سلطان کو بھی مخبروں نے بتا دیا تھا کہ حسن بن باح کا ایک لشکر قلعہ شاہ در کے نواح میں آ کر گھات لگا چکا ہے اور یہ تک انکشاف کر دیا تھا حسن بن صباح کا لشکر کس سمت سے نمودار ہو کر سلطان کے لشکر کی پشت یا پہلو پر حملہ آور وگا۔ اس بناء پر یہ ساری خبریں جاننے کے بعد سلطان برکیاروق اپنی جگہ پر بڑا مطمئن اور سودہ تھا۔

سلطان آگے بڑھا' جب وہ قلعہ شاہ در کے قریب گیا تو رک گیا' اس لئے کہ ان کے انے باطنیوں کا داعی کبیر ایک بہت بڑے لشکر کے ساتھ اپنے لشکر کی صفیں استوار کر چکا تھا۔ صورتحال دیکھتے ہوئے سلطان اور اسکے سالاروں نے بھی اپنی صفیں ابن عطاش کے سامنے کر بالکل درست کر لی تھیں۔ شاید ابن عطاش نے اپنا ارادہ بدل کر اب شہر سے باہر نکل کر لطان سے ٹکرانے کا فیصلہ کیا تھا۔

وہاں پہنچ کر سلطان نے اپنے لشکر میں کچھ تبدیلیاں کیں۔ لشکر کا ایک حصہ پہلے ہی ایاز ناسیف الدین کیلئے مختص کیا گیا تھا اور چکرمش کو اس کے ساتھ رکھا گیا تھا اور ان کے ذمے کام لگایا گیا تھا کہ پہلے تو وہ سلطان کے ساتھ جنگ میں حصہ لیں گے اور جب حسن بن باح کا لشکر اپنی گھات سے نکل کر قریب آئے گا تو وہ علیحدہ ہو کر حسن بن صباح کے لشکر سے کرا جائیں گے۔ باقی لشکر بھی دو حصوں میں تقسیم کر دیا گیا تھا۔ ایک حصہ سلطان نے اپنی مانداری میں رکھا اور کمشتگین کو اپنے نائب کی حیثیت سے شامل کیا۔ سلطان کے ساتھ ے تیسرے حصے کی کمانداری امیر کربوغا کو دی گئی تھی جبکہ قماج کو جو بڑے سالاروں میں ل تھا جنگ کا بہترین تجربہ رکھتا تھا اسے کربوغا کے ساتھ اس کے نائب کی حیثیت سے رکھا یا تھا۔

ابن عطاش کو بڑا حوصلہ اور زعم تھا کہ حسن بن صباح کا لشکر چونکہ اس کی مدد کیلئے پہنچا ہوا ہے اور وہ گھات لگا چکا ہے اور بروقت سلطان برکیاروق کی پشت کی طرف سے حملہ آور ہو کر ر کی کامیابی اور سلطان برکیاروق کے محاصرے کو اٹھا لینے کو یقینی بنائے گا' اس بناء پر وہ

بڑے تکبر اور گھمنڈ میں حرکت میں آیا اور سلطان کے لشکر پر حملہ آور ہونے میں پہل کرنے ا
ارادہ کرلیا اور اپنے اسی زعم میں اپنے لشکر کو وہ حرکت میں لا یا اور پھر وہ سلطان کے لشکر پر بڑ
کی جنبش روکتے موت کے گردوغبار' اوہام کی زنجیریں کاٹتے فضا کے شور وغوغا' زیست کو ب
زار کرتی عداوتوں کی خوفناک گھاتوں اور مصائب کے ہجوم کھڑے کرتی بدمستیوں کی ہیجان
خیزیوں کی طرف ٹوٹ پڑا تھا۔

سلطان کا لشکر کیونکہ تین حصوں میں تقسیم ہوچکا تھا' وسط میں سلطان خود تھا۔ چنانچہ پہلے
سلطان حرکت میں آیا' اپنے حصے کے لشکر کے ساتھ' پہلے اس نے اندھیروں کی بھاری نیند
میں رقص کرجانے والی شعاعوں اور ہر شے کی کوکھ میں خوف اگاتی طوفان بھری برقی قوتوں کی
طرح تکبیریں بلند کی تھیں۔ اس کے بعد سلطان ابن عطاش کے لشکر پر ستم کشوں کے لہو سے
خونی قصے کہانیاں رقم کرتے وقت کے جوش مارتے سمندر' لہولہو حکایتوں اور کتھاؤں میں دکھ
کے زہریلے زخم لگاتی' دہکتی' سلگتی' آتش اور جسم وجان کا کرب بن جانے والے رگوں میں مچلتے
برق کے شراروں کی طرح حملہ آور ہوا تھا۔

سلطان برکیاروق کے ساتھ ہی ساتھ اپنے حصے کے لشکر کے ساتھ کربوغا بھی حرکت میں
آیا اور وہ بھی ابن عطاش کے لشکر پر حیات کے پردے میں موت کے در کھولتی' فطرت کی
پراسرار قوتوں' بے حرارت اور بے حلاوت کرتی چیختی چنگاڑتی آندھیوں' فضا کی سانسیں بوجھل
کرتی طوفانی ہیبت ناکیوں اور روحوں کو سلگا دینے والی ستم کی آندھیوں کی طرح ٹوٹ پڑا تھا۔

اس کے بعد تیسرا حصہ حرکت میں آیا' جس کی کمانداری ایاز بن سیف الدین کررہا تھا۔
ایاز سلطان ہی کے انداز میں سے پہلے ہر گویائی کو خاموش' ہر احساس کو معطل' ہر قبا کے بند کھولتا
دکھوں سے تعارف کراتی صداؤں میں تکبیریں بلند کیں۔ اس کے بعد وہ بھی ابن عطاش کے
لشکر پر بے موج سمندر میں برق وشرر کے رقص' عداوتوں کی جوانی دشمنی کے شباب کو روندتی
جذبوں کی کھولتی حرارت' آرزوؤں کو ناکامیوں کے کفن پہناتی' طوفانوں سے شناسا ہولناکیوں
اور تیز آندھیوں کے غضب ناک جھکڑوں کی طرح حملہ آور ہوگیا تھا۔

اس طرح قلعہ شاہ در کے نواح میں اس جنگ کے باعث رزم گاہ میں جانوں اور روحوں
پر قدغن لگنے لگی تھی۔ ذرے ذرے پر فنا کی تحریریں رقم ہونے لگی تھی۔ ہر کوئی قاتلوں کے قبیلے
فرد بن کر دوسرے پر حملہ آور ہوتے ہوئے اپنا دفاع کرنے لگا تھا۔ حوصلوں کے بدن پہ

ارادوں پر پہرے لگنے لگے تھے۔ میدان جنگ کے اندر کڑی فضا کی فرقتیں درد کی لاانتہا کسک
اور عداوتوں کے بے روک انتقام رقص کرنے لگے تھے۔

کوئی زیادہ دیر نہ گزری تھی کہ ایک طرف سے ایک دم حسن بن صباح کا لشکر نمودار ہوا
تاکہ سلطان کے لشکر کی پشت کی طرف سے حملہ آور ہوکر اپنے لئے کامیابی کے در کھولے۔ اسی
لمحہ ایاز بن سیف الدین اور چکرمش اپنے حصے کے لشکر کے ساتھ سلطان کے لشکر سے علیحدہ
ہوکر اس طرح پلٹے جیسے ان گنت تیندوؤں کو آزاد کرکے اپنی من مانی کرنے کیلئے کھلی چھٹی
دے دی گئی ہو۔ آگے بڑھ کر ایاز بن سیف الدین نے اپنے لشکر کے ساتھ حسن بن صباح
کے لشکر کو روکا' پھر وہ ان پر شعور اور ریشعور' جسم ونبض' لب ونطق پر قدغن لگاتی ذرے ذرے کو
ہلاتی فضا' ذہنوں میں آگ' دلوں میں زہر' الفاظ میں کڑواہٹیں' حروف میں حدت' احساسات
میں برق بھر دینے والی وحشتوں کے رقص فنا زندگی کے المیوں کی کھنک اور کیمیائی لفظوں کی
طرح حملہ آور ہوگیا تھا۔

حسن بن صباح کا وہ لشکر زیادہ دیر تک ایاز بن سیف الدین کے سامنے نہ ٹھہر سکا۔ اس
لئے کہ پہلے ہی تیز حملے میں ایاز بن سیف الدین نے حسن بن صباح کے لشکر کی اگلی صفوں کو
روند اور پیس کر رکھ دیا تھا۔ اس کے بعد جب وہ حسن بن صباح کے لشکر کے اس وسطی حصے تک
پہنچ گیا اور چاروں طرف اس نے اس کے فدائیوں اور داعیوں کا قتل عام شروع کیا تب بچے
کھچے حسن بن صباح کے لشکری جدھر سے آئے تھے ادھر ہی بھاگ گئے۔ لیکن اب بچ کر
بھاگنا بھی بڑا مشکل تھا' اس لئے کہ ایاز بن سیف الدین' کربوغا دونوں اپنے حصے کے لشکر
کے ساتھ بڑی قہرمانیت اور خونخواری سے ان کے تعاقب میں لگ گئے تھے۔ ان کا اس طرح
پیچھا کررہے تھے جیسے انسانوں کا سایہ ان کے ساتھ ساتھ بھاگتا ہے۔ اپنی جس گھات سے
نکل کر حسن بن صباح کا وہ لشکر قلعہ شاہ در کی طرف سلطان برکیاروق پر ضرب لگانے کیلئے آیا
تو حسن بن صباح کے وہ لشکری اپنی اسی گھات کی طرف بھاگے تھے' اس لئے کہ چند دن پہلے
وہاں ان کا پڑاؤ تھا۔ وہاں ان کے خیمے تھے' وہاں ان کے کھانے پینے کی اشیاء کے ڈھیر اور
ضروریات کا دوسرا سامان تھا۔

اب حسن بن صباح کے لوگوں کیلئے یہ مصیبت اٹھ کھڑی ہوئی تھی کہ ان کا خیال تھا کہ
کیونکہ انہیں شکست اٹھانی پڑی ہے۔ لہٰذا جس جگہ انہوں نے گھات لگا رکھی تھی وہ ادھر ہی

جائیں گے اور جو کچھ ان پر بیتی ہے اس کی اطلاع حسن بن صباح کو وہ دیں گے اور قلعہ شاہ در کی حفاظت کیلئے اس سے مزید لشکری طلب کریں گے لیکن مصیبت یہ بن رہی تھی کہ ایاز بن سیف الدین اور کربوغا دونوں ان کا تعاقب ہی ترک نہیں کر رہے تھے۔

چنانچہ ان کا تعاقب اس جگہ تک جاری رہا جہاں انہوں نے اس سے پہلے قیام کر رکھا تھا اور وہاں تک پہنچتے پہنچتے حسن بن صباح کے تقریباً سارے ہی لشکریوں کا خاتمہ کر دیا گیا تھا بہت کم بچے ہوں گے جو دائیں بائیں ہٹ کر اپنی جانیں بچانے میں کامیاب ہوئے ہوں گے۔

وہاں پہنچ کر ایاز اور کربوغا دونوں نے حسن بن صباح کے اس لشکر کے پڑاؤ کا جائزہ لیا وہاں جس قدر خیمے اور دوسرا سامان تھا دونوں نے سمیٹا اور قلعہ شاہ در کی طرف روانہ ہو گئے تھے۔

دوسری طرف قلعہ شاہ در کے حاکم ابن عطاش کو اس کے مخبروں نے یہ خبر دی کہ حسن بن صباح کا جو لشکر اس کی مدد کیلئے آیا تھا وہ بے شک اس کی مدد کرنے کیلئے سلطان کے لشکر کے ایک پہلو پر حملہ آور ہونے کیلئے آیا تھا' لیکن سلطان کے ایک لشکر نے علیحدہ ہو کر جوابی کارروائی کی' اسے بدترین شکست دی اور حسن بن صباح کا لشکر بھاگ کھڑا ہوا ہے۔ یہ خبر ابن عطاش کیلئے انتہا درجہ کی حوصلہ شکن تھی۔ چنانچہ ان حالات میں اس نے بڑی تیزی اور سرعت کے ساتھ اپنی شکست کو قبول کرتے ہوئے اپنے لشکر کو سمیٹا' پھر وہ قلعہ شاہ در میں محصور ہو گیا تھا اور اپنے لشکریوں کو شہر کی حفاظت کیلئے اس نے فصیل کے اوپر جگہ جگہ مقرر کر کے اپنی حالت کو بہتر بنانا شروع کر دیا تھا۔

قلعہ میں داخل ہونے کے بعد ابن عطاش نے شاہ در قلعے کی حفاظت کیلئے بڑی تیزی سے منصوبہ بندی کرنی شروع کی تھی۔

فصیل کے قریب آگ کے بڑے بڑے الاؤ روشن کر دیئے گئے تھے اور آگ کے ان الاؤ سے دو کام لئے جانے لگے تھے۔ ایک یہ کہ ان سے پانی گرم کیا جانے لگا اور ساتھ ہی آگ کے انگارے کچی مٹی کے برتنوں میں ڈالنے کیلئے تیار کئے جانے لگے تھے تاکہ ان انگارے اور کھولتا ہوا پانی سلطان برکیاروق کے لشکریوں پر اس وقت پھینکیں جب وہ شہر اور قلعے کو فتح کرنے کیلئے فصیل کے قریب آئیں۔

حسن بن صباح کے لشکر کا خاتمہ کرنے کیلئے ایاز اور کربوغا اپنے لشکر کو لے کر جب برکیاروق کے پاس آئے تو جو سامان وہ لے کر آئے تھے وہ سامان دیکھ کر سلطان بے خوش ہوا' ان دونوں کو سلطان نے حسن بن صباح کے اس لشکر کو شکست دینے اور مار بھگانے بعد اس کا خاتمہ کرنے پر نا صرف شاباش دی بلکہ ان کا شکریہ بھی ادا کیا' اس کے بعد لشکر جگہ جمع ہوا۔ سارے سالار سلطان کے پاس بلائے گئے۔ اس موقع پر سلطان سب کو طب کر کے کہنے لگا۔

یہ پورے لشکر کی بہترین کامیابی اور کارگزاری ہے کہ ہم نے ایک طرف قلعہ شاہ در کے م ابن عطاش کو بدترین شکست دی ہے' جس کے نتیجے میں وہ شاہ در کے قلعے میں محصور ہو گیا ے اور ہماری دوسری بڑی کامیابی یہ ہے کہ ابن عطاش کی مدد کیلئے حسن بن صباح نے جو لشکر انہ کیا تھا اس کا ایک طرح سے خاتمہ کر دیا گیا ہے۔ میرے خیال میں اب آنے والے دور حسن بن صباح ہمارے خلاف کوئی کارروائی کرنے کیلئے کسی لشکر کو روانہ کرنے کی ہمت اور ارت نہیں کرے گا۔

یہاں تک کہنے کے بعد سلطان برکیاروق نے کچھ سوچا' اس کے بعد اپنے سالاروں کو طب کرتے ہوئے کہنے لگا۔

"اب جبکہ ہم حسن بن صباح سے نمٹ چکے ہیں' رہا معاملہ ابن عطاش کا وہ اپنے لشکر ساتھ شہر میں محصور ہو گیا ہے۔ ایاز اور کربوغا تم دونوں نے جس وقت حسن بن صباح کے کر کا تعاقب کیا تھا اس کے فوراً بعد ابن عطاش شاید اس سے مایوس ہوا کہ حسن بن صباح کے کر کو شکست ہوئی اور وہ بھاگ کھڑا ہوا ہے۔ اپنے لشکر کو سمیٹ کر وہ شہر کے اندر محصور ہو گیا اور اسی وقت ہمارے مخبروں نے یہ خبر دی تھی کہ ابن عطاش نے شہر اور قلعے کی حفاظت کیلئے ے کچھ انتظامات کر رکھے تھے۔ اس نے شہر کے اندر آگ کے بڑے بڑے الاؤ روشن کر کے ہیں جن کے اندر بننے والے انگارے جمع کئے جائیں اور پھر انہیں کچی مٹی کے برتنوں بھر کر ہمارے ان لشکریوں پر پھینکا جائے گا جو قلعے کو فتح کرنے کیلئے فصیل کے قریب یں گے' ساتھ ہی ہمارے مخبر یہ بھی اطلاع دے چکے ہیں کہ آگ کے ان الاؤ پر ابلتا ہوا تیار کیا جائے گا اور وہ بھی کچی مٹی کے برتنوں میں بھر کر برتنوں سمیت ہمارے لشکریوں پر کا جائے گا۔ میں سمجھتا ہوں کہ یہ ہمارے مخبروں کی بہترین کارروائی ہے کہ انہوں نے ابن

عطاش کی اس منصوبہ بندی سے ہمیں پہلے ہی آگاہ کر دیا ہے تاکہ کھولتے پانی اور آگ کے انگاروں سے ہمارے کسی لشکری کا نقصان نہ ہو پائے۔"

اب مجھے صلاح مشورہ کرنے کے بعد یہ بتاؤ کہ قلعہ شاہ در کو ہمیں کس طرح فتح کرنا چاہئے۔ اگر ہم اپنے لشکریوں سے یہ کہیں گے کہ وہ اپنے اوپر اپنی ڈھالوں کو رکھ کر آگے بڑھیں اور پھر رسوں کی سیڑھیوں کی مدد سے فصیل کے اوپر چڑھنے کی کوشش کریں تو یہ ایک انتہائی خطرناک کام ہوگا۔ اس طرح ہمارے لشکریوں کو تین خدشات کا سامنا کرنا پڑے گا۔"

"پہلا یہ کہ ان پر آگ کے انگارے پھینکے جائیں گے' دوسرا یہ کہ کھولتا ہوا پانی ان پر ہانڈیوں کی صورت میں پھینکا جائے گا' جو لشکریوں کیلئے بہت نقصان کا باعث بن سکتا ہے اور تیسرے یہ کہ ابن عطاش نے فصیل کے اوپر اور برجوں کے اندر اپنے تیر انداز مقرر کر دیئے ہیں وہ ہمارے لشکریوں پر تیر اندازی کریں گے اور لشکریوں کو نا صرف نقصان پہنچائیں گے بلکہ ہمارے لشکریوں کو پیچھے ہٹنے پر مجبور کر دیں گے۔"

"اس وقت ہماری سب سے بڑی مجبوری اور بے بسی یہ ہے کہ ہمارے پاس قلعہ شکن اوزار بھی نہیں ہیں' جن کی مدد سے ہم کم از کم فصیل کے اندر شگاف کر کے شہر میں داخل ہونے کی کوشش کریں۔ ان ساری کوتاہیوں اور سارے عوامل کو سامنے رکھتے ہوئے اب تم لوگ سوچ بچار کرو کہ قلعہ شاہ در کو کیسے فتح کیا جائے۔ ایک بات یہ بھی ذہن میں رکھنا کہ میں قلعہ شاہ در کو فتح کئے بغیر پیچھے نہیں ہٹوں گا۔ حسن بن صباح کے لشکر کا ہم خاتمہ کر چکے ہیں۔ ابن عطاش اس وقت اکیلا ہے اور یہ ہمارے لئے ایک بہترین اور سنہری موقع ہے کہ باطنیوں کے اس گڑھ کو اکھاڑ پھینک کر یہاں جس قدر باطنی ہیں ان کا خاتمہ کر دیا جائے تاکہ آنے والے دور میں کوئی اور ابن عطاش اٹھ کر ہمارے لئے دشواریوں اور ابتلاؤں کا باعث نہ بنے۔"

سارے سالاروں نے برکیاروق کی اس تجویز سے اتفاق کیا تھا' پھر سب آپس میں صلاح مشورہ کرنے لگے تھے۔ تھوڑی دیر کی سوچ و بچار کے بعد شاید وہ کسی نتیجہ پر پہنچ گئے تھے پھر ایاز بن سیف الدین سلطان برکیاروق کو مخاطب کر کے کہنے لگا۔

"سلطان محترم! ہم سب نے مل کر براستہ یا آپ یہ کہہ سکتے ہیں کہ منصوبہ بندی تیار کر لی ہے۔ میرے خیال میں اگر اس پر عمل کریں تو ہم بڑی آسانی سے شہر کو فتح کرنے میں کامیاب ہو سکتے ہیں اور فصیل کو توڑے بغیر اس پر چڑھ کر اسے فتح کر سکتے ہیں۔"

ایاز بن سیف الدین کے اس بیان پر سلطان برکیاروق نے چونکنے کے انداز میں اس کی طرف دیکھا' پھر کہنے لگا۔

"ایاز میرے بھائی اگر یہ معاملہ ہے تو کہو میں چاہتا ہوں' ہمارے لشکریوں کا زیادہ نقصان بھی نہ ہو اور قلعے کو ہم فتح بھی کر لیں۔"

جواب میں ایاز بن سیف الدین مسکرایا اور کہنے لگا۔

"سلطان محترم! یقیناً ایسا ہی ہوگا' ہمارے لشکریوں کا نقصان بھی نہیں ہوگا اور قلعہ شاہ در ہم سر کرنے میں کامیاب ہو جائیں گے۔"

یہاں تک کہنے کے بعد ایاز بن سیف الدین رکا' اپنے ہونٹوں پر زبان پھیری' اس کے بعد دوبارہ سلطان برکیاروق کو مخاطب کرتے ہوئے کہہ رہا تھا۔

"سلطان محترم یہاں قلعہ شاہ در کے نواح میں کافی درخت ہیں' ان درختوں کو کاٹ کر پہلے ایک کافی بڑی منجنیق بنائی جائے گی' اس منجنیق کو قلعہ شاہ در کے شمال میں نصب کیا جائے گا' جب منجنیق تیار ہو جائے تو منجنیق کے پاس پتھروں کے ڈھیر لگا دیئے جائیں گے۔ منجنیق چلانے سے پہلے لشکری کی یہ منصوبہ بندی کی جائے گی کہ جس روز ہم نے شہر کو فتح کرنے کیلئے اپنی کارروائی کی ابتداء کرنا ہوگی تو یہ کارروائی رات عشاء کی نماز کے کافی بعد شروع کی جائے گی۔ رات ہی کے وقت میں اور چکرمش اس لشکر کے ساتھ جس کے ساتھ ہم نے حسن بن صباح کے لشکر کو شکست دی تھی علیحدہ ہو کر شاہ در کے جنوب کی طرف جائیں گے اور ہمارے پاس رسوں کی سیڑھیاں ہوں گی۔ میرے اور چکرمش کے شہر کے جنوب کی طرف چلے جانے کے بعد سلطان محترم آپ کے ساتھ بہترین سالار رہیں گے۔ کربوغا ہوگا' قماج ہوگا' کمشتگین ہوگا' سرخاب بن بدر' سرخاب بن کیخسرو کے علاوہ منکبر دبھی ہوگا۔ چنانچہ قلعہ کے میرے اور چکرمش کے جنوب کی طرف جانے کے بعد آپ اپنے سالاروں اور لشکریوں کے ساتھ شمال میں اپنی کارروائی کی ابتداء کریں گے۔ منجنیق کو حرکت میں لائیں گے۔ فصیل پر سنگ باری شروع کریں گے' ساتھ ہی ساتھ لشکری اس زور سے تکبیریں بلند کریں گے کہ ابن عطاش اور اس کے لشکری یہی سمجھیں گے کہ آپ کا سارا لشکر اس وقت شمال میں جمع ہو چکا ہے اور منجنیقوں سے سنگ باری کر کے آپ رات کے وقت قلعے کو فتح کرنا چاہتے ہیں' جب ابن عطاش کے لشکری یہ سوچیں گے تو یاد رکھئے گا وہ اپنی ساری طاقت اور قوت کو شمال کی طرف

منتقل کریں گے۔"

"سلطان محترم! میں جانتا ہوں جس منجنیق سے ہم شہر اور قلعے پر سنگ باری کریں گے اس سے فصیل ٹوٹے گی نہیں' اس لئے کہ قلعہ شاہ در کی فصیل بڑی چوڑی' مضبوط اور مستحکم ہے۔ اس کے باوجود ہم نے شمال کی طرف سے فصیل پر لگاتار اور تیز سنگ باری کرنی ہے تاکہ ابن عطاش کے تمام لشکری شمال کی طرف سمٹیں اور جب وہ ایسا کریں گے تو میں اور چکرمش اپنے لشکر کے ساتھ جنوب کی طرف سے فصیل پر چڑھنے کی کوشش کریں گے اور مجھے امید ہے کہ ہم ایسا کرنے میں کامیاب ہوجائیں گے۔ ایک بار ہم فصیل کے اوپر چڑھ گئے اور جب فصیل کے اوپر اور شہر کے اندر یہ خبر پھیلے گی کہ سلطان برکیاروق کا لشکر فصیل پر چڑھنے کے بعد اب شہر میں داخل ہونا شروع ہوگیا ہے تو شہر کے علاوہ فصیل کے اوپر جو ابن عطاش کے لشکری ہیں ان میں کہرام مچ جائے گا اور وہ ہماری راہ روکنے کیلئے بڑی تیزی سے جنوب کی طرف بڑھیں گے۔ اس موقع پر چونکہ ہم اچانک فصیل پر چڑھے ہوں گے۔ لہٰذا شہر کے علاوہ ابن عطاش کے لشکریوں میں افراتفری کا عالم برپا ہوگا۔ اسی افراتفری میں شمال کی طرف سے کربوغا اور سرخاب بن بدر لشکر کے ایک حصے سے شمال کی طرف سے فصیل پر چڑھ جائیں۔ باقی سالاروں اور لشکریوں کے ساتھ آپ اپنی جگہ مستعد رہیں۔ کربوغا اور سرخاب بن بدر کے فصیل کے اوپر چڑھنے تک ہم کافی حد تک اپنی کارروائی کرچکے ہوں گے۔ فصیل کے جنوبی حصے پر قبضہ کرکے ہم کافی حصہ ابن عطاش کے لشکریوں سے صاف کرکے اس پر قبضہ کرچکے ہوں گے۔ اس کے بعد ہم تیزی سے شمال کی طرف بڑھیں گے جبکہ یہی کام کربوغا اور سرخاب بن بدر کرتے ہوئے جنوب کی طرف بڑھیں گے۔ اس کے بعد ہم اپنا زیادہ دباؤ شمال میں شروع کریں گے اور سب سے پہلا کام یہ کریں گے کہ نیچے اتر کر شہر پناہ کا شمالی دروازہ کھول دیں گے۔ دروازہ کھلتے ہی آپ بھی بقایا لشکر اور سالاروں کو لے کر شہر کے اندر داخل ہوجائیں۔ اس کے بعد لشکر کو شہر کے اندر استوار کیا جائے گا اور ابن عطاش کے لشکریوں کو شہر کے اندر استوار کیا جائے گا اور ابن عطاش کے لشکریوں کا صفایا کرنا شروع دیا جائے گا۔ لیکن اس سے پہلے ایک احتیاط ضرور برتی جائے گی اور وہ یہ کہ اپنے مختلف سالاروں کی کمانداری میں شہر پناہ کے ہر دروازے پر اپنے دستے مقرر کردیئے جائیں گے تاکہ ان دروازوں کے ذریعے ابن عطاش کا کوئی بھی لشکر بھاگنے نہ پائے' ساتھ ہی سارے لشکریوں کو یہ بھی

جائے گا کہ وہ ابن عطاش کو زندہ گرفتار کرنے کی کوشش کریں تاکہ اسے اپنا اسیر اور قبول بنا کر اس سے یہ پوچھیں گے کہ اپنے لشکریوں کے ساتھ وہ رات کے وقت اصفہان کے نواح اور دور دور تک جو کارروائیاں کرتا رہا' لوگوں کو لوٹتا رہا ہے' ان کا قتل عام کرتا رہا ہے اور پھر اسی کے آدمی دن کے وقت ان بستیوں میں جا کر یہ کہہ دیا کرتے تھے کہ یہ لوٹنے کی کارروائی سلطان برکیاروق کے لشکریوں نے کی ہے' پھر دیکھیں گے اپنی اس کارروائی کا وہ کیا جواب دیتا ہے اور اس کے جواب کے بعد پھر اس کا بھی ویسا ہی برا انجام ہوگا جو اسکے ساتھیوں کا ہونے والا ہے۔"

سلطان برکیاروق نے اس تجویز سے اتفاق کیا تھا۔ چنانچہ اسی روز کچھ درخت کاٹ کر لشکر کے اندر جو صناع اور کاریگر تھے انہوں نے ایک خاصی بڑی منجنیق تیار کرنا شروع کردی تھی۔

............*

چند روز کی لگاتار سرگرمی کے بعد جب منجنیق تیار ہوگئی اور وہ اس قابل تھی کہ اس کے ذریعے شہر کی فصیل کو پتھروں سے ہدف بنایا جائے تب سلطان نے پہلے سے طے شدہ منصوبہ بندی پر عمل شروع کیا۔ ایک روز عشاء کی نماز کے بعد ایاز بن سیف الدین اور چکرمش ایک خاصا بڑا لشکر لے کر سلطان سے علیحدہ ہوگئے اور قلعہ شاہ در سے ذرا دور رہتے ہوئے ایک لمبا چکر اور کاوا کاٹ کر شاہ در کے جنوب میں گئے اور ایک خاصی محفوظ جگہ انہوں نے گھات لگالی تھی۔

سلطان اور ایاز بن سیف الدین کے درمیان یہ طے پایا تھا کہ جس وقت شاہ در کے شمالی حصے میں جلتے پروں کا ایک تیر فضا میں بلند کیا جائے گا تب ایاز بن سیف الدین اور چکرمش کیلئے یہ پیغام ہوگا کہ سلطان منجنیق کے ذریعے پتھر پھینک کر فصیل کو اپنا ہدف بنانے کا اپنا کام شروع کرنا چاہتا ہے۔ لہٰذا ایاز بن سیف الدین اور چکرمش کو بھی اس کے مطابق حرکت میں آنا چاہئے۔

چنانچہ ایاز اور چکرمش دونوں عشاء کی نماز کے بعد قلعہ شاہ در کے جنوب میں چلے گئے۔ سلطان نے جب اندازہ لگایا کہ وہ قلعہ شاہ در کے جنوب میں پہنچ چکے ہوں گے تب سلطان کی طرف سے فضاؤں میں جلتے پروں کا ایک تیر بلند کیا گیا تھا۔ اس کے بعد منجنیق کو حرکت میں

لایا گیا اور منجنیق پتھر اگلتی ہوئی شہر اور قلعے کی فصیل کو اپنا ہدف بنانے لگی تھی۔

پے درپے پتھر شہر کی فصیل کے ساتھ ٹکرانے لگے تھے۔ اس موقع پر سلطان کے لشکر میں بڑا شور و غوغا اس انداز میں اٹھ رہا تھا جیسے سلطان برکیاروق کے لشکری ان گرتے پتھروں اور سنگ باری میں شہر پر حملہ آور ہوتے ہوئے فصیل پر چڑھنے کی کوشش کریں گے۔

یہ صورتحال قلعہ شاہ در کے باطنی حاکم ابن عطاش کیلئے بڑی اندیشہ ناک تھی۔ چنانچہ وہ فصیل کے ایک مضبوط اور مستحکم برج کے اندر آکر کھڑا ہو گیا تھا اور وہاں ایسی آڑ بنی ہوئی تھی کہ اگر شہر کے باہر سے سنگ باری کی جائے یا تیر اندازی کی جائے تو اس سے وہاں پناہ لینے والا محفوظ رہتا تھا۔

ابن عطاش نے جب دیکھا کہ سلطان کی طرف سے لگاتار پتھروں سے فصیل کو ہدف بنایا جا رہا ہے تو وہ یہ سمجھا کہ سلطان برکیاروق نے جو اپنے حملوں کی ابتداء رات کے وقت کی ہے اس کی ضرور کوئی وجہ اور علت ہے اور جو اسکے لشکری بڑے والہانہ انداز میں سنگ باری کرنے کے ساتھ ساتھ شور و غوغا بلند کر رہے ہیں تو اس سے اس نے یہ اندازہ لگایا کہ جب سنگ باری کر کے فصیل پر پہرہ دینے والوں کو ہراساں کیا جا چکے گا تب سلطان برکیاروق کے لشکری فصیل پر چڑھ کر اپنی کامیابی کا در کھولنے کی کوشش کریں گے۔ یہ اندازہ لگانے کے بعد ابن عطاش نے اپنی ساری طاقت اور قوت کو فصیل کے شمالی حصے کی طرف منتقل کر دیا تھا۔

ایاز بن سیف الدین اور چکرمش نے جب اندازہ لگایا کہ سلطان برکیاروق کی طرف سے جو لگاتار فصیل پر سنگ باری کا سلسلہ شروع کیا گیا ہے تو ابن عطاش نے اپنی ساری عسکری قوت کو فصیل کے شمال کی طرف منتقل کر دیا ہے' جب ایسا ہوا تب ایاز بن سیف الدین اور چکرمش بے حد خوش اور مطمئن تھے۔ چنانچہ دونوں حرکت میں آئے' بڑی تیزی سے آگے بڑھے۔ فصیل کے قریب آکر آن کی آن میں کئی رسوں کی سیڑھیاں فصیل کے اوپر ڈالی گئیں اور ان کے ذریعے ایاز بن سیف الدین اور چکرمش دونوں خود اور ان کے لشکری بڑی سرعت کے ساتھ فصیل پر چڑھتے ہوئے فصیل کے اوپر اپنی تعداد زیادہ کرنے لگے تھے۔

اس موقع پر فصیل کے جنوبی حصے میں اِکا دُکا لشکری تھے۔ انہوں نے شور شرابا کرنا شروع کیا' لیکن ایاز بن سیف الدین کے لشکریوں نے ان پر تیر اندازی کر کے انہیں چھلنی کر دیا اور اتنی دیر تک ایاز بن سیف الدین اور چکرمش کے لشکر کا خاصا بڑا حصہ فصیل پر چڑھ

نما… تھے انہوں نے ان کا خاتمہ کر دیا' پھر چکرمش اور سیف الدین
…فصیل پر جو چند محافظ لشکریوں کے ساتھ فصیل سے نیچے اترنے لگے۔ اس موقع پر شہر کا جو محافظ لشکر تھا وہ انہیں کھڑا ہوا۔ اسے دیکھتے ہی ایاز بن سیف الدین اور چکرمش ان پر وہمہ بن کر نمودار ہوتی …لحوں کی سرسراہٹوں' سوچوں کی بے روک لہروں میں صدائے کن کی دھن پر رقصاں …کائنات کے اندر کامرانی کے امکان پر دستک دیتے ماورائی حیثیت رکھنے والے عناصر' …کے صحرا میں اسرار کائنات کی گرہ کشائی کرتی فکر و عمل کی جستجو' ذرے ذرے کو چھانتی ہواؤں' …لات کے دائروں میں مجبوریاں تراشتے آگ تھوکتے' دشت کی طرح حملہ آور ہو گئے تھے۔

یہ حملہ ایسا زوردار تھا کہ ایاز بن سیف الدین اور چکرمش نے انہیں پیچھے ہٹا کر شہر پناہ کا …بی دروازہ کھول دیا تھا اور دروازہ کھلتے ہی جو لشکری ابھی تک باہر کھڑے تھے وہ بھی شہر میں …ل ہو کر ایاز بن سیف الدین سے آن ملے تھے۔

گو پہلے سلطان برکیاروق کے ساتھ ایاز بن سیف الدین نے یہی طے کیا تھا کہ وہ …بل کے اوپر ہی اوپر دشمن کے لشکریوں کو دھکیلتا ہوا شمال کی طرف آئے گا اور شمالی حصے میں …ن کا زور کم کرنے کی کوشش کرے گا اور اس سے فائدہ اٹھا کر کربوغا اپنے ساتھی سالاروں …لشکریوں کے ساتھ فصیل پر چڑھ آئے گا اور جب شمال اور جنوب دنوں حصوں سے دشمن پر …رب لگائی جائے گی تو پھر فصیل کے اوپر دشمن کا خاتمہ کر کے شہر کے اندر اترا جائے گا۔

لیکن فصیل پر چڑھنے اور جو وہاں چند پہرے دار تھے ان کا خاتمہ کرنے کے بعد ایاز بن …یف الدین نے جب دیکھا کہ اس کیلئے بڑا مناسب موقع ہے کہ وہ فصیل سے نیچے اتر کر شہر …ا دروازہ بآسانی کھول سکتا ہے۔ لہٰذا اس نے ایسا ہی کیا۔ شہر پناہ کا جنوبی دروازہ کھلا اور اس …ا پورے کا پورا لشکر قلعہ شاہ در میں داخل ہو گیا تھا۔

ایاز بن سیف الدین کا پورا لشکر جب شہر میں داخل ہو گیا تو شہر کے اندر جو محافظ لشکر تھا …پھر ایاز بن سیف الدین اور چکرمش سے ٹکرایا' اتنی دیر تک فصیل کے اوپر یہ خبر پہنچ گئی کہ …ن کا ایک لشکر شہر پناہ کے جنوبی دروازے کو کھول کر اندر آ گیا ہے تب فصیل کے شمالی حصے پر …لشکری تھے وہ بڑی تیزی سے نیچے اترنے لگے تھے تاکہ شہر میں داخل ہونے والے لشکر کا …مقابلہ کر کے اسے نکال باہر کریں۔ اس سے سلطان نے فائدہ اٹھایا' خود سلطان لشکر کے ایک

حصے کے ساتھ فصیل سے باہر ہی رہا۔ کربوغا اور سراب بن بدر فوراً حرکت میں آئے اور لشکر کے ایک حصے کے ساتھ انہوں نے فصیل پر سیڑھیاں پھینکیں اور فصیل کے اس حصے میں اِکا دُکا پہرہ دینے والے تھے انہوں نے سیڑھیوں کو واپس پھینکنا چاہا' تب سلطان نے تیرانداز تیار کر رکھے تھے انہوں نے ایسی تیراندازی کی کہ انہیں چھلنی کر کے رکھ دیا' جس کا نتیجہ نکلا کہ کربوغا اور سرخاب بن بدر اپنے لشکریوں کے ساتھ شہر کی فصیل پر چڑھنے میں کامیاب ہوگئے۔ اس حصے میں جو ابن عطاش کے لشکری فصیل کے اوپر اور برجوں کے بیچ میں پناہ لئے ہوئے تھے ان سے کربوغا اور سرخاب بن بدر کا ٹکراؤ شروع ہوگیا۔

اب صورتحال یہ تھی کہ فصیل کے اوپر کربوغا اور سرخاب بن بدر دشمن سے ٹکرا رہے تھے اور ابن عطاش کے لشکری یہ کوشش کر رہے تھے کہ سیڑھیاں لگا کر چڑھنے والوں کو مار مار کر گرا دیں۔

دوسری طرف شہر کے اندر ایاز بن سیف الدین اور چکرمش کے حملہ آور ہونے کا دائرہ وسیع ہونے لگا تھا۔ وہ دونوں سامنے آنے والے ابن عطاش کے لشکریوں کو ٹوٹے۔ خوابوں کی بکھری تحریروں کے اندر وحشتوں کے رقص فنا کی طرح اپنے جال میں پھنساتے چلے جا رہے تھے۔ ان کے حملے بڑے شدید اور زوردار تھے جیسے فطرت کے خواب نگر میں تن کو جلانے والی بے یقینی کے موسموں نے جگہ پالی ہو۔ ابن عطاش کے لشکری چاہتے تھے کہ بہت جلد حملہ آوروں کو مار کر اپنے قلعے شاہ در سے نکال دیں۔ لیکن وہ ایسا کر نہیں پا رہے تھے۔ ایاز بن سیف الدین چکرمش اور ان کے لشکری دل کے دروازوں پر دستک دے کر آ تما کی یکسوئی تال اور سر کے پیمانوں' سچے جذبوں کے جوہر' میٹھے بولوں کے جادو اور شعور ذات کے پیمانوں کو تباہ و برباد کرنے لگے تھے۔

اتنی دیر تک جو لشکری شہر کی فصیل کے اوپر سے نیچے اترے تھے انہوں نے جب دیکھا کہ شہر کے اندر جو ان کا محافظ لشکر ان مسلمانوں سے سر ٹکرا رہا ہے جو شہر کے اندر داخل ہو چکا ہے تب فصیل سے اترنے والے سارے لشکری بھی اس لشکر میں جا شامل ہوئے تھے جو ایاز بن سیف الدین سے ٹکرا رہا تھا۔ اس موقع پر ایاز بھی بڑی تیزی سے حرکت میں آیا۔ نئے سرے سے اس نے اپنے لشکر کو استوار کیا' پھر وہ فتح مندی کا خول چڑھائے' آگ اور خون کے ہیجان' گرجتے ابر کڑکتی برق اور جھوم کر پھیلتے اٹھتے قانون فطرت کے بدترین عذابوں

شبر کی سیاہ تاریکیوں میں جرأت اور شجاعت بھرے حملوں سے بری چٹان کو ریزہ ریزہ' پاش پاش کر دینے والے خونی سرکش موجوں کی طرح نئے انداز میں حملہ آور ہوا تھا۔

شہر کے اندر ابن عطاش اور ایاز بن سیف الدین اور چکرمش کے ٹکرانے کے باعث شہر کے اندر ہولناک خواہش' شکست ذات کے بھنور' کڑے قوسوں کی فرقتیں رقص کرنے لگی تھیں۔ ایاز بن سیف الدین اور چکرمش کے تیز حملوں کے سامنے ابن عطاش کو بے بس ہونا پڑ رہا تھا۔ وہ یہ سوچ رہے تھے کہ حملہ آوروں کے تیز حملوں کے سامنے ان کیلئے اب کوئی مداوائے الم نہیں۔ زخموں کا کوئی مرہم نہیں' اس لئے کہ ایاز بن سیف الدین اور چکرمش دلوں کے سکون تک کو چھین لینے والے مصائب کے ہجوم دلوں کو بے اختیار' سحر کو بے اعتبار' شجر کو بے سایہ اور مہتاب شعاعوں کو تاریک کرتے طوفانوں کی طرح حملہ آور ہونا شروع ہوگئے تھے۔

دوسری جانب کربوغا اور اسکے ساتھی سالار اور لشکریوں نے جب شہر کی فصیل کے اوپر ابن عطاش کے لشکریوں کو مار بھگایا تب کربوغا کے لشکر کا ایک حصہ بھی نیچے اترا اور شہر پناہ کے شمالی دروازے کو کھول دیا تھا۔ دروازہ کھلتے ہی سلطان پورے لشکر کے ساتھ شہر میں داخل ہوگیا تھا۔ چنانچہ اتنی دیر تک کربوغا اور اس کے ساتھی سالار اور لشکری بھی نیچے اتر آئے اور اس لشکر سے جا ٹکرائے تھے جو ایاز بن سیف الدین اور چکرمش کے ساتھ الجھا ہوا تھا۔

اس طرح قلعہ شاہ در کے اندر گھمسان کا رن شروع ہوا تھا۔ میدان جنگ کے اندر ہولناکیاں قہر جفا' شکست ذات کے بھنور' کڑے قوسوں کی فرقتیں' مداوائے الم اور زخموں کے مرہم اور دلوں کی آسودگی چھین لینے والے مصائب کے ہجوم اٹھ کھڑے ہوئے تھے۔

اتنی دیر میں خود ابن عطاش ایک خاصے بڑے لشکر کے ساتھ نمودار ہوا اور وہ کربوغا اور سرخاب بن بدر کے حصے کے لشکر پر دلوں کو بے اختیار سحر کو بے اعتبار شجر کو بے سایہ مہتاب کی شعاعوں کو تاریک کرتے طوفانوں کی طرح ٹوٹ پڑا تھا۔

لیکن ابن عطاش کی بدقسمتی کہ اس موقع پر دو بڑی تبدیلیاں نمودار ہوئیں۔ پہلی یہ کہ ایاز بن سیف الدین اور چکرمش اس سے پہلے جس لشکر سے ٹکرا رہے تھے اس کا تقریباً خاتمہ کرنے کے بعد وہ دونوں اپنے حصے کے لشکر کے ساتھ ابن عطاش کی طرف بڑھے تھے۔ دوسری طرف چونکہ کربوغا اور سرخاب بن بدر کے پیچھے ہی پیچھے سلطان برکیاروق بھی شہر میں داخل ہوگیا تھا۔

لہٰذا جس سمت سے ایاز بن سیف الدین اور چکرمش ابن عطاش پر حملہ آور ہوئے تھے
دوسری سمت سے سلطان برکیاروق ابن عطاش پر حملہ آور ہوگیا تھا۔

اس طرح سلطان کا لشکر تقریباً تین حصوں میں بٹ کر فدائیوں' داعیوں پر حملہ آور ان کا قتل عام شروع کر چکا تھا۔ قلعہ شاہ در کے اندر بڑی تیزی سے وصل کو ہجر محبت کو خواہشوں کو وہموں' بہاروں کو خزاؤں میں تبدیل کرتی' وقت کی خونی آہٹوں اور نظر پراسرار قوتوں اور سلگتی فضا نے رقص شروع کر دیا تھا۔ ابن عطاش نے شروع میں لشکر کے ساتھ کالی صدیوں کے شعلوں' چنگاڑتی چیختی آندھیوں اور تباہ کن طوفانی بگولوں کی طرح حملے شروع کیے تھے۔ لیکن اب جب اس پر دوطرفہ ضرب پڑنے لگی تو اس کے ادھر ادھر ہٹنے کی کوشش کرنے لگے تاکہ اپنی جانیں بچائیں۔ لیکن اب ایسا بہت مشکل ایک طرف کا راستہ کربوغا اور سرخاب بن بدر نے بند کر رکھا تھا۔ دوسری طرف کے راستے ایاز بن سیف الدین اور چکرمش دیوار بن گئے تھے اور تیسرے راستے کو سلطان برکیاروق بالکل مسدود کر کے رکھ دیا تھا۔ چوتھی طرف فصیل تھی۔ ابن عطاش کے لشکریوں نے جب کہ اب ان کا پوری طرح قتل عام شروع ہو چکا ہے تو ان میں سے کچھ نے فصیل چڑھنے کی کوشش کی۔ اس موقع پر سلطان برکیاروق کے کچھ من چلے لشکریوں نے انہیں کرتے ہوئے دیکھ لیا۔ چنانچہ ان پر ایسی تیز اور موسلا دھار بارش جیسی تیراندازی کی سب کو ڈھیر کر کے رکھ دیا۔ اس طرح قلعہ شاہ در کے اندر ابن عطاش کو زندہ گرفتار کر لیا اس کے سارے لشکر کا ایک طرح سے خاتمہ کر کے رکھ دیا گیا تھا۔

اس کے بعد سلطان نے اپنی پوری توجہ کچھ دیر تک اپنے زخمیوں کی طرف دی دیکھ بھال بہترین انداز میں کی گئی۔ ان کے زخموں کی مرہم پٹی کی گئی۔ جب سلطان کے سالار اس کام سے فارغ ہوئے تب اپنے سارے سالاروں کو لے کر سلطان قلعہ فصیل کی جو سیڑھیاں تھیں اس پر بیٹھ گیا' پھر اس نے حکم دیا کہ ابن عطاش کو پیش کیا جائے

چنانچہ ابن عطاش اور اس کے کچھ سرکردہ ساتھیوں اور سالاروں کو جو گرفتار کیے سلطان کے سامنے پیش کیا۔ سلطان نے ابن عطاش کے سالاروں اور امراء کو تو نظرانداز ان کی طرف دیکھا بھی نہیں۔ ایک گہری نگاہ اس نے ابن عطاش پر ڈالی' پھر اسے کر کے کہنے لگا۔

ن شیطان صفت انسان!'' ہم نے تمہیں بہت برداشت کیا' تیرے آدمی اصفہان کے نزدیک لشکر دور افتادہ علاقوں میں بھی ترک تاز و یلغار کرتے رہے' لوٹ مار کا بازار گرم کرتے رہے۔ رات کے وقت بستیوں' قصبوں پر حملہ آور ہو کر اپنے لئے فوائد حاصل کرتے رہے اور ساتھ ہی یہ بھی شور کرتے رہے کہ یہ کارروائی سلطان برکیاروق کے لشکری کرتے رہے ہیں۔ کیا تو نہیں جانتا تھا کہ تیرا یہ شیطانی فعل زیادہ عرصہ نہیں چلے گا۔ کیا تو نہیں جانتا تھا کہ قلعہ شاہ در اصفہان کے قریب ہے اور اصفہان کے نزدیک ہوتے ہوئے ہم کسی بھی صورت یہاں سے اٹھنے والی سازشوں اور بغاوتوں کو برداشت نہیں کریں گے۔ تو نے لوگوں میں یہ مشہور کر رکھا تھا کہ قلعہ شاہ در کے اندر ابن عطاش کی بہت طاقت اور قوت ہے اور ایسی عسکری قوت ہے کہ اسے کوئی زیر نہیں کر سکتا۔ شاید اس قسم کی خبریں مشہور کر کے تم یہ چاہتے تھے کہ کوئی تم پر حملہ آور نہ ہو یا یہ کہ تمہیں اپنی عسکری طاقت پر کچھ زیادہ ہی گھمنڈ ہو گیا تھا۔

اب دیکھا تو نے اپنی عسکری حالت کا انجام' جسے ہم نے جھاگ کی طرح بٹھا کر رکھ دیا ہے۔ تیرا کوئی بھی لشکری نہیں بچا اور جو بچے وہ اس وقت تیرے ساتھ گرفتار ہیں اور تیرے ساتھ ان کا بھی فیصلہ ہونا ہے۔

ابن عطاش تو یہ کارروائیاں دو قوتوں کے کہنے پر کرتا رہا۔ ایک مصر کی فاطمی حکومت اور دوسری قوت حسن بن صباح کی ہے۔ حسن بن صباح کا جو لشکر تیری مدد کیلئے آیا تھا وہ تباہ و برباد ہو گیا اور جہاں تک مصر کی فاطمی حکومت کا تعلق ہے تو میں تم سے کہتا ہوں کہ وہ وقت قریب آ گیا ہے جب اس حکومت کو بھی فنا اور برباد کر کے رکھ دیا جائے گا۔ اب تیری باری ہے اس لئے کہ تیرے جیسے لوگوں کو زندہ رکھنا انسانیت کی توہین اور معاشرتی اقدار کی نفی ہے۔

اس کے بعد سلطان چند لمحوں تک خاموش رہا' پھر اس نے مڑ کر اپنے قریب ہی بیٹھے کربوغا کی طرف دیکھا اور کہنے لگا۔

کربوغا تم ایسے باغی اور سرکش لوگوں سے نبٹنا اچھی طرح جانتے ہو' ذرا اپنے کچھ ساتھیوں کے ساتھ اٹھو اور انہیں ان کے انجام تک پہنچاؤ۔

اس موقع پر کربوغا کے چہرے پر مسکراہٹ نمودار ہوئی تھی' اپنی جگہ سے اٹھا' کچھ چھوٹے سالاروں اور لشکریوں کو اس نے اپنے ساتھ لیا ابن عطاش اور اسکے ساتھ گرفتار ہونے والے گمراہ سالاروں کو ایک طرف لے گیا اور ان سب کا خاتمہ کر کے رکھ دیا گیا تھا۔

سلطان برکیاروق کے زمانے کے باطنیوں اور پھر ان کے خاتمے سے متعلق مؤرخین
اس طرح لکھتے ہیں۔ ان کا کہنا ہے کہ فرقہ باطنیہ کا ظہور سلطان برکیاروق کے باپ سلطان
ملک شاہ سلجوقی کے دور میں عراق فارس اور خراسان میں ہوا۔ یہ فرقہ دراصل کرامتیوں ہی
سے تھا۔ ان کے اور کرامتیوں کے طریقہ عمل اور اعتقادات تقریباً ایک جیسے تھے۔ ساتھ
مؤرخین یہ بھی لکھتے ہیں کہ ان کو مختلف ناموں سے پکارا گیا۔ انہیں باطنیہ' اسماعیلیہ اور کئی
دوسرے ناموں سے بھی پکارا گیا اور ہر نام کی کوئی نہ کوئی وجہ تسمیہ بھی مؤرخین نے بیان
ہے۔

آگے چل کر ان سے متعلق مؤرخین لکھتے ہیں کہ تیسری صدی ہجری میں اور اس کے
اس مذہب کی بنیاد بحرین میں پڑی اور اس کے بعد مشرق میں سلطان ملک شاہ کی حکومت
زمانے میں اس مذہب نے نشوونما پائی۔ سب سے پہلے اس مذہب والوں کا ظہور اصفہان
ہوا۔

سلطان برکیاروق اپنے بھائی محمود' اس کی ماں خاتون جلالیہ کا اصفہان میں محاصرہ
ہوئے تھا۔ آپس کے جھگڑوں نے اس فرقے کے خاتمہ کی طرف کسی کو توجہ نہ ہونے د
برکیاروق محاصرہ چھوڑ کر واپس ہوا تھا کہ اس فرقہ نے ہاتھ پاؤں نکالے۔ باشندگان اصفہ
مذہبی پیشواؤں' قاضیوں اور فضا کے اشارے اور حکم سے ان کے بہت سے لوگوں کو قتل بھی
گیا۔

مؤرخین یہ بھی لکھتے ہیں کہ ان دنوں کیونکہ سلطان برکیاروق اپنے بھائی سنجر' محمود اور
کے خلاف بری طرح الجھا ہوا تھا اور پھر جگہ جگہ سرکشی عناصر اور بغاوتیں اٹھ رہی تھیں' جس
بناء پر سلطان برکیاروق اکثر انہی باطنیوں کو ان لوگوں پر متعین کیا کرتا تھا جن کا قتل کرانا
ہوتا تھا۔

اس وجہ سے برکیاروق کے امراء اور حکومت باطنیوں کے حملوں سے محفوظ رہے۔ لیکن
سلطان برکیاروق کے لشکر میں فرقہ باطنیہ کا عمل دخل ہوگیا۔ بہت سے لشکریوں نے اس مذ
کو اختیار کرلیا۔ کثرت کی وجہ سے جسے چاہتے قتل کی دھمکی دیتے تھے۔ سرداران لشکر
خائف ہوگئے۔ اس وجہ سے لوگوں نے سلطان برکیاروق پر باطنیہ مذہب کی طرف ا
ہونے کی تہمت لگائی۔ حالانکہ سلطان برکیاروق فرقہ باطنیہ سے اپنے دشمنوں کے خلاف کا

تا تھا۔
چنانچہ اراکین دولت اور سرداران لشکر جمع ہوکر برکیاروق کی خدمت میں حاضر ہوئے
معاملات حاضرہ کو پیش کر کے فرقہ باطنیہ کے قتل کی رائے دی۔
مؤرخین مزید لکھتے ہیں کہ برکیاروق نے ان کے مشوروں کو غور سے سنا' اس پر کاربند ہوا
فرقہ باطنیہ کے قتل عام کا حکم دے دیا۔ چاروں طرف ان باطنیوں کی مار دھاڑ شروع ہوگئی
جہاں پر جو شخص فرقہ باطنیہ کا ملا' بے تعامل مار ڈالا گیا۔ اس کے علاوہ بہت سے امراء بھی
کی زد میں آئے۔

مؤرخین لکھتے ہیں کہ ابو ابراہیم اختر آبادی پر جسے سلطنت میں بڑا وقار حاصل تھا' اس
متعلق بھی گواہیاں آئیں کہ وہ باطنیہ کا ایک نمائندہ ہو چکا ہے۔ وہ اس وقت بغداد میں
م کیے ہوئے تھا۔ چنانچہ سلطان برکیاروق نے اس کے قتل کا حکم بغداد بھیج دیا۔ اس کے
وہ ایک اور اہم شخص محمد نام کا بھی تھا۔ یہ شہر یزد کا والی تھا' اس پر بھی باطنی ہونے کی تہمت
ئی گئی لیکن تحقیقات کے بعد پتا چلا کہ اس کے متعلق افواہ اڑائی گئی ہے' تہمت لگائی گئی ہے۔
ا اسے معاف کر دیا۔

مؤرخین لکھتے ہیں کہ قصہ مختصر اس فرقہ باطنیہ کا خراب مادہ عام لوگوں سے نکال کر پھینک
گیا۔

..........*

اصفہان شہر کے نواح میں سلطان برکیاروق کے پڑاؤ میں جو خیموں کا شہر آباد کیا گیا تھا۔ ایک روز ایاز بن سیف الدین اپنے خیمے میں توزین اور رفادہ دونوں کے ساتھ اپنے گھریلو مسئلے پر گفتگو کر رہا تھا کہ خیمے میں توزین کی ماں اور رفادہ کی خالہ بروزہ داخل ہوئی آگے بڑھ کر وہ توزین اور رفادہ کے قریب بیٹھ گئی' پھر ایاز بن سیف الدین کی طرف دیکھ ہوئے کہنے لگی۔

"بیٹے تم تینوں کس موضوع پر گفتگو کر رہے تھے۔" اس موقع پر بروزہ کے ان الفاظ ایاز سیف الدین' توزین' رفادہ تینوں کے چہروں پر مسکراہٹ نمودار ہوئی' یہاں تک کہ برو کی طرف دیکھتے ہوئے ایاز بن سیف الدین بولا اور کہنے لگا۔

"اماں کس موضوع پر گفتگو ہو رہی تھی یہ تو توزین ہی بتائے گی۔"

اس پر توزین نے اپنے خوبصورت ہونٹوں پر زبان پھیری' پھر کہنے لگی۔

"اماں آپ جانتی ہیں ہم آپ سے کوئی بات چھپاتی نہیں ہیں۔ آپ کی آمد سے ہم ان کے ساتھ گفتگو کر رہی تھیں کہ یہ ہمیں اصفہان شہر کے بازار لے کر چلیں۔ ہم نے خریداری کرنی ہے۔"

یہاں تک کہنے کے بعد توزین جب خاموش ہوئی' تب ایاز بن سیف الدین نے برو کی طرف دیکھتے ہوئے کہنا شروع کیا۔

"اماں توزین نے صرف آدھی بات کہی ہے' باقی آدھی میں آپ کو بتائے دیتا ہوں اس کا کہنا ہے کہ اگر سلطان کو کوئی اور مہم درپیش نہیں تو پھر جب تک کوئی نئی مہم نہیں اٹھتی ہم شہر میں اپنی حویلی میں جا کر رہنا چاہیے۔"

اس موقع پر بروزہ نے گھورنے کے انداز میں اپنی بیٹی توزین کی طرف دیکھا پھر کہنے لگی۔

"بیٹی ہر بات سوچے بغیر تو منہ سے نہیں نکال دیتے۔ تمہاری اور رفادہ کی جو حالت ہے وہ ہمہ وقت خطرے سے دوچار ہے۔ ٹھیک ہے فی الحال قلعہ شاہ در میں جس قدر داعی اور فدائی تھے ان سب کا خاتمہ کر دیا گیا ہے اور ان علاقوں میں ان سب کا داعی کبیر یعنی ابن عطاش تھا۔ اسے بھی موت کے گھاٹ اتار دیا گیا ہے' لیکن قلعہ شاہ در کے فدائیوں سے ہمیں خطرہ کم تھا۔ ہمیں اصل خطرہ حسن بن صباح کے فدائیوں سے ہے' جن میں سے کچھ نے تم دونوں کو دیکھ رکھا ہے۔" بروزہ دم لینے کے لئے رکی۔ اس کے بعد اپنے سلسلہ کلام کو آگے بڑھاتے ہوئے وہ کہہ رہی تھی۔

"توزین میری بیٹی تم اور رفادہ مجھے اپنی جان سے بھی زیادہ عزیز ہو۔ میں ہمہ وقت تم تینوں کی سلامتی کی دعائیں مانگتی رہتی ہوں۔ دیکھو میری بچی اپنی حویلی کی نسبت تم دونوں ایاز کے ساتھ لشکر کے خیمے میں زیادہ محفوظ اور آسودہ ہو اس لئے کہ......"

یہاں تک کہتے کہتے بروزہ کو رک جانا پڑا۔ اسی وقت ایک لشکری خیمے کے دروازے کے قریب نمودار ہوا اور ایاز بن سیف الدین کو مخاطب کر کے کہنے لگا۔

"امیر آپ کو سلطان نے طلب کیا ہے۔"

اس پر ایاز اپنی جگہ پر اٹھ کھڑا ہوا اور آنے والے اس لشکری کو مخاطب کر کے کہنے لگا۔

"تم چلو میں تمہارے پیچھے پیچھے آتا ہوں۔"

اس کے ساتھ ہی وہ لشکری وہاں سے ہٹ گیا تھا۔ اس موقع پر توزین' بروزہ اور رفادہ بھی اٹھ کھڑی ہوئی تھیں۔ پھر رفادہ نے فکر گیری سی آواز میں ایاز بن سیف الدین کو مخاطب کرتے ہوئے کہنا شروع کیا تھا۔

"یہ جو آپ کو سلطان نے بلایا ہے۔ میرا دل کہتا ہے کوئی نئی مہم آن پڑی ہے۔ بہرحال آپ جائیں' واپس آئیں گے تو پھر تفصیل کے ساتھ گفتگو ہو گی۔" اس موقع پر جب ایاز بن سیف الدین جوتے پہن کر جانے لگا' تب توزین نے اس کا بازو پکڑ لیا اور کہنے لگی۔

"یوں کیسے جائیں گے' پہلے لباس تبدیل کریں۔ اس کے بعد جائیں۔"

ایاز بن سیف الدین مان گیا۔ خیمے کے ایک کونے پر جو پردہ لگا ہوا تھا اس کے پیچھے جا کر اس نے لباس تبدیل کر لیا۔ پھر وہ سلطان کی طرف جانے کے لئے خیمے سے نکل گیا تھا۔

ایاز بن سیف الدین جب سلطان برکیاروق کے خیمے میں داخل ہوا تو خیمے میں اس

وقت سارے بڑے سالاروں کے علاوہ کچھ امراء اور چھوٹے سالار بھی بیٹھے ہوئے تھے۔ ایاز سیف الدین آگے بڑھا اور سلطان کے پہلو میں جو نشست خالی تھی' اس پر بیٹھ گیا۔ اس موقع پر سلطان برکیاروق کے بیٹے ایاز بن سیف الدین کے آنے کے بعد سلطان کچھ دیر خاموش رہ کر کچھ سوچتا رہا' پھر اس نے ایک گہری نگاہ ایاز بن سیف الدین پر ڈالی۔ اس کے بعد وہ سب کو مخاطب کرتے ہوئے کہہ رہا تھا۔

"لگتا ہے حالات ہمیں سکون نہیں لینے دیں گے۔ یہ سازشیں اور بغاوتیں ہمیں آسودگی کے ساتھ اپنے لوگوں کی خدمت کرنے نہیں دیتیں۔ ابھی چند دن پہلے ہی ہم نے باغیوں کا خاتمہ کیا ہے تو ہمارے خلاف حالات ایک بار پھر خراب ہونا شروع ہو گئے ہیں۔"

یہاں تک کہنے کے بعد سلطان برکیاروق جب خاموش ہوا' تب حیرت سے سلطان کی طرف دیکھتے ہوئے ایاز بن سیف الدین نے پوچھ لیا۔

"سلطان محترم! اب کیا ہوا؟"

اس پر سلطان دکھ بھرے انداز میں کہنے لگا۔ "ایاز بن سیف الدین میرے بھائی تمہاری حکمت عملی کی وجہ سے بغداد میں جب ہم نے سنجر اور محمود دونوں کے لشکروں کو شکست دی تھی۔ وہ دریائے دجلہ کے ایک کنارے پر اور ہم دوسرے کنارے پر تھے اور پھر ہم نے جب انہیں نقصان پہنچایا تو سنجر اپنے علاقوں کی طرف محمد اپنے علاقوں کی طرف بھاگ گیا۔ میرے خیال میں اب انہوں نے پھر اپنی طاقت اور قوت کو بحال اور مجتمع کر لیا ہے۔ اچھا ہوا جب تک وہ اپنی طاقت کو بحال کرتے رہے ہم نے بڑی آسانی اور بغیر کسی خطرے کے باغیوں کی اس مہم سے نبٹ لیا ہے۔ اب سنجر اور محمد دونوں اپنی عسکری طاقت کے گھمنڈ اور زعم میں ایک بار پھر ہمارے خلاف حرکت میں آنا چاہتے ہیں۔ انہوں نے نہ جانے کس بنا پر اپنے کچھ نمائندوں کے ذریعے خلیفہ بغداد مستظہر تک یہ خبر پہنچائی ہے کہ برکیاروق بغداد کے ارادے سے روانہ ہوا چاہتا ہے اور وہ خلیفہ کو نقصان پہنچانے کے ساتھ ساتھ بغداد کو اپنا مطیع اور فرمانبردار رکھنا چاہتا ہے۔ ساتھ ہی خلیفہ تک یہ بھی جھوٹی خبریں پہنچائیں کہ برکیاروق کی طرف سے خلیفہ کے حق میں نازیبا کلمات اور خلیفہ سے متعلق برے افعال کی بھی اطلاع دی گئی تھی۔

یہ ساری خبریں سننے کے بعد خلیفہ مستظہر غصے اور غضب میں آ گیا۔ چنانچہ اس نے تیز رفتار قاصد محمد کی طرف روانہ کیے اور اسے ہمدان میں طلب کیا۔ خود خلیفہ بھی ہمدان پہنچ گیا۔

دونوں میں ملاقات ہوئی اور اس ملاقات کے دوران خلیفہ بغداد نے محمد کو مخاطب کر کے کہا۔

"میں تمہارے ساتھ برکیاروق سے لڑنے کو چلوں گا۔"

مؤرخین کا کہنا ہے کہ خلیفہ مستظہر کے ان الفاظ کے جواب میں محمد نے کہا۔

"خلافت مآب کو تکلف کرنے کی ضرورت نہیں ہے۔ برکیاروق سے جنگ کرنے کے لئے میں تنہا کافی ہوں۔"

مؤرخین کا کہنا ہے کہ محمد کے یہ الفاظ سن کر خلیفہ مستظہر بڑا خوش ہوا۔ چنانچہ اب خلیفہ کے اکسانے پر محمد اور سنجر دونوں بھائی ہمارے خلاف حرکت میں آئیں گے۔ حیرت کی بات کہ پہلے محمد کے لوگوں نے میرے متعلق خلیفہ مستظہر کو بھڑکایا اور بھڑکایا بھی اسے جھوٹی خبریں دے کر اور اب خلیفہ مستظہر کے بھڑکانے پر محمد ہمارے خلاف حرکت میں آنے کا تہیہ کر چکا ہے۔

"لگتا ہے ایک بار پھر ہمارا ٹکراؤ محمد کے لشکر سے ہو گا۔ ساتھ ہی یہ خبریں بھی آئی ہیں کہ اس معاملے میں سنجر نے غیر جانبدار رہنے کا تہیہ کیا ہے۔ میں سمجھتا ہوں یہ سنجر کی عقل مندی اور اس کی عاقبت اندیشی ہے کہ وہ ان خاندانی جھگڑوں سے نکل گیا ہے اور جن علاقوں کا اسے حاکم بنایا گیا وہ ان علاقوں کی ترقی اور خوشحالی کے لئے کام کرنے لگا ہے۔"

"یہ خبریں آنے سے پہلے میں نے تہیہ کر رکھا تھا کہ اب ہم اصفہان میں مستقل رہائش رکھیں گے۔ میں نے یہ بھی فیصلہ کر لیا تھا کہ اصفہان میں اپنے سالاروں اور اپنے امراء کے لئے بہترین رہائش گاہوں کا اہتمام کروں گا۔ اس کے بعد جس قدر علاقوں پر ہماری حکومت ہے ان علاقوں کی فلاح و بہبود کے لئے کام شروع کیا جائے گا' لیکن لگتا ہے یہ محمد ہمیں ایسا نہیں کرنے دینا چاہتا۔ چنانچہ ان سارے جھگڑوں کو ختم کرنے کے لئے میں نے یہ ارادہ کیا ہے کہ پہلے بغداد کی طرف کوچ کیا جائے۔ ہماری طرف سے خلیفہ بغداد مستظہر کے دل میں جو غلط فہمیاں ہوں گی اور محمد کے امراء نے جو خلیفہ کے ذہن میں ہماری طرف سے بدگمانیاں کھڑی کر دی ہیں۔ پہلے انہیں رفع کیا جائے۔ اس دوران اگر محمد پر امن انداز میں اپنے علاقوں میں رہتا ہے تو پھر ہم بھی اس سے کوئی تعرض نہیں کریں گے اور اگر وہ پھر پرزے نکالتا ہے اور ہمارے خلاف کوئی نئی طرح ڈالتا ہے تو پھر اس کے خلاف حرکت میں آنا ہمارے لئے لازمی بن کر رہ جائے گا۔"

''لہٰذا فی الحال میں اصفہان شہر میں رہائش گاہوں کا اہتمام نہیں کر رہا۔ آپ سب لوگوں کو میں نے اس لئے بلایا ہے کہ تین دن بعد یہاں سے بغداد کی طرف کوچ کیا جائے گا اور خلیفہ بغداد مستظہر سے اپنا معاملہ صاف کیا جائے گا' تا کہ ہماری طرف سے جو اس نے اپنے ذہن میں غلط فہمیاں پال رکھی ہیں انہیں رفع کر دیا جائے۔ اس طرح ہمیں خلیفہ بغداد کی طرف سے ایک طرح کی آسودگی اور سکون ہو جائے گا۔ اس کے بعد اگر محمد ہم سے ٹکراتا ہے تو پھر ہم پوری دلجمعی' پوری طاقت اور قوت کے ساتھ اس کا مقابلہ کریں گے۔''

سلطان برکیاروق کے سارے سالاروں اور امراء نے سلطان کی اس تجویز سے اتفاق کیا تھا۔ اس اتفاق رائے پر سلطان نے بھی خوشی کا اظہار کیا۔ پھر سلطان کے کہنے پر سب امراء' سالار اٹھ کر اپنے اپنے خیموں کی طرف ہو لئے تھے۔

ایاز بن سیف الدین جب اپنے خیمے میں داخل ہوا تو توزین' بروزہ اور رفادہ بڑی بے چینی سے شاید اسی کا انتظار کر رہی تھیں۔ جس نشست سے ایاز بن سیف الدین اٹھ کر گیا تھا' وہ نشست توزین اور رفادہ کے درمیان تھی اور خالی پڑی تھی۔ خیمے میں داخل ہونے کے بعد ایاز بن سیف الدین آگے بڑھا۔ توزین اور رفادہ کے درمیان میں جا کر بیٹھ گیا۔ اس موقع پر توزین اور رفادہ دونوں بڑے غور سے ایاز بن سیف الدین کی طرف دیکھتے ہوئے اس کے چہرے کا جائزہ لیتی رہیں۔ شاید کچھ پڑھنے کی کوشش کر رہی تھیں۔ یہاں تک کہ توزین نے ایاز کو مخاطب کیا۔

''سلطان نے جو آپ کو بلایا تھا تو کس معاملے پر کیا فیصلہ ہوا؟''

توزین کے اس سوال پر ایاز بن سیف الدین کچھ سنجیدہ اور اداس ہو گیا تھا۔ اس کی یہ حالت دیکھتے ہوئے توزین اور رفادہ دونوں پریشان ہو گئی تھیں۔ توزین اسے مخاطب کر کے پھر کچھ کہنا چاہتی تھی کہ ایاز بن سیف الدین بولا اور کہنے لگا۔

''لگتا ہے حالات ہمیں آرام اور چین سے بیٹھنے نہیں دیں گے۔ سلطان کی یہ بڑی خواہش تھی کہ اپنے اندرونی حالات درست کرنے کے بعد وہ صلیبیوں کے خلاف حرکت میں آئے گا' جنہوں نے مسلمانوں کے بہت سے شہروں پر قبضہ کر لیا ہے۔ سلطان برکیاروق چاہتا ہے' جس طرح اس کے دادا الپ ارسلان اور باپ ملک شاہ سلجوقی نے پے در پے صلیبیوں کو شکست دیں اور انہیں اپنی سرزمینوں میں داخل نہیں ہونے دیا' بلکہ ان کی سرزمینوں میں ان

کے گھوڑے دوڑتے رہے' اسی طرح سلطان برکیاروق کی بھی یہی خواہش ہے کہ صلیبی جن مسلمانوں کے شہروں پر قابض ہو چکے ہیں ان پر حملہ آور ہو کر انہیں مار بھگایا جائے اور اپنے سارے شہر واپس لئے جائیں' لیکن حالات کی ستم ظریفی کہ ایک بغاوت ختم ہوتی ہے تو دوسری اٹھ کھڑی ہوتی ہے۔ دوسری کو تمام کیا جاتا ہے تو تیسری اور چوتھی سر ابھارنے لگتی ہیں۔ اب ایک نیا جھگڑا اور تنازع اٹھ کھڑا ہوا۔''

ایاز بن سیف الدین کی یہ گفتگو سن کر توزین اور رفادہ دونوں پریشان ہو گئی تھیں۔ پھر دونوں ہی حیرت سے اس کی طرف دیکھے جا رہی تھی۔ یہاں تک کہ توزین پھر بول اٹھی۔

''اب کیا جھگڑا اٹھ کھڑا ہوا ہے؟''

اس پر ایاز بولا اور کہنے لگا۔

''سلطان کے بھائی محمد نے بغداد کے خلیفہ مستظہر کے ذہن میں اپنے آدمیوں کے ذریعے یہ بات ڈال دی ہے کہ سلطان برکیاروق عباسی خلافت کا خاتمہ کرنے کے درپے ہے اور یہ کہ سلطان برکیاروق نے خلیفہ سے متعلق نازیبا زبان استعمال کی ہے۔ یہ الفاظ سن کر خلیفہ مستظہر نے کوئی تحقیق نہیں کی۔ محمد کے آدمیوں کے کہے کو سچا مان لیا اور پھر وہ بغداد سے نکل کر ہمدان پہنچا۔ محمد نے بھی ان دنوں وہیں قیام کر رکھا تھا۔ چنانچہ خلیفہ نے محمد کو پیشکش کی کہ وہ اس کے ساتھ مل کر سلطان برکیاروق کے خلاف جنگ کرنے کے لئے تیار رہے' لیکن محمد کو اپنی عسکری طاقت اور قوت پر اتنا گھمنڈ ہے اس نے خلیفہ سے کہہ دیا کہ آپ کو ایسا کرنے کی ضرورت نہیں ہے وہ اکیلا ہی سلطان برکیاروق کے لئے کافی ہے۔ ان خبروں سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ محمد ایک بار پھر سلطان برکیاروق سے ٹکرا کر اپنی قسمت آزمانے کے درپے ہو گیا ہے۔''

یہاں تک کہنے کے بعد ایاز بن سیف الدین رکا۔ پھر کہنے لگا۔

''ہمارے سالاروں اور امراء کے ساتھ جو سلطان کا فیصلہ ہوا ہے۔ وہ یہ کہ تین دن بعد لشکر یہاں سے بغداد کا رخ کرے گا۔ سلطان خلیفہ سے ملے گا اور جو غلط فہمیاں محمد اور اس کے آدمیوں نے اس کے ذہن میں ڈالی ہیں انہیں رفع کرنے کی کوشش کرے گا۔''

ایاز بن سیف الدین دم لینے کیلئے رکا' کچھ سوچا پھر کہنے لگا۔

''تین دن بعد لشکر یہاں سے بغداد کی طرف کوچ کرے گا۔ لہٰذا اگر تم نے بازار جا کر

کچھ چیزیں خریدنی ہیں تو اٹھ کھڑی ہو۔ اماں بھی ساتھ جائے گی۔"

ایاز بن سیف الدین کے ان الفاظ پر توزین اور رفادہ خوش ہوگئی تھیں۔ دونوں کھڑی ہوئیں۔ اپنے لباس سے اپنے چہروں کو ڈھانپا۔ بروزہ کو بھی ساتھ لیا' پھر وہ چا اصفہان شہر کے بازار کی طرف ہو لیے تھے۔ تیسرے روز سلطان برکیاروق نے اصفہان کوچ کیا اور بغداد کا رخ کیا تھا۔

............*

دوسری طرف شاید محمد کے مخبر بھی اسے اطلاع کر چکے تھے کہ سلطان برکیاروق اپنے لشکر کے ساتھ بغداد کا رخ کرنا چاہتا اور خلیفہ بغداد مستظہر کے ذہن میں جو باتیں محمد کے آدمیوں نے ڈالی ہیں انہیں رفع کرنا چاہتا ہے۔ چنانچہ محمد کو جب یہ اطلاع ملی تو وہ فوراً اپنے ایک جرار اور بہت بڑے لشکر کے ساتھ حرکت میں آیا اور سلطان برکیاروق سے پہلے ہی بغداد پہنچ گیا۔

دوسری طرف سلطان برکیاروق نے بغداد کی طرف جانے کے لئے پہلے واسط شہر کا رخ کیا۔ واسط شہر کے لوگوں کو پہلے ہی خبر ہو چکی تھی کہ محمد ایک بڑا لشکر لے کر بغداد کی طرف آ رہا ہے اور اب جو انہیں خبر ہوئی کہ سلطان برکیاروق بھی ایک لشکر لے کر واسط شہر کا رخ کر رہا ہے۔ تب واسط شہر کے لوگ گھبرائے' بڑے فکر مند ہوئے کہ کہیں ان کے شہر کے اندر یا آس پاس ہی برکیاروق اور محمد کے درمیان ٹکراؤ نہ ہو جائے اور شہر کی تباہی اور بربادی کے دروازے نہ کھل جائیں۔ یہ سوچتے ہوئے بقول مؤرخین عوام الناس اپنی جان و آبرو کے خوف سے اپنے اپنے گھروں کے دروازے بند کر کے بیٹھ گئے۔ شہر کا کاروبار بند ہو گیا۔ کوئی شخص ضرورت کے بغیر باہر نہیں نکلتا تھا۔ سلطان برکیاروق جب واسط شہر کے قریب پہنچا' تب لوگوں کو اور زیادہ فکرمندی ہوئی کہ اگر سلطان نے یہاں پڑاؤ کیا اور محمد بھی بغداد سے اٹھ کر ادھر آ گیا تو پھر ان کا شہر میدان جنگ بن جائے گا۔

مؤرخین لکھتے ہیں کہ ان حالات میں واسط شہر کے لوگوں نے شہر کے قاضی ابوعلی فاروقی سلطان برکیاروق کے لشکر میں آیا۔ اس نے سلطان کے وزیر بقول مؤرخین ایاز سے بھی ملاقات کی اور یہ گزارش کی کہ اہل شہر کے ساتھ نرمی اور مہربانی کا برتاؤ کیا جائے۔ قاضی نے اس امر کی بھی خواہش کی کہ اہل شہر کی حفاظت کی غرض سے شہر کے اندر کچھ انتظامی افراد اور کوتوال بھی مقرر کیے جائیں۔

مؤرخین کے مطابق واسط شہر کا قاضی ابوعلی فاروقی جب ایاز سے ملا تو اس نے قاضی ابو علی فاروقی نے جو کچھ کہا اسے قبول کرلیا۔ باشندگان شہر کی حفاظت پر پہرہ بٹھا دیا گیا۔ چوکیاں مقرر کردی گئیں۔ اس کے بعد ایاز ہی کے کہنے پر قاضی ابوعلی فاروقی نے کچھ مزدور اور کشتیاں فراہم کیں تاکہ سلطان برکیاروق اپنی سواری کے جانوروں کے ساتھ دریا کو عبور کرکے مشرقی کنارے پر پہنچ جائے۔ سلطان برکیاروق نے واسط شہر میں چند روز قیام کیا اور وہاں کے لوگوں نے سلطان کی اطاعت قبول کر لی اور ساتھ ہی امان کی درخواست کی اور مؤرخین کہتے ہیں کہ سلطان برکیاروق نے انہیں امان دی اور پھر اپنے لشکر کے ساتھ سلطان برکیاروق اہواز شہر کی طرف روانہ ہوا۔ سلطان برکیاروق ابھی اہواز شہر پہنچنے ہی نہیں پایا تھا کہ اس کے مخبروں نے خبر دی کہ محمد اس سے ٹکرانے کے لئے بغداد سے روانہ ہو چکا ہے۔ ان حالات میں سلطان برکیاروق نے اہواز کی طرف جانے کا ارادہ ترک کر دیا اور نہاوند کی جانب کوچ کیا۔ اس لئے کہ محمد بھی اپنے لشکر کے ساتھ نہاوند ہی کا رخ کیے ہوئے تھا۔ اس طرح نہاوند کے نواح میں سلطان برکیاروق اور اس کے بھائی محمد کے لشکر ایک دوسرے کے آمنے سامنے ہوئے۔

محمد کا پڑاؤ جب قائم ہو گیا' تب جنگ سے متعلق صلاح مشورہ کرنے کیلئے محمد نے اپنے بڑے سالاروں میں سے امیر بکراج' امیر یشمک اور افتکین کو اپنے خیمے میں طلب کیا۔ جب یہ تینوں بڑے سالار اس کے خیمے میں جمع ہو گئے تب آئندہ جنگ کے متعلق محمد گفتگو کرنا چاہتا تھا کہ اس کے محافظ دستوں کا سالار اس کے خیمے کے دروازے پر نمودار ہوا اور محمد کو مخاطب کر کے کہنے لگا۔

"آپ کے بھائی سنجر کی طرف سے ایک قاصد آیا ہے اور وہ کوئی اہم پیغام آپ کی خدمت میں پیش کرنا چاہتا ہے۔"

محمد جو کچھ اپنے سالاروں کو کہنا چاہتا تھا۔ اس کے لئے وہ رک گیا اور اپنے محافظ دستوں کے سالار کو حکم دیا کہ آنے والے اس قاصد کو اندر بھیجے۔ چنانچہ اس کے بڑے بھائی سنجر کا قاصد خیمے میں داخل ہوا۔ محمد نے اسے اپنے سامنے بٹھایا۔ اسے مخاطب کر کے کہنے لگا۔

"تم میرے بھائی سنجر کی طرف سے کیا پیغام لے کر آئے ہو۔"

اس پر آنے والے اس مخبر نے اپنے ہونٹوں پر زبان پھیری ایک گہری نگاہ اس موقع پر اس نے محمد پر ڈالی۔ اس کے بعد وہ بولا اور کہنے لگا۔

"آپ کے بھائی سنجر نے آپ کے نام مجھے یہ پیغام دے کر بھیجا ہے کہ آپ سلطان یاروق سے نہ ٹکرائیں۔"

محمد نے ان الفاظ کا برا مانا تھا' لہٰذا کھا جانے والے انداز میں اس کی طرف دیکھتے ئے کہنے لگا۔

"کیا برکیاروق کے ساتھ سلطان کا لفظ تم نے خود لگایا ہے یا یہ میرے بھائی نے کہا ہے۔"

اس پر قاصد سہمے سہمے سے انداز میں کہنے لگا۔ "میری کیا مجال کہ میں ایسا کہوں۔ آپ ے بھائی سنجر نے مجھے خود کہا تھا کہ آپ تک اس کا یہ پیغام پہنچا دیا جائے کہ آپ سلطان کیاروق کے خلاف حرکت میں نہ آئیں۔ برکیاروق کے ساتھ سلطان کا لقب آپ کے بھائی جر نے لگایا تھا اس لئے کہ سنجر اب برکیاروق کو اپنا سلطان اور خود کو اس کا اطاعت گزار خیال رنے لگا ہے۔"

یہ الفاظ سن کر محمد کچھ دیر تک گہری سوچوں میں ڈوبا رہا' پھر آنے والے اس مخبر کو مخاطب رکے کہنے لگا۔

"کیا میرے بھائی سنجر کو برکیاروق کی طرف سے کچھ مل گیا ہے جو اس نے ماضی کے پنے ارادوں اور دعوؤں کو یکسر ہی بدل دیا ہے۔"

اس پر قاصد غور سے محمد کی طبیعت دیکھتے ہوئے کہنے لگا۔ "آپ کا اندازہ درست ہے۔ اس تبدیلی کی ایک بہت بڑی وجہ ہے۔"

غور سے قاصد کی طرف دیکھتے ہوئے محمد نے پوچھ لیا۔ "کیسی وجہ......؟"

جواب میں قاصد پھر بولا اور کہنے لگا۔

"آپ کے بھائی سنجر کا کہنا ہے کہ آپ جس وقت اپنے لشکر کے ساتھ رے شہر میں داخل ہوئے تھے تو آپ کی مرضی اور آپ کی رضا مندی سے آپ کے وزیر نے سلطان برکیاروق کی والدہ زبیدہ کو موت کے گھاٹ اتار دیا تھا۔ آپ کے بھائی کا یہ بھی کہنا ہے کہ جس وقت وہ خود بھی برکیاروق سے ٹکرایا تھا تو شروع میں سنجر کو شکست ہوئی تھی' پھر برکیاروق کے لشکری نئے تھے۔ جنگ کا تجربہ نہیں رکھتے تھے۔ لہٰذا سنجر کی شکست کے بعد وہ اس کے پڑاؤ کو لوٹنے میں لگ گئے' جس کے نتیجے میں سنجر کا لشکر ان پر حملہ آور ہوا اور اپنی شکست کو فتح میں

تبدیل کر لیا۔ اسی جنگ میں آپ جانتے ہیں برکیاروق نے آپ اور سنجر کی والدہ محترمہ کو گرفتار کر لیا تھا۔

"جس طرح آپ کے کہنے پر آپ کے وزیر نے برکیاروق کی والدہ کو موت کے گھاٹ اتار دیا تھا سنجر کا کہنا ہے کہ اسی طرح برکیاروق نے جب ہماری ماں کو گرفتار کیا تو ہماری ماں کو موت کے گھاٹ اتار سکتا تھا۔ اس لئے کہ اگر وہ ایسا کرتا تو اپنی ماں کا بدلہ لینے کے لئے وہ بجانب تھا' لیکن کیونکہ اس نے ایسا نہیں کیا اس نے آپ کی اور سنجر کی والدہ کو وہی احترام، عزت' وہی وقار دیا جو آپ اور سنجر دیتے ہیں۔ چند روز اپنے پاس ٹھہرا کر آپ کی والدہ محترمہ کی بہترین تواضع اور خدمت کی۔ اس کے بعد بڑی عزت اور احترام کے ساتھ اسے آپ کے بھائی سنجر کی طرف بھجوا دیا۔ بس اسی واقعہ سے متاثر ہو کر سنجر نے یہ عہد کر لیا ہے کہ وہ اب برکیاروق سے نہیں ٹکرائے گا اور نہ ہی برکیاروق سے ٹکرانے کے لئے کسی موقع پر وہ آپ کی مدد کرے گا۔ ساتھ ہی اس نے میرے ہاتھ یہ پیغام دیا ہے کہ آپ بھی سنجر کی طرح برکیاروق کی اطاعت اور فرمانبرداری اختیار کر لیں تا کہ وہ علاقے جن پر اس سے پہلے آپ کی والدہ محترم کی حکومت تھی اور چاروں طرف امن تھا وہاں پھر امن قائم ہو جائے۔"

یہاں تک کہنے کے بعد مخبر رکا' پھر اپنی بات کو آگے بڑھاتے ہوئے وہ کہہ رہا تھا۔

"آپ کے بھائی سنجر کا یہ بھی کہنا ہے کہ اگر آپ اور سنجر دونوں مل کر برکیاروق کے خلاف جنگ نہ کریں' بلکہ اس کے اطاعت گزار اور فرمانبردار رہتے ہوئے اس کا ساتھ دیں اور اپنے اپنے علاقوں میں ایک خاصا بڑا لشکر جمع کر کے برکیاروق کی مدد کریں' تاکہ سارے علاقے جو اس سے پہلے ہمارے باپ کے تحت تھے ان سارے علاقوں کو ایک سلطنت میں تبدیل کر کے وہاں امن قائم کر دیں۔"

"سنجر کا یہ بھی آپ کے نام پیغام ہے کہ اگر ہم اپنے اپنے لشکر کو مضبوط اور مستحکم کر کے اپنے لشکریوں کے ساتھ برکیاروق کی مدد کریں جو صلیبی یورپ سے نکل کر مسلمانوں کے علاقوں میں داخل ہوتے ہیں اور مسلمانوں کے بہت سے شہروں پر انہوں نے قبضہ کر لیا ہے وہ واپس لئے جا سکتے ہیں۔ سنجر کا یہ بھی کہنا ہے کہ برکیاروق کے کچھ ہم نواؤں نے سنجر پر یہ انکشاف کیا ہے کہ برکیاروق کی یہ بڑی خواہش ہے کہ مسلمانوں کے اندر اتحاد' تعاون اور ہم آہنگی ہو جائے اور سارے علاقوں میں امن قائم ہو جائے' تو پھر وہ اپنے لشکر کو حرکت میں لا کر

صلیبیوں کے ساتھ اس انداز میں ٹکرائے گا کہ اب تک صلیبیوں نے جن جن علاقوں پر قبضے کیے ہیں وہ ان پر حملہ آور ہو کر ان سارے علاقوں کو واپس لینے میں کامیاب ہو جائے گا۔ ان حالات کو سامنے رکھتے ہوئے سنجر نے آپ کے نام یہی پیغام بھیجا ہے کہ اب ہمیں عرصے سے جاری خانہ جنگی کو ختم کر کے اپنے بڑے بھائی برکیاروق کی اطاعت کر لینی چاہئے تاکہ برکیاروق اندرونی سازشوں اور بغاوتوں سے نکل کر صلیبیوں کے خلاف حرکت میں آ سکے۔ سنجر کا یہ بھی کہنا تھا کہ اسی میں ہماری بہتری اور اسی میں سارے مسلمانوں کا مفاد ہے۔"

یہاں تک کہنے کے بعد مخبر جب خاموش ہو گیا تب محمد کے چہرے پر طنزیہ سی مسکراہٹ نمودار ہوئی' پھر وہ کہنے لگا۔

"جو کچھ تم نے کہا ہے یہ سنجر کے ذاتی خیالات ہیں' جن سے میں قطعی طور پر اتفاق نہیں کرتا۔ یہ ضروری نہیں کہ جس زاویے سے' جس طریقے سے سنجر سوچتا ہے اسی طریقے سے میں بھی سوچوں۔ رہی بات برکیاروق کی اطاعت اور فرمانبرداری اختیار کرنے کی تو یہ یکسر ہی ناممکن ہے۔ جس طرح وہ ہمارے باپ کا بیٹا ہے' ویسے ہی ہم بھی ہیں اور ہم سب کے حقوق برابر ہیں۔ لہٰذا تم چند روز یہاں قیام کر کے ستا لو' آرام کر لو۔ اس کے بعد واپس جا کر میری طرف سے سنجر سے کہنا کہ جو فیصلے تم کر رہے ہو یا جو فیصلے تم نے کیے ہیں میں ان کا پابند نہیں ہوں۔ تم جو چاہے فیصلے کرتے رہو یہ صرف تمہاری ذات سے تعلق رکھتے ہیں اور جہاں تک برکیاروق کی اطاعت اور فرمانبرداری اختیار کرنے کا تعلق ہے تو یہ یکسر اور میرے مزاج کے خلاف ہے اور تقریباً ناممکن ہے۔ میرے اور برکیاروق کے درمیان جنگ ہونی ہی ہونی ہے اور ایک روز یہ فیصلہ ہونا ہے کہ سلطان برکیاروق رہے گا یا میں۔ اس کے علاوہ کوئی اور راستہ ہے ہی نہیں۔"

اس موقع پر سنجر کا وہ مخبر مزید کچھ کہنا چاہتا تھا' لیکن سنجر شاید مزید اس سے کچھ سننا نہیں چاہتا تھا۔ اس بنا پر اس نے اپنے محافظ دستوں کے سالار کو بلایا اور وہ جب سامنے آیا تو محمد اسے مخاطب کر کے کہنے لگا۔

یہ قاصد میرے بھائی سنجر کی طرف سے آیا ہے۔ اس کے آرام اور قیام کا اہتمام کرو۔ یہ جتنے دن چاہے یہاں آرام کر سکتا ہے۔ اس کے بعد بہترین انداز میں اس کے کوچ کا انتظام کرو۔ اس کے ساتھ ہی محمد کا حکم پا کر اس کے محافظ دستوں کا سالار سنجر کے قاصد کو اپنے

ساتھ لے گیا تھا۔

............*

دوسرے روز دونوں لشکر ایک دوسرے کے خلاف صف آراء ہوئے۔ سلطان برکیاروق نے اپنے لشکر کو دو حصوں میں تقسیم کیا۔ ایک حصہ اپنے پاس رکھا اور اپنے ساتھ بڑے سالاروں میں سے اس نے کربوغا اور سرخاب بن بدر کو رکھا۔ سرخاب بن کیخسرو کو حسب سابق چند دستوں کے ساتھ پڑاؤ کی حفاظت پر چھوڑا گیا تھا' جبکہ دوسرے حصے کی کمانداری ایاز بن سیف الدین کے ہاتھ میں دی اور بڑے سالاروں میں سے چکرمش' قماج اور کمشتگین اس کے ساتھ تھے۔

دوسری طرف محمد نے بھی اپنے لشکر کو دو حصوں میں تقسیم کیا۔ ایک حصہ اس نے اپنے پاس رکھا اور اپنے تین بڑے نامور سالاروں میں سے یشمک کو اس نے اپنے ساتھ اپنے نائب کی حیثیت سے رکھا۔ دوسرے حصے کی کمانداری اس نے اپنے لشکر کے سالار اعلیٰ کبراج کے حوالے کی اور ایک اور بڑے سالار افشکین کو اس کے نائب کے طور پر اس کے ساتھ رکھا۔

جب دونوں لشکروں کی صفیں درست ہو گئیں تب حملے کی ابتداء محمد کی طرف سے ہوئی۔ چنانچہ محمد نے اپنے لشکر کو دنیا پرستی اور خدا فروشی کی خوفناک تحریک' جواز و عدم دواز کی پابندیوں سے آزاد ابلیس کے خونی اشاروں کی طرح آگے بڑھایا۔ پھر سلطان برکیاروق کے لشکر کے جسموں کی توانائی شل کرتی کروٹیں لیتی بدلی کی ترنگ' جسم و روح کی بالیدگی پر بیچارگی اور درماندگی طاری کرتے وحشتوں کے سیل بے اماں اور منجمد راتوں کے سناٹوں میں برستے سنگ گراں کی طرح حملہ آور ہوا تھا۔

دوسری طرف سے حملے کی ابتداء ایاز بن سیف الدین نے شروع کی تھی۔ وہ بھی محمد کے لشکر پر روز و شب کی مسافتوں میں زہر کی طرح پھیلتی آگ زیست کے پیچ و خم درست کرتے بپھری آندھیوں کے بگولوں' دشت کے گوشوں کو ویران' دامن ہستی کو خاک آلود ہونٹوں کو منقش زبان کو پتھر کرتے موت کی وادیوں میں سرگرداں سرد راتوں کے دل خراش لمحوں کی طرح حملہ آور ہوا تھا۔

ایاز بن سیف الدین کے ساتھ ہی ساتھ سلطان برکیاروق بھی اپنے حصے کے لشکر کے ساتھ حرکت میں آیا اور وہ بھی محمد کے لشکر پر تاریک اور ٹھٹھرتے موسموں میں جذبات

کی آتش موت کی وادیوں میں شعور در شعور' قلب و نظر کی دکھ کے سایوں میں بدلتی احساسات کی بھنور بناتی لہروں اور کھولتے بکھرتے لاوے کی طرح حملہ آور ہو گیا تھا۔

اس طرح دونوں لشکر جب ایک دوسرے پر حملہ آور ہوئے تو رزم گاہ میں بدبختی کے سیاہ خونی سائے آگ و موت کے کھیل' تخریب کے پیاسے ارادے اعضاء شکنی کے بخار رقص کرنے لگے تھے۔ ہر ایک پر شکستگی اور خستگی کی جنوبی کیفیت طاری ہونا شروع ہو گئی تھی۔ انسانیت کا وقار راہگور کے غبار ابن آدم کی توقیر پنجرے کے قیدی سایوں کی سی ہونے لگی تھی۔ موت کی انجمی داستانیں چار سو اپنا رنگ دکھانے لگی تھیں۔

کافی دیر تک دونوں لشکریوں کے درمیان ہولناک جنگ کا سلسلہ جاری رہا۔ پھر سلطان برکیاروق کے مقابلے میں محمد کے لشکر کی حالت آہستہ آہستہ مجبور روتے اشجار' بے سنگ سیل سناٹوں' کائی لگے دلوں' شوریدہ سرابوں کی تشنگی' افکار و نظریات کے ماتم زار چتوں کی کہانیوں' شکستہ دل صداؤں اور غم دہر کے ویرانوں کی سی ہونا شروع ہو گئی تھی۔

محمد کے اس لشکر کی یہ حالت دیکھتے ہوئے یہ اندازہ ہوتا تھا کہ تھوڑی دیر تک محمد شکست قبول کر کے بھاگ کھڑا ہو گا۔

محمد کو بھی اپنے لشکر کی اس حالت کا اندازہ ہو چکا تھا اور شکست قبول کر کے بھاگنا نہیں چاہتا تھا۔ وہ جانتا تھا کہ اگر اس نے ایک بار شکست قبول کر لی اور بھاگا تو اس کے لشکریوں کے حوصلے پست ہو جائیں گے اور آنے والے دور میں کبھی وہ سلطان برکیاروق کا مقابلہ نہیں کر پائیں گے اور نہ اس کے لشکر کے مقابلے میں ٹھہر سکیں گے۔

چنانچہ اپنی شکست کو چھپانے کے لئے محمد کسی نہ کسی طرح اپنے لشکریوں کو للکارتے ہوئے ان کا حوصلہ بڑھاتے ہوئے شام تک مصروف جنگ رہا۔ اس کے بعد بقول مؤرخین دونوں لشکر علیحدہ ہو گئے۔ جنگ کا کوئی فیصلہ نہ ہوا اور جنگ کا معاملہ اگلے دن پر ڈال دیا گیا۔

سلطان محمد کے لشکر میں ایسے لوگ بھی تھے جو محمد کے اس طرح سلطان برکیاروق سے ٹکرانے کو ناپسند کرتے تھے اور ایسے لوگوں میں محمد کے دو بڑے سالار یشمک اور افشکین بھی شامل تھے۔ چنانچہ جس روز یہ معرکہ ہوا اور محمد کا لشکر پیچھے ہٹ گیا اور اپنے پڑاؤ میں قیام کر لیا اور لشکر کے ایک حصے کو مستعد کر دیا گیا تا کہ سلطان برکیاروق کی طرف سے شب خون نہ مارا جائے۔ دوسری طرف سلطان برکیاروق نے بھی ایسا ہی کیا تھا۔

عشاء کی نماز کے بعد محمد کا بڑا سالار افتکین اپنے خیمے میں اکیلا بیٹھا ہوا تھا کہ اس کا ساتھی بڑا سالار یشمک اس کے خیمے میں داخل ہوا۔ افتکین نے دیکھا یشمک بڑا اداس اور فکر مند تھا۔ چہرہ اترا ہوا تھا۔ آگے بڑھ کر وہ افتکین کے قریب بیٹھ گیا۔ افتکین تھوڑی دیر تک بڑے غور اور انہماک سے اس کی طرف دیکھتا رہا۔ پھر بڑی ہمدردی میں ڈوبی ہوئی آواز میں اس نے یشمک کو مخاطب کیا اور کہنے لگا۔

"میرے بھائی کیا معاملہ ہے؟ میں دیکھتا ہوں تو کچھ الجھا ہوا ہے۔ تیرے چہرے پر پریشانیوں کے بھی آثار ہیں۔ آنکھوں میں شکوے ہی شکوے ہیں۔"

یشمک نے اس موقع پر ایک گہری نگاہ افتکین پر ڈالی' پھر اپنی نگاہ اس کے چہرے پر جماتے ہوئے کہنے لگا۔

"افتکین میرے بھائی جو کچھ تم میرے متعلق اندازہ لگا رہے ہو ایسا ہی انداز تمہارے متعلق بھی لگاتا ہوں۔ تمہارے چہرے' تمہاری آنکھوں سے میں بہت کچھ پڑھ رہا ہوں۔"

یشمک کے ان الفاظ پر افتکین چونکا اور کہنے لگا۔

"میرے بھائی تیرا کہنا درست ہے۔ اگر تو تھوڑی دیر تک میرے خیمے میں نہ آتا تو میں اٹھ کر تیرے خیمے میں آتا۔ اس لئے کہ میں ایک انتہائی اہم موضوع پر تم سے گفتگو کرنا چاہتا ہوں۔" افتکین کے ان الفاظ پر یشمک چونکا اور کہنے لگا۔

"بھائی معاملہ میرا بھی کچھ ایسا ہی ہے۔ میں بھی تم سے ایک انتہائی اہم مسئلے پر گفتگو کرنے آیا ہوں۔ میری اور تیری یہ گفتگو میرے عزیز بھائی راز میں رہنی چاہئے ورنہ ہم دونوں کے خلاف ایک طوفان اٹھ کھڑا ہوگا۔"

کچھ دیر کی خاموشی کے بعد یشمک بولا اور کہنے لگا۔

"میرے بھائی میں یہ چاہتا ہوں کہ محمد سلطان برکیاروق سے ٹکرانا ترک کر دے۔ اس طرح دونوں طرف سے مسلمانوں کا نقصان ہو رہا ہے۔ حاصل کچھ نہیں ہوگا۔ محمد اگر یہ چاہتا ہے کہ سلطان برکیاروق کو شکست دے کر اس کا خاتمہ کر کے سلطان بن جائے گا تو یہ اس کی بھول ہے۔ اگر بالفرض محمد ایسا کرنے میں کامیاب بھی ہو جائے' سلطان برکیاروق پر قابو پا کر سلطان بن جائے تو میں وثوق سے کہہ سکتا ہوں سنجر جو محمد کا سگا بھائی ہے وہ محمد کے خلاف

کھڑا ہوگا۔ کسی بھی صورت میں اسے سلطان قبول نہیں کرے گا' بلکہ خود سلطان ہونے کا دعویٰ کر کے یہ چاہے گا کہ محمد اس کی اطاعت اور فرمانبرداری اختیار کرے۔"

یشمک یہیں تک کہنے پایا تھا کہ خیمے کے دروازے پر ایک مسلح جوان نمودار ہوا اور یشمک اور افتکین کو مخاطب کر کے کہنے لگا۔

"آپ کو محمد نے اپنے خیمے میں طلب کیا ہے۔"

یہ پیغام ملنے پر یشمک اور افتکین دونوں چونک کر اٹھ کھڑے ہوئے اور اس لشکری کے ساتھ ہو لئے تھے۔ جب وہ محمد کے خیمے میں داخل ہوئے تو خیمے میں اس وقت محمد کا سالار اعلیٰ بکراج محمد کے ساتھ بیٹھا ہوا تھا۔ یشمک اور افتکین دونوں جب داخل ہوئے تو محمد اور بکراج نے شاندار انداز میں ان کی عزت اور توقیر کی۔ دونوں آگے بڑھ کر خالی نشستوں پر بیٹھ گئے۔ پھر گفتگو کا آغاز محمد نے کیا اور باری باری اپنے تینوں بڑے سالاروں کی طرف دیکھتے ہوئے کہنے لگا۔

"آج کی جنگ میں ہماری شکست بالکل یقینی تھی۔ میں دیکھ رہا تھا کہ ہر لمحہ ہمارے لشکر پر گراں گزر رہا تھا اور لشکری یہ چاہ رہے تھے کہ کسی نہ کسی طرح میدان جنگ سے ہٹ جائیں یا یہ جنگ موقوف ہو جائے' لیکن میں نے کسی نہ کسی طرح انہیں للکارتے ہوئے' شاباش دیتے ہوئے سورج غروب ہونے تک یہ جنگ جاری رکھی۔ ہماری خوش قسمتی ہے کہ ہم شکست اٹھا کر بھاگنے سے بچ گئے اور پیچھے ہٹ کر اپنے پڑاؤ میں آ گئے۔ برکیاروق بھی اپنے پڑاؤ میں چلا گیا۔ اب جنگ کل کے لئے ٹل گئی ہے۔"

یہاں تک کہنے کے بعد محمد رکا پھر وہ اپنی بات کو آگے بڑھاتے ہوئے کہہ اٹھا۔

"میں نے یہ اندازہ لگایا ہے کہ جب تک برکیاروق کے لشکر میں ایاز بن سیف الدین ہے ہمیں اپنی کامیابی اور فتح مندی کی کوئی امید نہیں رکھنی چاہئے۔ ہاں اگر کسی طریقے سے ایاز بن سیف الدین کا خاتمہ کر دیا جائے تو پھر برکیاروق کی طاقت اور قوت میں ضعف آ جائے گا اور اس کی عسکری قوت ایسی نہیں رہے گی کہ وہ ہم سے ٹکرا کر کامیابی حاصل کر سکے۔"

اس میں کوئی شک نہیں کہ ایاز کے بعد اس کے پاس کئی بڑے سالار ہیں۔ کربوغا ہے' سرخاب بن بدر ہے' قماج ہے' کمنشتگین ہے' منکبر دہ ہے' سرخاب بن کیخسرو ہے' لیکن ان میں کوئی بھی ایاز بن سیف الدین کے پائے کا نہیں ہے اور پھر برکیاروق کے لشکری ایاز بن

سیف الدین کے اشاروں پر چلتے ہیں۔ میں نے یہ ارادہ کیا ہے کہ اگر کل جنگ کے شروع میں ایاز بن سیف الدین کو انفرادی مقابلے کے لئے للکاریں اور اس مقابلے کے دوران اس کا خاتمہ کر دیں تو پھر اس جنگ کا نتیجہ ہمارے حق میں ہو سکتا ہے۔ ہم فتح حاصل کر سکتے ہیں اور فتح حاصل کرنے کے بعد بڑے بڑے طریقے سے جب ہم برکیاروق اور اس کے لشکر کا تعاقب کریں گے تو برکیاروق کی ساری طاقت اور قوت کو ختم کر کے رکھ دیں گے۔"

محمد دم لینے کے لئے رکا' پھر دوبارہ بولتے ہوئے کہنے لگا۔

"تمہاری آمد سے پہلے اس سلسلے میں تفصیل کے ساتھ میری گفتگو بکراج کے ساتھ ہو چکی ہے۔ بکراج کے پاس ایک بڑا تندرست توانا اور کڑیل لشکری ہے' نیزہ چلانے کا بڑا ماہر ہے اور اس کے نیزے کا وار خطا ہی نہیں جاتا۔ بکراج کا کہنا ہے کہ یہ اسے ایک عرصے سے جانتا ہے اور آج تک اس کے نیزے کا وار خالی نہیں گیا۔

میں چاہتا ہوں جب کل دونوں لشکر ایک دوسرے کے سامنے آئیں تو بکراج اس لشکری کو نام جس کا جمرایا ہے' انفرادی مقابلے کے لئے میدان میں اتاریں اور وہ ایاز بن سیف الدین کا نام لے کر انفرادی مقابلے کے لئے پکارے۔"

"تھوڑی دیر تک اس کے ساتھ تیغ زنی کا مقابلہ کرے' پھر اپنے گھوڑے کو پیچھے ہٹائے زین کے ساتھ بندھا ہوا اپنا نیزہ سنبھالے تاک کر اسے مارے اور اس کا کام تمام کر کے رکھ دے۔"

سب سے پہلے بکراج نے اس تجویز سے اتفاق کیا تھا۔ اس کے بعد حالات کی سنگینی کو دیکھتے ہوئے یشمک اور افشکین نے بھی بکراج کی ہاں میں ہاں ملاتے ہوئے اس تجویز کو پسند کیا تھا۔

اس اتفاق رائے پر محمد نے خوشی کا اظہار کیا' پھر ان تینوں کو مخاطب کر کے کہنے لگا۔

"اب تینوں اٹھو میرے ساتھ آؤ تا کہ اگلے دن کی جنگ کے لئے اپنی کامیابی اور مندی کا در کھولنے کے لئے اپنے لشکریوں سے صلاح مشورہ کریں اور ان کی حوصلہ افزائی بھی کریں۔" اس کے ساتھ ہی محمد اپنی جگہ پر اٹھ کھڑا ہوا۔ وہ تینوں بھی اٹھ کر اس کے ساتھ ہو لئے تھے۔

تھوڑی دیر بعد یشمک اور افشکین پھر اسی خیمے میں داخل ہوئے' جس میں وہ بیٹھ کر پہلے

باتیں کر رہے تھے۔ پھر محمد کے بلاوے پر وہاں سے چلے گئے تھے۔ دونوں جب نشستوں پر بیٹھ گئے تھے' تب یشمک بولا اور کہنے لگا۔

"میرے عزیز ہم نے جو اپنی پہلی گفتگو شروع کی تھی' وہ ہم نے کہاں تک پہنچائی تھی۔"

جواب میں افشکین بولا اور کہنے لگا۔

"یشمک میرے بھائی میں چاہتا ہوں کہ سلطان برکیاروق اور محمد کے درمیان صلح ہو جانی چاہئے۔ سلطان برکیاروق کو ہی رہنا چاہئے۔ محمد کو اس کے تحت کام کرنا چاہئے۔ زیادہ سے زیادہ یہ کہ محمد اپنے نام کے ساتھ ملک کا لفظ لگا دے۔ میرے بھائی میرے ذہن میں کچھ باتیں ہیں اور میں چاہتا ہوں انہی پر سلطان برکیاروق اور محمد کے درمیان صلح ہو جائے۔"

"میں چاہتا ہوں کہ اس صلح کے لئے پہلی شرط یہ رکھی جائے کہ اتفاق رائے سے برکیاروق کو سلطان مانا جائے اور محمد ملک کے خطاب سے مخاطب کیا جائے۔"

"دوسری شرط یہ رکھنی چاہئے کہ محمد کے لئے تین ضرب کی سلامی روا رکھی جائے تا کہ اس کی حوصلہ افزائی ہو۔"

"تیسرا یہ کہ حیرہ معہ مضافات آذربائیجان' دیار بکر جزیرہ اور موصل محمد کو دے دیا جائے تا کہ آنے والے دور میں ان سارے بھائیوں کے درمیان خانہ جنگی ختم ہو۔"

"چوتھا یہ کہ برکیاروق محمد کو ان والیان شہر کے مقابلے میں مدد دے جو محمد کی مخالفت کریں۔"

ان تجویزوں سے یشمک نے بھی اتفاق کیا تھا۔ یہاں تک کہ یشمک بولا اور کہنے لگا۔

"افشکین میرے عزیز بھائی ہمارے سامنے اس وقت سب سے بڑا کام یہ ہے کہ مسلمانوں کا قتل عام رکوایا جائے۔ دونوں طرف سے مسلمان مر رہے ہیں۔ جہاں تک کل کا تعلق ہے تو کل کی جنگ کے تو ہم نہیں روک سکتے۔ اگر ہم ایسا کرتے ہیں تو محمد ہماری طرف سے مشکوک ہو جائے گا اور سلطان برکیاروق کے خلاف حرکت میں آنے سے پہلے وہ ہم دونوں کے خلاف حرکت میں آتے ہوئے ہمارا کام تمام کر دے گا۔ اس بنا پر کل کا ٹکراؤ تو ہو کر رہے گا۔ میں چاہتا ہوں جس طرح آج محمد کو شکست ہوتے ہوتے رہ گئی ہے اور یہ شام تک کسی نہ کسی طرح اپنے لشکر کو روکے رہا۔ کل کا دن بھی اسی طرح گزر جائے تو پھر محمد کو یہ مشورہ دیا جا سکتا ہے کہ ایسی طویل جنگ لڑنے کا کوئی فائدہ نہیں ہے۔ اس طرح ہمارا لشکر بہت کم ہو

جائے گا اور پھر ہمیں سلطان برکیاروق کے ہاتھوں فیصلہ کن شکست کا سامنا کرنا پڑے گا۔ چنانچہ بہتر یہی ہے کہ سلطان برکیاروق کے ساتھ صلح کر لی جائے اور مجھے امید ہے کہ محمد اس کے لئے مان جائے گا۔"

یہاں تک کہنے کے بعد یشمک خاموش ہوا' تب افشکین خوشی کا اظہار کرتے ہوئے کہنے لگا۔

"یشمک میرے بھائی یہ تو ایک کام ہوا۔ مجھے امید ہے کہ اسے ہم انجام دینے میں کامیاب ہو جائیں گے' لیکن جو منصوبہ بندی محمد نے ایاز بن سیف الدین کو ختم کرنے کے لئے کی ہے یہ ایک بہت بڑا المیہ' بہت بڑا حادثہ بلکہ ایک بہت بڑا فریب اور دھوکہ کہا جا سکتا ہے۔"

"میرے بھائی ایاز بن سیف الدین عالم اسلام کا بے مثل اور نایاب سالار ہے۔ سلطانہ برکیاروق آنکھیں بند کر کے اس پر اعتماد اور بھروسہ کرتا ہے اور پھر لشکریوں کے اندر یہ بھی بات پختہ ہو چکی ہے کہ جس لشکر میں ایاز بن سیف الدین ہو گا فتح اور کامرانی اسی کی ہو گی۔ اسی بنا پر محمد انفرادی مقابلے کا اہتمام کر کے ایاز بن سیف الدین کا خاتمہ چاہتا ہے کہ سلطان برکیاروق کے خلاف وہ اپنی کامیابی اور فتح مندی کا در کھول سکے۔"

یہاں تک کہنے کے بعد افشکین رکا۔ کچھ دیر خاموشی رہی پھر افشکین بولا اور کہنے لگا۔

"یشمک میرے بھائی اب ہمیں دوسرے کام کی طرف متوجہ ہونا چاہئے۔ میں ہرگز نہیں چاہتا کہ کل کے ٹکراؤ کے دوران ایاز بن سیف الدین کو کوئی نقصان پہنچے۔ اس کی سلامتی بڑی اہم اور عالم اسلام کے لئے سودمند ہو سکتی ہے۔ اس لئے کہ سلطان برکیاروق نے عہد کیا ہوا ہے کہ جب اسے ان خانہ جنگیوں سے نجات مل جائے گی اور اس کے علاقوں میں شورشیں اور بغاوتیں ختم ہو جائیں گی تو پھر وہ اپنے لشکر کو بہترین انداز میں تیار کر کے ان صلیبیوں کے خلاف حرکت میں آئے گا جنہوں نے یورپ سے اٹھ کر عالم اسلام کے مختلف شہروں پر قبضہ کر لیا ہے اور ایسا ہونا چاہئے۔ اسی میں مسلمانوں کی فلاح' اسی میں عالم اسلام کی بہتری اور بھلائی ہے۔"

یشمک میرے بھائی میں چاہتا ہوں کہ تم اپنا کوئی مخصوص آدمی ایاز بن سیف الدین کی طرف بھیجو۔ دیکھو تمہارے قبیلے کے بہت سے لوگ ہمارے لشکر میں شامل ہیں' جو تم پر بھروسہ

اور اعتماد کرتے ہیں۔ ان میں سے جو تمہاری نگاہوں میں سب سے قابل بھروسہ اور قابل اعتماد ہے اس کا انتخاب کرو۔ اسے امیر ایاز بن سیف الدین کی طرف روانہ کرو اور اس کا خاتمہ کرنے کے لئے جو منصوبہ بندی محمد اور بکراج نے مل کر طے کی ہے اس سے اسے آگاہ کر دیا جائے تاکہ جب اسے انفرادی مقابلے کے لئے پکارا جائے اور انفرادی مقابلہ کرنے کے لئے کل تو محمد نے بکراج کے ساتھ مل کر جمرایا نام کے جس نیزہ پھینکنے والے کا انتخاب کیا ہے اس سے ایاز بن سیف الدین آسانی سے نبٹ سکے۔ اب بولو تم کیا کہتے ہو۔"

افشکین جب خاموش ہوا' تب یشمک غور سے اس کی طرف دیکھتے ہوئے کہنے لگا۔

"افشکین میرے عزیز' تیرا کہنا درست ہے۔ امیر ایاز بن سیف الدین ہمیں بڑا عزیز ہے۔ قطع نظر اس کے کہ وہ سلطان برکیاروق کے لشکر کا سالار ہے' لیکن اسلام عالم کا نامور مجاہد ہے اور پھر ہم دونوں خود برکیاروق کو سلطان تسلیم کرتے ہیں۔ یہ ہماری بدقسمتی ہے کہ ہم محمد کے لشکر میں شامل ہیں اور اپنے پہلے چند سالاروں کی طرح ہم بھی اس وقت یہاں سے نکل کر سلطان برکیاروق کے لشکر میں چلے جاتے ہیں تو پھر ہم پر اعتماد اور بھروسہ نہیں کیا جا سکے گا۔ سلطان برکیاروق یہ بھی سمجھ سکتا ہے کہ ہم محمد کے جاسوس ہیں اور اس کے لشکر میں رہ کر محمد کے لئے کام کرتے رہیں گے۔ اس بنا پر کل کی ہونے والی جنگ کے بعد یا تو صلح ہو جانی چاہئے یا پھر محمد کو ایسی بدترین شکست کا سامنا کرنا پڑے کہ یہ بھاگ کھڑا ہو' لیکن یہ آخری معاملہ ہے۔ اس لئے کہ اس صورت میں مسلمانوں کا بہت نقصان ہو گا۔ بہت سے مسلمان اپنی جانوں سے ہاتھ دھو بیٹھیں گے۔ ہماری اولین کوشش یہی ہونی چاہئے کہ محمد کو سلطان برکیاروق کے ساتھ صلح پر آمادہ کریں تاکہ ان کے باپ سلطان ملک شاہ سلجوقی نے جو سلطنت چھوڑی تھی اس میں اتفاق اور یکجہتی ہو اور تینوں بھائی اسی مملکت کے اندر رہتے ہوئے اپنے اپنے دائرہ حقوق میں کام کریں' تاکہ یورپ کے صلیبی جو دن بدن اپنے پر پھیلانے کی کوشش کر رہے ہیں سلطان برکیاروق ان سے نبٹ سکے۔"

یہاں تک گفتگو کے بعد خیمے میں پھر خاموشی چھا گئی اور کچھ دیر کی خاموشی کے بعد یشمک پھر بولا اور کہنے لگا۔

"افشکین ہمیں زیادہ دیر بیٹھ کر صلاح مشورہ نہیں کرنا چاہئے۔ اس طرح ہمیں شک کی نگاہ سے بھی دیکھا جا سکتا ہے۔ تم آرام کرو میں بھی ذرا جاتا ہوں اور اپنے قبیلے کے کسی آدمی

کے ذمے یہ کام لگاتا ہوں کہ وہ ساری صورت حال سے امیر ایاز بن سیف الدین کو آگاہ کر دے۔"

یشمک کے ان الفاظ سے افشکین خوش ہو گیا تھا۔ اس کے ساتھ ہی یشمک خیمے سے نکل گیا تھا۔

............*

دوسری طرف ایاز بن سیف الدین کھانا کھانے کے بعد توزین اور رفادہ کے ساتھ بیٹھا کسی موضوع پر گفتگو کر رہا تھا' جبکہ بروزہ کھانا کھانے کے بعد اپنے خیمے میں جا چکی تھی۔ اتنے میں سلطان برکیاروق کے لشکر کا ایک چھوٹا سالار خیمے کے دروازے پر نمودار ہوا اور ایاز بن سیف الدین کا نام لے کر پکارا۔

اس پر ایاز اپنی جگہ سے اٹھ کھڑا ہوا۔ توزین اور رفادہ کی طرف دیکھتے ہوئے کہنے لگا۔

"تم دونوں یہیں بیٹھو میں دیکھتا ہوں کس نے بلایا ہے۔" اس کے ساتھ ہی ایاز بن سیف الدین اٹھ کر اپنے خیمے سے باہر آیا۔ باہر اس کے لشکر کا ایک چھوٹا سالار کھڑا تھا۔ اس کے ساتھ ایک اجنبی مسلح جوان بھی تھا۔

وہ چھوٹا سالار ایاز بن سیف الدین کے قریب آیا اور اپنا منہ اس کے کان کے قریب لے جاتے ہوئے کہنے لگا۔

"امیر یہ جو شخص سامنے کھڑا ہے اس کا تعلق محمد کے لشکر سے ہے۔ آپ جانتے ہیں محمد کے لشکر میں اس وقت تین بڑے سالار ہیں بکراج' افشکین اور یشمک۔ بکراج ایک طرح سے محمد کے لشکریوں کا سالار اعلیٰ ہے۔ افشکین اور یشمک اس کے بعد سب سے بڑے سالار ہیں۔ یشمک اور افشکین چاہتے ہیں کہ سلطان برکیاروق اور محمد کے درمیان جنگ نہ ہو' بلکہ صلح ہو جائے اور وہ دونوں برکیاروق کو اپنا سلطان تسلیم کرتے ہیں' بلکہ اس کے حق میں ہیں کہ عالم اسلام کا سلطان برکیاروق کو ہونا چاہئے۔"

"اس کے علاوہ محمد ایک دھوکہ دہی اور فریب کا کام کرنے والا ہے اور اسی کی اطلاع اس مسلح شخص کے ہاتھ یشمک' افشکین نے بھیجی ہے۔"

اس پر ایاز بن سیف الدین آگے بڑھا اور آنے والے اس مسلح جوان کو گلے لگا کر پرجوش مصافحہ کیا پھر اسے مخاطب کر کے کہنے لگا۔

"تم ٹھہرو میں خیمہ میں تمہارے بیٹھنے کا اہتمام کرتا ہوں۔"

اس پر آنے والا مسلح شخص فوراً بولا اور کہنے لگا۔

"امیر میں بیٹھوں گا نہیں۔ میرا واپس جلد اپنے لشکر میں جانا ضروری ہے۔ اس میں میری سلامتی ہے۔ امیر میں یشمک قبیلہ سے تعلق رکھتا ہوں۔ یشمک اور افشکین نے صلاح مشورہ کر کے مجھے آپ کی طرف بھیجا ہے۔ معاملہ یہ ہے کہ کل کی لڑائی سے پہلے ایک شخص آپ کو انفرادی مقابلہ کیلئے دعوت دے گا جو انفرادی مقابلہ کی دعوت دے گا اس کا نام جمرایا ہے۔ وہ نیزہ پھینکنے کا بڑا ماہر ہے اور اس کا نیزہ پھینکنے کا نشانہ بڑا بے خطا ہے۔ کل جب وہ تیغ زنی کا مقابلہ کرنے کے لئے آپ کو للکارے گا تو پہلے آپ سے تیغ زنی کا مقابلہ کرے گا' لیکن زیادہ دیر یہ مقابلہ نہیں کرے گا۔ اس لئے کہ وہ جانتا ہے تیغ زنی میں وہ زیادہ دیر آپ کے سامنے ٹھہر نہیں سکے گا۔ چند وار آپ پر کرنے کے بعد آپ کے چند وار روکتے ہوئے' پھر وہ ایک دم پیچھے ہٹے گا تا کہ اس کے اور آپ کے درمیان فاصلہ ہو جائے اور اسی فاصلہ کے دوران وہ گھوڑے کی زین کے ساتھ باندھے ہوئے اپنے نیزہ پر گرفت کرے گا اور پھر دوڑ کر آپ کو نیزہ مارے گا' تا کہ آپ کا کام تمام کر دے۔ اس لئے کہ محمد یہ سمجھتا ہے جب تک سلطان برکیاروق کے لشکر میں آپ ہیں اس کی فتح مندی اور کامیابی کا در نہیں کھل سکتا۔ لہٰذا میں یہی خبر یشمک اور افشکین کی طرف سے آپ کو پہنچانے آیا تھا کہ کل جب انفرادی مقابلہ ہو تو آپ جمرایا سے محتاط رہئے گا۔ وہ جب نیزہ پھینکنے کی کوشش کرے تو آپ اپنا دفاع کر لیں۔ اس پر اپنی گرفت کر لیں۔"

جواب میں ایاز بن سیف الدین آگے بڑھا اور اس کی پیشانی چومی' پھر کہنے لگا۔

"واپس جا کر یشمک اور افشکین کو میرا سلام کہنا اور میری طرف سے ان کا شکریہ ادا کرنا کہ انہوں نے بروقت سازش کی مجھے اطلاع دی۔ انہیں کہنا بالکل مطمئن اور آسودہ رہیں اگر خداوند قدوس کو منظور ہوا تو کل اگر انفرادی مقابلہ ہوتا ہے تو محمد جس شخص کو نیزہ پھینکنے کے لئے تیار کرے گا' وہ میدان سے زندہ بچ کر نہیں نکلے گا۔"

اس پر وہ شخص آگے بڑھا' پرجوش مصافحہ ایاز بن سیف الدین سے کیا پھر ایاز بن سیف الدین کا چھوٹا سالار اسے اپنے ساتھ لے گیا' تا کہ اسے اپنے پڑاؤ سے باہر نکال آئے۔ اس کے بعد ایاز بن سیف الدین اپنے خیمہ میں داخل ہوا تھا۔

ایاز جب خیمہ میں داخل ہوا تب توزین اور رفادہ دونوں بڑے غور سے اس کی طرف دیکھے جا رہی تھیں۔ خیمے میں جلتی مشعل کی روشنی میں انہوں نے دیکھا ایاز بن سیف الدین کے چہرے پر اس سمے بڑی سنجیدگی تھی۔ چپ چاپ آگے بڑھا اور توزین اور رفادہ کے درمیان جس نشست سے وہ اٹھ کر گیا تھا' اسی پر وہ بیٹھ گیا۔

خیمے میں کچھ دیر تک خاموشی رہی۔ اس دوران توزین اور رفادہ کچھ دیر تک بڑے غور سے ایاز بن سیف الدین کی طرف دیکھتی رہیں پھر گفتگو کا آغاز خوبصورت اور حسین توزین نے کیا اور ایاز بن سیف الدین کے شانے پر ہاتھ رکھتے ہوئے اس نے جستجو بھری آواز میں اسے مخاطب کیا۔

''میں اور رفادہ دیکھتی ہیں کہ آپ بڑے سنجیدہ اور خاموش سے خیمے میں داخل ہوئے ہیں۔ کیا بات ہے اور جو لوگ آپ کو بلانے کے لئے آئے تھے انہوں نے آپ سے کیا کہا؟''

ایاز بن سیف الدین نے فوراً اپنے چہرے سے سنجیدگی کو غائب کر دیا' مسکرایا پھر کہنے لگا۔

''ایسی کوئی بات نہیں تم دونوں کو پریشان اور فکرمند ہونے کی ضرورت نہیں ہے۔''

توزین ضد کرنے لگی۔ ''بات کچھ ہے نا جو آپ ہمیں بتانا نہیں چاہ رہے جب کہ ہم دونوں آپ کی بیویاں ہیں۔ آپ کے دکھ سکھ کی ساتھی ہیں۔ آپ کی خوشی ہماری خوشی' آپ کا غم اور آپ کا دکھ ہمارا غم اور دکھ ہے۔''

جواب میں ایاز بن سیف الدین کھل کر مسکرا دیا' کہنے لگا۔

''نہ کوئی غم کی بات ہے' نہ دکھ کی بات۔'' اس کے بعد ایاز بن سیف الدین نے خیمہ سے باہر جو گفتگو ہوئی تھی اس کی تفصیل بتا دی تھی۔

ساری گفتگو سن کر توزین اور رفادہ بھی کچھ پریشان اور فکرمند ہو گئی تھیں۔ یہاں تک کہ اس بار رفادہ بول اٹھی۔

''اگر کوئی آپ کو آپ کا نام لے کر انفرادی مقابلہ کے لئے پکارتا ہے تو آپ کی مرضی ہے آپ مقابلہ پہ جائیں نہ جائیں۔ کل جب جنگ کی ابتدا ہوتی ہے تو شروع میں محمد کا کوئی نیزہ چلانے کا ماہر آپ کو انفرادی مقابلے کے لئے پکارتا ہے تو آپ میدان میں ہرگز نہ

ازیں۔''

اس موقع پر ایاز بن سیف الدین نے غور سے رفادہ کی طرف دیکھا' پھر کہنے لگا۔

''رفادہ تم کس قسم کی گفتگو کرتی ہو۔ سالار ہونا اور پھر پکارے جانے پر انفرادی مقابلہ کے لئے نہ نکلنا دو متضاد چیزیں ہیں۔ میں جانتا ہوں تم دونوں اس سے فکرمند اور پریشان ہو گئی ہو۔ پر ایسی کوئی بات نہیں ہے۔ اگر کوئی مجھے انفرادی مقابلہ کے لئے پکارتا ہے تو اس کے مقابلے پر نکلوں گا اور چونکہ تم دونوں کی دعائیں میرے ساتھ ہیں لہٰذا خداوند قدوس مجھے کامیابی اور کامرانی عطا کرے گا۔''

اس موقع پر رفادہ اور توزین نے دونوں نے دعائیہ انداز میں ہاتھ اٹھائے اور بلند آواز میں آمین کہا۔ چنانچہ رفادہ اور توزین کو اس ماحول سے نکالنے کے لئے ایاز سیف الدین نے ان دونوں کے ساتھ گھریلو موضوع پر گفتگو کرنا شروع کر دی تھی۔

............*

اگلے روز دونوں لشکر پھر ایک دوسرے کے آمنے سامنے ہوئے۔ محمد نے لشکر کی صفیں درست کیں۔ لشکر کی ترتیب وہی رکھی۔ لشکر کو دو حصوں میں تقسیم کیا۔ ایک حصہ اپنے پاس رکھا اور دوسرے حصے کو اس نے اپنے بڑے سالار ربکماج کی سرکردگی میں دے دیا تھا۔

برکیاروق نے بھی اپنے لشکر کی ترتیب وہی رکھی' جو پہلے تھی۔ لشکر کا ایک حصہ سلطان نے اپنی کمانداری میں رکھا' دوسرا ایاز بن سیف الدین کی سرکردگی میں تھا۔

جب دونوں لشکر صفیں درست کر چکے' تب محمد کے لشکر سے ایک گھوڑا سوار نکلا۔ وہ وہی ماہر نیزہ باز تھا۔ نام جس کا جمرایا تھا۔ اپنے گھوڑے کو بھگاتا ہوا وہ دونوں لشکروں کے بیچ میں آیا' پھر ایاز بن سیف الدین کا نام لیتے ہوئے اس نے انفرادی مقابلہ کے لئے للکارا تھا۔

اس موقع پر ایاز بن سیف الدین پہلے ہی تیار تھا۔ اس سلسلہ میں سلطان سے بھی اس نے بات کر رکھی تھی۔ لہٰذا جونہی اس کا نام پکارا گیا اپنے گھوڑے کو اس نے ایڑ لگائی اور اسے جمرایا کی طرف سرپٹ دوڑا دیا تھا۔

جمرایا کے سامنے جا کر ایاز بن سیف الدین نے گھوڑے کی باگ کھینچتے ہوئے اسے روکا اور رکتے ہوئے گھوڑا اپنی دونوں ٹانگیں اٹھا کر بری طرح ہنہنایا تھا۔ گھوڑا جب اپنے چاروں پاؤں پر کھڑا ہوا' تب جمرایا اور ایاز بن سیف الدین دونوں نے گہری نگاہوں سے ایک دوسرے کا جائزہ لیا' پھر جمرایا بولا اور کہنے لگا۔

''میں جانتا ہوں آپ کا نام ایاز بن سیف الدین ہے۔ کیا آپ میرا نام نہیں پوچھیں گے؟''

جواب میں ایاز بن سیف الدین مسکرا دیا اور کہنے لگا۔

''میرے ساتھ انفرادی مقابلہ کرنے کے لئے آئے ہو اور میرے لئے الفاظ آپ بھی [illegible] کرتے ہو۔''

جمرایا ہنس دیا اور کہنے لگا۔

''آپ چونکہ ایک بے مثل ولاجواب تیغ زن ہیں لہٰذا میں آپ کے لئے آپ کا الفاظ [illegible] کروں گا۔ کیا آپ میرا نام نہیں پوچھیں گے؟''

ایاز بن سیف الدین مسکرایا کہنے لگا۔

''اگر تم میرے نام سے واقف ہو تو میں بھی تمہارا نام جانتا ہوں' تمہارا نام جمرایا ہے۔''

ایاز بن سیف الدین سے یہ الفاظ سن کر جمرایا چونکا تھا۔ عجیب سے انداز میں وہ ایاز بن سیف الدین کی طرف دیکھنے لگا تھا۔ کچھ کہنا چاہتا تھا کہ ایاز بن سیف الدین نے اسے [illegible] کیا۔

''میری سمجھ میں یہ بات نہیں آئی کہ تم کیوں بنجر زمین میں نمی کی خواہش' لہو میں وحشی [illegible] کی سرشاری تلاش کرنے آ گئے ہو؟ کیوں خواب لمحوں میں وصل کا نشہ' تخلیق کے لمحوں [illegible] کرب کی لذت سے روشناس ہونا چاہتے ہو؟ جمرایا یہ میدان جنگ ہے۔ یہاں موت اپنا [illegible] کھیلتی ہے اور اس طرح انفرادی مقابلے کا ایک اہتمام کر کے تو کیوں اپنی کوری آنکھوں [illegible] میں تقدیر سجانا چاہتا ہے۔ ایسے مقابلے کی دعوت دے کر تو اپنے دل کی سیپ میں بیداری [illegible] کے خواب سجانے کی ناکام کوشش کرے گا۔ جمرایا انسان کو خود کو اتنی سزا دینی' اتنی اذیت [illegible] چاہئے کہ کانچ کی طرح ٹوٹ کر گر نہ جائے۔''

ایاز بن سیف الدین جب خاموش ہوا' تب بجھی بجھی سی آواز میں جمرایا کہنے لگا۔

''ایاز بن سیف الدین کبھی کبھی انسان کو سایوں کو دھوپ سے روشنی کو تاریکی سکھ کو دکھ [illegible] کرانا پڑتا ہے۔ کبھی کبھی انسان خود جبلت کو اپنی طرف بھیجتا ہے حالانکہ جبلت خود انسان کو [illegible] طرف کھینچتی ہے۔'' یہاں تک کہتے کہتے جمرایا خاموش ہو گیا۔ اس موقع پر سلطان [illegible] برکیاروق اور محمد دونوں کے لشکر میں ترکی طبل کی وحشت ناک آوازیں عسکری باجوں کی کپکپی [illegible] کرتی موسیقی' عربی دفوں کی ہولناک صدائیں' افریقی ناقوسوں کی لرزا دینے والی آوازیں [illegible] رہی تھیں۔

آخر ایاز بن سیف الدین بولا اور کہنے لگا۔

''اب جب کہ تو نے مجھے انفرادی مقابلے کے لئے للکار ہی لیا ہے تو پھر آ' اپنے کام کی

ابتداء کریں۔ لوگوں کی نگاہیں ہم پر جمی ہوئی ہیں۔ دیکھیں کہ کیا فیصلہ ہوتا ہے۔" اس کے ساتھ ہی ایاز بن سیف الدین نے اپنی تلوار اور ڈھال لہرائی' جمرایا بھی تیار ہو گیا تھا۔ پھر ایاز بن سیف الدین اس پر ساونت پاسبانوں' خاک و خون سے کھیل جانے والے تیغ زن صحرائی بگولوں کی طرح جھپٹنے کے انداز میں آگے بڑھا۔ پھر وہ بے روک جوالا مکھی قضا بن کر لوہے کا لگامیں چڑھا دینے والی اندھیوں' سینے میں طوفانی تلاطم کھڑے کرتے آگ و خون کی ہیجان کی طرح حملہ آور ہو گیا تھا۔

جمرایا جانتا تھا کہ تیغ زنی میں وہ ایاز بن سیف الدین کا مقابلہ نہیں کر سکے گا لہٰذا اس نے اپنے آپ کو دفاع تک محدود رکھا۔ بالکل تھوڑی دیر تک اس نے ایاز بن سیف الدین کے تلوار کے خوف ناک حملوں کو روکا۔ اس کے بعد اس نے ایک دم اپنے گھوڑے کو پیچھے ہٹایا۔ ایاز بن سیف الدین سے ذرا فاصلہ پر گیا۔ جوں ہی اس نے اپنا نیزہ سنبھالنا چاہا ایاز بن سیف الدین نے کمال ہنرمندی کا مظاہرہ کیا۔ وہ اس کے پیچھے پیچھے آیا تھا۔ ابھی جمرایا نیزہ نکالنے ہی نہ پایا کہ ایاز بن سیف الدین نے پشت کی جانب سے اس زور سے اس کے سر کے ایک طرف ڈھال ماری کہ جمرایا اپنا توازن کھو بیٹھا۔ نیزے پر گرفت نہ رکھ سکا اور اپنے گھوڑے سے نیچے گر گیا۔ اسی لمحہ ایاز بن سیف الدین بھی اپنے گھوڑے سے کود کر اس کے سامنے جا کھڑا ہوا تھا۔

اب حالت یہ تھی کہ جمرایا انتہائی بے بسی کی حالت میں زمین پر لیٹا تھا۔ جب کہ اپنی تلوار اور ڈھال سنبھالے ایاز بن سیف الدین اس کے سر پر کھڑا تھا۔

جمرایا نے جب دیکھا کہ اس موقع پر ایاز بن سیف الدین کی رگیں کھنچ گئی تھیں' چہرہ تانبہ ہو گیا تھا۔ ایسا لگتا تھا اس کے دل اور ذہن میں ستیزہ کاری شروع ہو گئی ہو۔ چہرے پر ہولناک جذبے بکھر گئے ہوں اور آنکھوں میں سلگتی قضا اپنا رنگ دکھانے لگی ہو۔ کچھ دیر تک ایاز بن سیف الدین کی لاوا اگلتی پراسرار گرم آنکھیں جمرایا پر جمی رہیں' پھر اسے مخاطب کر کے کہنے لگا۔

"تو اس طرح میدان میں اترا ہے جیسے جینے سے بیزار کوئی شخص زندگی کے مصائب کو پکارتا ہے۔ درد و الم کے نصاب کو دعوت دیتا ہے اور اب دیکھ تو میرے سامنے سراب کی پیاس اور محرومیوں کے پیکر کی طرح پڑا ہے۔"

ایاز بن سیف الدین جب خاموش ہوا' تب جمرایا بولا اور کہنے لگا۔

"امیر میں آپ سے مقابلہ نہیں کرنا چاہتا تھا' لیکن یوں جانئے مجھے مجبور کر کے میدان میں اتارا گیا۔ آپ برا نہیں مانئے گا۔ اگر آپ مجھے قتل کر دیں گے تو آپ کو کوئی فائدہ نہیں ہو گا۔ مجھے قتل کرنے سے آپ کو کوئی روک بھی نہیں سکتا۔" اس کے بعد جس طرح اور جس سازش و فریب کے تحت محمد نے اسے انفرادی مقابلہ کے اتارا تھا اس کی تفصیل اس نے ایاز بن سیف الدین سے کہہ دی تھی۔

اس موقع پر ایاز بن سیف الدین بولا اور کہنے لگا۔

"گو تم انفرادی مقابلے کے لئے میدان میں اترا تھا اور انفرادی مقابلے میں جیتنے والا ہارنے والا کی گردن ضرور کاٹتا ہے' لیکن ایک مسلمان کی حیثیت سے ایک مسلمان کو قتل کرنا میرے لئے باعث عار اور باعث ذلت خیال کرتا ہوں۔ اب میں تیرے لئے کیا سزا تجویز کروں۔"

جواب میں دکھ بھرے انداز میں جمرایا کہنے لگا۔

"امیر اگر آپ مجھے معاف کرتے ہیں تو خداوند قدوس نے چاہا تو زندگی کے کسی موڑ پر آپ کے کام ضرور آؤں گا۔"

ایاز بن سیف الدین کے چہرے پر ہلکا سا تبسم نمودار ہوا اور کہنے لگا۔

"اچھا چھوڑ' میں تجھ پر کوئی احسان نہیں کر رہا اور نہ اس احسان کا تم سے کوئی بدلہ صلہ مانگتا ہوں۔ اب اٹھو اپنے گھوڑے پر سوار ہو اور واپس چلے جاؤ۔"

ایاز بن سیف الدین کے ان الفاظ پر جمرایا چونک پڑا تھا۔ خوشی کی کوئی انتہا نہ تھی۔ ایک دم اپنی جگہ سے اٹھا' کپڑے جھاڑے' اپنے گھوڑے پر سوار ہوا' گھوڑے کو سرپٹ دوڑاتا ہوا واپس چلا گیا تھا جب کہ ایاز بن سیف الدین اپنے گھوڑے پر سوار ہو کر اپنے لشکر کی طرف ہو لیا تھا۔

ایاز بن سیف الدین جب انفرادی مقابلہ جیت گیا۔ اس وقت محمد اپنے لشکر کے سامنے اپنے سالار بکراج کے ساتھ کھڑا تھا۔ جمرایا جب واپس اپنے لشکر میں چلا گیا' تب محمد دکھ بھرے انداز میں اپنے سالار بکراج کو مخاطب کر کے کہنے لگا۔

"سمجھ نہیں آتی کہ ایاز بن سیف الدین لوہے' پتھر یا تانبے کا بنا ہوا ہے کہ اس پر کسی کا

کوئی وار اثر نہیں کرتا اور ہمیشہ کامیاب اور کامران یہی رہتا ہے۔ جب یہ میرے بڑے
برکیاروق کے لشکر میں تھا تو اسے فتح نصیب ہوتی تھی' میرے لشکر میں آیا تو فتح نے میرے قدم
چومے' اب پھر یہ برکیاروق کے لشکر میں چلا گیا ہے تو وہاں رہتے ہوئے پھر ہمارے لئے
مصیبت اور کم بختی کے راستے استوار کرنے لگا ہے۔ میں سمجھتا ہوں جب تک اس کا خاتمہ نہیں
کیا جاتا اس وقت تک ہمارے لئے کسی بھی فتح مندی' کامرانی اور کامیابی کا در نہیں کھلے گا۔"

اس کے بعد محمد اور بکراج دونوں اپنے اپنے حصے کے لشکر کے سامنے کھڑے ہو گئے۔ پھر
نے مخصوص اشارہ کیا' پھر محمد اور بکراج دونوں نے اپنے لشکر کو ویران موسموں میں جنون کے کج
نقاش رگوں میں زہر گھول دینے والے سرابوں اور تشنگی کے ابلتے بحر کی طرح آگے بڑھایا' پھر
وہ سلطان برکیاروق کے لشکر پر جرم و جہل کے طوفان میں آگ تھوکتے' دہشت موت کے
مناظر' پس پردہ وحشتوں' رقص' فنا' بھڑکتے صحرا کے ذرے ذرے کو لہولہو کرتی نفرتوں کی سنگ
باری اور اپنی نحوستیں' اپنی عشرتیں چھپائے عصیان میں ڈوبی یورش کی طرح حملہ آور ہو گیا تھا۔

دوسری طرف سلطان برکیاروق اور ایاز بن سیف الدین نے بھی اپنے لشکر کو لہروں کے
تلاطم' ساحلوں کے نقیب' آندھیوں کے قائد اور ان دیکھی خوشبو کی طرح آگے بڑھایا' پھر وہ
بھی محمد کے لشکر پر وقت کے سرد منجمد لمحوں میں دھول اڑاتے بربادی کے جھکڑوں لادے کی
طرح حرکت کرتی فنا پھیلاتی بگولوں کی برہمی' ٹھٹھرتی بے روک آندھیوں میں روداد الم کھڑی
کرتی سلگتی آتش فرقت' دکھوں سے تعارف کراتے سرگرداں کو بے کراں طوفانوں کی طرح
حملہ آور ہو گئے تھے۔

یوں ایک بار پھر دونوں لشکروں کے ٹکرانے سے رزم گاہ میں فرار ہوتی بے قراری' رو گھٹی
زیست کی بے ثباتی کے لمحات' خوف بھری ساعتیں' حسد کے الاؤ' ستم کی تیزہ گری اور شیطان
کی ازلی شیطنت ناچ اٹھی تھی۔

کچھ دیر تک گھمسان کا رن پڑا۔ محمد نے اپنی طرف سے پوری کوشش کی کہ وہ گزشتہ دن
کی اپنی ناکامی اور شکست کے داغ دھوئے' لیکن اپنی کامرانی اسے دور دور تک کہیں بھی دکھائی
نہ دے رہی تھی اور تھوڑی دیر کی مزید جنگ کے بعد اسے اپنے لشکر میں کامیابی کے بجائے
پسپائی کی امیدیں زیادہ نمایاں ہو کر دکھائی دینے لگی تھیں۔ سلطان برکیاروق' ایاز بن سیف
الدین' کربوغا' کمشتگین' سرخاب بن بدر سب نے اب بڑی تیزی سے محمد کے لشکر پر

دباؤ ڈالنا شروع کر دیا تھا۔ محمد اور اس کے سالار اعلیٰ بکراج نے اپنی طرف سے پوری
کوشش کی کسی نہ کسی طرح اپنے لشکریوں کا حوصلہ بڑھاتے ہوئے اپنی فتح اور کامیابی کے
قریب ہونے کی کوشش کرے' لیکن ان کی ہر کوشش' ہر جتن ناکام رہا اور آخر کار اپنے لشکر کے
اندر شکست کے آثار واضح طور پر نظر آنے کے بعد انہوں نے لشکر کو پسپائی کا حکم دیا تھا۔ اس
موقع پر سلطان برکیاروق کے سالاروں نے مشورہ دیا کہ محمد کا پوری طاقت اور قوت کے ساتھ
تعاقب کر کے اس کی طاقت کو مکمل طور پر کچل اور مسل دینا چاہئے تھا' تاکہ آنے والے دور میں
یہ پھر ہمارے لئے کسی مصیبت اور خطرہ کا باعث نہ بنے۔

لیکن سلطان برکیاروق نے ایسا کرنے سے انکار کر دیا اور اس کا کہنا تھا کہ اگر ہم محمد
کے لشکر کا تعاقب کرتے ہیں تو یہ قتل عام مسلمانوں کا ہو گا۔ لہٰذا اس سے گریز کرنا چاہئے۔
چنانچہ اس سے محمد نے فائدہ اٹھایا اور پیچھے ہٹ کر اس نے پڑاؤ کر لیا تھا۔

دراصل محمد خود بھی نہیں بھاگنا چاہتا تھا۔ وہ جانتا تھا اگر اس نے بھاگنے کی کوشش کی تو
شاید اس کا تعاقب کیا جائے اور ایسی صورت میں نہ صرف وہ اپنے پڑاؤ کی ہر چیز سے محروم ہو
جائے گا' بلکہ لشکر کے ان گنت لشکری بھی گنوا بیٹھے گا۔ اس بنا پر جب سلطان برکیاروق نے
تعاقب نہ کیا' تب اس عمل کو اپنے لئے حوصلہ افزا سمجھتے ہوئے اپنے پڑاؤ میں جا کر اس نے لشکر
کے ایک حصے کو چوکس کر دیا تھا۔ پھر اپنے بڑے سالاروں بکراج' افشکین اور یشمک کو اپنے
خیمہ میں طلب کر لیا تھا۔ ایسا اس نے اس لئے کیا تھا کہ سلطان برکیاروق بھی اپنے لشکر کو لے
کر اپنے پڑاؤ کی طرف بٹ گیا تھا۔

بکراج' افشکین' یشمک جب تینوں بڑے سالار محمد کے خیمہ میں داخل ہوئے تو محمد نے
انہیں اپنے قریب بٹھایا' پھر ان تینوں کو مخاطب کرتے ہوئے محمد کہنے لگا۔

"پہلی بات جو میں تم لوگوں سے کہنا چاہتا ہوں۔ وہ یہ کہ یہ دوسری بار ہے ہمیں
برکیاروق کے مقابلے میں پسپائی اور شکست کا سامنا کرنا پڑا ہے اور ہمیں اپنے پڑاؤ کی طرف
ہٹنا پڑا ہے۔ اسے بھی غنیمت جانو کہ برکیاروق نے ہمارے تعاقب کا حکم نہیں دیا۔ اگر وہ ایسا
کرتا تو ہم اپنے پڑاؤ کی ہر چیز سے محروم ہوتے اور لشکر کا کافی حصہ بھی گنوا چکے ہوتے۔ اب
کچھ باتیں میری سمجھ سے بالاتر ہیں' جن کے متعلق میں تم سے مشورہ کرنا چاہتا ہوں۔"

"پہلی بات یہ ہے کہ میں اس بات کو تسلیم کرتا ہوں کہ ایاز بن سیف الدین ایک نامور

اور ایک نایاب سالار ہے' لیکن انفرادی مقابلہ میں جب جمرایا اس کے مقابل گیا جمرایا نے اسے انفرادی مقابلے کے لئے للکارا اور مقابلہ جب شروع ہوا تو جمرایا نے اس کے حملوں کو خوب روکا اور جب جمرایا نے ذرا پیچھے ہٹ کر اپنے اور ایاز بن سیف الدین کے درمیان کچھ فاصلہ کرنا چاہا کہ وہ اپنا نیزہ لے کر اسے ایاز بن سیف الدین کو اپنا ہدف بنائے تو ایاز بن سیف الدین فوراً اس کے پیچھے لپکا اور ڈھال مار کر اسے گھوڑے سے نیچے گرا دیا۔"

"اب مجھے یہ شبہ پیدا ہو گیا ہے کہ ایاز بن سیف الدین کو شاید خبر ہو گئی تھی کہ کچھ دیر تک اس کے حملوں کو روکنے کے بعد جمرایا پیچھے ہٹ کر اپنا نیزہ سنبھالے گا۔ نیزہ سے اس کو اپنا ہدف بنائے گا۔ اس بنا پر وہ جمرایا کے پیچھے ہی پیچھے آیا۔ جب جمرایا اپنا ہاتھ نیزہ پر ڈال رہا تھا تو اس کی پشت کی طرف سے ایاز بن سیف الدین نے اس انداز سے ڈھال اسے ماری کہ جمرایا زمین پر گر گیا۔"

"یہ ایک علیحدہ مسئلہ ہے کہ جمرایا جب زمین پر گرا تو ایاز بن سیف الدین نے اس کی گردن نہیں کاٹی۔ اس نے کیوں ایسا نہیں کیا یہ جمرایا کو بلاتے ہیں اور اس سے تفصیل حاصل کرتے ہیں۔"

"بکراج میرے بھائی میں تمہارے ذمہ ایک کام لگاتا ہوں۔ اپنے کچھ مخبروں کے ذمہ یہ کام لگاؤ جو یہ جاننے کی کوشش کریں کیا واقعی ایاز بن سیف الدین کو خبر تھی کہ جمرایا اسے اپنے نیزہ کا ہدف بنائے گا یا یہ کہ ایاز بن سیف الدین جمرایا کو پہلے سے جانتا تھا اور یہ بھی خبر ہو گی کہ جمرایا نیزہ پھینکنے کا بڑا ماہر ہے اور اس کا نیزہ پھینکنے کا انداز ایسا ہے کہ خطا نہیں جاتا۔ پر حیرت کی بات یہ ہے کہ ایاز بن سیف الدین نے اسے نیزہ پھینکنا دور کی بات' نیزہ پر اسے گرفت نہیں کرنے دی۔ بس یہ معاملہ مجھے بڑا مشکوک لگتا ہے۔ ایسا کیوں ہوا؟"

"دوسری بات جو قابل غور ہے وہ یہ کہ ہمارے لشکر کی تعداد برکیاروق کے لشکر سے کسی صورت کم نہیں ہے۔ کچھ زیادہ ہی ہو گی۔ پھر کیا بات ہے کہ دوسری بار ہمیں پسپائی اختیار کرنی پڑی ہے۔ کیا ایسا معاملہ تو نہیں کہ ہمارے لشکر میں کچھ ایسے لوگ ہوں جو ہمارے کمزور پہلوؤں کی نشاندہی کرتے ہوں یا جنگ کے دوران اپنی اصل اور صحیح کارکردگی کا مظاہرہ نہ کرتے ہوں۔"

"تیسری بات سب سے زیادہ خطرناک ہے۔ وہ یہ کہ ہم نے یہاں پڑاؤ تو کر لیا ہے

ہمارے سامنے برکیاروق بھی پڑاؤ کر چکا ہے اور اس وقت وہ اپنے پڑاؤ ہی میں موجود ہے۔ برکیاروق یقیناً مخبروں کے ذریعے ہم پر نگاہ رکھے گا۔ اب مجھے خدشہ لاحق ہو گیا ہے کہ اس بنت ہم نے کوچ کرنے کی کوشش کی تو تیاریوں کے دوران یا جس وقت ہم کوچ کر رہے ہوں گے اس وقت برکیاروق نے ہم پر حملہ کر دیا تو پھر ہم زندگی بھر اپنی طاقت کو مجتمع کر کے کبھی بھی برکیاروق کے سامنے آ کر اس کا مقابلہ نہ کر پائیں گے۔"

محمد جب خاموش ہوا تب ایک دوسرے کی طرف گہری نگاہوں سے دیکھتے ہوئے یشمک اور افتکین نے کوئی فیصلہ کیا۔ افتکین محمد کی طرف دیکھتے ہوئے کہنے لگا۔

"اگر آپ کی اجازت ہو تو اس آخری مسئلہ کو حل کیا جا سکتا ہے۔"

"وہ کیسے......؟" چونکنے کے انداز میں محمد نے پوچھ لیا تھا۔

اس کے جواب میں افتکین بولا اور کہنے لگا۔

"آپ کا یہ اندازہ بالکل درست ہے' جس وقت ہم یہاں سے پڑاؤ اٹھائیں گے تو ہمارے لئے خطرات ہیں۔ برکیاروق ہم پر حملہ آور ہونے کا حکم دے سکتا ہے۔ اگر وہ ایسا کرتا ہے تو پھر ہماری طاقت وقوت بالکل خستہ وختم ہو کر رہ جائے گی۔ اس وقت میرے ذہن میں ایک تجویز ہے۔ وہ یہ کہ فی الحال برکیاروق کے ساتھ صلح کر لینی چاہئے۔ صلح میں ہماری بہتری ہے اور صلح ہو جانے کی صورت میں ہم یہاں سے سلامتی کے ساتھ اپنا پڑاؤ اٹھا سکتے ہیں اور واپس اپنے علاقوں کا رخ کر سکتے ہیں۔"

یہاں تک کہنے کے بعد افتکین جب خاموش ہوا' تب غور سے اس کی طرف دیکھتے ہوئے محمد کہنے لگا۔

"ہمارے اور برکیاروق کے درمیان یہ صلح کون کرائے گا؟"

افتکین کو کچھ حوصلہ ہوا لہٰذا خوشی کا اظہار کرتے ہوئے کہنے لگا۔

"آپ یہ معاملہ مجھ پر اور یشمک پر چھوڑ دیں۔ اگر آپ ہمیں اجازت دیں تو ہم دونوں برکیاروق کی خدمت میں حاضر ہوتے ہیں۔ اس سے گفتگو کرتے ہیں اور مجھے امید ہے کہ ہم اسے صلح پر رضامند کر لیں گے۔"

"اور صلح کی شرائط کیا ہوں گی؟" غور سے افتکین کی طرف دیکھتے ہوئے محمد نے پھر پوچھا۔

جواب میں اس سے پہلے یشمک اور افتگین نے بھی آپس میں جو شرائط طے کی تھیں افتگین نے محمد سے کہہ دی تھیں۔

محمد نے شرائط کو پسند کیا اور پھر یشمک افتگین کو اجازت دے دی کہ وہ محمد کی طرف سے برکیاروق کے پاس جا کر صلح کی گفتگو کر سکتے ہیں اور ساتھ ہی اپنے محافظ دستوں کے سالار کو نے بلایا۔ جب وہ خیمہ کے دروازے پہ آیا تو محمد نے جمرایا کو بلانے کا حکم دیا۔

تھوڑی ہی دیر بعد جمرایا خیمہ کے دروازے پر نمودار ہوا۔ محمد نے اسے اندر آنے کے لئے کہا اور ایک نشست پر جب وہ محمد کے اشارے پر بیٹھ گیا تب محمد نے اسے مخاطب کیا۔

''جمرایا تم جو ایاز بن سیف الدین کے ساتھ انفرادی مقابلہ کرنے کے لئے نکلے تھے انفرادی مقابلے کی ابتداء تم نے اچھی کی' لیکن جو انجام ہوا اس کی مجھے کچھ سمجھ نہیں آئی۔ جب تم نیزہ پھینکنے کے لئے پیچھے ہٹے تو ایاز بن سیف الدین اپنے گھوڑے کو دوڑاتا تمہارے پیچھے کیوں آیا اور کیوں اس نے پشت کی جانب سے تمہیں ڈھال مار کر گرا دیا۔ کیا تم سمجھتے ہو کہ اس سارے معاملے کی اسے پہلے سے خبر تھی۔''

جمرایا نے کچھ سوچا اور کہنے لگا۔

''میں نہیں جانتا کہ ایاز بن سیف الدین کو کوئی خبر تھی یا نہیں' لیکن وہ میرے نام سے واقف تھا۔''

اس پر محمد چونکا اور کہنے لگا۔

''تمہارے نام سے کیسے واقف تھا؟''

جمرایا بولا اور کہنے لگا۔

''انفرادی مقابلے کی ابتداء سے پہلے میں نے ایاز کو مخاطب کر کے کہا۔ ابن سیف الدین میں تمہارے نام سے آگاہ ہوں۔ کیا تم میرا نام نہیں پوچھو گے۔ اس نے کہا میں جانتا ہوں تمہارا نام جمرایا ہے۔ میں یہی سمجھا کہ ہو سکتا ہے کہ کسی موقع پر اس نے مجھے دیکھا ہو اور میرا نام بھی جانتا ہو۔''

''لیکن میں یہ توقع نہیں رکھتا تھا کہ وہ اس وقت پشت کی جانب مجھے ڈھال دے مارے گا' جس وقت میں پیچھے ہٹ کر نیزہ سنبھالنے کی کوشش کروں گا اور اس کے ڈھال مارے سے میں زمین پر گر گیا۔''

''زمین پر گرنے کے بعد میں اپنی زندگی سے مایوس ہو چکا تھا' لیکن اس نے مجھے قتل نہیں کیا۔ اس نے یہ بھی کہا کہ انفرادی مقابلہ کا یہ اصول ہے کہ ہارنے والے کی گردن ضرور کاٹی جاتی ہے۔ لیکن وہ مجھے کہنے لگا جمرایا تمہارے معاملے میں میں ایسا نہیں کروں گا۔ اٹھو اپنے گھوڑے پر سوار ہو اور واپس چلے جاؤ۔ میں نے اسے غنیمت جانا اور اپنے گھوڑے پر سوار ہو کر اپنے لشکر میں واپس آ گیا۔''

اس کے بعد جمرایا رکا۔ کچھ سوچا پھر محمد کی طرف دیکھتے ہوئے کہنے لگا۔

''میں زیادہ دیر تک تیغ زنی کا مقابلہ اس سے نہیں کر سکتا تھا۔ نہ کرنا چاہتا تھا۔ اس لئے کہ میں جانتا تھا تیغ زنی میں وہ مجھے فوراً زیر کر لے گا۔ میری گردن کاٹ کر رکھ دے گا۔ اس بنا پر اس کی شمشیر کے چند وار روکنے کے بعد میں پیچھے ہٹا تاکہ اپنے نیزہ سے کام لوں' لیکن وہ میرے پیچھے ہی پیچھے آیا اور پشت کی جانب سے ڈھال مار کر میری ناقص کارکردگی اور شکست اور اپنی کامیابی کا در کھل لیا۔''

جمرایا نے محمد کے سامنے بیٹھ کر جو کچھ کہا تھا محمد کچھ دیر تک اس پر غور کرتا رہا۔ پھر کہنے لگا۔

''اچھا تم جاؤ جا کر آرام کرو۔'' اس کے ساتھ ہی جمرایا خیمے سے نکل گیا تھا۔ پھر یشمک اور افتگین کی طرف دیکھتے ہوئے محمد کہنے لگا۔

''میرے عزیزو! تم دونوں بھی اٹھو برکیاروق کے لشکر میں جاؤ اور اس سے گفتگو کرو۔ جو شرائط تم نے بیان کی ہیں اگر ان شرائط پر وہ صلح کرتا ہے تو میں سمجھتا ہوں یہ ہمارے حق میں بہت بہتر ہے اور ہم مزید کوئی نقصان اٹھائے بغیر یہاں سے اپنا پڑاؤ ختم کر کے واپس جانے میں کامیاب ہو جائیں گے۔''

تھوڑی دیر بعد افتگین اور یشمک دونوں سفید جھنڈا لہراتے ہوئے سلطان برکیاروق کے لشکر کی طرف گئے۔ لشکر کے جب وہ قریب گئے تو کچھ چھوٹے سالار اور لشکری ان کے قریب آئے اور ان سے آنے کی وجہ پوچھی۔ اس پر افتگین کہنے لگا۔

''میرے بھائیو! میرا نام افتگین ہے اور میرا ساتھی یشمک ہے۔ ہم محمد کے لشکر کے سالار ہیں اور سلطان برکیاروق سے صلح سے متعلق گفتگو کرنا چاہتے ہیں۔ یہ جو آئے دن مسلمانوں کا قتل عام ہوتا ہے تو اس سے چھٹکارا ملنا چاہئے۔''

چنانچہ وہ یشمک اور افشکین کو سلطان برکیاروق کے خیمے کی طرف لے گئے۔ اس وقت سلطان کے خیمہ میں ایاز بن سیف الدین' کربوغا' چکرمش' قماج' کمشتگین' منکبرد' سرخاب بن بدر' سرخاب بن کیخسرو جیسے بڑے بڑے سالار اور چھوٹے سالار بھی بیٹھے ہوئے تھے۔

ایک چھوٹا سالار اندر گیا اور سلطان کو افشکین اور یشمک کے آنے کی اطلاع دی۔ اس پر سلطان نے ان دونوں کو اپنے خیمہ میں طلب کر لیا۔

دونوں جب خیمہ میں داخل ہوئے تب سب اپنی جگہ سے اٹھ کھڑے ہوئے اور باری باری سب نے افشکین اور یشمک سے پرجوش انداز میں مصافحہ کیا۔ اس کے بعد سلطان برکیاروق نے ان کی طرف دیکھا اور بڑی نرمی اور شفقت سے پوچھا۔

''اب بتاؤ تم لوگوں کے آنے کا مقصد کیا ہے اور کیا چاہتے ہیں؟''

سلطان برکیاروق کے اس استفسار پر افشکین بولا اور کہنے لگا۔

''سلطان محترم! ہم مسلمان ہیں۔ ہمارا دین اسلام وہ دین ہے جو خدا کی طرف ایک پورا ضابطہ زندگی پیش کرتا ہے اور انسان سے مطالبہ کرتا ہے کہ وہ اسے قبول کرے اور پیروی کرے' کیونکہ خدا کے قانون کے آگے جھکنے اور اس کی اطاعت کرنے کا نام ہی اسلام ہے اور جو اسلام کے سوائے کوئی اور دین تلاش کرے گا اس سے وہ دین ہرگز قبول نہیں کیا جائے گا۔

سلطان محترم! ہمارے دین اسلام کی تعلیمات نہایت سادہ' ہمہ گیر اور جامع ہیں۔ اسلام عقائد سے لے کر عمل تک انفرادی اور اجتماعی زندگی کے لئے ہر طرح سے ہدایت دیتا ہے۔ اس دنیا میں سیاسی' معاشرتی' تمدنی اور معیشتی زندگی کو بھی اتنی ہی اہمیت حاصل ہے' جتنی اخلاقی نظام اور عبادات کی ہے۔ اسلام نے انسانی زندگی کے بنیادی اصول طے کر دیئے ہیں۔ ان اصولوں کی روشنی میں ہر زمانے اور حالات کے تحت قوانین درون کئے جا سکتے ہیں۔''

''ہمارے دین کا نقطہ نظر یہ ہے کہ یہ ساری کائنات کوئی اتفاقیہ ہنگامہ نہیں' بلکہ منظم سلطنت ہے' جسے اللہ نے بنایا ہے۔ وہی اس کا مالک' وہی اس کا حاکم' اس کے سوائے یہاں کسی کا حکم نہیں چلتا۔ یہ دنیا اللہ کی اس لگے بندے اصولوں کے ماتحت چل رہی ہے جسے حتی علم اور مواقع پر انسان دریافت کرتا رہتا ہے۔ مگر اخلاقی دنیا میں انسان کو اپنا نائب بنایا ہے۔ نائب ہونے تم تقدیر کی تمام قوتیں مطیع کیں مگر شیطانی بدی کی قوت اس کے آگے نہ جھکی۔ اب نائب ہونے کی وجہ سے انسان کا فرض ہے کہ وہ صرف خدا کا ماتحت رہے' خدا کی دی ہوئی اشیاء کو اس

اور اس کی مرضی کے مطابق استعمال میں لائے۔ اس کا عمل خدا کے دیئے ہوئے قانون کے مطابق ہو۔ اب اس امر نیابت کا تقاضا ہے کہ دنیا میں رہنے کے دوران انسان جو غلطیاں کی ہوں اللہ کی دی ہوئی اشیاء کو امانت نہ سمجھا ہو۔ ان میں جو خیانت کی ہو اور بدی کی قوت کے آگے جتنا سر جھکایا ہو تو اس کی اسے سزا ملے اور فرض کی ادائیگی جتنے احسن طریقہ سے کی ہو اس کا انعام ملے۔''

یہاں تک کہنے کے بعد افشکین رکا' پھر اپنی بات کو آگے بڑھاتا ہوا وہ کہہ رہا تھا۔

''سلطان محترم! ہمارے دین نے مسلمانوں کو وحدت اور قوت کی ایک لڑی میں پرو دیا ہے اور وہ جسم کے مختلف اعضاء کی طرح ہیں۔ اگر ایک اعضاء کو تکلیف پہنچے تو تمام جسم تکلیف اور درد میں شریک ہو جاتا ہے۔ اس بنا پر خداوند قدوس نے فرمایا! اے لوگو جو ایمان لائے ہو اللہ سے ڈرو جیسا کہ ڈرنے کا حق ہے اور نہ مرو مگر اس حالت میں کہ تم حقیقی فرماں بردار رہو اور سب مل کر اللہ کی رسی کو مضبوطی سے پکڑے رکھو اور ٹکڑے ٹکڑے نہ ہو اور اپنے اوپر اللہ کا احسان یاد کرو کہ تم آپس میں دشمن تھے۔ اس نے تمہارے دلوں کو جوڑ دیا اور تم اللہ کی نعمت سے بھائی بھائی بن گئے۔''

''سلطان محترم! اس کے علاوہ حضور ﷺ نے فرمایا کہ: ''مسلمان ایک دوسرے کیلئے محبت کرنے' رحم کرنے اور شفقت کرنے کی مثال ایک جسم کی طرح ہے جب ایک عضو کو تکلیف ہوتی ہے تو سارا جسم بے خوابی اور بخار میں مبتلا ہو جاتا ہے۔''

حضور ﷺ نے فرمایا کہ: ''مسلمان دوسرے مسلمان کے لئے عمارت کی طرح ہے جس کا ایک حصہ دوسرے حصے کو مضبوط کرتا ہے۔''

اور پھر سورۃ النساء میں خداوند قدوس نے فرمایا: ''جو کوئی کسی مسلمان کو ناحق قتل کرتا ہے تو اس کی سزا جہنم ہے' جس میں وہ ہمیشہ رہے گا اور اللہ کا غضب اور اس کی لعنت اس پر ہے اور اس کے لئے دردناک عذاب تیار کر رکھا ہے۔''

''اور پھر حضور ﷺ نے فرمایا کہ جب کوئی مسلمان اپنے مسلمان بھائی کو کافر کہتا ہے تو پھر ان دونوں میں سے کسی ایک پر لوٹ آتا ہے۔'' حضور ﷺ نے مزید فرمایا کہ: ''مسلمانوں کے باہمی حقوق اور فرائض نہایت عمدگی کے ساتھ بیان کر دیئے گئے ہیں۔ آپ ﷺ فرماتے ہیں کہ مسلمان پر دوسرے مسلمان کا مال اور اس کی عزت اور اس کا خون

حرام ہے کسی مسلمان کے لئے یہ برائی کافی ہے کہ وہ اپنے مسلمان بھائی کو بنظر حقارت دیکھے۔"

یہاں تک کہنے کے بعد افشکین رکا' پھر کہنے لگا۔

"سلطان محترم! اتنی لمبی چوڑی تمہید بندھانے کا مقصد یہ تھا کہ ہم ہاتھ جوڑ کر آپ کی خدمت میں گزارش کرنے آئے ہیں کہ آپ اور محمد آپس میں صلح کر لیں۔ سلطان محترم! اگر آپ دونوں بھائی ٹکراتے ہیں تو نقصان دونوں طرف سے مسلمانوں ہی کا ہوتا ہے اور اسی خانہ جنگی' اسی نقصان سے فائدہ اٹھاتے ہوئے یورپ کے صلیبی حملہ آور ہو کر اب تک ہمارے کئی شہر چھین چکے ہیں اور مسلمان جگہ جگہ دربدری کی حالت میں دھکے کھاتے پھرتے ہیں۔ جن شہروں کو صلیبیوں نے فتح کیا ہے وہاں کے مسلمانوں پر انہوں نے بے پناہ ظلم کئے ہیں۔ کوئی ان کی حمایت اور مدد کرنے والا نہیں۔ کوئی ان کا چارہ ساز نہیں ہے۔ اس لئے کہ مسلمان اس وقت باہم دست وگریباں ہیں۔ سلطان محترم! ہم آپ کے مزاج سے واقف ہیں اور یہ امید رکھتے ہیں کہ آپ صلح جوئی کا راستہ اختیار کریں گے۔ انکار نہیں کریں گے۔ ہم آپ کی خدمت میں صلح کے لئے کچھ شرائط بھی لے کر حاضر ہوئے ہیں اور منت کرتے ہیں کہ ان شرائط کو آپ تسلیم کر لیں' تاکہ مسلمانوں کے اندر یکجہتی' اتفاق پیدا ہو اور جب اتفاق پیدا ہو گا تو سلطان محترم آپ بھی اپنے لشکر کے ساتھ صلیبیوں کے خلاف حرکت میں آ سکیں گے اور وہ مسلمان جو اپنی اپنی جگہ اور اپنے اپنے ٹھکانوں میں آپ کی مدد اور آپ کی حمایت کے منتظر ہیں' آپ ان کی احسن طریقہ سے مدد کر سکیں گے۔"

افشکین جب خاموش ہوا' تب غور سے اس کی طرف دیکھتے ہوئے سلطان کہنے لگا۔

"افشکین جو کچھ تم نے کہا ہے میں اسے تسلیم کرتا ہوں ہمارا دین صلح جوئی اور اخوت کا دین ہے۔ اس پر عمل کیا جانا چاہئے۔ پھر اس کا کیا حل کہ محمد اس بات کو تسلیم نہیں کرتا جب کہ سنجر اب اس بات کو تسلیم کر چکا ہے۔ اس کے کچھ قاصد میری طرف آئے تھے۔ وہ ماضی کی اپنی غلطیوں کی معافی مانگ چکا ہے۔ مجھے سلطان تسلیم کیا ہے اور یہ بھی وعدہ کیا ہے کہ وہ جب تک زندہ رہے گا میرا مطیع اور فرمانبردار بن کر رہے گا۔"

اس پر افشکین بولا اور کہنے لگا۔

"سلطان محترم! ایسے ہی قاصد محمد کے پاس بھی آئے تھے۔ سنجر نے محمد کو تنبیہ کی تھی کہ

برکیاروق کے خلاف حرکت میں آنا بند کر دو اس لئے کہ مسلمان اسے اپنا سلطان ...ر چکے ہیں اور وہ ہمارا بڑا بھائی ہے اور اگر ہم اس کے خلاف جگہ جگہ شورش برپا نہ کریں ...ن کی حمایت اور مدد کریں تو اب تک جو علاقے صلیبی چھین چکے ہیں برکیاروق انہیں ...لینے میں کامیاب ہو جائے گا' لیکن بدقسمتی سے محمد نے اپنے بھائی سنجر کی بات ماننے سے ...کار کر دیا۔"

اس کے بعد افشکین نے وہ شرائط کہہ دی تھیں' جن شرائط پر وہ صلح چاہتے تھے۔

ساری شرائط سننے کے بعد سلطان نے اپنے سالاروں سے مشورہ کیا اور سارے ...وں نے اس کی حمایت کی تاکہ مسلمانوں کے اندر اتفاق' یکجہتی پیدا ہو۔ چنانچہ سلطان کی ...ے ہاں کرنے کے بعد افشکین اور یشمک دونوں سلطان اور سارے سالاروں کا شکریہ ...بارہ اس کی اطلاع محمد کو کرنے کے لئے سلطان سے اجازت لے کر چلے گئے تھے۔

ان کے جانے کے بعد تھوڑی دیر بعد محمد کی طرف سے اس کا سپہ سالار اعلیٰ بکراج اپنے چند ...وں کے ساتھ سلطان کے پاس آیا اور چار شرائط پر سلطان برکیاروق اور محمد کے درمیان ...ہوئی۔

"پہلی شرط یہ کہ برکیاروق سلطان کے لقب سے لقب کیا جائے گا اور محمد ملک کے ...ب سے مخاطب کیا جائے گا۔"

"دوئم ملک محمد کے لئے تین ضرب کی اسلامی دی جائے گی۔"

"سوئم حیرہ' آذربائیجان' دیار بکر' الرہا اور موصل ملک محمد کو دیا جائے گا۔"

"چہارم برکیاروق محمد کو ان والیاں شہر کے مقابلے میں امداد دے گا جو محمد کی مخالفت ...گے۔ چنانچہ صلح نامہ لکھا گیا۔ دستخطوں سے مرتب ہوا۔ دونوں بھائی یعنی برکیاروق اور ...لف اٹھایا اور اپنے اپنے علاقوں کی طرف واپس ہوئے۔ چنانچہ وہاں سے اپنا پڑاؤ اٹھا ...سلطان برکیاروق تو ساوہ شہر کی طرف روانہ ہوا۔ جب کہ محمد نے اپنے لشکر کے ساتھ استر ...کی طرف کوچ کیا تھا۔ یہ صلح نامہ ربیع اول کے مہینہ ہجری 495 کو طے پایا۔

............*

ایاز بن سیف الدین اپنے خیمہ میں داخل ہوا۔ اس وقت مغرب کی نماز ادا کی جا چکی تھی۔ خیمہ میں اس وقت توزین اور رفادہ تھی جب کہ بروزہ شاید اپنے خیمے میں تھی۔ ایاز بن سیف الدین کی آمد پر توزین اور رفادہ دونوں بے پناہ خوشی کا اظہار کرتے ہوئے اپنی جگہ پر اٹھ کھڑی ہوئیں۔ پھر گفتگو کا آغاز توزین نے کیا اور گہری پیار بھری مسکراہٹ میں وہ ایاز بن سیف الدین کی طرف دیکھتے ہوئے کہنے لگی۔

"سب سے پہلے میں اور رفادہ دونوں انفرادی مقابلے میں آپ کی کامیابی اور پھر ... کے خلاف شاندار فتح پر آپ کو مبارک باد پیش کرتی ہیں۔ ساتھ ہی ہم دونوں بہنیں آپ سے گلہ بھی کرتی ہیں کہ جنگ ختم ہوئے کافی دیر ہو گئی۔ سارے لشکری اور سالار اپنے اپنے خیموں میں چلے گئے۔ آپ کہاں رہ گئے تھے۔"

اس پر ایاز بن سیف الدین آگے بڑھ کر بیٹھ گیا۔ اس کے دائیں بائیں پہلو میں توزین اور رفادہ بیٹھ گئیں، پھر گفتگو کا آغاز ایاز بن سیف الدین نے کیا اور کہنے لگا۔

"سلطان نے اپنے سارے سالاروں کا اجلاس طلب کیا ہوا تھا۔ اسی اجلاس کے دوران کوئی شرائط کے تحت محمد کے ساتھ صلح نامہ مرتب ہو گیا ہے اور محمد نے وعدہ کیا ہے کہ اب وہ سلطان برکیاروق کا مطیع اور فرمانبردار رہے گا۔ اپنے نام کے ساتھ سلطان نہیں لکھے گا۔ ... کے نام کے ساتھ ملک لکھا جائے گا۔ امید ہے حالات اب بہتر ہو جائیں گے۔ اس لیے کہ چند دن پہلے سنجر کی طرف سے قاصد آئے تھے جنہوں نے سلطان سے گزارش کی تھی کہ ... آپ سے معافی مانگتا ہے اور اس سے پہلے سنجر نے جو بھی آپ کے خلاف کارروائی کی ... وہ معذرت خواہ بھی ہے۔ آپ کو سلطان تسلیم کرتا ہے اور جب تک سلطان برکیاروق زندہ ہے وہ سلطان کا مطیع اور فرمانبردار رہے گا۔ سنجر نے یہ ایک اچھا قدم اٹھایا کہ اس نے اپنے ...

قاصد محمد کی طرف بھجوائے اور اسے نصیحت کی کہ برکیاروق ہمارا بڑا بھائی ہے لہٰذا ہمیں اب یہ سرکشی اور روز روز کی بغاوتوں کا سلسلہ، جنگ اور ٹکراؤ کو ترک کر کے اپنے بھائی برکیاروق کی فرمانبرداری اختیار کرنی چاہئے تا کہ سلطنت کے اندر یکجہتی اور اتفاق پیدا ہو اور اس اتفاق اور یکجہتی سے فائدہ اٹھاتے ہوئے سلطان برکیاروق اپنی پوری طاقت اور قوت کے ساتھ کھل کر ان صلیبی قوتوں کے خلاف حرکت میں آئے جنہوں نے یورپ سے نکل کر مسلمانوں کے کچھ شہروں پر قبضہ کر لیا ہے۔"

"یہ حالات کی ستم ظریفی تھی کہ محمد نے اپنے بڑے بھائی سنجر کی اس نصیحت پر کان نہیں دھرا اور سلطان برکیاروق سے ٹکرا گیا۔ جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ دو دن میں اسے دونوں بار شکست کا اور پسپائی کا سامنا کرنا پڑا ہے جس کا نتیجہ یہ نکلا ہے کہ اب وہ سلطان کے ساتھ صلح پر آمادہ ہوا ہے۔ چار شرائط کے بعد صلح نامہ مرتب ہو گیا ہے اور امید ہے کہ اب آنے والے دور میں امن قائم رہے گا اور ہم آپس کی جنگوں اور لڑائیوں سے جان چھڑا کر خانہ جنگی کو بہت پیچھے پھینکتے ہوئے اپنی پوری طاقت اور قوت کو حرکت میں لاتے ہوئے دشمن قوتوں کے خلاف پیش قدمی کریں گے اور امید ہے کہ انہیں اپنی سرزمین سے مار بھگائیں گے۔"

ایاز بن سیف جب خاموش ہوا تب اس بار رفادہ بولی اور کہنے لگی۔

"جب آپ انفرادی مقابلے میں کامیاب ہو گئے تھے تو پھر آپ نے انفرادی مقابلے پر اترنے والے کو چھوڑ کیوں دیا اور اسے واپس اپنے لشکر کی طرف کیوں جانے دیا۔ جب کہ ہم نے سن رکھا ہے کہ جب انفرادی مقابلہ ہوتا ہے تو ہارنے والے کی گردن ضرور کاٹی جاتی ہے۔ اس نے آپ کو دھوکہ و فریب دینے کی بھی کوشش کی۔ تھوڑی دیر آپ سے ٹکرانے کے بعد اس کا رویہ یہ ہوتا تھا کہ اس نے اپنے نیزہ سے آپ کو اپنا ہدف بنانا تھا، لیکن جب آپ نے اس کے فریب اور دھوکہ کو ناکام کر دیا اسے گھوڑے سے نیچے گرا دیا تو پھر آپ نے اس کا قصہ تمام کیوں نہ کیا۔"

رفادہ کے ان الفاظ کے جواب میں ایاز بن سیف الدین کچھ کہنا چاہتا تھا کہ ایاز کی طرف سے توزین بول اٹھی، کہنے لگی۔

"رفادہ جو کچھ انہوں نے کیا ہے صحیح راستہ یہی تھا۔ مقابلے پر آنے والا مسلمان تھا اور مقابلہ ہارنے کے بعد انہوں نے جو اسے معاف کر دیا تو اس کی وجہ ضرور کوئی ہو گی۔"

توزین یہیں تک کہنے پائی تھی بیچ میں ایاز بن سیف الدین بول اٹھا اور کہنے لگا۔
"یقیناً وجہ تھی جب وہ اپنے گھوڑے سے گر گیا تو پہلی وجہ اس پر ہاتھ نہ اٹھانے کی یہ تھی کہ میں نہیں چاہتا تھا کہ میرے ہاتھوں ایک مسلمان ناحق مارا جائے' حالانکہ اس نے مجھے انفرادی مقابلہ کے لئے للکارا تھا' لیکن اس نے انکشاف کیا تھا کہ اسے یہ کام مجبوری اور زبردستی سے کرایا گیا ہے۔ محمد دراصل فریب اور دھوکے سے کام لیتے ہوئے اس کے ہاتھوں میرا خاتمہ کرانا چاہتا تھا۔ مجھ سے جو مقابلہ کرنے کے لئے آیا تھا اس کا نام جمرایا تھا۔ اس نے مجھ سے عہد کیا کہ اگر مجھے معاف کر دیا جائے تو کسی نہ کسی موقع پر آپ کے کام ضرور آؤں گا اور تا زندگی آپ کا احسان مند رہوں گا۔ لہٰذا میں نے اسے چھوڑ دیا۔ اسے سلامتی کے ساتھ اپنے لشکر میں جانے کی اجازت دے دی۔"

یہاں تک کہنے کے بعد ایاز بن سیف الدین جب رکا تب توزین فخریہ انداز میں ایاز بن سیف الدین کی طرف دیکھتے ہوئے کہنے لگی۔
"جب جنگ ختم ہوگئی تو لشکر میں شامل عورتیں گروہ در گروہ ہمارے پاس آتی رہیں اور ہم دونوں کو آپ کی کارگزاری پر مبارکباد دیتی رہیں۔ ساتھ ہی وہ اس بات پر بھی خوشی اور رشک کا اظہار کر رہی تھیں کہ ہم دونوں ایاز بن سیف الدین کی بیویاں ہیں۔ ایک عورت نے ایک بڑا اچھا جملہ کہا تھا اس نے کہا تھا کہ جس قدر تم دونوں خوبصورت ہو اس سے بھی زیادہ خوبصورت تمہارے شوہر ایاز بن سیف الدین کی کارگزاری ہے۔"
توزین کے منہ سے یہ جملہ سن کر ایاز بن سیف الدین مسکرا دیا' کہنے لگا۔
"توزین میری اس کارگزاری' میری اس کامیابی اور کامرانی میں تم دونوں کی دعائیں بھی شامل ہیں۔" پھر ایاز بن سیف الدین رکا اور توزین کی طرف دیکھتے ہوئے کہنے لگا۔
"آج اماں کہاں ہے' توزین دھیمے لہجہ میں بولی اور کہنے لگی۔
"تھوڑی دیر پہلے یہاں سے اٹھ کے گئی ہیں۔ مغرب کی نماز انہوں نے ہمارے ساتھ ادا کی تھی۔ وہ کہہ گئی تھیں جب کھانا آئے اور ایاز بھی آ جائیں تو مجھے بلا لینا۔" اس پر رفادہ اٹھی اور ایاز بن سیف الدین کی طرف دیکھتے ہوئے کہنے لگی۔
"میرے خیال میں تھوڑی دیر تک کھانا آنے والا ہے میں اماں کو بلا کر لاتی ہوں۔" اس پر رفادہ خیمے سے نکل گئی تھی۔

............*

استرآباد پہنچ کر محمد نے اپنے لشکر کے ساتھ وہاں پڑاؤ کر لیا تھا۔ اب وہ اپنے اگلے لائحہ عمل کے متعلق سوچ رہا تھا اور وہاں قیام کیے ہوئے چند دن ہو گئے تھے کہ ایک روز اس کا بڑا سالار بکراج اس وقت محمد کے خیمہ میں داخل ہوا' جس وقت محمد اپنے خیمہ میں اکیلا بیٹھا ہوا تھا۔ بکراج جب دروازے پر نمودار ہوا' تب محمد نے اپنی جگہ سے اٹھ کر اس کا استقبال کیا۔ اسے اپنے قریب بٹھایا' پھر اس کے چہرے کی طرف دیکھتے ہوئے محمد کہنے لگا۔
"بکراج لگتا ہے کوئی اہم معاملہ ہے۔ تم ایک عرصے سے میرے ساتھ کام کر رہے ہو۔ تمہاری آنکھوں اور تمہارے چہرے سے اندازہ لگا لیتا ہوں کہ تم کیا کہنا چاہتے ہو۔ اب تمہاری آنکھیں اور تمہارا چہرہ مجھے بتاتا ہے کہ تم سنگین اور سنجیدہ معاملہ لے کر آئے ہو۔ بولو کیا بات ہے؟"
اس پر بکراج دھیمے سے لہجے میں محمد کو مخاطب کر کے کہنے لگا۔
"اپنے جن طلایہ گروں اور مخبروں کے ذمہ ہم نے یہ کام لگایا تھا کہ وہ یہ جاننے کی کوشش کریں کہ جمرایا جو تیغ زنی کے مقابلہ میں ناکام رہا اور ایاز بن سیف الدین ایک دم اس کی طرف دوڑا' اسے اپنے نیزے سے کام نہیں لینے دیا تو اس کے پیچھے ایک سازش ہے جو مخبر مقرر کیے تھے ان میں سے کچھ واپس آئے ہیں اور وہ اس سارے معاملہ کی چھان بین کرنے کے بعد آئے ہیں اور سارا معاملہ اب آپ کے سامنے پیش کرنا چاہتے ہیں۔"
بکراج کے ان الفاظ پر محمد نے خوشی کا اظہار کیا' پھر کہنے لگا۔
"اگر یہ بات ہے تو ان مخبروں کو بلا لاؤ۔"
اس پر بکراج اپنی جگہ سے اٹھا خیمے کے دروازے پر کھڑا ہوا۔ اشارہ سے کسی کو بلایا۔ تھوڑی دیر بعد تین طلایہ گر خیمے کے دروازے پر نمودار ہوئے۔ ان تینوں کو لے کر بکراج خیمہ میں داخل ہوا اور وہ دوبارہ محمد کے سامنے بیٹھ گیا اور آنے والے تینوں کو بھی بیٹھنے کے لئے کہا۔ محمد نے چند لمحوں تک ان تینوں کا جائزہ لیا پھر انہیں مخاطب کر کے کہنے لگا۔
"بکراج نے مجھے بتایا ہے کہ جمرایا نے جو ایاز بن سیف الدین سے انفرادی مقابلہ کیا تھا اس کے پیچھے ایک سازش تھی جس کی بنا پر وہاں پر جمرایا اپنا نیزہ چلائے اور اسے ایاز بن سیف الدین کو ہدف بنانے میں ناکام رہا۔ اب تم لوگ مجھے اس کی تفصیل بتاؤ۔ تاکہ میں جانو

کہ معاملہ کیا ہے اور ہمارے لشکر میں اگر کوئی بھی چھوٹا لشکری، چھوٹا سالار یا بڑا سالار شامل ہیں تو بلا جھجک اس کا نام مجھے بتاؤ۔ کسی کو جرأت، کسی کو جسارت نہیں ہوگی کہ اس سلسلہ میں تم سے کوئی جواب طلبی کرے۔"

محمد کے ان الفاظ پر ان طلایہ گروں اور مخبروں کو حوصلہ ہوا۔ انہوں نے ایک دوسرے کی طرف دیکھا، پھر ان میں سے ایک اپنے باقی دونوں ساتھیوں کی نمائندگی کرتے ہوئے محمد کو مخاطب کر کے کہنے لگا۔

"یہ ایک لمبی سازش اور داستاں ہے اور اس کی پوری تفصیل ہم آپ سے کہتے ہیں۔

"دراصل اس سازش کے پیچھے ہمارے دونوں بڑے سالار افتکین اور یشمک کا ہاتھ ہے۔ جو تفصیل ہم جان پائے ہیں اس کے مطابق جس وقت آپ کے خیمہ میں یہ صلاح مشورہ ہوا تھا کہ جب تک ایاز بن سیف الدین کا خاتمہ نہیں ہو جاتا، اس وقت تک آپ کی فتح مندی اور کامیابی کا در نہیں کھلتا اور یہ فیصلہ ہوا تھا کہ جمرایا جو نیزہ پھینکنے کا بڑا ماہر ہے اور اس کے نیزہ کا وار خطا نہیں جاتا۔ اس کے ذریعے ایاز بن سیف الدین کا خاتمہ کرایا جائے تو یہ ساری بات یشمک اور افتکین نے ایاز بن سیف الدین تک پہنچا دی۔ یہ خبر پہنچانے والا یشمک کے قبیلہ کا ایک آدمی تھا، جو یشمک کا بڑا قابل اعتماد اور بھروسے کا لشکری ہے۔ اس نے یہ سارا معاملہ ایاز بن سیف الدین کے کانوں میں ڈال دیا جس کی بنا پر ایاز بن سیف الدین چوکنا ہو گیا اور جب انفرادی مقابلہ شروع ہوا وہ نہ صرف جمرایا کا نام جانتا تھا، بلکہ جمرایا جب پیچھے ہٹا تاکہ اپنے نیزہ سے کام لے تو اس کے پیچھے ہی پیچھے ایاز بن سیف الدین چڑھ دوڑا اور اسے پشت کی جانب سے ڈھال مار کر زمین پر گرا دیا اور اپنی فتح مندی کو کامیاب اور جمرایا کی کارگزاری ناکام کر دیا۔"

یہاں تک کہنے کے بعد وہ مخبر رکا۔ اس دوران محمد گہری سوچوں میں ڈوبا ہوا تھا۔ یہاں تک کہ مخبر نے دوبارہ گفتگو کا آغاز کرتے ہوئے ایک طرح سے محمد اور اس کے سالار بکراج کو چونکا کر رکھ دیا تھا، مخبر بولا اور کہنے لگا۔

"اس کے علاوہ بھی یشمک اور افتکین کی طرف سے ایک قدم اٹھایا گیا۔ ایک روز جنگ کے بعد ہی دونوں اکٹھے ہوئے تھے اور دونوں کے درمیان یہ طے پایا تھا کہ یہ جو آپ کی جنگیں ہو رہی ہیں اس میں چونکہ دونوں طرف سے مسلمانوں کا نقصان ہو رہا ہے لہذا آپ اور

روق کے درمیان صلح ہونی چاہئے اور یہ کہ متفقہ طور پر برکیاروق کو سلطان تسلیم کیا جانا چاہئے اور جن شرائط کے ساتھ آپ نے برکیاروق کے ساتھ صلح نامہ پر دستخط کئے ہیں یہ شرائط افتکین اور یشمک کے درمیان پہلے سے طے شدہ تھیں۔"

اس انکشاف نے محمد کو اور زیادہ بوکھلا کر رکھ دیا تھا۔ پھر اس مخبر کو شاباش دی اور جا کر آرام کرنے کے لئے کہا۔ جب وہ تینوں طلایہ گر وہاں سے اٹھ کر چلے گئے تب خیمہ میں کچھ دیر خاموشی رہی۔ اس کے بعد اپنے سالار بکراج کو مخاطب کرتے ہوئے محمد کہنے لگا۔

"بکراج لگتا ہے کہ معاملہ بہت پھیل اور بکھر گیا ہے۔ افتکین اور یشمک ہمارے وہ سالار ہیں جنہیں تمہارے بعد میں سب سے زیادہ اہمیت اور فوقیت دیتا ہوں، لیکن اگر یہ اندر ہی اندر برکیاروق کے لئے کام کر رہے ہیں تو پھر ہمارے پاس کیا رہتا ہے۔ اس کا مطلب ہے ہماری ساری خبریں برکیاروق کے پاس پہنچتی ہیں اور یہی خبریں اس کی کامیابی اور کامرانی کا باعث بنتی ہیں۔ ایسا کیوں نہیں ہے کہ برکیاروق کا کوئی سالار اس سلسلہ میں ہم سے رابطہ قائم کرے اور برکیاروق کی ساری خبریں ہم تک پہنچائے۔ اگر ایسا نہیں ہے تو ہماری طرف سے ایسا کیوں ہے۔ اگر ہے تو پھر اس کی بیخ کنی کی جانی چاہئے۔"

یہاں تک کہنے کے بعد محمد رکا، پھر غور سے بکراج کی طرف دیکھتے ہوئے کہنے لگا۔

"بکراج کیا ہمیں افتکین اور یشمک کے خلاف حرکت میں نہیں آنا چاہئے اور انہیں سزا نہیں دینی چاہئے۔"

محمد کے ان الفاظ پر بکراج چونکا تھا۔ بوکھلا سا گیا تھا۔ پھر غور سے محمد کی طرف دیکھتے ہوئے کہنے لگا۔

"آپ کا کہنا تو بجا ہے، لیکن یہ کوئی آسان معاملہ نہیں ہے۔ لشکر میں افتکین اور یشمک کے بہت سے حواری اور ان کے ساتھی ہیں، جو ان پر اعتماد اور بھروسہ کرتے ہیں لہذا اگر سر عام اس سلسلہ میں یشمک اور افتکین سے باز پرس کی گئی اور اس کے بعد ان پر گرفت بھی کی گئی تو مجھے ڈر اور خدشہ ہے کہیں لشکر کے اندر بغاوت کے آثار نمودار نہ ہو جائیں اور اگر ایسا ہوا تو لشکر کے اندر وہ ضعف اور کمزوری آئے گی، جسے ہم برسوں تک پورا نہیں کر سکیں گے۔ اس لئے کہ کوئی ہم پر اعتماد اور بھروسہ نہیں کرے گا۔ لہذا یشمک اور افتکین کے خلاف حرکت میں ہمیں کھل کر آنا چاہئے اور وہ بھی استر آباد شہر میں ایسا نہیں کرنا چاہئے۔ اس لئے کہ استر آباد

شہر میں افسکین اور یشمک دونوں کے بڑے ہم نوا دونوں کے بڑے چاہنے والے ہیں۔"

بکراج جب خاموش ہوا' تب فیصلہ کن انداز میں اس کی طرف دیکھتے ہوئے محمد کہنے لگا۔

"بکراج میں تمہارے الفاظ سے اتفاق کرتا ہوں۔ تمہارے خیالات کی تائید کرتا ہوں۔ استر آباد میں ہمیں ایسا نہیں کرنا چاہئے اور نہ ہی میں ایسا کروں گا۔ میرے خیمے سے نکل کر لشکر کے اندر اعلان کرا دو کہ مغرب کی نماز کے بعد لشکر یہاں سے کوچ کرے گا اور قزوین کا رخ کرے گا۔"

"قزوین وہ شہر ہے جہاں یشمک اور افسکین کے ہم نوا اور ان دونوں کے چاہنے والے نہیں ہیں اور پھر قزوین کا عامل میرا اپنا آدمی ہے۔ وہاں پہنچ کر میں اس سے صلاح مشورہ کروں گا اور اس کے بعد میں یشمک اور افسکین کے خلاف حرکت میں آؤں گا۔"

اس کے بعد محمد کے کہنے پر بکراج اس کے خیمہ سے نکلا اور لشکر میں اس نے اعلان کر دیا کہ آج مغرب کی نماز کے بعد پڑاؤ ختم کر دیا جائے گا اور لشکر استر آباد سے قزوین کی طرف کوچ کرے گا۔

چنانچہ اسی روز مغرب کی نماز کے بعد لشکر نے قزوین کی طرف سفر شروع کیا تھا۔ قزوین پہنچ کر محمد کچھ دن خاموش رہا' پھر جب قزوین کا عالم محمد کے خیمہ میں داخل ہوا' تب محمد نے شاندار انداز میں اپنی جگہ سے اٹھ کر اس کا استقبال کیا اور اسے اپنے قریب بٹھایا۔ قزوین کا عالم کچھ پریشان اور فکرمند بھی تھا۔ اس لئے کہ محمد جب اپنے لشکر کے ساتھ قزوین کے نواح میں آ کے خیمہ زن ہوا تھا قزوین کے عامل نے شاندار انداز میں اس کا اپنے روسا اور امراء کے ساتھ استقبال کیا تھا۔ اب اسے یہ فکر لاحق ہو گئی تھی کہ جب اس نے اس شاندار انداز میں محمد کا استقبال کیا تھا' اب کیا وجہ اور علت پیدا ہو گئی ہے کہ محمد نے اسے اپنے خیمے میں طلب کر لیا ہے۔

بہر حال قزوین کا عامل جب محمد کے قریب بیٹھ گیا تب کچھ دیر خاموشی رہی۔ محمد سوچتا رہا۔ اس کے بعد اس نے یشمک اور افسکین کے خلاف ساری تفصیل کہہ دی تھی۔

سب کچھ سننے کے بعد قزوین کا حاکم کچھ دیر تک گہری سوچوں میں ڈوبا رہا' پھر کہنے لگا۔

"آپ کے دونوں سالاروں یشمک اور افسکین کا بڑا نام ہے اور ہم تو یہ سمجھتے تھے کہ

بکراج افسکین اور یشمک آپ کی طاقت اور قوت کے محور اور ستون ہیں اور یہ جو آپ نے تفصیل بتائی ہے اس سے تو یہ پتہ چلتا ہے یشمک اور افسکین باطنی طور پر برکیاروق کے حامی اور ناصر ہیں۔ اب آپ مجھے یہ بتائیں کہ کیا آپ ان کے خلاف حرکت میں آنا چاہتے ہیں۔"

اس پر محمد بولا اور کہنے لگا۔

"حرکت میں تو میں اس کے خلاف استر آباد میں ہی آنا چاہتا تھا' لیکن بکراج نے مجھے مشورہ دیا تھا کہ استر آباد میں ان دونوں کے بڑے ہم نوا اور حمایتی ہیں اور اگر میں نے ان پر گرفت کی تو لشکر ہی نہیں شہر کے اندر بھی ہنگامہ اٹھ کھڑا ہو گا اس بنا پر میں استر آباد سے یہاں قزوین چلا آیا۔"

قزوین کا عامل خوش ہوا اور مسکراتے ہوئے اثبات میں گردن ہلا کر کہنے لگا۔

"آپ کا کہنا درست ہے۔ کم از کم قزوین شہر میں افسکین اور یشمک کے استر آباد جیسے حمایتی اور چاہنے والے نہیں ہیں۔ یہاں اگر آپ ان پر گرفت کرتے ہیں یا ان کے خلاف حرکت میں آتے ہیں تو میرے خیال میں کسی قسم کا کوئی ہنگامہ' کسی طرح کی کوئی بغاوت اٹھنے کا کوئی خطرہ اور خدشہ نہیں ہے۔

قزوین کے عامل کے یہ الفاظ سن کر محمد نے خوشی کا اظہار کیا تھا۔ کچھ دیر وہ سوچتا رہا' پھر قزوین کے عامل کو مخاطب کر کے کہنے لگا۔

"یشمک اور افسکین سے نمٹنے کے لئے مجھے تمہارے تعاون اور تمہاری مدد کی ضرورت ہے۔ میں چاہتا ہوں دو ایک روز کا وقفہ ڈال کر تم میرے سالاروں اور روسا اور امراء کی دعوت کرو۔ میں اپنے سارے سالاروں' امراء اور روسا کے ساتھ اس دعوت میں آؤں گا اور تم کسی مناسب جگہ یشمک اور افسکین کے بیٹھنے کا اہتمام کرنا وہاں میں ان دونوں کو گرفتار کر لوں گا۔ اس لئے ان کی گرفتاری کے لئے پہلے سے میں اپنے چند چھوٹے سالاروں اور لشکریوں کو مقرر کر دوں گا اور پھر انہیں ان کے کئے کی خوب سزا دوں گا۔"

یشمک وہ آدمی ہے جس نے اپنے قبیلے کا ایک آدمی بھیج کر ایاز بن سیف الدین کو [illegible] پہنچائیں جو انفرادی مقابلہ میں ہمارے ساتھی کی شکست اور ایاز بن سیف الدین کی [illegible] کا باعث بنی۔ کم از کم یشمک کو کڑی سزا دینا چاہتا ہوں۔ چونکہ افسکین بھی اس معاملہ

میں اس کا ساتھی' اس کا حمایتی ہے لہٰذا وہ بھی کڑی سزا سے بچ نہیں سکے گا۔ اب بولو تم کیا کہتے ہو۔"

اس پر قزوین کے عامل نے اس سے اتفاق کیا تھا۔ اس کے اس طرح اتفاق اور تعاون کرنے پر محمد نے خوشی کا اظہار کیا اور پھر محمد کے کہنے پر قزوین کا عالم محمد کے خیمہ سے اٹھ کر شہر کی طرف چلا گیا تھا۔

دو دن کا وقفہ ڈال کر قزوین کے حاکم نے محمد اس کے سالاروں' رؤساء اور امراء کی دعوت کا اہتمام کیا۔ چنانچہ محمد اپنے سارے سالاروں' امراء' رؤسا کو لے کر قزوین شہر کے قصر میں داخل ہوا۔ جس میں دعوت کا اہتمام کیا گیا تھا۔

قزوین کے حاکم نے یشمک اور افتکین کی نشست کا اہتمام اس بڑے کمرے کے ایک کونے میں کیا تھا۔ پہلے سب دعوت سے لطف اندوز ہوئے۔ اس کے بعد قزوین کا عامل افتکین اور یشمک کے پاس آیا اور انہیں مخاطب کر کے کہنے لگا۔

"آپ دونوں صاحبان میرے ساتھ آئیں مجھے آپ سے ایک اہم اور ضروری موضوع پر گفتگو کرنی ہے۔"

قزوین کے عامل کے ان الفاظ پر افتکین اور یشمک دونوں چونکے تھے۔ اپنی جگہ سے اٹھ کر اس کے ساتھ ہو لئے اور قزوین کا حاکم انہیں ایک دوسرے کمرے میں لے گیا۔ جس کمرے میں وہ داخل ہوئے اس کمرے میں پہلے سے محمد اور بکراج دونوں بیٹھے ہوئے تھے اور ان کے ساتھ قزوین کے عامل کے کچھ لوگ بھی تھے۔ اس موقع پر محمد نے ان دونوں کو بیٹھنے کیلئے کہا۔ افتکین اور یشمک دونوں بیٹھ گئے۔ پھر محمد نے قاصد کو ایاز بن سیف الدین کی طرف بھیجنے' سلطان برکیاروق کے ساتھ صلح کی شرائط پہلے سے طے کرنے کی ساری تفصیل ان سے کہہ دی تھی۔

اس پر یشمک جرأت مندی اور دلیری کا مظاہرہ کرتے ہوئے کہنے لگا۔

"آپ نے جو کچھ کہا ہے ہم اس سے انکار نہیں کریں گے۔ ہم نے یہ کیا ہے اور ایسا ہم نے عالم اسلام کی بہتری اور یکجہتی کے لئے کیا ہے۔ ایسا کرنے سے ہمارا مدعا یہ تھا کہ مسلمانوں کے اندر جو خانہ جنگی کی کیفیت طاری ہے اسے ختم کر دیا جائے' جس طرح سلطان برکیاروق ور سنجر کے درمیان صلح ہو چکی ہے اور سنجر نے برکیاروق کو سلطان تسلیم کرتے ہوئے

یقین دلایا ہے کہ وہ جب تک زندہ رہے گا اپنے بڑے بھائی برکیاروق کا مطیع اور فرماں بردار رہے گا اور اسے سلطان تسلیم کرتا رہے گا۔ ہم چاہتے تھے آپ بھی اپنے بڑے بھائی کی طرح برکیاروق سے تعاون کریں تا کہ برکیاروق اپنی عسکری طاقت اور قوت کو خانہ جنگی میں ضائع کرنے کے بجائے ان صلیبیوں کی طرف متوجہ ہوں جو یورپ سے نکل کر مسلمانوں کے بہت سے شہروں پر قابض ہو چکے ہیں اور اب انہوں نے دوسرے علاقوں کے اندر بھی پھیلانا شروع کر دی ہے۔"

یشمک جب خاموش ہوا تب محمد نے کھا جانے والے انداز میں دونوں کی طرف دیکھا' کہنے لگا۔

"اس کا مطلب ہے تم دونوں اپنے جرم کو تسلیم کرتے ہو۔"

اس بار یشمک کے بجائے افتکین چھاتی تانتے ہوئے کہنے لگا۔ "اگر عالم اسلام میں اتحاد اور اتفاق پیدا کرنا جرم ہے تو پھر ہم اس جرم سے انکار نہیں کرتے' تسلیم کرتے ہیں۔"

افتکین کے ان الفاظ کے جواب میں غیر ذمہ دار محمد نے آؤ دیکھا نہ تاؤ' نہ کسی سے پوچھا نہ کسی کی صلاح کی۔ فوراً اپنے کچھ چھوٹے سالاروں کو حرکت میں لایا۔ یشمک کو اس نے قتل کروا دیا اور افتکین کی آنکھوں میں نیل کی سلائیاں پھیرا کر اسے اندھا کر دیا۔

عالم اسلام کے ان دونوں نامور سالاروں سے متعلق مؤرخین کچھ اس طرح لکھتے ہیں:

"مؤرخین کہتے ہیں محمد اپنے لشکر کے ساتھ استر آباد پہنچا۔ استر آباد میں محمد کے واپس آنے پر یہ افواہ اڑی کہ جن امراء نے سعی اور کوشش کر کے مصالحت کرائی ہے انہوں نے اسے دھوکہ دیا ہے۔ محمد کے کانوں تک یہ آواز پہنچی۔ استر آباد سے قزوین چلا گیا۔"

مؤرخین مزید لکھتے ہیں: "رئیس قزوین کو ملایا اور اسے سکھایا کہ تم اپنی طرف سے میری اور میرے امراء کی دعوت کرو۔ اس وقت مجھے موقع مل جائے گا میں ان امراء سے فریب کا بدلہ لوں گا۔ رئیس قزوین نے اس قرارداد کے مطابق محمد اور اس کے امراء کی دعوت کی۔ محمد اپنے امیروں کے دعوت میں آیا۔ رئیس قزوین نے محمد کے اشارے سے امیر یشمک اور افتکین کو گرفتار کر لیا' جو بڑے سالاروں میں سے تھے اور جو مصالحت کروانے میں سے تھے۔ یشمک کو اس نے قتل کر ڈالا اور افتکین کی آنکھوں میں نیل کی سلائیاں پھیر کر اسے اندھا کر دیا۔" مؤرخین کے بیانات میں جو انہوں نے یشمک اور افتکین سے متعلق تحریر کیے اس

دوران ایک اور اہم واقعہ بھی پیش آیا۔ سلطان برکیاروق کے لشکر میں ایک سالار امیر نیال بن انوشتگین وہ اپنے قبیلے کے ایک خاصے لشکر کے ساتھ سلطان کے لشکر میں شامل تھا۔ اسے سلطان سے تو کوئی شکوہ‘ کوئی شکایت نہ تھی‘ لیکن محمد کی طرف سے اسے نہ جانے کیا ترغیب ملی کہ یہ اپنے سارے ساتھیوں کو لے کر سلطان برکیاروق کے لشکر سے نکل کر محمد کی طرف چلا گیا۔ اس طرح امیر نیال بن انوشتگین کے سلطان برکیاروق کے ساتھ چھوڑنے اور محمد کے ساتھ مل جانے سے سلطان برکیاروق کے لشکر میں ضعف اور محمد کے لشکر کی طاقت اور قوت میں اضافہ ہو گیا۔ یہ صورتحال دیکھتے ہوئے محمد نے وہ معاہدہ جو اس نے سلطان برکیاروق کے ساتھ کیا تھا اسے بالا طاق رکھ دیا اور سلطان برکیاروق کے خلاف جنگ کرنے کا اعلان کر دیا۔ چنانچہ قزوین شہر سے نکل کر محمد سلطان برکیاروق کی طرف بڑھا۔ دوسری طرف سلطان برکیاروق کو بھی خبر ہو چکی تھی کہ محمد اس سے جنگ کرنے کے لئے آ رہا ہے۔ لہٰذا اس نے بھی اپنے لشکر کے ساتھ کوچ کیا۔ چنانچہ دونوں لشکر کھلے میدان میں ایک دوسرے کے سامنے ہوئے۔ یہ کھلے میدان رے شہر کے قریب تھے۔

جس روز دونوں لشکر ایک دوسرے کے سامنے پڑاؤ کر گئے اس سے اگلے روز محمد نے جنگ کی ابتداء کرنے کا فیصلہ کیا۔ اس لئے کہ سلطان برکیاروق کی نسبت اس کے لشکر کی تعداد بلکہ طاقت اور قوت زیادہ ہو گئی تھی۔ اس بنا پر اسے گھمنڈ اور تکبر کی حد تک یہ یقین تھا کہ فتح اور کامیابی اسی کی ہو گی اور وہ برکیاروق کو اپنے سامنے جھکانے کے بعد اپنا زیر مطیع بنا کر رکھے گا۔

اس موقع پر جبکہ محمد اور اس کا سپہ سالار اعلیٰ بکراج اور دوسرے چھوٹے بڑے سالار اپنے لشکر کی صفیں درست کر رہے تھے امیر نیال بن انوشتگین جو سلطان برکیاروق کے لشکر کو چھوڑ کر محمد کے لشکر میں شامل ہوا تھا‘ وہ محمد کے پاس آیا اور اسے مخاطب کر کے کہنے لگا۔

”میرے ذہن میں ایک تجویز ہے۔ اگر ہم اس پر عمل کریں تو میرے خیال میں فتح اور کامیابی ہمارے ہو گی۔“ نیال بن انوشتگین کے یہ الفاظ سن کر محمد چونکا اور کہنے لگا۔

”اگر تمہارے ذہن میں کوئی ایسی تجویز ہے تو کہو۔ اس پر عمل کیا جائے گا۔“

محمد کے ان الفاظ پر نیال نے خوشی کا اظہار کیا تھا۔ لہٰذا کہنے لگا۔

”میں چاہتا ہوں میں پہلے میدان میں انفرادی مقابلے کے لئے اتروں۔ میں سرخاب

بن کیخسرو کو اپنے مدمقابل کے طور پر پکاروں گا۔ اس نے دو ایک بار برکیاروق کے لشکر میں میرے ساتھ گستاخانہ رویہ روا رکھا تھا۔ ایک تو میں اس کا انتقام لینا چاہتا ہوں‘ جب میں انفرادی مقابلے میں اس پر غالب آؤں گا اور اس کا سر کاٹوں گا تو ہمارے لشکریوں کے حوصلے بلند اور برکیاروق کے لشکریوں کے حوصلے پست ہو جائیں گے اور یہی ہماری فتح اور کامیابی کی ایک وجہ بن جائے گی۔“

محمد نے نیال بن انوشتگین کی اس تجویز سے اتفاق کیا تھا۔ اس پر نیال نے خوشی کا اظہار کیا۔ اپنے گھوڑے پر سوار ہوا۔ اسے سرپٹ دوڑاتے ہوئے میدان میں اترا اور سرخاب بن کیخسرو کا نام لیتے ہوئے اس نے انفرادی مقابلے کے لئے للکارا تھا۔

اس موقع پر سلطان برکیاروق‘ ایاز بن سیف الدین‘ کربوغا‘ سرخاب بن بدر‘ کمشتگین‘ قماج منکبر‘ سرخاب بن کیخسرو سب اپنے لشکر کے سامنے تھے۔ چنانچہ اپنے گھوڑے کو ایڑ لگا کر سرخاب میں کیخسرو جب سلطان کے پاس آیا‘ تاکہ سلطان سے انفرادی مقابلہ کرنے کی اجازت لے تب ایاز بن سیف الدین جو وہاں باقی سالاروں کے ساتھ کھڑا تھا‘ سرخاب بن کیخسرو کو مخاطب کر کے کہنے لگا۔

کیخسرو میرے بھائی تم یہیں رہو۔ یہ ضروری نہیں ہے کہ جس کو مقابلے کے لئے للکارا جائے وہی میدان میں اترے۔ نیال بن انوشتگین اس لئے ایسا کر رہا ہے کہ یہاں رہتے ہوئے دو ایک بار مختلف موضوعات پر بحث کے دوران تمہارے اور اس کے درمیان کچھ تلخ کلامی ہوئی تھی۔ شاید وہ اس کا بدلہ لینے کا ارادہ کر چکا ہے۔ میرے عزیز بھائی تم یہیں رہو۔ میں خود میدان میں اترتا ہوں اور میں دیکھتا ہوں کہ یہ نیال بن انوشتگین کس طرح ہمارے کسی سالار سے انتقام لینے کی جرأت اور جسارت کرتا ہے۔“

ایاز بن سیف الدین کے ان الفاظ پر سرخاب بن کیخسرو نے اپنے گھوڑے کو ایڑ لگائی۔ ایاز بن سیف الدین کے گھوڑے کی باگ اس نے پکڑی پھر منت کرنے کے انداز میں کہنے لگا۔

”امیر ایاز آپ میدان میں نہ اتریں۔ میں خود جاؤں گا۔ میری آپ سے التماس ہے کہ مجھے جانے دیں۔ آپ کا نیال بن انوشتگین کے مقابلے میں جانا آپ کی توہین ہے۔ وہ کم رتبے کا سالار ہے اور میں نہیں چاہتا ہمارے لشکر کا سالار اعلیٰ نیال بن انوشتگین جیسے کم درجے

کے سالار سے مقابلہ کرے۔ اسکے بعد منت کرنے کے انداز میں جب سرخاب بن کمیزو نے سلطان سے اجازت لی تب سلطان نے سرخاب بن کمیزو کو انفرادی مقابلہ کرنے کے لئے میدان میں اترنے کی اجازت دے دی تھی۔ اس موقع پر ایاز بن سیف الدین کہنے لگا۔

"سلطان محترم محمد کا مقابلہ کرنے کے لئے بے شک ہم نے اپنے لشکر کو دو حصوں میں تقسیم کرلیا ہے او ہم دیکھتے ہیں کہ ہمارے سامنے محمد کا لشکر بھی دو حصوں میں تقسیم ہے' لیکن میں چاہتا ہوں یہ جنگ جلد ختم کر دی جائے اور ایسا کرنے کے لئے ہمیں اپنے لشکر کو تین حصوں میں تقسیم کرنا ہوگا۔"

اس موقع پر سلطان برکیاروق نے سوالیہ سے انداز میں ایاز بن سیف الدین کی طرف دیکھا' پھر کہنے لگا۔

"میرے بھائی کھل کر کہو تم کیا کہنا چاہتے ہو۔ تیسرا حصہ کس کام میں لاؤ گے۔"

جواب میں ایاز نے کچھ سوچا' پھر سلطان کو مخاطب کر کے کہنے لگا۔

"سلطان محترم تین حصوں میں سے ایک حصہ آپ اپنے پاس رکھ لیں اور اپنے ساتھ اپنے نائب کے طور پر آپ قماج کو رکھیں۔ اس کے علاوہ کمشتگین بھی آپ کے نائب کی حیثیت سے کام کرے۔ دوسرے حصے کی کمانداری کربوغا کو دی جائے۔ سرخاب بن بدر اس کے نائب کی حیثیت سے کام کرے اور منکبرد بھی اس کے نائب کے طور پر مقرر کیا جائے۔ تیسرا حصہ آپ میرے حوالے کر دیں۔ میرے ساتھ چکرمش ہوگا۔ تیسرے حصے کو لے کر میں اور چکرمش اپنے لشکر اور پڑاؤ کے درمیان صفیں باندھ کر کھڑے ہو جائیں گے۔ محمد کے لشکری یہی سمجھیں گے کہ سارا لشکر ان کے سامنے ہے۔ اسی نے ان کا مقابلہ کرنا ہے لہٰذا وہ بڑھ چڑھ کر حملہ آور ہوں گے۔ اس لئے کہ ان کے مقابلے میں ہماری تعداد کم ہوگی اور جب جنگ بھڑک اٹھے گی تو لشکر کا جو حصہ لے کر میں اور چکرمش علیحدہ ہوئے ہوں گے۔ اس لشکر کو ہم حرکت میں لائیں گے اور محمد کے لشکر کے ایک پہلو پر ضرب لگائیں گے اور ہمارے اس طرح حملہ آور ہونے سے تین فائدے ہوں گے۔"

"اول یہ کہ جب ہم پہلو کی طرف سے حملہ آور ہوں گے تو محمد کے لشکری بوکھلا جائیں گے کہ سلطان برکیاروق کا ایک اور لشکر نمودار ہو کر ان پر حملہ آور ہوا ہے۔"

"دوئم یہ کہ محمد کو اپنے لشکر کی ترتیب تبدیل کرنا ہوگی۔ کچھ لشکریوں کو ہمارا مقابلہ کرنے

کے لئے مقرر کرنا ہوگا اور ایسا کرنے کے لئے انہیں وقت درکار ہوگا۔"

"سوئم اور جب وہ ہمارا مقابلہ کرنے کے لئے اپنے کچھ دستے مقرر کریں گے تو ان کے لشکر میں کھلبلی اور افراتفری مچ جائے گی۔ اسی سے ہم فائدہ اٹھائیں گے اور محمد کے لشکر میں گھس کر اس کے لشکریوں کا جب ہم قتل عام کریں گے تو محمد کو اپنے سامنے شکست اور ہزیمت کے سوا کچھ دکھائی نہیں دے گا۔"

سلطان برکیاروق کے علاوہ کربوغا' سرخاب بن بدر' چکرمش' قماج' کمشتگین' منکبرد اور دیگر سالاروں نے بھی اس سے اتفاق کیا تھا۔

چنانچہ بڑی راز داری کے ساتھ لشکر کو تین حصوں میں تقسیم کر دیا گیا۔ ایک حصہ ایاز بن سیف الدین اور چکرمش لے کر پیچھے ہٹ گئے تھے۔ باقی لشکر دو حصوں میں تقسیم ہوا تھا۔ ایک حصہ سلطان برکیاروق کے ساتھ تھا اور سلطان کے ساتھ بڑے سالاروں میں سے قماج اور کمشتگین اس کے ساتھ کام کر رہے تھے۔ دوسرا حصہ کربوغا کی سرکردگی میں تھا اور اس کے ساتھ سرخاب بن بدر اور منکبرد مقرر ہوئے تھے جبکہ سرخاب بن کمیزو جو انفرادی مقابلے کے لئے اترا تھا' وہ پہلے ہی ان دستوں کا کماندار مقرر کیا جا چکا تھا' جنہوں نے جنگ کے دوران اپنے پڑاؤ کی حفاظت کے فرائض انجام دینے تھے۔

دوسری طرف سرخاب بن کمیزو میدان کے وسط میں پہنچا اور اپنے گھوڑے کو نیال بن انوشتگین کے سامنے جا روکا۔ کچھ دیر تک سرخاب بن کمیزو بڑے غور سے نیال بن انوشتگین کی طرف دیکھتا رہا' پھر کھولتے لہجے میں اسے مخاطب کر کے کہنے لگا۔

"تو اس سے پہلے ہمارے ساتھ سلطان برکیاروق کے لشکر میں شامل تھا' تو کس پائے کا سالار ہے میں تجھے اچھی طرح جانتا ہوں' تو جفا کرنے کا بڑا ماہر ہے اور یاد رکھنا اہل وفا جب جفا پر اترتے ہیں تو پھر وقت کے جوش مارتے سمندر میں ستم کو لہو میں نہلاتے جاتے ہیں۔ بس اسی طرح میں بھی آج اسی میدان میں تمہارے جسم کی پرتوں کو کھولوں گا۔"

جواب میں نیال بن انوشتگین بے پناہ غصے کا اظہار کرتے ہوئے کہنے لگا۔

"یہ تو اس وقت پتا چلے گا جب تیرا اور میرا مقابلہ شروع ہوگا' کہ کون کس کے شعور کی سرحدوں پر ہزیمت کی کہر پھیلاتا ہے۔ میں بڑے شرربار انداز میں تیرے مقدر' تیری قسمت میں کوئی کنارا' کوئی گہرائی' کوئی گیرائی نہیں رہنے دوں گا۔"

نیال بن انوشتگین کے یہ الفاظ سن کر کمزرو تاؤ کھا گیا تھا۔ پہلے سے زیادہ غصیلی آواز م
کہنے لگا۔

"نیال بن انوشتگین تو مجھے اچھی طرح جانتا ہے۔ اپنے دل کے قرطاس پر لکھ رکھ کہ آ
اس مقابلے میں' میں تیری ساری خواہشوں کو بے لباس کروں گا' عداوتوں کی ساری گھاتوں
قصہ پاک کروں گا' تیرے چہرے پر موت کی آنکھیں چپکاؤں گا اور تیری نبض کی جنبش کو رو
چلا جاؤں گا۔"

"دیکھ نیال بن انوشتگین وقت ضائع نہیں کرتے۔ آؤ ایک دوسرے سے ٹکراتے ہیں
پھر دیکھتے ہیں موت کس کے دامن کو لہولہان کرتی ہے۔"

نیال بن انوشتگین جو ضبط نا آشنا طبیعت' رکھتا تھا۔ گھوڑے کی طرح بھڑک اٹھا۔ ا
تلوار لہراتا ہوا آگے بڑھا' پھر وہ سرخاب بن کمزرو پر سانسوں کی قربتوں میں زہر بھرتے د
کے سایوں' آگ اور موت کا کھیل کھیلتے بگولوں' بدبختی کے سیاہ سایوں اور ہجرتوں کے تاریک
دشت میں جینے کے سائے چھینتی رعنائیوں کی پستیوں کی طرح حملہ آور ہو گیا تھا۔

جوابی کارروائی کرتے ہوئے سراب بن کمزرو نے پہلے سوچ کی بے روک لہر
خیالات کے دائروں میں نادیدہ لمحوں کی طرح حرکت کرنے اور کیمیائی لفظوں کے رقص
طرح تکبیریں بلند کیں' پھر وہ بھی نیال بن انوشتگین پر الفاظ میں کڑواہٹ' بستیوں میں بار
ذہنوں میں آگ' لفظوں میں حدت' دلوں میں زہر بھرتی بے رقت موت کی کڑوی داستانو
وقت کے تیز دھارے میں چشم تعصب کو بے بصیر کر دینے والے موت کے قہقہوں' فضا
حدت اور غم دہر کے ویرانوں میں کالی آندھیوں کی طرح حملہ آور ہو گیا تھا۔

یوں نیال بن انوشتگین اور سرخاب بن کمزرو قصاب کی طرح کاٹنے اور سانپ کے ڈ
کے انداز میں ایک دوسرے پر چڑھ دوڑے تھے۔ ماحول کے تپتے صحرا میں خون
اندیشوں' ویران سناٹوں میں وحشی اور تند ہواؤں' پامال اور پست کرتے زیست کے ہولناک
سرسام کی طرح ایک دوسرے کو زیر کرنے کی کوشش کرنے لگے تھے۔

کچھ دیر کی لڑائی اور ٹکراؤ کے بعد نیال بن انوشتگین خود محسوس کرنے لگا کہ سرخاب بن
کمزرو کے مقابلے میں اس کی حالت بے سروسامان مسافروں' ویرانہ حیات کے گوشوں' دکھ کے
موسموں کی بازگشت اور کھولتی سوچوں کے بے درد آنکنوں جیسی ہونا شروع ہو گئی ہے اور م

بڑی تیزی سے اس میں تھکاوٹ کے آثار بھی پیدا ہونا شروع ہو گئے تھے اور جب اس نے یہ
اندازہ لگایا کہ وہ مقابلہ کرتے ہوئے شکست زار کے بھنور اور دل پر دستک دیتی لہروں کا شکار
ہوتا جا رہا ہے' تب وہ ایک دم پیچھے ہٹا۔ اس کے بعد اپنے گھوڑے کو اس نے موڑا اور شکست
کھا کر اپنے لشکر کی طرف بھاگ گیا تھا۔

اپنے گھوڑے کو دوڑاتا ہوا جب اپنے لشکر کے سامنے گیا' تب ناپسندیدہ سے انداز میں
محمد اسے مخاطب کر کے کہنے لگا۔

"انوشتگین کے بیٹے میں نے تو یہ خیال کیا تھا کہ تم سرخاب بن کمزرو کو اپنے سامنے زیر
کر دو گے۔ اس طرح ہمارے لشکریوں کے حوصلے بلند ہوں گے۔ کیا ہوا تم مقابلے میں پسپائی
اختیار کرتے ہوئے واپس آ گئے ہو۔ تمہیں چاہئے تھا کہ ڈٹ کر مقابلہ کرتے اور سرخاب بن
کمزرو کی گردن کاٹتے۔"

اس پر بڑی بے چارگی میں نیال بن انوشتگین کہنے لگا۔

"دراصل میں نے سرخاب بن کمزرو کا اس کی ہنرمندی' اس کے جذبہ حرب وضرب کا
غلط اندازہ لگایا تھا۔ وہ مجھ سے کہیں بہتر تیغ زن ہے۔ اسی بنا پر میں مقابلے کو ادھورا چھوڑ کر
واپس آ گیا ہوں۔"

نیال بن انوشتگین سے محمد کو مایوسی ہوئی تھی۔ اس کے بعد وہ اپنے سالاروں کے ساتھ
اپنی منصوبہ بندی کو آخری شکل دیتا ہوا اپنے حصے کے لشکر کے آگے چلا گیا۔ پھر اس کے حکم پر
پورا لشکر حرکت میں آیا اور پھر محمد اور اس کا سالار برکراج دونوں سلطان برکیاروق کے لشکر پر نیل
گوں آسمان کی وسعتوں میں ہر شے کی بساط لپیٹتی آندھیوں' بے روک' بے کہراں اور جاویداں
ہمہ گیر فضا کی رقص حرف وقلم پر قدغن لگاتی بوسیدہ آرزوؤں کے سرسام اور حبس بھری سفاک
راتوں میں شب کی سیاہ سفا کی کے رقص کی طرح حملہ آور ہو گئے تھے۔

دوسری طرف سلطان برکیاروق اور کربوغا نے بھی بڑی تیزی اور سرعت کے ساتھ
جوابی کارروائی کی ابتداء کی اور وہ بھی تکبیریں بلند کرتے ہوئے صحراؤں کے سکوت میں کھولتی
حرارت کی تہہ مانیت' کہکشاؤں کی خاموشیوں میں درد کی لاانتہا کسک' ورق ورق پر فنا کی تحریریں
رقم کرتے ہولناک اُمڈتے طوفانوں اور اندھیری گمنام وادیوں میں نوحہ گری کراتے وقت اور
لمحوں کے فسوں میں ڈبوتی سحر کاری اور کڑے توسوں کی نوفتوں کی طرح حملہ آور ہو گئے

تھے۔

اس طرح رے شہر کے نواح میں میدان جنگ کے اندر احادیث قہر و جفا' زیست کی بے
ثباتی کی تحریک حیات کی مشعل بجھاتے موت کے الجھاؤ کڑے وقت کی راہوں پر ظلمتوں
اڑتی خون آلود راکھ اور غبار رقص کرنے لگے تھے۔ ہر کوئی جلتی تقدیر بن کر دوسرے کی
آرزوؤں کو کفن پہنانے کی ابتداء کر چکا تھا۔

ایسے میں ایاز بن سیف الدین اور چکرمش دونوں اپنے حصے کے لشکر کو حرکت میں
لائے۔ بڑی تیزی اور برق رفتاری کے ساتھ وہ محمد کے لشکر کے ایک پہلو کی طرف گئے پھر
کے لشکر کے اس پہلو پر نفس نفس کی آزمائش میں ڈال کر زندگی کو اجاڑ ویرانوں میں تبدیل
کرتے درد و الم کے کرب خیز نصاب' خوابوں کے گھروندوں کو مسمار کرتی گلشن گلشن ویرانیاں
پھیلاتی نفرت کی ہواؤں' قریہ قریہ آفتوں کے دھول اڑاتے کیمیائی لفظوں کے رقص شوریدہ
کے پیمانے میں مجبوریوں کے دائرے بناتے اور ہولناک تفرقے کھڑے کرتے بت شکن
حوادث کی طرح حملہ آور ہو گیا تھا۔

جس وقت محمد کے لشکر کے ایک پہلو پر ایاز بن سیف الدین اور چکرمش زوردار انداز
میں حملہ آور ہوئے اور پہلے حملے میں ہی انہوں نے محمد کے لشکر کے پہلو کی کئی صفوں کو ادھیڑ
رکھ دیا' تب محمد کے لشکر کی ترتیب اور تنظیم بڑی تیزی سے برہم ہونے لگی۔ لشکر کے اندر ایک
افراتفری مچ گئی تھی۔ لشکری یہی سمجھے کہ سلطان برکیاروق کا کوئی اور لشکر جو شاید گھات میں
ایک دم نکل کر ان کے لشکر کے پہلو پر حملہ آور ہو چکا ہے اور ان کے ان گنت لشکریوں کو انہوں
نے موت کے گھاٹ اتار دیا ہے۔ ان اندازوں نے لشکر کے اندر ایک دل شکنی کی فضا پیدا کر
دی تھی۔ محمد کے لشکری جنگ سے جی چرانے لگے تھے۔ یہاں تک کہ محمد کے لشکر کی حالت کو
آنکھوں نے جب دیکھا تو یوں لگا جیسے محمد کے لشکری کی حالت لڑکھڑاتے بوڑھے اندھیر
ناامیدیوں اور یاس کے نشانات' زرد چہروں کی تشنگی' پچھتاؤں کی لعنت' تاریک دلوں کی پر
داستانوں اور محرومیوں کی آنچ جیسی ہونا شروع ہو گئی ہو۔

تھوڑی ہی دیر کے ٹکراؤ کے بعد محمد نے شکست قبول کی اور بچے کھچے اپنے لشکر کو لے
وہ سلطان برکیاروق کے سامنے سے بھاگ کھڑا ہوا۔

اس جنگ کو مؤرخین اختصار کے ساتھ کچھ اس طرح رقم کرتے ہیں۔ مؤرخین کا

''امیر نیال بن انوشتگین صامی برکیاروق سے علیحدہ ہو کر محمد کی خدمت میں چلا گیا۔
سلطان محمد کی قوت امیر نیال کے مل جانے سے بڑھ گئی۔ چنانچہ معاہدہ صلح کو بالائے طاق رکھ
دیا۔ جنگ کرنے کے لئے خم ٹھونک کر میدان میں آ گیا۔ برکیاروق بھی اس سے مطلع ہو کر
پہنچا۔ دونوں حریفوں نے رے کے قریب صف آرائی کی۔ سرخاب بن کیخسرو نے برکیاروق کی
طرف سے امیر نیال پر حملہ کیا۔ امیر نیال شکست اٹھا کر بھاگا۔

اس کے بعد تمام لشکر میں بھگدڑ مچ گئی۔ محمد کی تمام فوج بے قابو ہو کر میدان جنگ سے
بھاگ کھڑی ہوئی اور یہ جنگ جمادی الاوّل کے مہینے ہجری چار سو پچانوے میں صلح کے چار ماہ
بعد ہوئی تھی۔''

............*

محمد کو بدترین شکست دینے کے بعد سلطان برکیاروق نے رے شہر میں قیام کر لیا تھا۔ سلطان کے رے شہر میں قیام کے دوران محمد نے ایک بہت بڑا قدم اٹھایا۔ شکست کے بعد جو اس کے لشکری ادھر ادھر پھیلے اور بھاگے تھے' ان سب کو اکٹھا کیا' مختلف جگہوں سے مزید لشکری بھرتی کیے۔ بڑی تیزی اور برق رفتاری کے ساتھ اصفہان کا رخ کیا اور اصفہان پر اس نے قبضہ کر لیا۔

اصفہان شہر پر قبضہ کرنے کے بعد محمد نے شہر کے استحکامات کو اور زیادہ مضبوط کرنے کا سلسلہ شروع کر دیا۔ وہ جانتا تھا کہ برکیاروق کو جب علم ہوگا کہ محمد نے اصفہان پر قبضہ کر لیا ہے تو وہ ضرور محمد پر حملہ آور ہونے کے لئے آئے گا۔ مختلف جگہوں سے جو اس نے جنگجو جوان جمع کیے تھے ان کی خاصی بڑی تعداد ان کے پاس جمع ہو چکی تھی۔ اس کے علاوہ اس نے اصفہان کا رخ کیا تو راستے میں بھی اسے کافی تیغ زن اور جنگجو مل گئے اور ان سب کو ملا کر اس کے لشکر کی تعداد سلطان برکیاروق کے لشکر کے برابر ہو گئی تھی۔ اسی لشکر کو لے کر وہ اصفہان پہنچا۔ اصفہان پر اس نے قبضہ کر لیا اور اصفہان شہر سے بھی اس نے بہت سے جنگجو اور شمشیر زن اپنے لشکر میں شامل کر لیے۔ اصفہان کے لوگ بڑے خوفزدہ تھے۔ محمد نے جب ان سے یہ کہا کہ اس کے لشکریوں کے لئے رقوم اور کھانے پینے کی اشیاء جمع کریں تب لوگوں نے بڑی جاں نثاری سے کام لیا۔ مال دولت کے انبار محمد کے پاس لگ گئے اور کھانے پینے کی اشیاء کی بھی کوئی کمی نہ رہی۔ دراصل اہل شہر ڈرے ہوئے تھے۔ خوفزدہ تھے کہ محمد نے آ کر اصفہان شہر پر قبضہ تو کر لیا ہے' لیکن بھاگے گا۔ اس لئے پیش بندی کے طور پر انہوں نے محمد کے ہاتھ مضبوط کرنا شروع کر دیئے تھے' تاکہ برکیاروق جب حملہ آور ہو تو محمد کی اتنی طاقت اور قوت ہو کہ شہر کے اندر محصور رہ کر بھی وہ اپنا اور اہل شہر کا دفاع کر سکے۔ لوگوں کے اس تعاون کی وجہ

سے محمد کی حالت بہت بہتر اور اچھی ہو گئی تھی۔

دوسری طرف رے شہر میں چند روز قیام کرنے کے بعد رفادہ سخت موسمی بخار میں مبتلا ہو گئی۔ ایاز بروزہ اور توزین بڑی دلجمعی سے اس کی دیکھ بھال کرنے لگے تھے۔ ایاز بن سیف الدین نے رفادہ' توزین اور بروزہ کے ساتھ اپنی حویلی میں قیام کیا تھا اور حویلی میں رہائش کے لئے عارضی طور پر کچھ سامان خرید کر گزر بسر کرنے کا بندوبست کر دیا گیا تھا۔ دوسری طرف سلطان نے بھی رے شہر میں جو اپنی حویلی تھی' اس میں قیام کر لیا تھا۔

............*

ایک روز دیوان خانے میں رفادہ کو طبیب کی دی ہوئی دوا پلانے کے بعد ایاز بن سیف الدین توزین اور بروزہ' رفادہ کے پاس بیٹھ کر اس کا دل بہلانے کے لئے مختلف موضوعات پر گفتگو کر رہے تھے کہ صدر دروازے پر دستک ہوئی۔

یہ دستک سن کر ایاز بن سیف الدین اپنی جگہ سے اٹھا اور اپنے پہلو میں بیٹھی توزین کی طرف دیکھتے ہوئے کہنے لگا۔

"میں دیکھتا ہوں دستک دینے والا کون ہے؟" اس کے ساتھ ہی وہ دیوان سے نکل گیا تھا۔

توزین دیوان خانہ سے نکل کر راہ داری میں آ کر صدر دروازے کی طرف دیکھنے لگی تھی۔ دروازہ کھول کر ایاز بن سیف الدین کچھ دیر تک کسی سے گفتگو کرتا رہا' پھر اس نے دروازہ بند کیا اور لوٹا۔ دیوان خانے کے قریب جب آیا تو اسے مخاطب کر کے توزین نے جستجو بھرے انداز سے پوچھا۔

"دروازے پر دستک کس نے دی تھی اور کس سے آپ وہاں کھڑے ہو کر گفتگو کر رہے تھے۔"

اس پر آگے بڑھ کر ایاز بن سیف الدین نے توزین کا شانہ تھپتھپایا' پھر کہنے لگا۔

"فکرمند ہونے کی ضرورت نہیں۔ چلو دیوان خانے میں بیٹھتے ہیں' پھر رفادہ اور اماں کے سامنے گفتگو کرتے ہیں۔"

توزین ایاز کے ساتھ ہو لی۔ دونوں میاں بیوی جب نشستوں پر بیٹھ گئے' تب ایاز بن سیف الدین بولا اور کہنے لگا۔

"لگتا ہے کہیں نہ کہیں حالات خراب ہوئے ہیں اور سلطان کے پاس کوئی بری خبر آئی ہے۔"

ایاز بن سیف الدین کے ان الفاظ پر توزین اور بروزہ دونوں چونکی تھیں۔ یہاں تک توزین نے پوچھ لیا۔

"کیا دستک دینے والے نے کوئی بری خبر سنائی ہے؟"

اس پر ایاز بن سیف الدین کہنے لگا۔

"دستک دینے والے نے کچھ نہیں بتایا' لیکن اس نے یہ کہا ہے کہ سلطان نے فی الفور مجھے طلب کیا ہے۔ اب اگر یہاں سے کوچ کرنا پڑ گیا تو رفادہ تو سفر نہیں کر سکتی۔"

ایاز بن سیف الدین کے ان الفاظ پر توزین اور بروزہ دونوں فکرمند ہو گئی تھیں۔ جب کہ رفادہ مسہری پر بے سُدھ سی پڑی تھی۔ موسمی بخار نے اسے توڑ کر رکھ دیا تھا۔ انتہا درجہ کی لاغر ہو چکی تھی۔ یہاں تک کہ بروزہ بول اٹھی۔

"بیٹے اگر تمہیں یہاں سے کوچ کرنا پڑے تو توزین کو تم اپنے ساتھ لے جانا میں اور رفادہ یہیں رہیں گی۔ اگر سلطان نے اپنے اہل خانہ کو یہاں رکھا پھر فکر کی تو کوئی بات نہیں۔ ان کی حفاظت کے لئے بھی کچھ دستے یہاں رہیں گے اور اگر سلطان اپنے اہل خانہ کو اپنے ساتھ لے گیا' تب بھی سلطان کی یہاں جو حویلی ہے اس کے محافظ اور پہریدار یہاں رہتے ہیں اور تم دونوں کی یہاں سے روانگی کے بعد میں رفادہ کی دیکھ بھال کرتی رہوں گی۔ مجھے امید ہے کہ اس بار رے شہر کے حالات خراب نہیں ہوں گے۔ رفادہ یہاں کے طبیب کے زیر علاج ہے اور مجھے امید ہے کہ رفادہ کی حالت بہتر ہو جائے گی اور جب میں دیکھوں گی رفادہ سفر کرنے کے قابل ہے تو جس طرف تم دونوں میاں بیوی جاؤ گے سلطان کے حویلی کے محافظوں کے ساتھ ہم دونوں بھی وہاں پہنچ جائیں گی۔"

یہاں تک کہنے کے بعد بروزہ جب خاموش ہوئی' تب سوالیہ سے انداز میں اپنے پہلو میں بیٹھی توزین کی طرف ایاز نے دیکھا۔ جواب میں توزین نے کچھ سوچا' پھر کہنے لگی۔

"میرے خیال میں اماں ٹھیک کہتی ہیں۔ رفادہ سفر کرنے کے قابل نہیں ہے۔ ایسا نہ ہو کہ اس سفر کی وجہ سے اس کی حالت مزید بگڑ جائے اور پھر ہمارے پاس پچھتاوے کے علاوہ کچھ نہ رہے۔"

جواب میں ایاز بن سیف الدین نے کچھ سوچا' پھر کہنے لگا۔

"اگر تم دونوں ماں بیٹی کی یہ مرضی ہے تو ٹھیک ہے۔ تم لوگ بیٹھو میں ذرا سلطان کے پاس جاتا ہوں۔"

اس کے ساتھ ہی وہاں سے جانے کے لئے ایاز بن سیف الدین جب اٹھا' ایک دم توزین حرکت میں آئی ایاز بن سیف الدین کا بازو پکڑ لیا' کہنے لگی۔

"اس حالت میں تو میں آپ کو نہیں جانے دوں گی۔ آپ میرے ساتھ آئیں پہلے لباس تبدیل کریں۔ اس کے بعد جائیں گے۔"

ایاز بن سیف الدین چپ چاپ توزین کے ساتھ ہو لیا۔ توزین نے اسے صاف ستھرا لباس پہننے کو دیا' جسے زیب تن کر کے وہ حویلی سے نکلا۔ توزین اس کے ساتھ تھی اور ایاز بن سیف الدین کے جانے کے بعد اس نے صدر دروازے کو اندر سے زنجیر لگائی' پھر دیوان خانے میں آ کر رفادہ کے پاس بیٹھ کر اس کا سر دبانے لگی تھی۔

............*

ایاز بن سیف الدین سلطان کی حویلی میں داخل ہوا۔ حویلی کے دروازے پر جو محافظ کھڑا تھا ایاز بن سیف الدین کو دیکھتے ہی کہنے لگا۔

"اس وقت سارے سالار سلطان کے پاس دیوان خانے میں بیٹھے ہیں اور آپ کا انتظار ہو رہا ہے۔"

اس پر ایاز بن سیف الدین نے دیوان خانے کا رخ کیا۔ اس وقت سلطان کے پاس سارے سالار بیٹھے ہوئے تھے۔ ایاز آگے بڑھ کر سلطان کے قریب جو خالی نشست تھی اس پر ہو بیٹھا۔ اس کے آنے کے بعد سلطان نے کچھ دیر تک اپنے سالاروں کا جائزہ لیا' پھر کہنے لگا۔

"تھوڑی دیر پہلے ہمارے مخبر یہ بری خبر لے کر آئے ہیں کہ محمد نے اصفہان شہر پر قبضہ کر لیا ہے۔ رے شہر کے نواح میں جو اس کے ساتھ ہماری جنگ ہوئی' جس میں اسے بدترین شکست کا سامنا کرنا پڑا۔ اس شکست کے بعد بظاہر وہ قزوین کی طرف بھاگا تھا' لیکن کچھ دور جا کر مڑ لیا اور اصفہان کا رخ کیا۔ ہم نے اس کا اس کے لشکریوں کا تعاقب اس لئے نہیں کیا تا کہ مسلمانوں کا قتل عام ہو گا۔ لہٰذا جب اس کے لشکریوں کو علم ہوا کہ محمد اصفہان کی طرف جا رہا ہے۔ ادھر ادھر بکھرے ہوئے سارے لشکری اس سے آن ملے اور مخبروں کا کہنا ہے کہ

اصفہان کی طرف جاتے ہوئے راستے میں بھی اس نے بہت سے لشکریوں اور جنگجوؤں کو اپنے لشکر میں شامل کرلیا۔ اصفہان پہنچ کر اس نے شہر کی فصیل کو اور زیادہ مضبوط مستحکم کیا اور اصفہان شہر کے بھی کچھ جنگجوؤں کو اپنے لشکر میں شامل کرلیا۔ اس طرح مخبروں کا کہنا ہے کہ محمد کے پاس ایک بہت بڑا اور جرار لشکر تیار ہوگیا ہے۔"

مؤرخین لکھتے ہیں کہ محمد نے اصفہان پہنچ کر سب سے پہلے شہر پناہ کی مرمت کروائی۔ شہر پناہ کے اردگرد گہری خندق کھدوائی' امراء لشکر کو شہر پناہ کی فصیلوں اور دروں پر متمکن کیا اور موقع موقع پر منجنیقیں نصب کیں۔ غرض ہر طرح سے محمد نے اصفہان کو برکیاروق کے حملوں سے بچانے کی غرض سے مضبوط اور مستحکم کرلیا تھا۔

............*

محمد ایک روز اپنے سالار اعلیٰ بکراج اور اپنے وزیر خطیر کے ساتھ فصیل کے استحکامات کا جائزہ لے رہا تھا اس لئے کہ مخبروں نے اسے بتا دیا تھا کہ سلطان برکیاروق اس سے نبٹنے کیلئے رے شہر سے کوچ کر چکا ہے اور بڑی تیزی' برق رفتاری کے ساتھ وہ اصفہان کا رخ کئے ہوئے ہے۔

شہر کی فصیل کے اوپر جگہ جگہ منجنیقیں نصب کر دی تھیں۔ برجوں کے اندر تیروں اور پتھروں کے ڈھیر لگا دیئے گئے تھے۔ برجوں کے اندر ان کے پیچھے ہمہ وقت لشکری مستعد رہنے لگے تھے۔ ایک برج کے پاس محمد رک گیا اور اس کی طرف دیکھتے ہوئے اس کا سپہ سالار بکراج اور وزیر خطیر بھی رک گئے۔

اس موقع پر محمد نے کچھ سوچا پھر باری باری بکراج اور خطیر کی طرف دیکھتے ہوئے کہنے لگا۔

"میں چاہتا ہوں کہ برکیاروق کے خلاف ایک معرکہ سر کریں۔ اس وقت جو ہمارے پاس لشکر ہے وہ ہمارے اس پہلے لشکر سے بھی کئی گنا بڑا ہے۔ جس کے ساتھ ہم رے شہر کے نواح میں برکیاروق سے ٹکرائے تھے۔ اگر ہم اصفہان شہر کے نواح میں برکیاروق سے ٹکرا کر اسے شکست دے دیں تو اس کے بڑے دوررس نتائج ہوں گے۔"

"اول یہ کہ اصفہان شہر کے لوگ ہمارے ممنون اور شکر گزار ہو جائیں گے کہ ہم نے ان کی حفاظت کا سامان کیا اور برکیاروق جو حملہ آور ہونے کے لئے آیا تھا اسے مار بھگایا! اس

طرح اصفہان ہمیشہ کے لئے ہمارا مطیع اور فرمانبردار ہوگا اور آنے والے دور میں اصفہان ہی کو اپنا مرکز بنا کر ہم ایک نئے سرے سے نئے علاقوں پر حکومت کریں گے۔"

"اس کا دوسرا فائدہ یہ ہوگا کہ ہمارے لشکریوں کے حوصلے بلند ہو جائیں گے۔ برکیاروق کے لشکریوں کے حوصلے پست ہوں گے۔"

"اور اس کا تیسرا فائدہ یہ ہوگا کہ جب اصفہان کے نواح میں ہم برکیاروق کو شکست دیں گے اور اصفہان کے لوگ ہم پر اعتماد اور بھروسہ کریں گے تو ان کی دیکھا دیکھی دوسرے بہت سے شہروں کے لوگ بھی ہم پر اعتماد اور بھروسہ کرنے لگیں گے۔ اس طرح بہت سے علاقے برکیاروق کے ہاتھوں سے نکل کر ہمارے پاس آ جائیں گے اور ہماری عملداری میں نہ صرف اضافہ ہوگا' بلکہ ہماری عسکری طاقت اور قوت بھی پہلے کی نسبت مضبوط اور مستحکم ہو جائے گی۔"

بکراج اور خطیر دونوں نے محمد کی اس تجویز سے اتفاق کیا تھا۔ اس کے بعد محمد نیچے اترا اور جو لشکر اس وقت شہر کے اندر محفوظ تھا اس کا جائزہ لیتے ہوئے اسے مختلف دستوں اور حصوں میں تقسیم کرنا شروع کر دیا تھا۔

............*

سلطان برکیاروق جب اپنے لشکر کے ساتھ اصفہان شہر کے نواح میں پہنچا تو محمد اپنے پورے لشکر کے ساتھ پہلے سے شہر پناہ کے بالکل قریب مقابلہ کرنے کے لئے تیار اور استوار تھا۔ محمد نے سلطان برکیاروق اور اس کے لشکر کی تھکاوٹ سے فائدہ اٹھانے کا تہیہ کرلیا۔ جوں ہی سلطان برکیاروق اس کے سامنے آ کر اپنے لشکر کا پڑاؤ کرنے لگا' جنگ کی ابتدا کرنے کے لئے محمد نے اپنے لشکر کی صفوں کو درست کرنا شروع کر دیا تھا۔

سلطان برکیاروق اس کے سالار بھی بڑی تیزی سے حرکت میں آئے۔ لشکر کو دو حصوں میں تقسیم کر دیا گیا۔ حسب سابق چند دستے اپنے پڑاؤ کی حفاظت کے لئے سرخاب بن کیخسرو کی کمانداری میں مقرر کیے گئے۔ لشکر کو دو حصوں میں تقسیم کرنے کے بعد اسی طرح سالار بھی دو حصوں میں تقسیم ہو گئے تھے۔ ایک حصے کی کمانداری سلطان نے اپنے پاس رکھی اور دوسرے کی کمانداری حسب سابق ایاز بن سیف الدین کو دی گئی تھی۔ اس طرح سلطان برکیاروق بھی محمد پر ضرب لگانے کے لئے تیار اور مستعد ہو گیا تھا۔

چنانچہ جنگ کی ابتداء محمد نے کی۔ اپنے پورے لشکر کو وہ مہیب طاغوتی طاقتوں کے ازلی

حسد اور نسلی تعصب کے افسوسناک باب کی طرح حرکت میں لیا۔ اس کے بعد وہ سلطان برکیاروق کے لشکر پر تخیل کی کھوکھلی اڑانوں میں فاقہ کشوں کی سیمابی کیفیت' خاموش آسمان تلے دائم خانہ بدوش بھیڑیوں' اونگتے آسمان تلے سوتی زمین پر دشت و دمن سے ٹکراتی منافقت کی رتوں کی طرح حملہ آور ہو گیا تھا۔

سلطان برکیاروق نے بھی اپنے کام کی ابتداء بڑے عجیب انداز میں کی۔ سب سے پہلے حسب معمول اس نے کائنات کی تقدیر بدل دینے والے مشعل بکف کروبیوں اور سر طلا سینا کسی زور سے آواز دینے اور پکارنے کے انداز میں تکبیریں بلند کیں' پھر وہ محمد کے لشکر پر زندگی کی اذیتوں میں اضافہ کرتی آتشی برسات کی قہرمانیت' ہر گھڑی سرخ برق کے کہواروں اور قہر بھرے طوفانوں کی شدت کی طرح ٹوٹ پڑا تھا۔

سلطان برکیاروق کے ساتھ ہی ساتھ ایاز بن سیف الدین بھی اپنے لشکر کو حرکت میں لایا اور سلطان ہی کے انداز میں اس نے بدنوں کو شکن شکن کرتے تشنگی کے ابلتے دل گرفتہ آوازوں میں چٹانوں کو پاش پاش کرتے' گرجتے ابر کی کڑکتی برق کے انداز تکبیریں بلند کیں۔ اس کے بعد وہ سلطان برکیاروق کے ساتھ ہی ساتھ محمد کے لشکر پر سوچوں پر قدغن' خیالوں پر پہرہ لگاتے بے روگ بگولوں' سرگرداں اور بے کراں اندھیروں میں مسافتوں کو بے جہت کرتے قضا کی دعوت دیتے پرشور عذابوں اور بحر و بر شہر و نگر میں بنتے مٹتے حبابوں کی تحریکوں' بڑے بڑے سرابی تصورات کی تباہ و برباد کر دینے والے موت کے سوداگروں کی ہنر مندی کی طرح حملہ آور ہو گیا تھا۔

اس طرح اصفہان شہر کی فصیل کے قریب دونوں لشکر جب آپس میں ٹکرائے تو رزم گاہ کے اندر کرب خیز ہولناکیوں کی آندھیاں' جرم جہل کے طوفان اٹھ کھڑے ہوئے تھے۔ ایسا لگتا تھا گویا بھڑکتے صحرا میں خودسر زہریلے بت شکن حوادث اٹھ کھڑے ہوں یا خونی تقاضے اور طلب آگ تھوکتے' دشت سے نکل کر ہر شے کا گھیراؤ کرنے لگے ہوں۔ محمد اور اس کے بڑے سالار بکراج اور لشکریوں نے اپنی طرف سے پوری کوشش کی کہ کسی نہ کسی طرح اصفہان شہر کے نواح میں سلطان برکیاروق کو شکست دینے میں کامیاب ہو جائیں' لیکن ان کا کوئی جتن کوئی حیلہ کامیاب نہیں ہو رہا تھا۔ وہ سلطان برکیاروق کو ایک قدم بھی پیچھے دھکیلنے میں کامیاب نہیں ہوئے تھے' بلکہ الٹا سلطان برکیاروق کا لشکر دباؤ ڈالتے ہوئے انہیں فصیل سے قریب

کرنے لگا تھا۔

ایسے میں جب سلطان برکیاروق کی طرف سے تکبیریں بلند ہوئیں تو پورے لشکریوں نے ایک بار بلند آواز میں تکبیریں بلند کیں جس سے اصفہان شہر کی فصیل تکبیروں کی ان بازگشتوں سے گونج اٹھی تھی۔ اس کے بعد جب سامنے کی طرف سے خود سلطان' اس کے سالاروں اور پہلو کی طرف سے ایاز بن سیف الدین نے اپنے حملوں میں شدت اور تیزی پیدا کی تب بڑی تیزی کے ساتھ محمد کے لشکر کی حالت ریزہ ریزہ ملبوسات' بت خانوں کی بجھی شموں' صنم خانوں کی اجاڑ شام' بے یقینی کے موسموں میں رہگزاروں کے مسافروں جیسی ہونا شروع ہو گئی تھی۔ یہاں تک کہ محمد نے شکست قبول کی اور اپنے لشکر کے ساتھ بھاگ کر اصفہان شہر میں محصور ہو گیا تھا۔

سلطان برکیاروق نے اصفہان کو فتح کرنے کے لئے لشکر کو فصیل پر چڑھنے کا حکم دیا' نہ کوئی کمند اور رسوں کی سیڑھیاں پھینکی گئیں' بلکہ اس نے ایک ہی چال چلی کہ بڑی سختی کے ساتھ اصفہان شہر کا محاصرہ کر لیا تھا۔ سلطان برکیاروق نہ کوئی شے اصفہان سے نکلنے دیتا تھا' نہ کوئی چیز اصفہان میں داخل ہونے دیتا تھا۔ اس طرح جہاں محاصرے میں سختی پیدا کی گئی' وہاں محاصرہ طول بھی پکڑنے لگا۔

دوسری طرف شہر میں محصور محمد اور اس کے سالاروں نے جب اندازہ لگایا کہ چند یوم کے اندر اصفہان شہر کے اندر خورد و نوش کی اشیاء کا قحط پڑنا شروع ہو جائے گا' تب وہ بڑے فکرمند ہوئے اور پھر ایک روز رات کے وقت محمد اپنے لشکر کو لے کر چپکے سے پشتی دروازے سے نکل کر رے شہر کی طرف بھاگ گیا۔ سلطان کے مخبروں نے اس کی اطلاع اسے کر دی تھی۔ لہٰذا مؤرخین کے بقول سلطان برکیاروق نے ایاز بن سیف الدین کو لشکر کے ایک حصے کے ساتھ محمد کا تعاقب کرنے کے لئے روانہ کر دیا تھا۔

اصفہان شہر کے محاصرے کے دوران سلطان برکیاروق کے وزیر عبدالجلیل کے ساتھ ایک حادثہ بھی پیش آیا۔ مؤرخین لکھتے ہیں کہ جس وقت محاصرہ جاری تھا سلطان کا وزیر عبدالجلیل ایک نوجوان باطنی کے ہاتھوں قتل ہو گیا۔ عبدالجلیل اپنے خیمے سے نکل کر سلطان کے خیمے کی طرف جا رہا تھا کہ فرقہ باطنیہ کا ایک نوجوان لڑکا سامنے آ گیا اور نیزہ دے مارا' اس سے وزیر سلطنت جاں بحق ہو گیا۔ مؤرخین یہ بھی لکھتے ہیں کہ وزیر سلطنت نہایت کریم'

خوش خلق اور انتہائی سخی تھا۔ اس زمانے میں عہدہ وزارت سے سرفراز کیا تھا۔ جس وقت نظام شاہی میں خلل واقع ہو گیا تھا اور مالی حالت کمزور ہو گئی تھی۔ اس وجہ سے اس نے لوگوں سے جبر و تشدد سے رقوم وصول کرنا شروع کیں‘ جس سے لوگوں میں نفرت اور کشیدگی پیدا ہو گئی۔ اس کے قتل کے بعد اس کے غلام کو بھی کسی نے اپنے آقا کے خون کے عوض قتل کر ڈالا۔ اس لئے کہ یہ غلام تحصیل ٹیکس پر مامور تھا۔

اس محاصرے کے دوران محمد کے ساتھ بھی ایک حادثہ پیش آیا اور وہ یہ کہ سلطان محمد کا ایک وزیر تھا‘ نام جس کا خطیر تھا۔ جس وقت سلطان برکیاروق نے اصفہان شہر کا محاصرہ کر رکھا تھا محمد کا یہ وزیر نام جس کا خطیر تھا شہر پناہ کے کسی دروازے کی حفاظت پر متعین اور مامور تھا۔ مؤرخین لکھتے ہیں کہ محاصرے کی درازی سے جب تنگ دستی رونما ہوئی‘ محمد نے اپنے سالار نیال بن انوشتگین کو خطیر کے پاس بھیجا اور اپنے لشکر کی تنخواہ ادا کرنے کے لئے رقوم طلب کی۔ خطیر یہ رقم ادا نہ کر سکا بلکہ رات کے وقت دروازہ شہر پناہ سے نکل کر ایک اور قریبی قلعے کی طرف چلا گیا اور وہاں قلعہ نشین اور محصور ہو گیا۔

سلطان برکیاروق کے اصفہان کے محاصرے سے متعلق مؤرخین لکھتے ہیں سلطان برکیاروق نے پندرہ ہزار کے لشکر کی جمعیت سے اصفہان پر حملہ کیا۔ مدت دراز تک محاصرہ جاری رہنے کی وجہ سے اصفہان کا غلہ ختم ہو گیا۔ محمد کی مالی حالت خراب ہوئی۔ رؤسا شہر سے کئی مرتبہ مصارف جنگ اور لشکر کے لئے قرض لیا‘ لیکن جب قرض ملنا ہی بند ہو گیا اور محاصرے کی وہی کیفیت رہی تو بادل نخواستہ اصفہان کو خیر آباد کہہ کر رات کے وقت شہر سے نکل کر بھاگ گیا۔

ساتھ ہی مؤرخین یہ بھی نشاندہی کرتے ہیں کہ اب سلطان برکیاروق کے سامنے دو کام تھے۔ پہلا یہ کہ شہر سے بھاگنے والے محمد کا تعاقب کیا جائے اور اس کے تعاقب میں بقول مؤرخین سلطان برکیاروق نے امیر ایاز بن سیف الدین کو روانہ کر دیا تھا اور دوسرا معاملہ جس سے برکیاروق نے نمٹنا تھا‘ وہ محمد کے وزیر خطیر کا تھا‘ جو محمد کے بھاگنے سے پہلے ہی اصفہان شہر سے نکل کر ایک قریب قلعہ میں جا کر قلعہ نشین اور محصور ہو گیا تھا۔

چنانچہ سلطان برکیاروق کو جب خبر ہوئی کہ محمد سے پہلے ہی خطیر بھاگ چکا ہے‘ تب محمد کے تعاقب میں تو سلطان ایاز کو روانہ کر چکا تھا۔ خطیر کے بھاگنے کی خبر اسے بعد میں ملی۔ لہذا

اپنے تیز رفتار قاصد سلطان نے ایاز بن سیف الدین کی طرف روانہ کئے اور اس کے لئے یہ حکم جاری کیا کہ محمد کے تعاقب سے نبٹنے کے بعد وہ اس قلعہ کا رخ کرے‘ جس میں خطیر نے جا کر پناہ لی تھی اور خطیر کو بھی اپنے سامنے زیر اور مطیع کرے۔

اس کے بعد سلطان نے اصفہان شہر سے باہر ہی پڑاؤ کئے رکھا۔ وہ شہر فتح کر چکا تھا‘ لیکن سلطان شہر میں داخل نہیں ہوا۔ اس لئے کہ شہر میں پہلے ہی قحط کا سماں تھا لہٰذا سلطان ان حالات میں اہل شہر پر مزید بوجھ نہیں ڈالنا چاہتا تھا اور اصفہان شہر کے لوگوں کو جب خبر ہوئی کہ سلطان برکیاروق نے شہر تو فتح کر لیا ہے‘ لیکن لوگوں کی بہتری اور بھلائی کے لئے اپنے لشکر کو لے کر شہر میں داخل نہیں ہوا‘ تب انہوں نے بھی سلطان برکیاروق کا شکریہ ادا کیا۔ اس طرح سلطان اصفہان شہر کے نواح میں ہی رہتے ہوئے امیر ایاز بن سیف الدین کی واپسی کا انتظار کرنے لگا تھا۔

............*

دوسری طرف ایاز بن سیف الدین نے بھاگتے محمد اور اس کے لشکریوں کو جا لیا تھا۔ محمد نے جب دیکھا کہ اس کا تعاقب شروع ہو گیا ہے اور تعاقب کرنے والا بھی امیر ایاز بن سیف الدین ہے‘ تب وہ بھڑک اٹھا۔ ایاز بن سیف الدین جب اس کے لشکر کے قریب گیا‘ تب محمد اپنے لشکر کے ساتھ گرم ہواؤں کو ادھیڑتی سلگتی خوفناک دوپہر‘ زمیں کو روندتے ذروں کو پامال کرتی تند آندھیوں کے دمسازوں کی طرح پلٹا‘ پھر وہ ایاز بن سیف الدین کے لشکر پر تپتے صحراؤں کی تشنگیوں میں کالے قہر کی صورت بے مہابا پانیوں میں کرستہ جذبوں کی جھاگ اڑاتی برق گراتی کالی آندھیوں‘ دہکتی آگ کی چنگاریوں‘ موسموں کی سختیوں‘ تشنہ جراحتوں کی طرح حملہ آور ہو گیا تھا۔

دوسری طرف اپنے معمول کے مطابق ایاز بن سیف الدین نے وقت کے زنداں میں لہو انگارہ کرتی تپتی صدیوں کی خوفناک آوازوں اور اذیت و ظلم کو ڈستی صداؤں کی طرح تکبیریں بلند کیں‘ پھر وہ بھی محمد کے لشکر پر لامحدود پیاسے صحرا میں آندھیوں کی فتنہ گری کھڑی کرتے برق و شرر کے بے امان رقص‘ موت و مرگ کی وادیوں میں پرت در پرت خونی لکیریں بناتی ارادوں کی اتھاہ سنگینوں‘ ہست کو نابود کرتی درندگیوں‘ بین کرتی خون آشامیوں‘ غیض و غضب کے نہاں لمحوں کی طرح حملہ آور ہو گیا تھا۔

اس طرح سہمی سہمی فضاؤں میں موت کی منڈی قضا کا میلہ لگ گیا تھا۔ رشتوں کی زنجیریں کٹنے لگی تھی۔ نفرت کی آگ بربادی کے بھنور اپنا رنگ دکھانے لگی تھی۔

ٹکراؤ میں بقول مؤرخین امیر ایاز سیف الدین نے محمد کو بدترین شکست دی۔ محمد کے کچھ لشکری بھاگ گئے' کچھ کو گرفتار کر لیا گیا اور محمد خود بھی گرفتار ہو گیا تھا۔

اس کے بعد محمد کو ایاز بن سیف الدین کے سامنے پیش کیا گیا۔ سیف الدین کچھ دیر تک بغور اس کا جائزہ لیتا رہا' پھر غصے اور غضب میں اسے مخاطب کر کے کہنے لگا۔

"سن محمد بن ملک شاہ ذرا اپنی حالت سے اپنی کارکردگی کا بغور جائزہ لے تمہیں احساس ہو گا کہ کبھی دھیمے دھیمے سلگتی چاندنی دلوں کے داغ بن جاتی ہے۔ لہجے کی شبنم غم دہر کی ویرانیوں اور خوشبو کی جستجو حبس سوچوں میں بدل جاتی ہے۔ ستاروں کے ترانے زرد پتوں کی داستانوں' بہاروں کے افسانے اداس صوت و آہنگ' نظاروں کے خزانے شکستہ دل صداؤں میں بدل جاتے ہیں۔"

ایاز بن سیف الدین یہیں تک کہنے پایا تھا کہ کھولتے لہجے میں اسے مخاطب کر کے محمد کہنے لگا۔

"اپنی حدود میں رہ کر گفتگو کرو' اپنی زبان کو اپنے حلق میں محصور رکھو' تمہیں احساس ہونا چاہئے کہ تم کس سے گفتگو کر رہے ہو۔"

جواب میں کھا جانے والے انداز میں ایاز بن سیف الدین نے محمد کی طرف دیکھا۔ ایک جھٹکے کے ساتھ اپنی تلوار بے نیام کی' پھر محمد کو مخاطب کر کے کہنے لگا۔

"سن بدبخت انساں! تو اس وقت میرے سامنے دکھوں کا کنواں' جہل مرکب کا تنور بنا کر کھڑا ہے۔ میں اگر چاہوں تو موت کو تمہارا اثاثہ بنا سکتا ہوں۔ کوئی مجھے روک نہیں سکتا۔ میرے سامنے اس وقت تو گناہ کی چادر اجالوں کا قاتل ہے۔ جب چاہوں میں تیرے دل کی دہلیز پر غم کی کلید کے قفل لگا دوں۔ تم تشنہ دین مسافر ہو' کردار سے گرے ہوئے ایسے انساں ہو جسے میں اپنی تلوار کے ایک ہی وار سے ختم کر دوں تو کوئی مجھ سے باز پرس کرنے والا نہیں۔ تمہارے تعاقب میں سلطان برکیاروق نے مجھے اس لئے تو نہیں روانہ کیا تھا کہ تمہیں گرفتار کر کے تمہیں عزت اور توقیر دوں' بلکہ اس لئے بھیجا تھا کہ تیرے لشکریوں کے ساتھ ساتھ میں تیری بھی گردن کاٹ کر رکھوں تا کہ آنے والے دور میں مسلمانوں کے اندر ایک اتفاق اور یکجہتی

ہو۔ تو وہ بدبخت شیطان نما انسان ہے جس کی وجہ سے اب تک سلطان برکیاروق صرف بغاوتوں اور سرکشی کی لہروں سے نمٹ رہا ہے اور اسے ملک دشمن صلیبیوں سے نمٹنے کا موقع ہی نہیں ملا۔ جس کا نتیجہ یہ نکلا ہے یورپ کے صلیبی مسلمانوں کے مختلف شہروں پر قبضہ کر کے ان پر چھا گئے ہیں۔ یہ سب تمہاری وجہ سے ہے۔"

"سن غیر ذمہ دار نساں! تیری بغاوتوں اور بار بار کی سرکشی نے مسلمانوں کو اندھیروں میں دھکیل دیا ہے۔ تیری وجہ سے بیت المقدس مسلمانوں کے ہاتھ سے نکل گیا۔ انطاکیہ جاتا رہا اور وہاں پر یورپ کے صلیبیوں کا قبضہ ہو گیا۔ اس کے علاوہ اور بہت سے شہر ان کی گرفت میں چلے گئے اور پھر یہ کہ ان ابتر حالات کی وجہ سے سلطان بھی ان کی یلغار سے متاثر ہوئے بغیر نہ رہا اور یہ سب کچھ تیری وجہ سے ہیں۔ آج تو مجھے کہتا ہے کہ میں اپنی زبان کو' اپنی حلقوم کے اندر محدود رکھوں۔ میں نے تجھ پر فتح پائی ہے' تمہیں شکست دی ہے اور تمہاری حیثیت اس وقت میرے سامنے ایک قیدی اور اسیر کی سی ہے۔ تمہارے متعلق فیصلہ کرنا بھی میرا کام ہے۔ میں اگر تیری گردن کاٹتا ہوں۔ پیچھے مڑ کر دیکھو کوئی ہے جو میرے اس فعل پر تیری پشت پناہی کرے یا اعتراض کھڑا کرے۔"

ایاز بن سیف الدین کی غیض وغضب سے بھری ہوئی گفتگو پر محمد خوف زدہ ہو گیا تھا۔ اسے خدشہ ہو گیا تھا کہ کہیں غصے میں آ کر ایاز بن سیف الدین اس کی گردن نہ کاٹ دے۔ کچھ دیر خاموشی رہی۔ اس دوران ایاز بن سیف الدین نے اپنے آپ کو سنبھالا دیا' یہاں تک کہ وہ محمد کو مخاطب کر کے کہنے لگا۔

"میں تمہیں رہا کرتا ہوں۔ جانے کی اجازت دیتا ہوں۔ یہ بھی یاد رکھنا کہ ایسا میں اس لئے نہیں کر رہا کہ میں تم سے خوف زدہ ہوں۔ نہیں بلکہ میں تمہیں سلطان برکیاروق کے بھائی اور عالم اسلام کے عظیم سلطان اور عظیم سلطان الپ ارسلان کے پوتے اور سلطان ملک شاہ سلجوقی کے بیٹے کی حیثیت سے جانے دے رہا ہوں۔ اب تم اپنے لشکریوں کو لے کر جہاں چاہے جا سکتے ہو۔"

محمد پیچھے ہٹا' ایاز بن سیف الدین کا شکریہ ادا نہیں کیا بلکہ جن گرفتار ہونے والے لشکریوں کو ایاز بن سیف الدین نے رہا کیا تھا انہیں لے کر وہ وہاں سے کوچ کر گیا تھا۔

............*

دوسری جانب رے شہر میں رفادہ کا بخار بری طرح بگڑ گیا تھا۔ بروزہ نے بہترین انداز میں اس کی دیکھ بھال کی تھی۔ علاج بھی کروایا تھا' لیکن کوئی افاقہ نہ ہوا تھا۔ دن بہ دن اس کی حالت خراب ہوتی رہی۔ بخار نے اسے لاغر کر دیا۔ یہاں تک کہ وہ حرکت کرنے کے قابل بھی نہ رہی تھی۔ ایک روز رے شہر میں اپنی حویلی کے اس کمرے میں بروزہ رفادہ کو لئے بیٹھی تھی' جو کمرہ رفادہ اور توزین کی کبھی خواب گاہ کے طور پر استعمال ہوتا تھا۔ بروزہ پریشان تھی۔ اس لئے کہ اس روز رفادہ کی حالت بہت بگڑ گئی تھی۔ وہ چپ چاپ بے سدھ پڑی تھی۔ کافی دیر سے اس کی آنکھیں بند تھیں۔ حرکت بھی نہیں کر رہی تھیں۔ بروزہ اپنی جگہ سے اٹھی' ایک برتن میں پانی لے کر آئی۔ اس نے اپنے ہاتھ دھوئے اور گیلے ہاتھ اس نے بڑے پیارے رفادہ کے منہ پر پھیرے۔ بڑی مشکل سے آہستہ آہستہ رفادہ نے اپنی آنکھیں کھولیں۔ تکلیف کا مظاہرہ کرتے ہوئے گردن گھما کر بروزہ کی طرف دیکھا' پھر دکھ بھرے انداز میں کہنے لگی۔

"خالہ میری زندگی کی کہانی' میری زیست کی داستان ختم ہو رہی ہے۔ میری بدقسمتی ہے کہ میں اپنے شوہر اور اپنی بہن سے بہت دور زندگی کی آخری گھڑیوں کے ساتھ برسر پیکار ہوں۔"

رفادہ کے ان الفاظ پر بروزہ رو دی تھی۔ اس کے منہ پر ہاتھ رکھ دیا۔ روتی آواز میں کہنے لگی۔

"میری بچی ایسی گفتگو نہ کرو۔"

یہاں تک کہ اس کے منہ سے ہاتھ ہٹاتے ہوئے بروزہ اپنی آنکھیں خشک کرنے لگی۔ رفادہ کی پھر مدھم اور دھیمی مرتی آواز سنائی دی۔

"خالہ میں دیکھتی ہوں خواب ریزوں کی ضیاء میں جھومتے نجوم کی روشنی ختم ہوتی جا رہی ہے۔ چاروں طرف گوشتہ گیروں کی مناجات وادیوں کے ویران مناظر جیسی اداسی ہے۔ لامحدود ان دیکھی مسافتوں پر موت کے گہرے پھندے کسے جا رہے ہیں۔ بے سود جستجو' بے خواب تعبیریں فضاؤں کے سیل میں رواں ہیں۔ وقت ان سب کو لئے طلسمی جزیروں کی طرف بھاگا جا رہا تھا۔"

یہاں تک کہنے کے بعد لمحہ بھر کے لئے رفادہ خاموش ہوئی' پھر اس کی آواز آئی تھی۔

"خزاں رتوں کی اداس راہوں پر پریشان منزلیں دھندلانے لگی ہے۔ تقویم و تقدیر کی الجھنوں میں غموں کی شاخوں کے خشک پتے تیزی سے گرتے جا رہے ہیں۔ کوئی نہیں جانتا کہاں ساحل' کہاں بھنور' کہاں بیرام' کہاں مداوائے غم' کہاں زیست کے سمندر میں درد کا درماں' دل کا قرار ہے۔ اداس رتوں کے دکھ میں ہونٹوں کی شبنم ندامت کے آنسو آنکھوں کی جوت اپنے اخیری سفر کو رواں ہیں۔"

تھوڑی دیر رفادہ رکی' پھر پہلے سے بھی زیادہ دھیمے لہجہ اور کرب خیز آواز میں اس کی آواز سنائی دی۔

"اجالوں کا ضمیر قضا کے سفر پر روانہ ہو چکا ہے۔ ظلمتوں کے سیل میں موت کے پیغام دستک دینے لگے ہیں۔ وقت کے پیاسے صحرا میں محبوب و پوشیدہ قوتیں فطرت کی گہرائیوں میں مشیت کے اٹل فرماں جاری کرنے لگی ہیں۔ زیست کے شوریدہ دشت رفتگان کی یادوں میں تبدیلی ہو رہی ہے۔ بیداری و خواب سایہ صوت' سکھ اور دکھ روشنی اور تاریکی جلتی تقدیر کے آگے جھکنے لگے ہیں۔"

یہاں تک کہنے کے بعد رفادہ کی آواز ڈوب گئی تھی۔ بروزہ پریشاں ہوگئی تھی۔ اسے ہلا ہلا کر دیکھا' وہاں کچھ بھی نہ تھا۔ رفادہ تو ہمیشہ کے لئے دائمی سفر کی طرف کوچ کر چکی تھی۔ یہ صورت حال بروزہ کے لئے ناقابل برداشت تھی۔ بیچاری بین کرتی ہوئی اونچی اونچی آوازوں میں رونے لگی تھی۔ ساتھ ہی کبھی رفادہ کی پیشانی' کبھی اس کے گال چومتی اس سے لپٹتی پر رفادہ تو جا چکی تھی۔

تھوڑی دیر بعد حویلی کے دروازے پر دستک ہوئی۔ روتی ہوئی بروزہ اٹھی۔ آہستہ آہستہ بین کرتی ہوئی حویلی کے صدر دروازے کی طرف جا رہی تھی' اس نے دروازہ کھولا تو درواز ے

پر سلطان برکیاروق کی حویلی کے محافظوں میں سے دو کھڑے تھے۔ بروزہ کی یہ حالت دیکھتے ہوئے وہ بیچارے لرز' کانپ گئے۔ پھر ان میں سے ایک بروزہ کو مخاطب کر کے کہنے لگا۔

"اماں کیا بات ہے؟ تم رو رہی ہو۔ رفادہ کی طبیعت کیسی ہے۔ ہماری بہن ٹھیک تو ہے۔"

ہمدردی کے ان الفاظ پر بروزہ پوری طرح پھٹ پڑی اور دھاڑیں مار کر رونے لگی تھی۔ اس کی یہ حالت دونوں محافظوں کے لئے ناقابل برداشت تھی۔ حویلی میں داخل ہوئے' دروازے کو بند کیا اور بروزہ کو لے کر جب وہ اس کمرے میں داخل ہوئے جس میں رفادہ کی لاش پڑی تھی' تب بروزہ سسکتی آواز میں کہنے لگی۔

"رفادہ اب یہاں نہیں ہے۔ وہ ہمیشہ کے لئے ہم سے جدا ہو چکی ہے۔"

اس پر دونوں محافظ بھی بیچارے رو دیئے تھے۔ کچھ دیر ایسا ہی سماں رہا' پھر بروزہ نے اپنے آپ کو سنبھالا۔ دونوں محافظ وہاں بیٹھ گئے تھے۔ بروزہ کو بھی وہاں بٹھایا اور ان میں سے ایک بولا اور بروزہ کو مخاطب کر کے کہنے لگا۔

"اماں جو ہونا تھا وہ ہو چکا۔ تم جانتی ہو یہ معاملہ نہ ہمارے بس میں ہے' نہ تمہارے بس میں۔ اب ہمیں حکم دو کہ ہمیں کیا کرنا ہے۔ کیا رفادہ کی لاش تم کہیں لے جانا چاہتی ہو۔ اگر نہیں تو پھر ہم یہیں تدفین کا اہتمام کریں گے۔"

جواب میں بروزہ کچھ دیر تک روتی رہی' پھر دکھی سے لہجہ میں کہنے لگی۔

"میں اس کی لاش کو لے کے کہاں جاؤں گی۔ ایاز اور توزین نہ جانے کہاں ہوں گے اور یہاں سے اصفہان کی طرف گئے تھے۔ محمد سے مقابلہ تھا۔ اس سے ٹکراؤ کے بعد وہ دونوں نہ جانے کہاں کہاں اپنے کام میں سرگرداں ہوں گے۔ میرے بچو! میں چاہتی ہوں رفادہ کو یہیں دفن کر دیا جائے۔ یہی ایاز بن سیف الدین کی حویلی ہے' کبھی امن ہوا حالات درست ہوئے تو شاید اسی حویلی میں ہم قیام کریں۔"

بروزہ کی اس گفتگو' اس تجویز سے ان دونوں محافظوں نے اتفاق کیا تھا۔ پھر وہ اٹھ کر باہر نکل گئے اور رفادہ کی تجہیز و تکفین کا سامان کرنے لگے۔ اسی روز عصر اور مغرب کے درمیان رفادہ کو رے شہر کے قبرستان میں دفن کر دیا گیا تھا۔

............*

محمد سے نمٹنے کے بعد ایاز بن سیف الدین اس قلعے کی طرف بڑھا تھا' جس قلعہ کے اندر محمد کے وزیر خطیر نے پناہ لے رکھی تھی۔ وہاں وہ قلعہ بند ہو گیا تھا۔ اس قلعہ کے قریب ایاز بن سیف الدین جب پہنچا اور قلعہ کا وہ جائزہ لے رہا تھا' تب قلعہ کے اندر کے لوگوں کو بھی پتہ چل گیا کہ خطیر سے نمٹنے کے لئے سلطان برکیاروق کا نامور سالار ایاز بن سیف الدین ایک لشکر کے ساتھ یہاں پہنچ چکا ہے۔ یہ خبر آنے کے بعد قلعہ میں جو پہلے سے محافظ تھے انہوں نے کسی ردعمل کا اظہار نہیں کیا اور ایاز بن سیف الدین کے سامنے انہوں نے شہر پناہ کے دروازے کھول دیئے تھے۔ اس طرح بغیر کسی مزاحمت اور ٹکراؤ کے ایاز بن سیف الدین اپنے لشکر کے ساتھ قلعے میں داخل ہوا۔ لوگوں نے شاندار انداز میں ایاز بن سیف الدین کا استقبال کیا۔ جس وقت ایاز بن سیف الدین اعلان کروا رہا تھا کہ قلعے کے اندر ہر کوئی محفوظ ہوگا۔ کسی سے کوئی تعرض نہیں کیا جائے گا۔ اسی وقت ایک طرف سے محمد کا وزیر خطیر اپنے کچھ ساتھیوں کے ساتھ ایاز الدین کی طرف آتا دکھائی دیا۔ اس حالت میں کہ اس کے ہاتھ میں سفید علم تھا۔

تیز تیز قدم اٹھاتا ہوا وہ ایاز بن سیف الدین کے پاس آیا۔ قریب آ کر رکا۔ ہاتھ میں پکڑا ہوا علم اس نے زمین میں گاڑا۔ کمر پر اس نے جو سرخ رنگ کی خنجر اور تلوار کی پیٹی باندھ رکھی تھی وہ کھولی اور اسے اس نے ایاز بن سیف الدین کے پاؤں میں ڈال دیا تھا۔ پھر بڑی لجاجت اور نرمی میں کہنے لگا۔

"امیر ایاز بن سیف الدین آپ جانتے ہیں کہ میں اس سے پہلے محمد کا وزیر تھا۔ اس کے وزیر کی حیثیت سے بھی میں نے آج تک نہ سلطان برکیاروق کے خلاف کوئی بات کی' نہ سلطان کی مخالفت کی اور میرے اس رویے کا گلہ محمد کو بھی تھا۔ محمد سے میرے اختلافات تھے۔ میں تو خود سلطان کے اندر اتفاق و تعاون اور یکجہتی چاہتا تھا۔ محمد اس کے حق میں نہیں تھا لہٰذا میں محمد کو چھوڑ بھاگا اور یہاں آ کر قلعہ بند ہو گیا۔ میں نے ایسا سلطان برکیاروق کے خوف سے نہیں کیا۔ ایسا میں نے محمد کے خوف سے کیا ہے۔ اس لئے کہ میں جانتا تھا کہ جب میں اس کی مخالفت کروں گا وہ مجھے اپنے راستے کا پتھر سمجھ کر ہٹا دے گا۔"

"امیر ایاز بن سیف الدین میں نے اپنی زندگی میں کبھی کسی کے چہرے کی ضیاء نہیں چھینی' کسی کے لئے قصہ الم اور گریہ شبنم نہیں بنا' کسی کی ہزیمت کی دھند پر خوش نہیں ہوا۔ زندگی

کے فیصلوں کی ساری عبارتیں ہیبت ناکی اور اذیت رسانی سے دور رکھیں۔ کسی کے جسم جان کو کرب میں مبتلا نہیں کیا۔ کسی کے حقوق پر کمند نہیں ڈالی۔ تہذیب کے دل میں میں نے ہمیشہ وحشت پرستی پر لفظ انسانیت کو ترجیح دی۔ غیر کی دریوزہ گری سے منہ موڑ کے رکھا اور اپنے رب کی طرف ہمیشہ رجوع کیا۔ اس کے سامنے ہی قیام و قیود کا پابند رہا ہوں۔ اگر آپ یہ سمجھتے ہیں کہ میرا قصور اتنا بڑا ہے کہ مجھے سزا ملنی چاہئے تو میں مزاحمت نہیں کروں گا۔ سزا کے آگے سر خم کروں گا۔ اگر میرا یہ جرم ہے کہ میں محمد کا وزیر رہا ہوں تو پھر مجھ سے یقیناً یہ جرم ہوا ہے اور اس کی سزا بھگتنے کے لئے تیار ہوں۔"

جب تک خطیر بولتا رہا ایاز بن سیف الدین ہلکی ہلکی مسکراہٹ میں اس کی طرف دیکھتا رہا۔ پھر بڑے نرم لہجے میں ایاز بن سیف الدین خطیر کو مخاطب کر کے کہنے لگا۔

"سنو خطیر! میں سلطان برکیاروق کا سپہ سالار ضرور ہوں' لیکن میں نے کبھی ناحق انسانیت کے گھروندوں کو مسمار نہیں کیا اور نہ ہی میں بے ضمیری کی خونی لہریں پھیلانے والا شخص ہوں۔ میں تم پر یہ بھی واضح کر دوں کہ میں تمہیں چھوڑنے یا سزا دینے کا مجاز نہیں ہوں۔ میرے پاؤں میں جو تو نے اپنی تلوار اور خنجر کی پیٹی پھینکی ہے اور اطاعت کا اظہار کیا اس کے لئے میں تمہارا شکر گزار ہوں' لیکن میں تم سے التماس کرتا ہوں کہ اپنی پیٹی اٹھا کر اپنی کمر پر باندھو اور اپنے رفیقوں کے ساتھ میرے ہمراہ سلطان برکیاروق کے پاس جانے کے لئے تیار ہو جاؤ۔"

خطیر نے اس سے اتفاق کیا تھا۔ لہٰذا ایاز بن سیف الدین نے وہاں زیادہ قیام نہیں کیا تھا۔ خطیر اور اس کے ساتھیوں کو لے کر وہ اپنے لشکر کے ساتھ اصفہان کی طرف کوچ کر گیا تھا۔

خطیر ایک اچھا انسان تھا۔ چنانچہ ایاز بن سیف الدین اسے لے کر اصفہان پہنچا۔ سلطان برکیاروق نے جہاں ایاز بن سیف الدین کی کارگزاری کی تعریف کی' خطیر کا بھی استقبال کیا۔ پھر اپنے دیگر سالاروں کے ساتھ خطیر اور ایاز بن سیف الدین کو لے کر سلطان برکیاروق اپنے خیمے میں داخل ہوا تھا۔

جب نشستوں پر بیٹھ گئے تب گفتگو کا آغاز ایاز بن سیف الدین نے کیا اور سلطان برکیاروق کو مخاطب کر کے کہنے لگا۔

"سلطان محترم میں نے زندگی میں پہلی بار ایک بہت بڑا فیصلہ کیا اور آپ کی مشاورت کے بغیر کیا ہے۔ ہو سکتا ہے اس میں آپ میری رائے سے رضامند نہ ہوں' لیکن میں نے اس نے وہی کیا جو بہتر سمجھا' مجھے امید ہے کہ آپ......"

یہاں تک کہتے کہتے ایاز بن سیف الدین کو رک جانا پڑا۔ اس لئے کہ سلطان اس کی طرف دیکھتے ہوئے مسکرایا اور کہنے لگا۔

"ایاز میرے بھائی تمہارے متعلق مجھے خبریں مخبر پہنچا چکے ہیں۔ جس بات کی طرف تم اشارہ کر رہے ہو اگر وہ یہ ہے کہ تم نے مجھ سے پوچھے بغیر محمد کو رہا کر دیا ہے تو یوں جانو اس میں میری رضامندی شامل ہے۔ سب سے پہلے میں تمہارا انتہا درجہ کا ممنون اور شکر گزار ہوں کہ محمد کا تعاقب کر کے تم نے ایک بار پھر اسے شکست سے دوچار کیا اور محمد کو گرفتار کیا اور پھر اسے اپنے سامنے پیش کرنے کا حکم دیا۔ میں سمجھتا ہوں یہی محمد کے لئے بڑی بے عزتی اور شرمندگی کا معاملہ ہے اور میرے خیال میں آئندہ اسے اس موضوع پر سوچنا چاہئے اور اس خانہ جنگی سے باز رہنا چاہئے۔" یہاں تک کہنے کے بعد سلطان برکیاروق رکا' پھر اپنی بات کو آگے بڑھاتا ہوا کہنے لگا۔

"سیف الدین کے بیٹے تمہاری طرف سے میرے لئے خلوص اور وفا کا یہی سب سے بڑا معاملہ ہے کہ تم نے محمد کا تعاقب کر کے اسے شکست دی اور اسے گرفتار کیا او ثابت کیا کہ وہ میرے ایک سالار کا مقابلہ کرنے کے قابل نہیں ہے۔ (مؤرخین اس بات کی تصدیق کرتے ہیں اور وضاحت کے ساتھ لکھتے ہیں کہ محمد جب رات کی تاریکی میں اصفہان سے بھاگا تھا تو سلطان برکیاروق نے ایاز بن سیف الدین کو اس کے تعاقب میں روانہ کیا تھا اور ایاز بن سیف الدین نے حملہ آور ہو کر محمد کو گرفتار کیا تھا۔)

سلطان برکیاروق کچھ دیر رکا' سوچتا رہا۔ دوبارہ اس نے ایاز بن سیف الدین کو مخاطب کیا۔

"دیکھو میں جانتا ہوں تمہارا ہر کام' تمہارا ہر فعل میری بہتری اور بھلائی کے لئے ہوتا ہے۔ لہٰذا اس موضوع پر کبھی مت سوچنا کہ تم نے مجھ سے پوچھے بغیر محمد کو رہا کر دیا۔ تمہارا فیصلہ یوں جانو میرا فیصلہ ہے۔ رہی بات خطیر کی تو میں اسے بھی مجرم خیال نہیں کرتا۔ یہ ایک ذہین اور قابل شخص ہے۔ محمد نے کیونکہ اسے اپنا وزیر مقرر کیا تھا لہٰذا وزیر کی حیثیت سے اس

نے بڑے احسن طریقے سے اپنا کام سرانجام دیا۔ اب جبکہ یہ گرفتار ہو کر ہمارے پاس آیا ہے تو ہم اس کی عزت افزائی کریں گے۔"

یہاں تک کہنے کے بعد برکیاروق رکا اور پھر خطیر کی طرف دیکھتے ہوئے کہنے لگا۔

"خطیر میرا وزیر عبدالجلیل اصفہان شہر کے محاصرے کے دوران ہلاک ہو چکا ہے لہٰذا میں آج سے تمہیں اپنا وزیر مقرر کرتا ہوں۔" مؤرخین اس کی تصدیق کرتے ہیں کہ سلطان برکیاروق نے محمد کے سابق وزیر خطیر کو اپنا وزیر مقرر کیا تھا۔

یہاں تک کہنے کے بعد برکیاروق رکا۔ اس کے بعد وہ ایاز بن سیف الدین کی طرف دیکھتے ہوئے کہنے لگا۔

"ایاز میرے بھائی میں زیادہ دن اصفہان شہر میں رکنے کے لئے بالکل تیار نہیں ہوں۔ ... کے محاصرے کے دوران شہر کے اندر اناج اور ضروریات کی دیگر چیزوں کا قحط پڑ چکا ہے۔ میں نے اپنے مختلف مخبروں کو تمہارے جانے کے بعد اصفہان شہر کے نواحی علاقوں کی طرف بھیجا اور وہاں کے لوگوں کو ترغیب دی تھی کہ اصفہان میں کیونکہ کھانے پینے کی اشیاء کی قلت ہو رہی ہے لہٰذا وہ یہی چیزیں اصفہان شہر پہنچائیں اور مجھے امید ہے چند روز تک یہ قلت اور قحط کی حالت ... ہو جائے گی۔ میں یہاں سے فی الفور کوچ کرنا چاہتا ہوں اور چاہتا ہوں کہ ہمدان کا رخ کروں تاکہ اصفہان کے لوگ بغیر کسی خوف و خطر کے اپنی چیزیں باہر سے منگوا کر شہر کے اندر قحط ... حالت کو ختم کر لیں۔ تم چونکہ دو مہموں سے فارغ ہو کر آئے ہو تھکے ہارے ہو لہٰذا آج کی رات بالکل آرام کرو۔ ظہر کی نماز کے بعد لشکر یہاں سے ہمدان کی طرف کوچ کرے گا۔"

ایاز بن سیف الدین اور دوسرے سارے سالاروں نے اس سے اتفاق کیا تھا۔ ... سلطان کے کہنے پر سب وہاں سے اٹھ کر اپنے خیموں کی طرف چلے گئے تھے۔

ایاز بن سیف الدین جب اپنے خیمے میں داخل ہوا تو اندر توزین شاید اسی کا انتظار کر رہی تھی۔ اس کی آمد پر توزین کھڑی ہو گئی۔ پھر دونوں میاں بیوی نشستوں پر بیٹھ گئے۔ یہاں تک کہ گفتگو کا آغاز توزین نے کیا اور ایاز بن سیف الدین کو مخاطب کر کے کہنے لگی۔

"جس وقت آپ لشکر کا ایک حصہ لے کر محمد کے تعاقب میں گئے تھے۔ میں بڑی فکر مند تھی کہ نا جانے اس تعاقب کا کیا بنے گا' لیکن پھر اگلے روز یہ خبریں آنی شروع ہو گئیں کہ آپ نے محمد کو شکست دی اور اسے گرفتار کر لیا۔ بعد میں رہا کر دیا اور پھر یہ بھی خبر آئی کہ خطیر کو آپ گرفتار کر کے سلطان کے پاس لا رہے ہیں تو اب خطیر کا معاملہ کیا ہوا؟"

جواب میں ایاز بن سیف الدین مسکرایا' کہنے لگا۔ "توزین لگتا ہے میرے بعد ساری خبریں تمہیں پہنچتی ہیں۔ میرے خیال میں لشکر کی عورتیں اب تمہارے پاس خوب آنے جانے لگی ہیں۔ جہاں تک خطیر کا معاملہ ہے تو یہ بڑا قابل انسان ہے۔ کبھی سلطان برکیاروق کے خلاف بولا بھی نہیں لہٰذا سلطان نے اسے آج سے اپنا وزیر مقرر کر دیا ہے۔ اس لئے کہ سلطان کا پہلا وزیر عبدالجلیل محاصرہ اصفہان کے دوران مارا جا چکا ہے۔"

یہاں تک کہتے کہتے ایاز بن سیف الدین رک گیا۔ دونوں میاں بیوی کا کھانا آ گیا تھا۔ کھانا لانے والا برتن رکھ کر چلا گیا۔ اس موقع پر ایاز بن سیف الدین نے غور سے توزین کی طرف دیکھا اور کہنے لگا۔

"توزین کل ظہر کی نماز کے بعد لشکر یہاں سے ہمدان کی طرف کوچ کرے گا لہٰذا اپنا سامان سمیٹ لینا۔"

توزین نے مسکراتے ہوئے اثبات میں گردن ہلا دی تھی۔ پھر دونوں میاں بیوی پرسکون ماحول میں بیٹھ کر کھانا کھا رہے تھے۔

اگلے روز ظہر کے بعد لشکر نے اصفہان سے ہمدان کی طرف کوچ کر لیا تھا۔

............*

سلطان برکیاروق نے ہمدان کے نواح میں چند روز ہی قیام کیا ہو گا کہ اسے بصرہ کی طرف سے بری خبریں آنا شروع ہوئیں۔ دراصل ان دنوں بصرہ پر ایک شخص اسماعیل بن ارسلان عامل تھا۔ یہ شخص سلطان ملک شاہ سلجوقی کے عہد حکومت میں بڑی اہمیت کا حامل تھا۔ اس لئے کہ سلطان ملک شاہ کے دور میں رے شہر کے لوگوں نے نافرمانی و سرکشی اور بغاوت کا شیوہ اختیار کر لیا تھا۔ رے شہر کا کوئی بھی کوتوال مقرر کیا جاتا اسے اہل رے اس قدر تنگ اور پریشان کرتے تھے کہ وہ بھاگ نکلتا تھا۔

تنگ آ کر سلطان ملک شاہ سلجوقی نے اسی زمانہ میں اسماعیل نامی ایک سالار کو رے شہر کا کوتوال مقرر کیا۔ اسماعیل نے نہایت دانشمندی اور ہوشیاری سے کام لیا' جو زیادہ سرکش تھے ان کا تیغ کی' جو ذرا بھلے مانس تھے انہیں سمجھایا بجھایا' غرض ایسی نرمی اور گرمی سے کام لیا کہ کل اہل رے سیدھے ہو گئے۔ اس کے بعد سلطان ملک شاہ سلجوقی کی جب وفات ہو گئی

تو اسماعیل برکیاروق کے لشکر میں شامل ہو گیا۔

جن دنوں سلطان برکیاروق محمد کے ساتھ خانہ جنگی اور جنگوں میں بری طرح الجھا ہوا تھا انہی دنوں سلطان برکیاروق نے اپنے سالار امیر قسماج کو بصرہ کا حاکم مقرر کیا' چونکہ امیر قسماج سلطان برکیاروق کے اچھے سالاروں میں تھا لہٰذا اسے بصرہ کا تو حاکم بنا دیا گیا' لیکن سلطان نے اسے اپنے لشکر ہی میں رکھا اور اس کی جگہ اس کے نائب کی حیثیت سے اسماعیل کو بصرہ پر حاکم مقرر کر دیا گیا۔ اسی دوران سلطان برکیاروق کے بھائی سنجر کی طرف سے بڑی انکساری اور عاجزی کے ساتھ امیر قسماج کو طلب کیا گیا تا کہ وہ اس کے لشکر میں سالار کی حیثیت سے کام کرے۔ ان دنوں چونکہ برکیاروق کے تعلقات سنجر کے ساتھ بہت اچھے تھے اور سنجر نے سلطان برکیاروق کی اطاعت اور فرمانبرداری بھی اختیار کر لی تھی اور پھر سنجر کے ساتھ امیر قسماج کے پرانے تعلقات بھی تھے لہٰذا قسماج سلطان برکیاروق کے لشکر سے نکل کر خراسان میں سنجر کی طرف چلا گیا تھا۔

قسماج کے خراسان کی طرف جانے کے بعد اسماعیل کے دماغ میں حکومت بصرہ کا سودا سمایا' خودسر ہو گیا۔ اس کی اس خودمختاری کا دو اشخاص کو بڑا رشک آیا۔ ان میں سے ایک موکل بن صدقہ اور دوسرا مہذب الدولہ تھا۔ ان دونوں نے کچھ جنگی کشتیاں اور ایک بہت بڑا لشکر تیار کیا اور بصرہ پر قبضہ کرنے اور اسماعیل کو وہاں سے مار بھگانے کے لئے بصرہ پر چڑھائی کر دی۔ اس طرح اسماعیل اور دوسرے دونوں سالاروں کے درمیان بصرہ کے نواح میں ہولناک جنگ ہوئی۔ اس جنگ میں موکل بن صدقہ کو ایک تیر آ کر لگا' جس کے صدمے سے وہ ہلاک ہو گیا۔ اس کے ہلاک ہونے پر مہذب الدولہ گھبرا کر بچے کھچے لشکر کو لے کر ایک قدرے محفوظ مقام کی طرف چلا گیا۔ اس کامیابی پر اسماعیل نے ان دونوں کی ساری کشتیوں اور ساز و سامان پر قبضہ کر لیا اور جو کچھ پایا لوٹ لیا۔

مہذب الدولہ اس شکست کو تسلیم کرنے کے لئے تیار نہیں تھا۔ چنانچہ اس نے دو اشخاص سے مدد طلب کی۔ ایک ابوالحسن جروی اور دوسرا عباس بن ابوالخیر' چنانچہ یہ لشکر لے کر مہذب الدولہ کی مدد کو روانہ ہوئے۔ جب یہ تینوں مل کر بصرہ کی طرف بڑھے اور حاکم بصرہ اسماعیل سے ٹکرائے تو اسماعیل نے ان کو شکست دی۔ اب ابوالحسن اور عباس کو گرفتار کر لیا گیا۔ کچھ روز بعد عباس کے باپ نے کچھ رقم دے کر عباس کو چھڑا لیا۔ ابوالحسن حروی بدستور قید کی صعوبتیں

جھیلتا رہا۔ ایک مدت کے بعد پانچ ہزار دینار لے کر اسے بھی رہا کر دیا گیا۔

ان واقعات سے اسماعیل کی جرأت بڑھ گئی۔ مالی حالت بھی قوی ہو گئی۔ بصرہ کی حکومت پر قدم جم گئے۔ ایک قلعہ ایلہ میں تعمیر کروایا' دوسرا قلعہ حطاری کے مقام پر بنوایا۔ بہت سے ٹیکس موقوف کر دیئے۔ چونکہ ان دنوں سلطان برکیاروق محمد کے ساتھ جنگوں میں الجھا ہوا تھا۔ اس وجہ سے اسماعیل کا دائرہ حکومت وسیع ہو گیا اور ان کے علاوہ بھی بہت سے علاقوں پر قبضہ کر کے ایک طرح سے اس نے اپنی عملداری میں خوب اضافہ کر لیا تھا۔

اسماعیل نے جب دیکھا کہ اس کی طاقت اور قوت میں خوب اضافہ ہو گیا ہے تو اب اس نے واسط شہر پر قبضہ کرنے کا فیصلہ کیا۔ اس کی ہوس بڑھتی چلی جا رہی تھی۔ پہلے اس نے اہل واسط سے خط کتابت شروع کی۔ چند آدمیوں کو پٹی پڑھا کر اپنے ساتھ ملا لیا اور واسط شہر پر قبضہ کرنے کی تیاریاں کرنے لگا۔ جن دنوں اسماعیل واسط شہر پر اپنی گرفت کرنے کے لئے اپنی تیاریوں کو آخری شکل دے رہا تھا' انہی دنوں سلطان برکیاروق اصفہان میں محمد کو شکست دینے کے بعد فارغ ہوا تھا اور اصفہان سے وہ ہمدان پہنچ گیا تھا۔

ہمدان میں قیام کے دوران جب سلطان برکیاروق کو اسماعیل کی ان کارروائیوں کی خبر ہوئی' تب انہی دنوں سلطان کے لئے ایک اور بری خبر بھی آئی اور وہ خبر آذربائیجان کی طرف سے تھی۔ وہاں کچھ مسلمانوں کے ساتھ مل کر غیر مسلموں نے ایک بہت بڑا لشکر جمع کر لیا تھا اور سلطان برکیاروق کے خلاف ایک طرح کی بغاوت و سرکشی اختیار کر لی تھی اور سلطان کی اطاعت اور فرمانبرداری کرنے میں ایک طرح سے انکار کر دیا تھا۔ اب سلطان ان دونوں علاقوں میں اپنی طاقت و قوت کا مظاہرہ کرتے ہوئے انہیں اپنا مطیع اور فرمانبردار بنانے کے درپے ہو گیا تھا۔ اس لئے کہ محمد کی طرف سے اسے فی الفور کوئی خطرہ نہیں تھا۔ اس لئے کہ اس کی طاقت اور قوت کو ایک طرح سے کچلا مسلا جا چکا تھا اور کچھ عرصہ تک وہ اپنے لشکر کو وہ پہلی حالت میں نہیں لا سکتا تھا۔ اس بنا پر سلطان اس سے متعلق مطمئن تھا۔ چنانچہ یہ دونوں خبریں سننے کے بعد سلطان نے اپنے سارے سالاروں کا اجلاس طلب کر لیا تھا۔

جب سارے سالار سلطان کے خیمے میں جمع ہو گئے تب سلطان نے ان کا جائزہ لیا' پھر انہیں مخاطب کر کے کہنے لگا۔

"میں نے تم سب لوگوں کو دو خبروں کے لئے طلب کیا ہے۔ پہلی بری خبر ہمارے لئے

یہ ہے کہ اسماعیل کو میں نے بصرہ کا حاکم مقرر کیا تھا' لیکن اس کی ہوس اقتدار نے اسے تبدیل کر کے رکھ دیا ہے۔ بصرہ کا حاکم رہنے کے بجائے اس نے دوسرے علاقوں کی طرف تاک جھانک شروع کر دی ہے۔ چاہئے تو یہ تھا کہ وہ بصرہ کے حالات درست رکھتا' ہمارا مطیع اور فرمانبردار بن کر رہتا' لیکن اس نے ایک طرح سے خودمختاری شروع کر دی ہے۔ بصرہ کے علاوہ اور بہت سے علاقوں پر قابض ہو گیا ہے اور اپنی طاقت اور قوت کو مضبوط اور مستحکم کرنے کے لئے اس نے کچھ نئے قلعے بھی تعمیر کر لیے ہیں تاکہ اگر اس پر حملہ کیا جائے تو وہ اپنے آپ کو محفوظ رکھ سکے۔ لہٰذا اسماعیل کے خلاف حرکت میں آنا اب ہمارے لئے انتہائی ضروری ہو گیا ہے۔"

"دوسری بری خبر آذربائیجان کی طرف سے ہے۔ آذربائیجان میں ہزاروں کی تعداد میں غیر مسلموں نے ہنگامہ آرائی شروع کر دی ہے۔ ہماری اطاعت سے انہوں نے انکار کر دیا ہے۔ بغاوت اور سرکشی پر آمادہ ہیں اور اگر ہم نے ان کی طرف بھی دھیان نہ دیا تو پھر آذربائیجان بھی ہمارے ہاتھوں سے نکل جائے گا۔"

"ان دونوں مقامات کی خبریں آنے کے بعد میں نے ایک فیصلہ کیا ہے اور مجھے امید ہے کہ تم سب میرے اس فیصلے سے اتفاق کرو گے میں چاہتا ہوں کہ اسماعیل کو درست کرنے کے لئے ایاز بن سیف الدین لشکر کا ایک حصہ لے کر جائے۔ اسماعیل کا کام تمام نہیں کرنا۔ ماضی میں وہ ہمارا اطاعت گزار رہا ہے۔ ہمارے لشکر میں اچھی کارگزاری کا مظاہرہ کرتا رہا ہے۔ بس اس کی پیش قدمی کو روک دینا ہے۔ اس کے بعد بصرہ کا فیصلہ میں خود کروں گا کہ وہاں کس کو حاکم مقرر کرنا ہے۔"

"جہاں تک آذربائیجان کا تعلق ہے تو آذربائیجان کی طرف اس سے پہلے کربوغا گیا تھا۔ یہ وہاں کے حالات درست کر آیا تھا' لیکن اس بار آذربائیجان کے حالات پہلے سے بھی زیادہ خراب ہو کر ہمارے سامنے آئے ہیں۔ لہٰذا اس بار بھی میں چاہوں گا کہ کربوغا ایک لشکر لے کر آذربائیجان کی طرف جائے اور وہاں اٹھنے والی بغاوت اور سرکشی کو فرو کرے۔"

"اس موقع پر میں تم لوگوں سے یہ بھی کہوں گا کہ ان دونوں سمتوں میں جو لشکر جائیں گے یعنی جو لشکر ایاز بن سیف الدین کی کمانداری میں بصرہ کے حالات درست کرنے کو جائے گا وہ سارے سالار لشکر میں اپنے اہل خانہ کو رکھ سکتے ہیں۔ کربوغا کے ساتھ جانے والے

لشکری بھی اپنے اہل خانہ کو اپنے ساتھ رکھیں گے۔ اس لئے کہ ان دونوں مقامات کے حالات درست کرنے میں ہوسکتا ہے معاملہ طول پکڑ جائے۔ اس بنا پر میں چاہوں گا کہ سب اپنے اہل خانہ کو اپنے ساتھ لے کر جائیں۔"

سلطان برکیاروق کی اس تجویز سے اتفاق کیا گیا تھا۔ چنانچہ یہ فیصلہ کیا گیا کہ ایک ہفتہ تیاریوں میں صرف کیا جائے۔ دونوں لشکروں کے لئے ضروریات کا سامان جمع کر کے ان کے حوالے کیا جائے۔ اس کے بعد دونوں لشکر اپنی اپنی منزل کی طرف کوچ کر جائیں۔

یہ فیصلہ ہونے کے بعد سلطان نے وہ اجلاس ختم کر دیا تھا اور سب سلطان کے خیمے سے نکل گئے تھے۔

ایاز بن سیف الدین جب اپنے خیمے میں داخل ہوا تو توزین کھانے کے برتن لئے بیٹھی تھی۔ پہلے دونوں میاں بیوی نے کھانا کھایا' خالی برتن اٹھا کر توزین نے ایک طرف رکھ دیئے۔ پھر دونوں میاں بیوی جب اپنی نشستوں پر بیٹھ گئے تب گفتگو کا آغاز توزین نے کیا اور ایاز بن سیف الدین کو مخاطب کر کے کہنے لگی۔

"سلطان نے سارے سالاروں کو بلایا تھا۔ خیریت تو ہے کیا کوئی نئی مہم درپیش آ گئی ہے؟"

جواب میں سلطان کے خیمے میں جو گفتگو ہوئی تھی اس کی تفصیل ایاز بن سیف الدین نے اپنی بیوی توزین سے کہہ دی تھی۔

ساری تفصیل جاننے کے بعد توزین فکر مند ہو گئی تھی۔ اس کے بعد کچھ دیر کی خاموشی کے بعد وہ دکھ بھرے انداز میں کہنے لگی۔

"کتنی بدقسمتی کی بات ہے کہ سلطان برکیاروق یورپ کے صلیبیوں کے خلاف حرکت میں آنا چاہتے ہیں' لیکن حالات انہیں ایسا نہیں کرنے دے رہے۔ کبھی محمد آڑے آ جاتا ہے کبھی بغاوت اٹھ کھڑی ہوتی ہے' کبھی اپنا سالار ہی حالات کو خراب کرنے کے درپے ہو جاتا ہے اور سلطان ایسا مصروف ہوتا ہے کہ صلیبیوں کے خلاف حرکت میں آنے کا اس کا جو مقصد ہے پورا نہیں کر پا رہا۔"

یہاں تک کہنے کے بعد توزین رکی' پھر پہلے کی نسبت زیادہ فکر گیر آواز میں کہنے لگی۔

"کہیں حالات زیادہ خراب نہ ہو جائیں۔ اس لئے کہ......"

ایاز بن سیف الدین نے توزین کی بات کاٹ دی' کہنے لگا۔

"کیسے خراب ہو جائیں؟"

توزین نے کچھ سوچا پھر کہنے لگی۔

"جب آپ لشکر کا ایک حصہ لے کر اسماعیل کی سرکوبی کے لئے جائیں گے بھائی کربوغا دوسرا لشکر لے کر آذربائیجان کی طرف چلا جائے گا۔ ان واقعات اور حادثات کی خبر اگر محمد کو ہوئی' اگر وہ ایک بہت بڑا لشکر لے کر سلطان برکیاروق پر چڑھ دوڑا تو پھر کیا بنے گا۔"

توزین کے ان خدشات پر ہلکا سا تبسم ایاز بن سیف الدین کے چہرے پر نمودار ہوا' پھر کہنے لگا۔

"توزین تمہارا اندازہ درست ہے' لیکن ایسا نہیں ہوگا۔ محمد کی طاقت کو ہم نے ایسا کچلا اور مسلا ہے کہ میرا خیال ہے اسے اپنی پہلی طاقت اور قوت کو بحال کرنے کے لئے ایک عرصہ درکار ہوگا۔"

"اور اگر میں لشکر کا ایک حصہ لے کر بصرہ کا رخ کرتا ہوں' کربوغا دوسرا حصہ لے کر آذربائیجان کی طرف چلا جاتا ہے' تب بھی محمد کو جرأت نہیں ہوگی کہ سلطان برکیاروق سے ٹکرائے۔ اس لئے کہ اصفہان کے محاصرے کے دوران اس کے بہت سے ساتھی چھوڑ کر بھاگ گئے تھے اور جب وہ اصفہان سے بھاگا تھا تو میں نے اس کا تعاقب کیا۔ اس تعاقب کے دوران بھی اس کے لشکر کی خاصی تعداد کم ہوگئی تھی اور اب اسے اپنی طاقت اور قوت کو بحال کرنے کے لئے ایک وقت چاہئے اور اس دوران ہم ان دونوں معاملات سے نمٹنے میں کامیاب ہو جائیں گے۔"

ایاز بن سیف الدین جب خاموش ہوا' تب غور سے اس کی طرف دیکھتے ہوئے توزین نے پوچھ لیا۔

"آپ یہاں سے بصرہ کی طرف کب کوچ کریں گے؟"

جواب میں ایاز بن سیف الدین بولا اور کہنے لگا۔

"میں اور کربوغا دونوں ایک ہفتہ کے بعد کوچ کریں گے۔"

"اور میرا کیا بنے گا کیا میں اسی طرح اپنے خیمے میں اکیلی پڑی رہوں گی جس طرح آپ محمد کے تعاقب میں تھے اور اس کے بعد خطیر کے خلاف حرکت میں آنے کے لئے چلے گئے تھے۔"

جواب میں مسکراتے ہوئے ایاز بن سیف الدین نے نفی میں گردن ہلائی' پھر کہنے لگا۔

"نہیں توزین تم میرے ساتھ جاؤ گی۔ سلطان نے دونوں لشکر کے دونوں حصوں کے سالاروں اور لشکریوں کو اجازت دے دی ہے کہ دونوں مہموں کے دوران سب اپنے اہل خانہ کو اپنے ساتھ رکھ سکتے ہیں۔"

ایاز بن سیف الدین کے ان الفاظ پر توزین خوش ہوگئی تھی۔ اس کے بعد پھر اس نے سوال کیا۔

"کوچ کب ہوگا؟"

ایاز نے غور سے توزین کی طرف دیکھا اور کہنے لگا۔

"کوچ یہاں سے ایک ہفتہ بعد ہوگا۔ اس دوران دونوں لشکریوں کے لئے ضرورت کا سامان' ہتھیار مہیا کیے جائیں گے۔"

توزین ایاز بن سیف الدین کو مخاطب کرتے ہوئے مزید کچھ کہنا چاہتی تھی کہ خاموش ہو گئی۔ اس لئے کہ لشکرگاہ میں مغرب کی اذان سنائی دی تھی۔ لہٰذا ایاز بن سیف الدین اٹھ کھڑا ہوا' کہنے لگا۔

"اذان ہو رہی ہے میں نماز کے لئے جاتا ہوں۔ تم بھی نماز ادا کرلو۔" اس کے ساتھ ہی ایاز بن سیف الدین اپنے خیمے سے نکل گیا تھا۔

............*

ایک ہفتہ بعد کربوغا لشکر کا ایک حصہ لے کر آذربائیجان کی طرف چلا گیا تھا' جبکہ دوسرے حصہ کو لے کر ایاز بن سیف الدین بصرہ کی طرف روانہ ہوا تھا۔ ایاز بن سیف الدین نے بڑی راز داری میں کوچ کیا تھا۔ اس لئے کہ راستے میں سلطان کے مخبروں نے اسے اطلاع کر دی تھی کہ اسمٰعیل چند دنوں تک واسط شہر پر حملہ آور ہوگا۔ چنانچہ واسط شہر کو بچانے کے لئے ایاز بن سیف الدین بڑی تیزی سے آگے بڑھا۔ واسط شہر میں جو چھوٹا سا لشکر تھا' اسے جب خبر ہوئی کہ ان کی مدد کے لئے امیر ایاز بن سیف الدین آ رہا ہے تو انہوں نے بے حد خوشی کا اظہار کیا۔ شہر کے دروازے کھول دیئے اور ایاز بن سیف الدین نے اپنے لشکر کے ساتھ شہر میں داخل ہونے کے بعد پڑاؤ کر لیا۔ ساتھ ہی اس نے شہر کے اندر اعلان کر دیا وہاں کے لشکریوں کو تاکید کر دی کسی کو بھی اس کے آنے کی اطلاع کی جائے' نہ خبر ہونے دی جائے

تاکہ اسمٰعیل اگر واسط پر حملہ آور ہونا چاہتا ہے تو واسط کی طرف آئے' تاکہ اس سے نمٹا جا سکے۔

مؤرخین لکھتے ہیں کہ اسمٰعیل نے ایک خاصا لشکر مرتب کر کے جنگی کشتی پر سوار ہو کر واسط کی طرف کوچ کیا۔ نہربان پر پہنچ کر بقول مؤرخین اس نے اہل واسط کو شہر حوالے کرنے کا پیغام دیا۔ اہل شہر کے پاس چونکہ ایاز بن سیف الدین پہنچ چکا تھا' ان کے حوصلے بلند تھے لہٰذا اہل شہر نے انکار کر دیا کہ وہ شہر حوالے نہیں کریں گے۔

مؤرخین مزید لکھتے ہیں تب اسمٰعیل نے شہربان سے کوچ کر کے مشرقی جانب پڑاؤ ڈالا۔ چند روز وہاں ٹھہرا رہا۔ ایاز بن سیف الدین نے شہر سے باہر نکل کر اس کا مقابلہ نہیں کیا۔ شہر کے اندر ہی پڑا رہا۔ وہ ایک طرح سے اسمٰعیل کو ایک تجسس میں مبتلا رکھنا چاہتا تھا۔

آگے بڑھ کر اسمٰعیل نے واسط شہر کا محاصرہ کر لیا۔ چند روز تک محاصرہ کئے رہا۔ چنانچہ تنگ آ کر مؤرخین لکھتے ہیں کہ اسمٰعیل نے واپسی کا حکم دیا۔ اس کے ذہن میں یہ بات آ گئی کہ وہ واسط شہر کو فتح نہیں کر سکتا۔ اس موقع پر واسط شہر کے لوگوں کو معلوم ہوا کہ اسمٰعیل واپس ہو لیا ہے اور امیر ایاز بن سیف الدین سے اس کا ٹکراؤ نہیں ہوا لہٰذا واسط شہر کے کچھ لوگ ہمدرد بن کر اس کے پیچھے گئے۔ اسے سمجھایا کہ تم حماقت کر رہے ہو۔ شہر کے اندر کوئی بڑا لشکر نہیں ہے اور پھر وہاں تمہارے بہت سے ہمدرد بھی ہیں۔ اگر تم لشکر لے کر واپس نہ جاؤ واسط شہر پر حملہ آور ہو تو ہم تمہارے لئے شہر پناہ کا دروازہ کھول دیں گے۔

یہ خیال کر کے اسمٰعیل اپنے لشکر کے ساتھ لوٹ پڑا اور مؤرخین یہ بھی کہتے ہیں کہ جن لوگوں نے اسمٰعیل کے ساتھ مل کر یہ سازش کی تھی انہوں نے بھی اسمٰعیل کو واپس لانے کی غرض سے آگ روشن کی۔ چنانچہ وعدہ کے مطابق شہر پناہ کا دروازہ کھول دیا گیا۔ اسمٰعیل اپنے لشکر کے ساتھ جس وقت واسط شہر میں داخل ہوا تو اس کے لئے ایک مصیبت اور ابتلا اٹھ کھڑی ہوئی۔

اس لئے کہ اچانک ایاز بن سیف الدین اپنے لشکر کے ساتھ آرزوؤں کے مقتل کھڑے کرتے ہر لحہ کو عرصہ محشر میں تبدیل کرتے قہر بھرے جھکڑوں' لاکراں افلاک کی گہرائیوں میں پنہاں قضا و مرگ کے شکنجوں کی طرح سامنے آیا۔ پھر وہ اسمٰعیل اور اس کے لشکر پر ابدیت کی راہوں پر دشت در دشت بھٹکتی لحد میں اتار دینے والی فضا کے لمحوں' اداس رتوں کی زرد پتوں میں شوریدہ سری کی کسک' چہروں کو زرد جسموں کو لاغر دلوں کو افسردہ آنکھوں کو پرنم کر

دینے والے عذابوں کے تیز دھاروں کی طرح حملہ آور ہو گیا تھا۔

اسمٰعیل اس اچانک تبدیلی کی امید نہیں رکھتا تھا اور اس کے علاوہ ایاز بن سیف الدین کا یہ حملہ ایسا تیز اور جان لیوا تھا کہ لمحوں کے اندر اسمٰعیل اور اس کے لشکریوں کی حالت ماحول کی بے چینی' دل منتظر کی آشفتگی' روح و جسم کے تصادم' صنم خانوں کی اجاڑ شاموں' محرومیوں کے رنج و لاچارگی کے بگولوں سے بھی زیادہ ابتر و ہولناک ہونا شروع ہو گئی تھی۔

اسمٰعیل زیادہ دیر تک ایاز بن سیف الدین کے سامنے نہ جم سکا۔ وہ امید بھی نہیں رکھتا تھا کہ اس کے واسط شہر میں داخل ہونے کے بعد اتنا بڑا انقلاب رونما ہو گا اور لمحوں کے اندر اس کے لشکر کی حالت ابتر کر کے رکھ دی جائے گی۔ لہٰذا شکست قبول کرتے ہوئے وہ بھاگ کھڑا ہوا۔

ایاز بن سیف الدین نے شہر سے باہر نکل کر اس کا تعاقب نہیں کیا۔ اس لئے کہ اس طرح مسلمانوں کا ہی قتل عام ہوتا۔ اس بنا پر اس نے اسمٰعیل کو اپنے لشکر کے ساتھ بھاگ جانے دیا۔ اس کے جانے کے بعد ایاز بن سیف الدین بھی حرکت میں آیا۔ واسط شہر سے باہر نکلا۔ شہر کے نواح میں خیموں کا شہر آباد کیا اور وہاں اس نے اپنے لشکر کے ساتھ پڑاؤ کر لیا تھا۔

بصرہ کا حاکم اسمٰعیل جب واسط میں ہزیمت اور شکست اٹھانے کے بعد بصرہ کے قریب پہنچا تو اس کے پاؤں تلے سے زمین کھسک گئی اور وہاں اسے دوسرا گل کھلا نظر آیا۔ مؤرخین لکھتے ہیں جب وہ بصرہ کے قریب پہنچا تو اس نے دیکھا عمان کا حاکم ابوسعد محمد بن نصر بصرہ کا محاصرہ کئے ہوئے تھا۔

مؤرخین یہ بھی لکھتے ہیں کہ عمان کے حاکم ابوسعد اور بصرہ کے حاکم اسمٰعیل کے درمیان پہلے سے ہی ایک طرح کی دشمنی' عداوت اور چھیڑ چھاڑ چلی آ رہی تھی۔ چنانچہ مؤرخین کے مطابق اسمٰعیل نے 20 جنگی کشتیاں ابوسعد کے مقبوضہ علاقوں پر قبضہ کرنے کی غرض سے روانہ کیں۔ ابوسعد نے 50 کشتیوں کا ایک بیڑا مقابلہ پر بھیجا۔ دریائے دجلہ میں دونوں گروہ لڑ پڑے۔ ابوسعد کو کامیابی ہوئی اسمٰعیل کے چند آدمی گرفتار کر لئے گئے۔

اس کے بعد اسمٰعیل اور ابوسعد میں مصالحت ہو گئی۔ ابوسعد نے اسمٰعیل کے آدمیوں کو رہا کر دیا' پھر اسمٰعیل نے عہد شکنی کی۔ تیسرے دن ابوسعد نے سو کشتیوں کا بیڑا لے کر نہر ابلہ کے دہانے پر کچھ لشکری خشکی پر اتارے اور پھر بصرہ کا بحری اور بری محاصرہ کر لیا تھا۔

ان حالات میں اسمٰعیل نے ایک اور حماقت کی' بجائے اس کے کہ سارا معاملہ برکیاروق

کے سامنے پیش کرتا اس نے یہ معاملہ بغداد کے خلیفہ کے سامنے پیش کیا اور اس سے استدعا کی کہ وہ اس معاملہ کو حل کرائے۔ چنانچہ خلیفہ بغداد نے ان دونوں کے درمیان بیچ بچاؤ کرا کے دونوں میں مصالحت کرادی۔

ابو سعد اپنے مرکزی شہر عمان کی طرف چلا گیا اور اسمٰعیل بصرہ پر مستقل طور پر حکومت کرنے لگا۔ سلطان برکیاروق نے چونکہ ایاز بن سیف الدین کو ہدایت کی تھی کہ اسمٰعیل کے معاملہ میں درگزر کرے اس لئے کہ وہ سلطان برکیاروق کا سالار رہ چکا تھا' لہٰذا جس وقت اسمٰعیل اور ابو سعد آپس میں ٹکرائے ایاز بن سیف الدین واسط شہر کے نواح میں ہی اپنے لشکر کے ساتھ قیام کیے حالات کا جائزہ لیتا رہا اور جب ابو سعد اور اسمٰعیل کے درمیان خلیفہ بغداد نے مصالحت کرادی تب اپنے لشکر کے ساتھ ایاز بن سیف الدین نے واسط سے سلطان کی طرف ہمدان جانے کے لئے اپنا پڑاؤ اٹھانا شروع کر دیا۔

جس وقت خیمے اکھاڑے جا رہے تھے ایاز بن سیف الدین توزین کے ساتھ اپنے گھوڑوں کے پاس کھڑا تھا کہ ایک گھڑ سوار اپنے گھوڑوں کو سرپٹ دوڑاتا ہوا قریب آیا۔ توزین نے چونکہ اپنا چہرہ ڈھانپا ہوا تھا' اس کے باوجود وہ ایاز بن سیف الدین کے پیچھے کھڑی ہوگئی تھی۔ آنے والا قریب آ کر اترا اور ایاز بن سیف الدین کو مخاطب کر کے کہنے لگا۔

"امیر میں سلطان برکیاروق کی طرف سے آیا ہوں اور آپ کے لئے ایک بری خبر لے کر آیا ہوں۔"

آنے والے اس مخبر کے ان الفاظ پر توزین پریشان اور فکرمند ہوگئی تھی۔ ایاز بن سیف الدین بھی حیرت زدہ سے انداز میں اس کی طرف دیکھے جا رہا تھا۔ یہاں تک کہ اس نے آنے والے مخبر کو مخاطب کیا۔

"میرے عزیز بھائی! اگر تم کوئی بری خبر لے کر آئے ہو تو کہہ دو تاکہ میں جانوں وہ خبر کیا ہے؟"

جواب میں آنے والے اس مخبر نے دکھ بھرے انداز میں ایاز بن سیف الدین کی طرف دیکھتے ہوئے کہنا شروع کیا۔

"امیر آپ جانتے ہیں جس وقت سلطان نے آپ کو ان علاقوں کی طرف روانہ کیا تھا اس نے امیر کربوغا کو آذربائیجان میں بغاوت فرو کرنے کے لئے بھیجا تھا۔ اب سلطان کے

ہاں اس طرف کام کرنے والے مخبروں نے یہ اطلاع دی ہے کہ امیر کربوغا آذربائیجان میں کام آ چکا ہے اور جس مہم کے لئے اسے بھیجا گیا تھا وہ مہم ادھوری ہی رہ گئی ہے اور وہاں جو باغی عناصر تھے انہیں امیر کربوغا کی ہلاکت پر بڑا اطمینان اور خوشی ہوئی ہے۔ اس لئے کہ ان کا خیال ہے کہ امیر کربوغا کی ہلاکت کے بعد سلطان برکیاروق اپنے کسی اور سالار کو آذربائیجان کے حالات درست کرنے کے لئے نہیں بھیجے گا۔ اس لئے کہ ہر سالار کربوغا کے انجام کو سامنے رکھتے ہوئے آذربائیجان کی طرف آنے سے گریز کرے گا۔"

ایاز بن سیف الدین کچھ دیر گہری سوچوں میں ڈوبا رہا۔ گردن اس کی جھک گئی تھی۔ کربوغا اس کے بہترین ساتھی سالاروں میں سے تھا۔ اس کی ہلاکت کا سن کر اسے سخت صدمہ ہوا تھا۔ کچھ دیر وہ اپنے ہونٹ کاٹتا رہا' پھر مخبر کی طرف دیکھتے ہوئے کہنے لگا۔

"یہ آذربائیجان کے باغیوں کی خوش فہمی' ان کے ذہن کا دھوکہ' ان کے شعور کا فریب ہے۔ اگر وہ یہ خیال کرتے ہیں کہ امیر کربوغا کی ہلاکت کے بعد سلطان برکیاروق کسی اور سالار کو لشکر دے کر ان کی سرکوبی کے لئے نہیں بھیجے گا' یا یہ کہ کربوغا کے انجام کو سامنے رکھتے ہوئے کوئی سالار اس طرف نہیں آئے گا' تو پھر انہیں مایوسی ہوگی۔ آذربائیجان تو بہت نزدیک ہے اس سے کوسوں دور بھی اگر ہماری مملکت کے اندر کوئی بغاوت اٹھتی تو اسے ہم کچل اور فرو کر کے رکھ دیتے۔"

یہاں تک کہنے کے بعد ایاز بن سیف الدین جب خاموش ہوا' تب وہ مخبر بولا اور کہنے لگا۔

"امیر ایاز بن سیف الدین آپ کے نام سلطان کا پیغام یہ ہے کہ آپ اپنے لشکر کو لے کر فی الفور ہمدان پہنچیں۔"

اس پر ایاز بن سیف الدین نے ایک لمبا سانس لیا پھر کہنے لگا۔

"میرے بھائی تو دیکھتا ہے پڑاؤ اٹھایا جا رہا ہے۔ تھوڑی دیر تک میں یہاں سے ہمدان کی طرف کوچ کروں گا۔"

ایاز بن سیف الدین کے ان الفاظ پر وہ مخبر مطمئن ہو گیا تھا۔ پھر تھوڑی دیر بعد ایاز بن سیف الدین اپنے لشکر کے ساتھ واسط شہر کے نواح سے ہمدان کا رخ کر رہا تھا۔

............*

سلطان برکیاروق بڑی بے چینی اور بڑی بے تابی سے ایاز بن سیف الدین کی واپسی کا انتظار کر رہا تھا اور جس روز اپنے لشکر کے ساتھ ایاز بن سیف الدین ہمدان کے قریب پہنچا تو سلطان برکیاروق نے اپنے سالاروں اور امراء کے ساتھ ایاز بن سیف الدین کا شاندار استقبال کیا اور بصرہ کے معاملات احسن طریقے پر حل کرنے پر سلطان نے اسے مبارکباد دی۔ جب ایاز بن سیف الدین کا لشکر خیمے نصب کر چکا تب ایاز بن سیف الدین نے توزین کو اپنے خیمے میں منتقل کیا۔ اس دوران سلطان برکیاروق اور دیگر سالار وہاں کھڑے رہے اور خیمے نصب ہونے کے عمل کو غور سے دیکھتے رہے۔ جب خیمے نصب ہو گئے توزین اپنے خیمہ میں منتقل ہو گئی تب سلطان نے ایاز بن سیف الدین کی طرف دیکھا اور کہنے لگا۔

''ایاز میرے بھائی تم میرے ساتھ آؤ۔''

اس کے ساتھ ہی سلطان سارے سالاروں کو لے کر اپنے خیمہ میں داخل ہوا۔ جب سب بیٹھ گئے تب سلطان کچھ دیر تک گہری سوچوں میں ڈوبا رہا' پھر کہنے لگا۔

''ایاز میرے بھائی ہمدان کے نواح میں قیام کے دوران ہمارے پاس دو بری خبریں آئی تھیں۔ ایک بری خبر میں نے اپنے قاصد کے ذریعے تم تک پہنچا دی۔ وہ خبر آذربائیجان میں کربوغا کے ہلاکت کی تھی۔ دوسری خبر تمہاری ذات سے متعلق رکھتی ہے۔ وہ خبر میں نے قاصد کے ذریعے تمہارے پاس واسط شہر میں اس لئے روانہ نہیں کی تھی کہ تم اور توزین دونوں پریشان ہو گے۔ لہٰذا وہ خبر میں تم سے تمہاری واپسی پر کہنا چاہتا تھا۔''

سلطان برکیاروق جب خاموش ہوا تب ایاز بن سیف الدین بڑی پریشانی سے سلطان کی طرف دیکھے جا رہا تھا۔ یہاں تک کہ سلطان کی غم زدہ آواز سنائی دی۔

''ایاز میرے بھائی مناسب الفاظ نہیں ہیں کہ وہ خبر میں تم سے کہوں۔ بہرحال اس کا

کہنا بھی ضروری ہے۔ تمہاری بیوی رفادہ اب اس دنیا میں نہیں رہی۔ اسے جو موسمی بخار ہوا تھا وہ بگڑ گیا' جس سے وہ وفات پا چکی ہے۔ بروزہ نے تمہاری حویلی ہی میں قیام کر رکھا ہے۔ میرے کچھ محافظوں نے جو میری حویلی کی حفاظت پر مقرر ہیں انہوں نے اس کو پیشکش کی تھی کہ وہ اسے تمہارے پاس پہنچا دیں گے' لیکن اسے رفادہ کی موت کا بے حد دکھ ہوا ہے اور اس نے میرے محافظوں سے کہا کہ اب وہ اسی حویلی ہی میں رہے گی۔ یہاں سے نکلے گی نہیں۔ میرے محافظوں نے یہ خبر اپنے ایک ساتھی کو بھیج کر مجھ تک پہنچائی ہے اور میں چاہتا تھا کہ جب تم یہاں پہنچ جاؤ تب میں تم سے یہ خبر کہوں۔''

یہاں تک کہنے کے بعد سلطان برکیاروق خاموش ہو گیا۔ ایاز بن سیف الدین کچھ دیر ہونٹ کاٹتا رہا۔ اس کی آنکھوں میں نمی آ گئی تھی۔ پھر آنسو کے چند قطرے اس کے دامن پر گر گئے تھے' جنہیں اس نے سر پر بندھے عمامے کے پلو سے صاف کر لیا تھا۔ اس کی یہ حالت دیکھتے ہوئے سلطان برکیاروق بھی پریشان اور فکرمندی کا شکار ہو گیا تھا۔ اپنا بازو سلطان برکیاروق نے اس کے شانے پر رکھا' اسے اپنی طرف کھینچ کر گلے لگایا' پھر کہنے لگا۔

''ایاز بن سیف الدین میرے بھائی اس کائنات میں ایک روز جذبات کی وسعتوں میں غم کے گرداب شامل ہوتے ہیں۔ احساسات کی گہرائیوں میں لاچارگی کے بگولے اٹھ کھڑے ہوتے ہیں۔ انسان اس دنیا میں رہگواروں کے سرابوں' مسافر بے وطن کی مانند ہے۔ اس لئے کہ یہاں موت سب کا اثاثہ ہے۔ کوئی مرہم کو ترستے زخموں میں اپنی حیات کا انجام دیکھتا ہے' کوئی حیات کے کالے لمحوں کی سرگوشیوں میں ڈوب جاتا ہے۔

اس دنیا میں جس نے نیکی کی ہوتی ہے وہ تو خوش ہوتا ہے کہ وہ ایک اچھا انجام لے کر خداوند قدوس کی بارگاہ میں حاضر ہو گا' لیکن وہ لوگ جو شرارت طلب ہیں' فساد برپا کرتے ہیں' جن کے دلوں میں نفرت' کرب اور کرودھ ہے' جو یہ خیال کرتے ہیں کہ بس یہ دنیا ہی سب کچھ ہے' وہ غلطی پر ہیں۔ اس لئے کہ ایک روز نفرت بھری ان کی آنکھیں کراہٹ بھری جھوٹی زبان بے گناہوں کا خون بہانے والے ہاتھ بڑے منصوبے باندھنے والا دل شرارت کے لئے تیزی سے حرکت کرتے پاؤں' دروغ گوئی پر اترتا جھوٹا انسان' بھائیوں میں نفاق ڈالنے والا منافق سب فنا ہو جائیں گے۔ باقی صرف میرے خدائے محترم و واحد کی ذات رہ جائے گی۔''

''میرے بھائی انسان کی زندگی اس کائنات میں گم گشتہ ہو جانے والے ستاروں کی

طرح ہے' جو وقت کے اندھیرے غاروں میں کھو جاتے ہیں۔ ایک روز ہم سب ہی نہیں پوری کائنات موت کا شکار ہو گی۔ شہر خزاں رسیدہ اشجار کی صورت اختیار کر جائیں گے۔ بستیاں ڈراؤنے خواب دکھائی دیں گی۔ میرے عزیز بھائی اس دنیا میں جہاں رفاقت وصال کی نرم ہوائیں چلتی ہیں' وہاں انسان کے سامنے ہجر' جدائی کے دشت زاروں کا کرب بھی آتا ہے۔ میں جانتا ہوں اپنے عزیزوں کے مرنے کا سب کو دکھ اور افسوس ہوتا ہے' لیکن اسے ہمیں برداشت کرنا پڑتا ہے۔ اس لئے کہ انسان لاچار ہے' بے بس ہے' انسانی زندگی میرے عزیز اس سرائے کی طرح ہے جس کے دونوں سمت دروازے ہوں۔ ایک سمت سے انسان داخل ہوتے ہیں اور دوسرے دروازے سے نکل کر ہمیشہ کیلئے کوچ کرتے چلے جاتے ہیں۔"

یہاں تک کہنے کے بعد سلطان برکیاروق خاموش ہو گیا۔ پھر وہ بڑے پیار اور شفقت میں ایاز بن سیف الدین کی پیٹھ پر ہاتھ پھیرنے لگا تھا۔ یہاں تک کہ ایاز بن سیف الدین نے اپنے آپ کو سنبھال لیا۔ سلطان نے جب دیکھا کہ وہ کافی سنبھل چکا ہے' تب سلطان نے اسے مخاطب کیا اور کہنے لگا۔

"ابن سیف الدین میرے بھائی مجھے کربوغا کے بھی مرنے کا بہت دکھ اور غم ہے۔ اس جیسے سالار بہت کم ملتے ہیں اور اس کے اندر عالم اسلام کی خدمت کا جذبہ بھی بے پناہ تھا۔ اس کی ہلاکت سے آذربائیجان والے شیر ہو جائیں گے۔ ان کے حوصلے بلند ہو جائیں گے اور وہ یہ خیال کریں گے کہ شاید اب ہمارے لئے آذربائیجان میں اٹھنے والی اس بغاوت کو فرو کرنا دشوار اور مشکل ہو جائے گا اور وہ پہلے سے بڑھ کر سورش پسندی سے کام لینا شروع کریں گے۔"

ایاز بن سیف الدین کیونکہ اپنے آپ کو سنبھال چکا تھا' لہٰذا سلطان کی طرف دیکھتے ہوئے کہنے لگا۔

"سلطان محترم! آذربائیجان والوں کو ایسا نہیں کرنے دیا جائے گا۔ کربوغا کیونکہ ہلاک ہو چکا ہے۔ اگر وہ زندہ ہوتا تو میں اس کی مدد کے لئے آذربائیجان ضرور جاتا۔ اب جبکہ اس کی ہلاکت کے بعد حالات کیونکہ خراب ہو چکے ہیں تو خداوند قدوس نے چاہا تو ہم باغیوں کو دندنانے نہیں دیں گے۔ آپ اگر اجازت دیں تو میں چکرمش کو اپنے ساتھ لے کر جاؤں گا اور خداوند قدوس نے چاہا تو آذربائیجان میں اٹھنے والی اس بغاوت کو ہم جلد ہی فرو کر کے ان کی

ثابت کر دیں گے کہ آذربائیجان تو کچھ بھی نہیں اس سے بڑی بغاوت کو بھی فرو کرنے کی ہمیں ہمت اور طاقت ہے۔"

سلطان کے علاوہ باقی سالاروں نے بھی ایاز بن سیف الدین کی اس تجویز سے اتفاق کیا تھا۔ پھر سلطان کہنے لگا۔

"ایاز میرے بھائی تم ایک مہم سے لوٹ کر آئے ہو' پورا ایک ہفتہ آرام کرو۔ تمہارے ساتھ کام کرنے والے لشکری بھی آرام کر لیں گے۔ آذربائیجان کی مہم کیونکہ دور کی ہے' لہٰذا ایک ہفتہ ہماری تیاری میں بھی لگ جائے گا۔ اس کے بعد میں چاہوں گا کہ آذربائیجان کی اس بغاوت کو ختم کرنے کے لئے روانہ ہو جاؤ۔ تم اٹھو اور آرام کرو۔"

سلطان کے کہنے پر سب سالار اٹھے اور اپنے خیموں کی طرف ہو لئے تھے۔

ایاز بن سیف الدین الجھا الجھا سا' پریشان اور اداس اپنے خیمے میں داخل ہوا۔ اسے دیکھتے ہی توزین اپنی جگہ اٹھ کھڑی ہوئی۔ اس کی حالت کا ایک جائزہ لیا تو پریشان اور فکرمند ہو گئی تھی۔ چہرے پر ہوائیاں اڑنے لگی تھیں۔ اس لئے کہ ایاز بن سیف الدین کا چہرہ اور اس کی آنکھیں صاف ظاہر کرتی تھیں کہ وہ کسی بہت بڑے غم اور دکھ سے دوچار ہوا ہے۔ کچھ دیر تک توزین بڑے غور سے اس کی طرف دیکھتی رہی' جب آگے بڑھ کر ایاز بن سیف الدین ایک نشست پر بیٹھ گیا تب توزین بھی اس کے پہلو میں بیٹھ گئی۔ کچھ دیر غور سے سوالیہ انداز میں اس کی طرف دیکھتی رہی' پھر اس نے پوچھ لیا۔

"کیا بات ہے؟ میں دیکھتی ہوں آپ حد سے زیادہ پریشان' فکرمند اور غمزدہ ہیں۔"

ایاز بن سیف الدین نے نفی میں گردن ہلائی اور ٹالنے کے انداز میں کہنے لگا۔

"کچھ نہیں تم نے کھانا کھا لیا ہے۔"

توزین چونکی تھی' کہنے لگی۔

"اس سے پہلے میں نے کبھی آپ کے بغیر کھانا کھایا ہے' کیا ہو گیا ہے آپ کو آج آپ الجھے الجھے اور پریشان ہیں اور پریشانی میں......"

توزین اپنی بات مکمل نہ کر سکی۔ اس لئے کہ بیچ میں غمزدہ سے لہجے میں ایاز اسے مخاطب کر کے کہنے لگا۔

"کوئی پریشانی نہیں۔ تمہارا وہم ہے۔ ابھی تھوڑی دیر تک کھانا آتا ہے اور دونوں بیٹھ کر

کھانا کھاتے ہیں۔"

توزین مطمئن نہ ہو رہی تھی۔ وہ اس کے چہرے کا جائزہ لیتے ہوئے کہنے لگی۔

"کھانا تو ہم روز ہی کھاتے ہیں' لیکن جو حالت اس وقت آپ کی ہے ایسی حالت تو پہلے میں نے نہیں دیکھی۔ آپ مجھ سے کچھ چھپانے کی کوشش کر رہے ہیں۔ میں آپ کی بیوی ہوں' آپ کے ہر کام کی رازدار ہوں۔ اگر کوئی بات ہے تو آپ مجھے بتائیں۔ اس طرح آپ کا دکھ اور غم ہلکا ہو جائے گا۔"

ایاز بن سیف الدین کشمکش و پیچ میں پڑ گیا تھا۔ یہاں تک کہ توزین کچھ دیر سوچتی رہی پھر کہنے لگی۔

"کیا آپ کو اپنے ساتھی سالار کربوغا کے مرنے کا دکھ اور افسوس ہے۔"

توزین نے کیونکہ خود ہی بات بنائی تھی' لہٰذا ایاز نے پہلے اثبات میں گردن ہلائی پھر کہنے لگا۔

"وہ میرا ایک بہترین' مخلص اور قابل اعتماد ساتھی تھا۔ اس کے مرنے کا مجھے بے حد دکھ اور غم ہے۔"

توزین سلطان کے ساتھ صلاح مشورہ ہوا ہے کربوغا آذربائیجان میں ہلاک ہو چکا ہے لہٰذا ایک ہفتہ بعد میں اور چکرمش ایک لشکر لے کر آذربائیجان کی طرف جائیں گے اور جس کام کو ادھورا چھوڑنے کے بعد کربوغا اس جہان فانی سے ہمیشہ کے لئے کوچ کر چکا ہے اسے مکمل کریں گے۔"

یہاں تک کہنے کے بعد ایاز بن سیف الدین رکا' دم لیا پھر کچھ کہنا چاہتا تھا کہ اس سے پہلے ہی توزین بول اٹھی۔

"میرے خیال میں اب تک میری بہن رفادہ کا بخار اتر چکا ہو گا اور وہ ٹھیک ہو چکی ہو گی۔ کیا ایسا ممکن نہیں کہ جب آپ آذربائیجان کی طرف کوچ کریں تو ہم رے شہر سے ہو کر جائیں۔ اماں اور رفادہ کو بھی اپنے ساتھ لیتے جائیں گے۔"

جواب میں کچھ دیر خاموش رہ کر ایاز بن سیف الدین نے کچھ سوچا پھر کہنے لگا۔

"میرے خیال میں آذربائیجان کی مہم دور کی ہے۔ اس کے علاوہ یہاں سے کافی دور مشرق میں ہے جبکہ ہم نے مغرب کا رخ کرنا ہے۔ ہاں اگر تم رے شہر میں قیام کرنا چاہو تو اور

بات ہے۔"

جواب میں توزین نے مسکراتے ہوئے پہلے نفی میں گردن ہلائی پھر کہنے لگی۔

"رے میں کیوں قیام کر لوں۔ جب میرے شوہر آذربائیجان کی طرف جائیں گے تو میں بھی آپ کے ساتھ جاؤں گی۔"

یہاں تک کہتے کہتے توزین کو خاموش ہو جانا پڑا۔ اس لئے کہ دونوں میاں بیوی کا کھانا آ گیا تھا۔ دونوں نے مل کر پہلے کھانا کھایا' کھانا لانے والا جب خالی برتن اٹھا کر لے گیا' تب کچھ دیر خیمے میں خاموشی رہی۔ ایاز بن سیف الدین اسی طرح پریشان' الجھا ہوا اور غم زدہ تھا۔ توزین نے پھر اسے کریدنا شروع کیا۔

"میں تو سمجھتی تھی کہ میرے ساتھ گفتگو کے بعد آپ امیر کربوغا کے مرنے کے باعث جس غم اور دکھ سے دوچار ہوئے ہیں اس میں کمی آ جائے گی اور آپ سنبھل جائیں گے' لیکن میں دیکھتی ہوں ایسا نہیں ہے۔ آپ مجھے بے حد فکرمند اور غمزدہ دکھائی دے رہے ہیں اور اب مجھے یقین ہو گیا ہے کہ امیر کربوغا کی ہلاکت کے علاوہ کوئی مسئلہ ہے' جس سے آپ دوچار ہیں اور جس کو آپ مجھ سے چھپانا چاہ رہے ہیں۔"

یہاں تک کہنے کے بعد توزین رکی' پھر غور سے ایاز بن سیف الدین کی طرف دیکھتے ہوئے سوالیہ انداز میں اس نے پوچھ لیا۔

"کیا سلطان برکیاروق کی طرف سے آپ کی دل شکنی ہوئی ہے؟"

ایاز نے فوراً نفی میں گردن ہلا دی۔ توزین نے پھر پوچھ لیا۔

"کیا کسی سالار کے ساتھ آپ کی تکرار ہوئی ہے؟"

ایاز بن سیف الدین نے پھر نفی میں گردن ہلائی۔

یہاں تک کہ تنگ آ کر توزین اپنی آواز میں زور پیدا کرتے ہوئے کہنے لگی۔

"اگر سلطان بھی آپ سے خفا نہیں ہوئے' کسی ساتھی سالار سے بھی تکرار نہیں ہوئی' پھر کیا معاملہ ہے؟"

اس پر ایاز بن سیف الدین سنبھلا' ایک گہری نگاہ اس نے توزین پر ڈالی' پھر کہنے لگا۔

"اگر تم وعدہ کرو کہ تم زیادہ شور شرابا اور واویلہ نہیں کرو گی تو پھر میں تمہیں وہ خبر سناتا ہوں جس کی وجہ سے میں پریشان اور فکرمند ہوں۔"

ایاز بن سیف الدین کے ان الفاظ پر توزین کا چہرہ پیلا ہو گیا تھا۔ کچھ دیر تک بول تک نہ سکی۔ پھر بڑی مشکل سے اس نے الفاظ ادا کیے۔ اچھا آپ کہیں میں آپ سے وعدہ کرتی ہوں کہ صبر کروں گی۔"

اس پر انتہائی غمزدہ سے لہجے میں ایاز بن سیف کہنے لگا۔

"رفادہ اب اس دنیا میں نہیں ہے۔ وہ ہمیشہ کے لئے ہم سے جدا ہو چکی ہے اور اس وقت اماں اکیلی رے شہر میں اپنی حویلی میں قیام کیے ہوئے ہے۔"

یہ خبر گویا دھماکہ بن کر توزین پر گری تھی۔ کچھ دیر تک اس کی آنکھیں، چہرہ پتھرا گیا تھا۔ کسی ردعمل کا اظہار نہ کر سکی تھی۔ پھر ایسی پھوٹ پھوٹ کر روئی کہ اس کی ہچکیاں اور سسکیاں بندھ گئی تھیں۔ ایاز نے توزین کو سنبھالنا شروع کیا۔ آخر توزین نے اپنے آپ کو سنبھالا، اپنی آنکھیں اس نے خشک کیں اور روتی ہوئی آواز میں اس نے ایاز بن سیف الدین کو مخاطب کر کے پوچھا۔

"یہ خبر کون لایا اور کس نے آپ سے کہی۔"

جواب میں ایاز بولا اور کہنے لگا۔

"توزین جس وقت میں اور تم دونوں اپنے لشکر کے ساتھ واسط شہر کی طرف گئے ہوئے تھے کہ کربوغا کے مرنے اور ساتھ ہی افادہ کے فوت ہونے کی خبریں سلطان تک پہنچی تھیں۔ سلطان رفادہ کی خبر سنا کر مجھے واسط میں پریشان نہیں کرنا چاہتے تھے۔ رفادہ کی فوتگی کی وجہ سے سلطان نے میری طرف قاصد بھیجے اور فوراً واپس آنے کا حکم دیا۔ ساتھ ہی امیر کربوغا کی ہلاکت کی بھی اطلاع کر دی۔"

"یہاں آنے کے بعد جب سارے سالاروں کو سلطان نے اپنے خیمے میں بلایا تب وہاں سلطان نے انکشاف کیا کہ رے شہر کی طرف سے سلطان کی حویلی کے محافظوں میں سے ایک آیا تھا اور اس نے اطلاع دی کہ رفادہ کا بخار بری طرح بگڑ گیا تھا، بہت علاج ہوا، کوئی افاقہ نہ آیا لہٰذا وہ اس فانی دنیا سے ہمیشہ کے لئے کوچ کر گئی ہے۔"

توزین نے اب اپنے آپ کو کافی حد تک سنبھال لیا تھا۔ پھر وہ دکھ بھرے لہجے میں کہنے لگی۔

"اور اماں کہاں ہے؟"

"اماں رے شہر میں اپنی حویلی میں قیام کیے ہوئے ہے۔" غور سے اس کی طرف دیکھتے ہوئے ایاز بن سیف الدین نے کہا تھا۔

اس موقع پر ایاز بن سیف الدین نے کچھ سوچا، پھر توزین کو مخاطب کر کے کہنے لگا۔

"توزین کیا ایسا ممکن نہیں کہ میں آذربائیجان کی طرف لشکر لے کر جانے سے پہلے تمہیں رے شہر لے جاؤں۔ وہاں حویلی میں قیام کرنا میں لشکر لے کر آذربائیجان کی طرف نکل جاؤں گا۔"

جواب میں بڑے اداس اور فکرگیر لہجے میں توزین نے پہلے نفی میں گردن ہلائی پھر کہنے لگی۔

"میں کبھی بھی اکیلی رے شہر کی اپنی حویلی میں نہیں رہوں گی۔ اس سے پہلے مجھے رفادہ اور اماں کو ہاتھ لگ چکے ہیں۔ اماں تو رہ سکتی ہے اس لئے کہ ان سے کوئی تعرض نہیں کرے گا اور سلطان کی حویلی کے محافظ ان کی دیکھ بھال کرتے ہوں گے، لیکن میں وہاں نہیں رہوں گی۔ میں آپ کے ساتھ آذربائیجان جاؤں گی۔"

یہاں تک کہنے کے بعد توزین رکی، کچھ سوچا پھر کہنے لگی۔

"جب آپ لشکر لے کر آذربائیجان کی طرف چلے جائیں گے تو کیا سلطان یہیں قیام کرے گا یا اصفہان یا رے شہر کا رخ کریں گے۔"

توزین کے ان الفاظ کے جواسب میں ایاز بن سیف الدین کہنے لگا۔

"فی الحال تو فیصلہ یہی ہوا ہے کہ سلطان ہمدان کے نواح ہی میں قیام کریں گے اور اگر کسی بھی علاقے میں کوئی غیر معمولی حادثہ اٹھ کھڑا ہوا تو پھر ظاہر ہے سلطان کو ہمدان سے کوچ کرنا پڑے گا۔ ساتھ ہی میرے اور سلطان کے درمیان تیز رفتار قاصدوں کے ذریعے رابطہ بھی رہے گا۔" توزین کسی حد تک مطمئن ہو گئی تھی۔ پھر اپنی جگہ سے اٹھی اور کہنے لگی۔

"آپ تھکے ہوئے ہیں۔ میں بستر لگاتی ہوں۔ پھر آرام کرتے ہیں۔" اس کے ساتھ ہی توزین اٹھ کر اپنے خیمے میں بستر لگانے لگی تھی۔

............*

ایک ہفتہ بعد ایاز بن سیف الدین نے ہمدان سے آذربائیجان کی طرف کوچ کیا تھا۔ میاں بیوی نے یہ فیصلہ کیا تھا، کیونکہ ہمدان سے رے جانے کے لئے انہیں پھر واپس اصفہان

کی شاہراہ پر سفر کرنا تھا اس طرح ان کے کئی دن لگ سکتے تھے۔ اس بنا پر وہ واپس رے شہر کی طرف جانے کے بجائے سیدھا آگے آذربائیجان کی طرف بڑی تیزی اور برق رفتاری سے سفر کرنے لگے تھے۔

آذربائیجان کی باغی قوتوں کو بھی ایاز بن سیف الدین اور چکرمش کی اس پیش قدمی کی اطلاع ہو چکی تھی۔ لہٰذا ان کا استقبال کرنے کے لئے انہوں نے مراغہ شہر کے شمال مشرق میں ایک بہت بڑا لشکر لے کر راہ روکنے کے لئے پڑاؤ کر لیا تھا۔

ایاز بن سیف الدین اور چکرمش دونوں جب اپنا لشکر لے کر ان کے سامنے گئے تب وہاں انہوں نے پڑاؤ کرنے کا حکم دیا۔ باغیوں نے دم نہیں لیا۔ ایاز بن سیف الدین اور چکرمش کے وہاں پہنچتے ہی انہوں نے اپنے لشکر کے اندر جنگ کی ابتداء کرنے کے لئے طبل بجوانا شروع کر دیئے تھے۔ ایسی صورت میں ایاز بن سیف الدین نے اپنے ایک چھوٹے سالار کی سرکردگی میں چند دستے اپنے پڑاؤ کی حفاظت پر مقرر کیے۔ اس کے بعد لشکر کو دو حصوں میں تقسیم کر کے صفیں درست کر لیں۔ ایک حصے کی کمانداری اپنے پاس رکھی۔ دوسرا حصہ چکرمش کے تحت کر دیا تھا اور دونوں قوتوں کا مقابلہ کرنے کے لئے بالکل تیار اور مستعد ہو گئے تھے۔

دوسری طرف باغیوں نے بھی اپنے لشکر کی صفیں درست کرنے کے بعد کچھ دیر تک ہولناک آوازوں میں نعرے بلند کیے۔ اس کے بعد انہوں نے اپنے لشکر کو غضبناک بن کر نزول کرتی کروٹیں لیتی برق کی ہولناکی، جنگل کی کالی راتوں میں آتش کے بہتے ساگر اور وحشی صدیوں کے غبار میں نفرت کی پھیلتی طیلسان کی طرح اپنے لشکر کو آگے بڑھایا، پھر وہ ایاز بن سیف الدین کے لشکر پر ناشاد اور سوگوار کرتے، چیختے چلاتے تفکرات کے شور، تباہی کے راستوں پر سفر کرتی گرسنہ آندھیوں، بدلتے موسموں میں مردم گزیدہ کرب بھری یلغار، شنیدہ ناشنیدہ تباہی کی آگ خیالات میں اترتی نفرت بھری فراک رتوں کی طرح حملہ آور ہو گئے تھے۔

اس موقع پر زوردار انداز میں تکبیریں بلند کرتے ہوئے ایاز بن سیف الدین اور چکرمش نے بھی اپنے لشکر کو بے دینی اور ظلم کے خلاف حرکت کرتی لاینغلب تحریک، بے نشان راستوں پر سنگ میل کھڑے کرتے ملت کے مشعل بردار فرزندوں اور امڈتی آندھیوں میں

جرأت کے چراغ روشن کرتے، نجیب و شجاع نقیبوں کی طرح اپنے لشکر کو آگے بڑھایا، پھر وہ بھی باغیوں پر ہڈیوں میں بے قراری طاری کرتی سرفروشی کی زریں جدوجہد، دلوں پر صرع کے دورے طاری کرتی لہو کے آنچل اڑاتی موت، بدی کی اڑتی دھول میں انوکھی داستان الم رقم کرتے آندھیوں کے ہمسفروں اور رخوں کو جرأتمندی کا آئینہ دکھاتی برق تپاں سی شجاعت بھری رواتیوں کی طرح حملہ آور ہو گئے تھے۔

شہر کے نواح میں وصال وعدے، ملن قصیدے، خواہشوں کی سیجیں، چشم و نظر کی وارفتگی، یادوں کی امربیلیں، شوریدہ سر دکھ کی کسک، ابلتے لمحوں کی یلغار میں لہولہو ہونا شروع ہو گئی تھیں۔

رزم گاہ کے اندر کانٹوں کے خونی حصار، غموں کے انوکھے طوفاں، درد و فرقت کے پیوند سمندر کے شور کی وحشت ناکی پر عذاب جور و استبداد، موت کی مسکراہٹیں، قضا کے بے روک کاروان اور دہکتی پراسرار قوتیں ناچ اٹھی تھیں۔

کچھ دیر تک مراغہ شہر کے شمال مغرب میں دونوں لشکریوں کے درمیان ہولناک ٹکراؤ ہوتا رہا۔ یہاں تک کہ ایاز بن سیف الدین اور چکرمش کے جاں لیوا شدید حملوں کے سامنے باغیوں کی حالت اب بڑی تیزی سے تحریک کے پیاسے کرب ناک درد، زہر اگلتے تفکرات، زہریلی مسافتوں کے مسافروں، دھیمے دھیمے سلگتی چوب کھولتے صحرا کی بنجر تپتی ریت شام کی بےنوائیوں اور زیست کی محرومیوں کی سی ہونا شروع ہو گئی تھی۔

باغیوں کا لشکر چونکہ زیادہ تھا لہٰذا شروع میں انہیں پکا اور پختہ یقین تھا کہ وہ سلطان برکیاروق کے لشکر کو مراغہ شہر کے نواح سے مار بھگانے میں کامیاب ہو جائیں گے، لیکن جنگ شروع ہونے سے تھوڑی ہی دیر بعد جب شدید حملے کرتے ہوئے ایاز بن سیف الدین اور چکرمش نے ان پر زور ڈالنا شروع کیا، تب باغیوں کے نہ صرف حوصلے پست ہونے لگے تھے بلکہ اپنی کامیابی اور اپنی فتح مندی کے جو جال انہوں نے پہلے سے بن رکھے تھے۔ وہ ایک ایک کر کے ٹوٹنے بکھرنے لگے تھے۔

باغیوں کے لشکر کی اگلی صفوں کو ایاز بن سیف الدین اور چکرمش نے تقریباً ختم کر کے رکھ دیا تھا اور اس کے بعد وہ باغیوں کے لشکر کے وسطی حصے پر بھی یلغار کرنے لگے تھے اور ان کے اس عمل نے باغیوں کے حوصلوں کو بالکل پست کر کے رکھ دیا تھا۔ جس کا نتیجہ یہ نکلا کہ انہوں کے لشکر کی ان صفوں نے جو اس وقت برسرپیکار تھیں جب دیکھا کہ ان کے آگے جتنی

صفیں تھیں سلطان برکیاروق کے لشکر نے ان سب کا صفایا کر دیا ہے اور ان کے آگے ان کے ساتھیوں کی لاشیں بکھری پڑی ہیں' تب وہ مزید بددل ہوئے اور اپنی جانیں بچانے کے لئے پیچھے کی طرف کھسکنے لگے تھے۔

اس کا اندازہ ایاز بن سیف الدین اور چکرمش نے بھی لگا لیا تھا۔ لہٰذا انہوں نے اپنے حملوں میں مزید شدت اور سختی پیدا کی جس کے نتیجہ میں باغیوں کو شکست قبول کرنا پڑی اور وہ ہزیمت اٹھا کر بھاگ کھڑے ہوئے۔

ایاز بن سیف الدین اور چکرمش نے اپنے لشکر کے ساتھ صدیوں کی خاموشی میں زخموں کی خراشیں لگاتے' غم کے چڑھتے سحاب وحشت بھرے اندھیروں میں زندگی کے سفر کو موت کی تھکاوٹ دوچار کرتے خونی بگولوں کے رقص اور ستم کی ستیزہ کاری کی طرح ان کا تعاقب کر دیا تھا۔ اس تعاقب کے دوران باغیوں کے لشکر کو انہوں نے خاصا نقصان پہنچایا تھا۔

اس کے بعد ایاز بن سیف الدین چکرمش دونوں تعاقب ترک کر کے اپنے پڑاؤ میں آئے۔ اس وقت سورج غروب ہونے کے قریب تھا۔ ایاز اور چکرمش دونوں نے پہلے زخمیوں کا جائزہ لیا۔ ان کی بہترین تیمارداری کا اہتمام کیا۔ لشکریوں کے لئے خیمے نصب کر دیئے گئے تھے۔ لشکر کے ایک حصے کو چوکس رکھا گیا' تاکہ دشمن کہیں اوٹ سے نمودار ہو کر حملہ آور نہ ہو یا رات کے وقت اچانک کہیں سے نمودار ہو کر شب خون نہ مارے۔ اتنی دیر تک پڑاؤ میں مغرب کی اذان ہوئی۔ سب نے مغرب کی نماز ادا کی۔ اس کے بعد خیمے کیونکہ نصب ہو گئے تھے لہٰذا سب اپنے خیموں کی طرف گئے۔

ایاز بن سیف الدین اپنے خیمے میں داخل ہوا۔ اس کی آمد تک تو زین بھی نماز ادا کر چکی تھی۔ دونوں میاں بیوی دیر تک بیٹھ کر ہونے والی جنگ سے متعلق گفتگو کرتے رہے۔ اس کے بعد کھانا کھا کر وہ آرام کرنے لگے تھے۔ لشکر نے تین دن وہاں آرام کیا' جبکہ اطراف میں ایاز بن سیف الدین نے دور دور تک اپنے مخبر پھیلا دیئے تاکہ باغیوں کی نقل و حرکت سے آگاہ کرتے رہیں۔

تیسرے دن جس وقت ایاز بن سیف الدین اور چکرمش مغرب کی نماز کے بعد اپنے خیموں کی طرف جانے لگے' تب وہ دونوں اپنے چھوٹے سالاروں کے ساتھ ایک جگہ رک گئے۔ اس لئے کہ ان کے کچھ مخبر ان کی طرف آتے دکھائی دیئے۔ وہ تعداد میں تین تھے۔

تینوں ایاز بن سیف الدین اور چکرمش کے پاس آ کر رکے۔ چھوٹے سالار بھی ارد گرد جمع ہو گئے تھے۔ جونہی وہ قریب آئے جستجو بھرے انداز میں ان کی طرف دیکھتے ہوئے ایاز بن سیف الدین نے پوچھ لیا۔

"میرے عزیز بھائیو! کیا دشمن کی نقل و حرکت سے متعلق تم کوئی اچھی خبر لے کر آئے ہو۔"

اس پر ان میں سے ایک بولا اور کہنے لگا۔

"امیر ہم نہیں جانتے کہ وہ خبر اچھی ہے کہ بری' لیکن حالات میں ایک تبدیلی اور کروٹ آ رہی ہے۔ دراصل ہم نے بھی ان علاقوں میں باغیوں کی طاقت اور قوت کا اندازہ غلط لگایا تھا۔ باغیوں کی بہت بڑی تعداد ہے جو لشکر ہم سے شکست کھا کر بھاگا تھا۔ اس سے بڑے دو اور لشکر ان علاقوں میں متحرک ہیں۔ دراصل مخبروں کو اطلاع ہو گئی تھی کہ آپ کی سرکردگی میں ایک لشکر بغاوت کو فرو کرنے کے لئے آ رہا ہے اور انہوں نے آپ کے لشکر کی تعداد کا بھی اندازہ لگا لیا تھا لہٰذا اپنے بڑے لشکر میں سے ایک حصہ آپ کی راہ روکنے کے لئے بھیجا۔ اب جو لشکر آپ کے ہاتھوں شکست کھا کر بھاگا ہے وہ اپنے دوسرے لشکر کے پاس پہنچ چکا ہے اور انہوں نے آپ کی کامیابی کو شکست میں تبدیل کرنے کے لئے ایک منصوبہ بندی کی ہے اور اس کی تفصیل بھی ہم جان کر آئے ہیں۔"

یہاں تک کہنے کے بعد وہ مخبر جب رکا' تب غور سے اس کی طرف دیکھتے ہوئے ایاز بن سیف الدین کہنے لگا۔

"جو کچھ تم جان کر آئے ہو کہو تاکہ ہم اس کا سدباب کریں۔"

اس پر مخبر بڑی رازداری سے بولا اور کہنے لگا۔

"امیر محترم! دشمن اب اپنے آپ کو تین حصوں میں تقسیم کر کے آپ کی طرف بڑھے گا۔ ایک لشکر سامنے کی طرف سے آئے گا' ایک بائیں طرف سے اور ایک دائیں جانب سے نکلے گا۔ دائیں جانب آپ جانتے ہیں بہت بڑا جنگل ہے۔ اسی جنگل میں سے گزرتی ہوئی ایک شاہراہ ویلم کی طرف جاتی ہے اور جنگل کے درمیانی حصے میں ایک چوراہا ہے وہاں سے ایک اور شاہراہ جنگل سے نکلتی ہے اور پھر جنگل سے نکل کر وہ موغان شہر کی طرف چلی جاتی ہے۔ ایک لشکر موغان سے آنے والی شاہراہ پر چڑھے گا' پھر جنگل میں داخل ہوگا۔ اس شاہراہ

پر آئے گا جو ویلم سے مراغہ کی طرف آتی ہے۔ آپ کے ساتھ ٹکرانے سے پہلے وہ جنگل کے اندر گھات لگانے کی کوشش کرے گا اور جب سامنے کی طرف سے ایک لشکر اور ایک بائیں جانب سے نمودار ہو جائیں گے اور تینوں لشکریوں کے اپنے ہرکاروں کے ذریعے رابطے رہیں گے ان کے بعد ایک وقت مقرر کر کے وہ آپ کی طرف کوچ کریں گے اور آپ پر حملہ آور ہوں گے۔"

یہاں تک کہنے کے بعد وہ مخبر جب خاموش ہوا' تب بڑے اطمینان اور خوشی کا اظہار کرتے ہوئے ایاز بن سیف الدین کہنے لگا۔

"میرے عزیز ساتھیو! تم نے یہ اطلاع بڑے اچھے وقت پر مجھ تک پہنچائی ہے اور اب میں اس کا سدباب کروں گا۔ میں دیکھوں گا کہ یہ تینوں کیسے متحد ہو پاتے ہیں اور کیسے اپنے باغی پن کو ہم پر مسلط کرنے کی کوششیں کرتے ہیں۔"

"اب تو تینوں حرکت میں آؤ۔ کھانا کھاؤ اس کے بعد لشکر شاید یہاں سے کوچ کرے۔"

اس کے ساتھ ہی وہ تینوں مخبر وہاں سے ہٹ گئے تھے۔ ان کے جانے کے بعد ایاز بن سیف الدین نے اپنے چھوٹے سالاروں کی طرف دیکھا اور کہنے لگا۔

"آج کھانے کے بعد لشکر یہاں سے کوچ کرے گا۔ اپنی تیاریوں کو آخری شکل دے دینا۔"

"پھر وہ چھوٹے سالار ایاز بن سیف الدین کے کہنے پر وہاں سے ہٹ گئے تھے۔ ایاز بن سیف الدین چکرمش کو لے کر آگے بڑھا۔ اپنے پڑاؤ کے وسط میں جا کر رکا۔ چکرمش بھی رک گیا۔ پھر بڑی راز داری میں چکرمش کی طرف دیکھتے ہوئے ایاز بن سیف الدین کہنے لگا۔

"میرے عزیز بھائی اگر باغیوں کے بڑے بڑے لشکر ہیں اور وہ تعداد میں ہم سے بہت زیادہ ہیں تب بھی ہم نے ان سے نبٹنا تو ہے۔ میرے عزیز بھائی ہماری اب سب سے پہلے کوشش یہ ہوگی کہ باغیوں کے تینوں لشکروں کو آپس میں ملنے اور متحد نہ ہونے دیں۔ ہمارے مخبروں کی اطلاع کے مطابق باغیوں کے جس لشکر نے موغان شہر کی طرف سے آنا ہے اور پھر مراغہ اور ویلم کے درمیان پڑنے والے جنگل میں داخل ہونے کے بعد اس شاہراہ پر چڑھنا ہے جو جنگل کے اندر ہی اندر ویلم سے مراغہ کی طرف آتی ہے۔ اس لشکر سے نبٹیں گے میرے

بھائی آج کھانا کھانے کے بعد یہاں سے کوچ ہوگا۔ بڑی تیزی اور برق رفتاری کے ساتھ سفر کریں گے اور مراغہ شہر کے اوپر بحرہ خضر کی طرف جنگل ہے' اس میں داخل ہو جائیں گے۔ جہاں موغان سے آنے والی شاہراہ اس شاہراہ سے ملتی ہے جو ویلم کی طرف سے آتی ہے۔ وہیں اپنے لشکر کو ترتیب کے ساتھ گھات میں مقرر کریں گے۔ پھر میں دیکھوں گا کہ موغان کی طرف سے آنے والے باغیوں کا لشکر کیسے ہم سے بچ کر مراغہ کے دائیں پہلو کا رخ کرتا ہے۔"

یہاں تک کہنے کے بعد ایاز بن سیف الدین رکا' دوبارہ چکرمش کو مخاطب کر کے کہنے لگا۔

"چکرمش میرے بھائی فی الحال اتنا ہی کافی ہے۔ دشمن کے اس لشکر سے کیسے نبٹنا ہے۔ یہ جنگل میں پہنچنے اور گھات لگانے کے بعد میں تفصیل سے تمہیں بتاؤں گا۔ میرے خیال میں اب تم اپنے خیمے میں جاؤ کھانا کھانے اور عشاء کی نماز ادا کرنے کے بعد یہاں سے کوچ کیا جائے گا۔"

چکرمش وہاں سے ہٹ گیا تھا۔ اپنے خیمے کی طرف گیا۔ ایاز بن سیف الدین بھی خیمے میں آیا اور جو منصوبہ بندی کی گئی تھی اس سے متعلق توزین کو آگاہ کیا۔ دونوں میاں بیوی نے اپنا سامان سمیٹ لیا تھا۔ کھانا کھانے اور عشاء کی نماز ادا کرنے کے بعد لشکر نے وہاں سے اپنا پڑاؤ اٹھا لیا اور پھر بڑی تیزی سے اس جنگل کا رخ کیا جو مراغہ شہر کے دائیں جانب تھا۔

............*

آدھی رات سے تھوڑا بعد ایاز بن سیف الدین اور چکرمش اپنے لشکر کو لے کر اس جنگل میں داخل ہو گئے تھے اور پھر اس جگہ رک گئے جہاں ویلم اور موغان کی طرف سے آنے والی دو شاہراہیں جنگل کے اندر ملتی تھیں۔ وہاں پہنچنے کے بعد سب سے پہلے ایاز بن سیف الدین نے اطراف میں اپنے مخبروں کو پھیلایا۔ موغان سے آنے والی شاہراہ سے ذرا ہٹ کے پڑاؤ کیا گیا اور جب صبح ہوئی تو کچھ جھاڑ جھنکار کو صاف کیا گیا۔ بڑے بڑے درختوں کے جھنڈ کے اندر خیمے نصب کر دیئے گئے۔ لشکریوں اور ان کے اہل خانہ کو خیموں میں آرام کرنے کے لئے کہا گیا' جبکہ ایاز بن سیف الدین اور چکرمش اپنے چند چھوٹے سالاروں کے ساتھ اس شاہراہ کے کنارے آن کھڑے ہوئے جو موغان کی طرف سے آتی تھی۔

سورج گو چڑھ آیا تھا' لیکن جنگل گھنا تھا جس کی وجہ سے چاروں طرف سایہ ہی سایہ تھا۔ ایاز بن سیف الدین کچھ دیر تک موغان کی طرف سے آنے والی اس شاہراہ کا جائزہ لیتا رہا۔ اس کے بعد چکرمش اور اپنے دوسرے چھوٹے سالاروں کو مخاطب کر کے کہنے لگا۔

''دشمن کے ایک لشکر سے نبٹنے کے لئے یہ جگہ انتہائی مناسب ہے۔ لشکریوں کو ظہر کی نماز تک بالکل آرام کرنے دو۔ ظہر کی نماز کے بعد جس ترتیب سے لشکر کے حصے مقرر کرنے ہیں وہ میں تم سے ابھی کہے دیتا ہوں۔''

''لشکر کے چار حصے کرنے ہیں۔ ایک حصہ اس شاہراہ کے دائیں جانب رہے گا' ایک بائیں جانب' ایک دائیں جانب ذرا پیچھے رہے گا اور چوتھا حصہ اس شاہراہ کے قریب ہو گا جو ویلم سے مراغہ کی طرف جاتی ہے۔ اب صورتحال یہ پیدا ہو جائے گی کہ جب دشمن کا لشکر اس طرف آئے گا تو جو لشکر اس پڑاؤ سے مراغہ کی طرف آنے والی شاہراہ کی طرف ہو گا وہ بالکل چپ رہے گا۔ گھات میں پڑا رہے گا۔ لشکر کے وہ دو حصے جو موغان کی طرف سے آنے والی

شاہراہ کے دائیں بائیں گھات لگا چکے ہوں گے ان کے پاس تیروں کے ڈھیر ہوں گے۔ پوری طرح وہ مسلح ہوں گے اور جو لشکر ویلم سے مراغا کی طرف جانے والی شاہراہ پر متعین ہو گا ان کے پاس بھی تیر ہوں گے اور وہ بھی پوری طرح مسلح ہوں گے۔ اب میں تمہیں یہ بتاتا ہوں کہ دشمن سے نبٹنا کیسے ہے؟''

''موغان کی طرف سے آنے والی شاہراہ پر جب دشمن کا لشکر نمودار ہو گا' تب ہمارے لشکر کا وہ حصے جو پڑاؤ سے دائیں جانب ہوں گے اور جس کے پاس سے پہلے گزر کر باغیوں کا لشکر آئے گا وہ چپ رہے گا۔ لشکر کے دو حصے جو دائیں بائیں شاہراہ کی دونوں جانب گھات لگائے ہوئے ہوں گے پہلے وہ حرکت میں آئیں گے۔ دشمن کے لشکر کا کچھ حصہ جب ان کے پاس سے گزرے گا تب ان پر دونوں جانب سے تیز تیراندازی کی جائے گی۔ کوشش یہ کرنی ہے کہ تیر بے کار نہ چلایا جائے۔ ہر تیر سے کسی نہ کسی کو نشانہ بننا چاہئے۔ اسی صورت میں جب دشمن کے اندر بھگدڑ مچے گی تب دشمن پہلے یہ کوشش کریں گے کہ واپس بھاگیں۔ اس وقت ہمارا وہ لشکر جو ہم سے دائیں جانب پڑاؤ کیے ہو گا وہ اپنی گھات سے نکل کر شاہراہ پر آ جائے گا اور بھاگنے والوں پر حملہ آور ہو جائے گا۔ حملہ آور جب دیکھیں گے کہ وہ موغان کی طرف سے آئے ہیں اور موغان کی طرف اب واپس جانا مشکل ہے اس لئے کہ اس سمت ہمارا لشکر ہو گا جو ان پر حملہ آور ہو گا لہٰذا وہ اس طرف جانے کی کوشش نہیں کریں گے۔ دائیں بائیں جنگل میں بھی نہیں گھسیں گے اس لئے دونوں سمتوں سے ان پر تیراندازی ہو رہی ہو گی۔''

''اب وہ آگے بھاگیں گے۔ جو لشکر موغان کی طرف جانے سے انہیں روکے گا وہ ان کے پیچھے رہے گا اور جو لشکر شاہراہ کے دائیں بائیں رہ کر ان پر تیراندازی کریں گے وہ بھی ان کے ساتھ جنگل کے اندر ہی اندر آگے بڑھتے رہیں گے۔''

ظاہر ہے وہ ویلم کی طرف تو نہیں جائیں گے جہاں موغان سے آنے والی شاہراہ ویلم سے آنے والی شاہراہ سے ملتی ہے۔ وہاں وہ دائیں جانب مڑ کر مراغہ شہر کا رخ کرنے کی کوشش کریں گے۔ اس سمت ہمارے لشکر کا چوتھا حصہ ہو گا' جو اچانک شاہراہ پر نمودار ہو کر ان کی راہ روکے گا۔ اتنی دیر تک پشت کی طرف سے آنے والا ہمارا لشکر بھی ان کے قریب ہو گا۔ دائیں بائیں کے جو لشکر ہوں گے وہ برابر ان پر تیراندازی کرتے رہیں گے۔ ایسی صورت میں وہ مراغہ کا رخ نہیں کریں گے۔ پلٹیں گے اور ویلم کی طرف جانے کی کوشش کریں گے۔

جب وہ ایسا کریں گے تو پھر لشکر کے چاروں حصے اپنے گھوڑوں کو سرپٹ دوڑاتے ہوئے ان کے پیچھے لگ جائیں گے اور ان کا تعاقب کریں گے اور انہیں اس قابل نہ چھوڑیں گے کہ اپنے لشکر کے دونوں حصوں کے ساتھ مل کر ہمارے خلاف کوئی کارروائی کر سکیں۔ کوشش یہ کرنی ہے کہ ان باغیوں کے لشکر کی تعداد جس قدر کم کر سکیں' اتنی ہی ہمارے لئے بہتری اور سودمندی ہو گی۔"

"اگر ہم اس تجویز اور منصوبہ بندی پر عمل کرنے میں کامیاب ہو گئے تو میرے عزیز بھائیو! ہم بڑی آسانی اور بڑی سہولت کے ساتھ باغیوں کے ایک لشکر کا خاتمہ کرنے میں کامیاب ہو جائیں گے۔ اب دوسرے لشکر کے ساتھ کیسے نبٹا جائے گا یہ طریقہ کار میں آپ سب کو اس طرف آنے والے لشکر سے نبٹنے کے بعد بتاؤں گا۔ میرے خیال میں اب سب لوگ آرام کریں' چونکہ پچھلے پہر عصر کی نماز کے بعد اس منصوبہ بندی کو آخری شکل دینی ہے۔ لشکر کے چاروں حصے مقرر کرنے ہیں اور ہر حصے نے جہاں جہاں گھات لگانی ہے وہ حصہ ہر لشکر کو دکھایا جائے گا اور یہ عمل دشمن کے آنے تک تین چار بار دہرایا جائے گا' تاکہ کسی لشکری کو یہ شک نہ رہے کہ اس نے اپنی کارگزاری کا اہتمام کہاں سے کرنا ہے۔ اس کے بعد جب ہمارے مخبر بتائیں گے کہ دشمن اب موغان سے آنے والی شاہراہ پر جنگل میں داخل ہو چکا ہے تو پھر ہم ان کی ضیافت کا خوب اہتمام کریں گے۔"

ایاز بن سیف الدین کی اس تجویز سے سب نے اتفاق کیا تھا۔ لہٰذا سب آرام کرنے کے لئے اپنے خیموں کی طرف چلے گئے تھے۔

............*

عصر کی نماز کے بعد لشکر کو چاروں حصوں میں تقسیم کر دیا گیا۔ ہر حصے کو جہاں جہاں مقرر ہونا تھا وہ جگہ ہر حصے کو دکھا دی گئی اور ہر لشکری کو ان کے ترکش بھر کر تیر مہیا کر دیئے گئے۔ ہر لشکری کو سمجھا دیا گیا تھا کہ جب دشمن آئے تو اوٹ میں رہ کر تیر اندازی کرنی ہے۔ اس طرح دشمن کے آنے تک دن میں دو بار یہ عمل دہرایا جاتا تھا۔ ہر لشکر کو گھات لگانے والے حصے میں لے جایا جاتا۔ وہاں کس طرح اس نے اپنی کارگزاری کا مظاہرہ کرنا تھا۔ وہ سب عملی صورت میں کیا جاتا تھا۔ اس طرح دشمن کے آنے سے پہلے ہی پہلے ایاز بن سیف الدین نے ان کا سامنا کرنے کے لئے اپنی تیاریوں کو آخری شکل دے دی تھی۔

اگلے روز ایاز بن سیف الدین کے مخبروں نے اسے یہ اطلاع کر دی تھی کہ دشمن کا لشکر مراغہ اور دیلم کے درمیان پڑنے والے جنگل میں داخل ہو چکا ہے اور اس شاہراہ پر پیش قدمی کر رہا ہے جو موغان سے جنگل میں داخل ہونے کے بعد دائیں طرف گھوم کر مراغہ شہر کی طرف جاتی ہے۔

یہ اطلاع ملتے ہی ایاز بن سیف الدین' چکرمش فوراً حرکت میں آئے۔ شاہراہ کے دائیں بائیں گھوڑوں پر سوار اپنے لشکریوں کو مقرر کر دیا گیا۔ جن کے ترکش تیروں سے بھرے ہوئے تھے اور ان کے گھوڑوں کے ساتھ جو خرجینیں تھیں ان میں بھی تیر ڈال دیئے گئے تھے۔ لشکر کے ان دونوں حصوں کی کمانداری چھوٹے سالار کر رہے تھے۔ لشکر کا ایک حصہ لے کر ایاز بن سیف الدین اس سمت ہٹا جس سمت سے دشمن نے جنگل میں داخل ہو کر پیش قدمی کرنی تھی اور چوتھا حصہ جو چکرمش کی کمانداری میں تھا' وہ جنگل کے اس حصے میں جا کر گھات لگا گیا تھا جس جگہ سے دشمن کے لشکر نے مڑ کر مراغہ شہر کا رخ کرنا تھا۔ اس طرح چاروں لشکر اپنے اپنے مقام پر گھات لگا گئے تھے۔ تیر انداز شاہراہ سے بہت پیچھے تھے اور شاہراہ پر سفر کرنے والے انہیں دیکھ نہیں سکتے تھے۔ اس لئے کہ انہوں نے اپنے گھوڑوں کو درختوں کے جھنڈ اور جھاڑ جھنکار کے اندر چھپا رکھا تھا۔

کوئی زیادہ دیر نہ گزری تھی کہ جس جگہ ایاز بن سیف الدین کے لشکر نے چار حصوں میں بٹ کر گھات لگا رکھی تھی وہاں دشمن کا لشکر نمودار ہوا۔ شاہراہ کے دائیں بائیں ایاز بن سیف الدین کے لشکری جو گھات میں بیٹھے ہوئے تھے وہ اپنے گھوڑوں کو حرکت میں لائے اور شاہراہ کے قریب ہوئے' پھر تیز برستی موسلادھار بارش کی طرح انہوں نے دشمن پر تیز تیر اندازی شروع کر دی تھی۔ اس اچانک تیر اندازی نے دشمن کے لشکر کو بوکھلا کر رکھ دیا تھا۔ آن کی آن میں سینکڑوں لشکری اپنے گھوڑوں سے گر کر تڑپنے اور واویلا' شور شرابا کرنے لگے تھے۔ کچھ تیر ان کے گھوڑوں کو بھی لگے تھے لہٰذا گھوڑے جو زخمی ہوئے بری طرح ہنہناتے ہوئے ادھر ادھر بھاگنے لگے تھے۔ کچھ شاہراہ پر بھاگے' کچھ جنگل میں داخل ہو گئے' جنہیں ایاز بن سیف الدین کے لشکریوں نے پکڑ لیا۔

دشمن کے لشکر نے جب دیکھا کہ آگے دشمن گھات لگائے بیٹھا ہے' تب ان کے سالار نے اپنے لشکریوں کو للکارتے ہوئے واپس جانے کا حکم دیا' تاکہ جنگل سے باہر نکل کر کوئی

دوسرا راستہ اختیار کیا جائے۔

اور جب وہ مڑے تا کہ واپس جائیں تو ان کے لئے ایک اور مصیبت اٹھ کھڑی ہوئی اس لئے کہ سامنے ایاز بن سیف الدین اپنے لشکر کے ساتھ ان پر ضرب لگانے کے لئے بالکل تیار کھڑا تھا۔ یہ صورتحال دشمن کے لئے یقیناً غیر متوقع تھی۔ ان کے سالار نے اپنے لشکریوں کو روک دیا۔ اس موقع پر ان پر برابر دائیں بائیں سے تیر اندازی ہو رہی تھی اور ان کے لشکریوں کی تعداد کم ہو رہی تھی۔ لشکری گر گر کر تڑپ رہے تھے۔ گھوڑے ادھر ادھر بھاگنا شروع ہو گئے تھے۔ ایسے میں دشمن کے لشکر کا سالار ابھی سوچ بچار میں گم تھا۔ ایاز بن سیف الدین اپنے حصے کے لشکر کے ساتھ حرکت میں آیا اور وہ سہہ سال کی سیاہ ناکامیوں میں تھکن اور بے حوصلگی اور نارسائی جذبوں اور خواہشوں کا اضطراب پیدا کرتے براہم بگولوں کے تازیانوں آہوں کی طرح پیچ و تاب کھاتے خیموں کی دھجیاں اڑاتے وقت کے بدترین طوفانوں اور اندھیروں کی گھنی موجوں میں ویران اور ہولناک کیفیتیں طاری کرتی موت اور مرگ کی رقصاں انگلیوں کی طرح حملہ آور ہو گیا تھا۔

یہ صورتحال دشمن کے لشکر کے لئے مزید خراب کر دینے والی تھی۔ لہٰذا وہ پھر پلٹے' جبکہ ان کے دونوں جانب سے جنگل کے اندر سے وقت کے دھندلکوں میں ایک کرب مسلسل کی طرح دونوں جانب سے تیراندازی کی جا رہی تھی اور اب پشت کی طرف سے تلواروں کی دھاروں اور تیروں کی نوکوں اور نیزوں کی انیوں کے طوفان نے بھی انہیں خوفزدہ کرنا شروع کر دیا تھا۔ شاہراہ کے دائیں بائیں تیز تیر ان کی رگ رگ میں کرنوں کی طرح پیوست ہونے لگے تھے۔ تلخی اور مایوسی پھیلاتی دل کی شکستہ آوازیں اس سمے ان کی کائنات کی نبض لرزانے لگی تھیں۔

ایسی صورت میں وہ بڑی تیزی سے اس دوراہے پر پہنچے جہاں ایک شاہراہ دائیں جانب مڑ کر مراغہ کی جانب جاتی تھی۔ جس پر انہیں سفر کرنا تھا اور دوسری مخالف سمت مرو کی طرف نکل گئی تھی۔

جب اس چوک پر پہنچ کر اپنی جان چھڑانے اور اپنے بچے کھچے لشکر کو بچا کر نکل جانے کے لئے وہ شاہراہ کے دائیں جانب مڑے' تب وہ مزید دنگ رہ گئے۔ اس لئے کہ وہاں چکرمش اپنے لشکر کے ساتھ بالکل مستعد ان کی راہ روکے کھڑا تھا اور جونہی ان کے سامنے گئے چکرمش ایاز بن سیف الدین کے انداز میں حرکت میں آیا اور وہ ان پر قلب و نظر کی تطہیر

کرتے قدیم اور کہنہ اساطیری قوتوں کی طرح حرکت میں آتے ہوئے سناٹوں کی گونجوں میں زندگی کی گہری تہوں میں پیوست ہو جانے والے صدیوں کے سربستہ طوفانوں' اندھیروں کی تہ میں سوئے پرانی صداؤں کے کھنڈروں میں زخموں کی کہکشائیں سجائے ان پر حملہ آور ہو گیا تھا۔ چکرمش کے حملہ آور ہونے سے چکرمش اور اس کے لشکری دشمن کے رگوں کو چوس لینے والے بگولوں' موت کے المناک مناظر اور جلادوں کے خنجر کی طرح ان پر چھانا شروع ہو گئے تھے۔

اب جنگل میں ایک کہرام مچ گیا تھا۔ شاہراہ کے دائیں بائیں رہ کر اپنے گھوڑوں کو حرکت میں لاتے تیر انداز بڑے خاص انداز میں تیر اندازی کرتے ہوئے دشمن کو نقصان پہنچا رہے تھے۔ جب کہ سامنے اور پشت کی جانب سے ایاز بن سیف الدین اور چکرمش بڑی تیزی سے ان کی تعداد کو کم کرنے کا کام شروع کر چکے تھے۔

اس موقع پر جب دشمن کے لشکر نے دیکھا کہ جاں نہیں بچتی وہ بھی حملہ آور ہوئے' لیکن جس انداز میں وہ بچ کر نکلنا چاہتے تھے ایسا وہ کر نہ سکے۔ اس لئے کہ اب دائیں' بائیں' پشت اور سامنے کی طرف سے تیز حملے ان کے رگ و پے میں پیوست ہو کر ہراساں و شکستہ کرتے کرتے آلام کی صورت اختیار کر چکے تھے۔ جنگل میں ان کے لئے سفر کی لکیروں میں فنا کی تحریریں رقم ہونے لگی تھیں۔ چہروں کو سلگاتے' سراب سجاتے' اندھی لو کے غصیلے رقص کی طرح ایاز بن سیف الدین کے لشکری آگے بڑھتے ہوئے روحوں کو بے درماں گھاؤ' دلوں کو نا آشنا الجھنیں' جسم و جان کو ہجر کی تلخیوں سے روشناس کرتی خوف ناک اندھی قوتوں کی طرح حملہ آور ہو رہے تھے۔

اس طرح کچھ دیر کے لئے جنگل کو میدان جنگ و رزم گاہ بنا دیا گیا تھا۔ اس رزم گاہ کے اندر حشر برپا کرتی طغیانیاں' نفرتوں کے اتھاہ نوحے' خوف و وحشت بھری لہو کی بارش اور اضطراب کے بھنور جوش مارنے لگے تھے۔ درد و الم کی بھڑکتی آگ موت کا کرب تقدیر کے بدترین عذاب موت کی گرسنہ سلگتی قیامت' دہکتی خواہشوں کے خونی ہیولے ہر سمت ناچ اٹھے تھے۔

کچھ دیر تک گھمسان کا رن پڑا۔ دشمن کا لشکر جو پہلے یہ اندازہ لگا رہا تھا کہ ان کی تعداد زیادہ ہے لہٰذا وہ اپنا آپ بچا کر نکل جائیں گے' لیکن جب ان پر چاروں سمت سے جان لیوا

حملے شروع ہوئے تب انہوں نے دائیں جانب آگے بڑھ کر مراغہ شہر کی طرف جانے کے بجائے پسپائی اختیار کی۔ ان کا سالار دیکھ رہا تھا کہ اس کے لشکر کی تعداد بڑی تیزی سے کم ہو رہی ہے اور اس نے یہ بھی اندازہ لگا لیا تھا کہ اگر جنگ اسی طرح جاری رہی تو اس کا اور اس کے لشکریوں کا مکمل طور پر صفایا کر دیا جائے گا۔ لہٰذا اس نے مراغہ کی طرف جانے کے بجائے پسپائی کا حکم دیا۔ اب وہ جنگل سے نکل کر مراغہ شہر کا رخ کرنے کے لئے بھاگ کھڑے ہوئے تھے۔

اس موقع پر ایاز بن سیف الدین نے زوردار انداز میں تکبیریں بلند کیں۔ تکبیروں کے جواب میں لشکر کے چاروں حصے یکجا ہو کر ایک لشکر کی صورت اختیار کر گئے تھے۔ پھر پورے لشکر کو لے کر ایاز بن سیف الدین اور چکرمش نے ٹھہرے وقت کے جلال میں آتشیں لاوے کی خوفناکی، فنا کے گھاٹ اتار دینے والے باجبروت و ہولناک طاقتور موت، خوش بختی کو بدبختی، شرف و شادمانی کو مایوسی و نفرت اور شدید انتقام کی گرم اور مایوسی پھیلاتے بھنور کی طرح ان کا تعاقب کرنا شروع کر دیا تھا۔

اس تعاقب کے دوران بھی ان گنت باغیوں کو موت کے گھاٹ اتار دیا گیا۔ لشکر جو اس وقت ایاز بن سیف الدین کے آگے بھاگ رہا تھا اس کی تعداد بہت کم رہ گئی تھی اور اس کی حالت بھی اجالوں سے محروم دشت و بیاباں، قبر کی تنگی کے منظر، ادھوری خواہشوں، زیست کے آخری لمحوں، دکھ کی دھوپ میں آلام کی گرد، مجسم قیامت خیز لمحوں کی سی ہو رہی تھی۔ جنگل کے اندر کچھ دور تک ایاز بن سیف الدین اور چکرمش نے اپنے آگے بھاگتے دشمن کا تعاقب کر کے ان کی تعداد کو مزید کم کر کے اس قابل نہ رہنے دیا کہ آنے والے وقت میں وہ کسی جنگ میں شامل ہو سکے۔ اس کے بعد وہ پلٹے اور اپنے پڑاؤ کی طرف ہو لئے۔

دشمن کے لشکر کے پاس بار برداری کے جانوروں کے علاوہ بار برداری کے جانوروں پر بہت سا سامان تھا، جس میں خوراک کے ذخائر کے علاوہ تیر تلواریں، ڈھالیں، نیزے بھی تھے۔ ایاز بن سیف الدین نے سب چیزوں پر قبضہ کر کے انہیں اپنے پڑاؤ میں منتقل کر دیا تھا۔

ایاز بن سیف الدین اور چکرمش اپنے لشکر کو لے کر جب پڑاؤ میں داخل ہوئے تو پڑاؤ کی حفاظت پر جو دستے مقرر تھے ان کے سالاروں نے ایاز بن سیف الدین سے شکایت کی کہ جہاں ہم نے پڑاؤ کر رکھا ہے وہاں سانپ بہت ہیں۔ اب تک انہوں نے کافی سانپ

ہلاک کر دیئے ہیں۔" یہ سن کر ایاز بن سیف الدین اور چکرمش دونوں کو کچھ تشویش ہوئی۔ یہاں تک کہ چکرمش ایاز بن سیف الدین کی طرف دیکھتے ہوئے کہنے لگا۔

"ایاز میرے بھائی ایسا کرتے ہیں کہ اپنے لشکر کے اردگرد جس قدر گھاس پھونس اور جھاڑ جھنکار ہیں انہیں آگ لگا دیتے ہیں۔ آگ لگنے کے بعد جو سانپ اس علاقے میں ہیں نکل بھاگیں گے اور کچھ لشکری مقرر کر دیں کہ جو بھاگنے والے سانپوں کو مارتے جائیں گے اور آگ لگنے کے بعد جب آگ ٹھنڈی ہو جائے تو پھر سارے لشکری جائزہ لیں کہ جہاں بھی انہیں بل نظر آئے اس پر پتھر رکھ کر اس پر مٹی ڈال کر خوب اچھی طرح سے بند کر دیں۔ میرے خیال میں ایسا کرنے کے بعد لشکریوں کے لئے یہاں سانپ کا خطرہ نہیں رہے گا۔"

چکرمش کے یہ الفاظ سن کر ایاز بن سیف الدین مسکرایا اور کہنے لگا۔

"چکرمش میرے بھائی ہمیں اتنا تردد اور ایسی زحمت اٹھانے کی ضرورت نہیں ہے۔ تھوڑی دیر تک یہاں سے پڑاؤ اٹھا کر موغان کی طرف جانے والی شاہراہ پر جنگل سے باہر نکل کر پڑاؤ کرتے ہیں اور جب پہلے سے پھیلے ہمارے مخبر دشمن کے دونوں لشکروں کے متعلق اطلاع دیں گے تو پھر ہم ان میں سے ایک لشکر کے خلاف حرکت میں آئیں گے۔ جس طرح ہم نے دشمن کے اس لشکر کا خاتمہ کیا ہے خداوند قدوس نے چاہا تو باقی دو سے بھی ہم ایسے ہی انداز میں نمٹ کر ان کا خاتمہ کر کے رہیں گے۔"

چکرمش کے علاوہ باقی سالاروں نے بھی اس سے اتفاق کیا تھا۔ لہٰذا سب اپنے خیموں کی طرف گئے۔ ایاز بن سیف الدین جب اپنے خیمہ میں داخل ہوا۔ بڑے خوش کن انداز اور بڑے اچھے الفاظ میں مسکراتے ہوئے توزین نے اسے اس شاندار فتح اور کامیابی پر مبارکباد دی تھی۔ جب آگے بڑھ کر ایاز بن سیف الدین اس کے پہلو میں بیٹھ گیا، تب کسی قدر خوف زدہ سے انداز میں توزین اسے مخاطب کر کے کہنے لگی۔

"میں سوچتی ہوں کہ ہم نے گزشتہ شب اس خیمہ میں کیسے بسر کر لی۔ یہاں سانپ بہت ہیں۔ خیموں کے اردگرد منڈلاتے ہوئے کئی سانپ دیکھے گئے جنہیں لشکریوں نے ہلاک کیا ہے۔ جس کی وجہ سے لشکر کے اندر ساری عورتیں خوفزدہ اور پریشان ہو چکی ہیں اور جن لشکریوں کے ساتھ اپنے بچے ہیں ان پر زیادہ خوف سوار ہے۔ اس کے علاوہ اگر ہم یہاں پڑاؤ کرتے ہیں تو سانپ خیموں میں بھی داخل ہو کر نقصان پہنچا سکتے ہیں۔"

توزین کے خاموش ہونے پر مسکرا کر اس کی طرف دیکھتے ہوئے ایاز بن سیف الدین کہنے لگا۔

''ایسا کچھ نہیں ہوگا۔ تھوڑی دیر تک لشکر یہاں سے کوچ کرے گا۔ جنگل سے باہر نکل کر موغان کی سمت پڑاؤ کرے گا۔''

یہ سن کر توزین خوش ہوگئی تھی۔ پھر دونوں میاں بیوی آوازیں سن کر خیمہ کے دروازے پر آن کھڑے ہوئے۔ انہوں نے دیکھا لشکری خیمہ اکھاڑ کر وہاں سے کوچ کرنے کی تیاری کر رہے تھے۔ لہٰذا وہ دونوں میاں بیوی بھی اپنا سامان سمیٹنے لگے تھے۔ تھوڑی دیر بعد ایاز بن سیف الدین اپنے لشکر کو لے کر وہاں سے نکلا اور وہ شاہراہ جو جنگل سے موغان کی سمت نکلتی تھی۔ اس شاہراہ کے ایک طرف اس نے خیمہ نصب کر کے اپنا پڑاؤ کرلیا تھا۔

............*

وہاں پڑاؤ کرنے کے چوتھے روز کچھ مخبر ایاز بن سیف الدین کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ وہ دشمن کے باقی دو لشکروں کے متعلق خبریں لے کر آئے تھے جس وقت وہ پڑاؤ میں داخل ہوئے اس وقت ایاز بن سیف الدین چکرمش اپنے اپنے سالاروں کے ساتھ اپنے لشکر کی نگرانی کر رہے تھے۔ مخبر وہاں آکے رکے اور ان میں سے ایک ایاز بن سیف الدین کو مخاطب کر کے کہنے لگا۔

امیر ہم آپ کے لئے اچھی خبر لے کر آئے ہیں۔ جہاں تک ہمیں خبر ملی ہے اس کے مطابق موغان کی طرف سے جو لشکر جنگل میں داخل ہوا تھا اس کا آپ نے خاتمہ کردیا ہے۔ پھر جنگل سے باہر نکل کر پڑاؤ کرلیا ہے۔ اب ہم آپ کے لئے دشمن کے باقی دو لشکریوں کے متعلق خبریں لے کر آئے ہیں۔

میں آپ سے گزارش کروں کہ مراغہ کے نواح میں آپ نے جس لشکر کو شکست دی تھی وہ شکست اٹھا کر موغان کی طرف بھاگا تھا۔ موغان سے کئی میل مشرق میں ان کے دو لشکر پہلے سے پڑاؤ کئے ہوئے تھے' جو شکست اٹھا کر بھاگے وہ بھی ان میں جا شامل ہوئے۔ لہٰذا انہوں نے لشکر کے تین حصے کئے۔ ایک موغان کی شاہراہ پر جنگل میں داخل ہوا' جس کا آپ خاتمہ کر چکے ہیں۔ باقی دو حصے اس شاہراہ پر روانہ ہوئے جو تبریز کے راستے مراغہ شہر کی طرف جاتی ہے۔ وہ بڑا لشکر وہاں آکے رکے گا جہاں آذربائیجان سے ایک شاہراہ مراغہ کی طرف جاتی ہے اور دوسری شاہراہ موصل کا رخ کرتی ہے۔ جہاں یہ دونوں شاہراہیں ایک چوراہا بناتی ہیں۔ وہاں آکر وہ لشکر دو حصوں میں تقسیم ہو جائے گا۔ ایک سیدھا مراغہ کی طرف جائے گا اور دوسرا کردستان کی سرزمینوں سے گزر کر موصل جانے والی شاہراہ پر تھوڑا سا آگے بڑھے گا۔ اس کے بعد وہ بھی مشرق کا رخ کرے گا۔ اس طرح وہ دو لشکر بھی اپنی کارروائی کا انتظار کریں

گے۔ ابھی تک انہیں پتہ نہیں ہے کہ آپ نے مراغہ کے نواح سے اپنا پڑاؤ اٹھا کر موغان کے دائیں جانب موغان اور ویلم کے درمیان پڑنے والے جنگل میں ان کے ایک لشکر کا خاتمہ کر دیا ہے لہٰذا مراغہ سے چند میل دور وہ آپس میں پہلے رابطہ کریں گے۔ آذر بائیجان سے سیدھا مراغہ کی طرف جانے والا لشکر مراغہ سے چند میل شمال مغرب میں رک جائے گا۔ دوسرا لشکر مراغہ سے جنوب کی طرف چند میل دور رکے گا۔ تیسرے نے جنگل سے باہر نکل کر رکنا تھا جس کا آپ خاتمہ کر چکے ہیں۔ جب وہ مخبروں کے ذریعے تینوں آپس میں رابطہ قائم کریں گے ایک دن اور وقت مقرر کریں گے جس روز انہوں نے تینوں طرف سے امڈ کر آپ پر حملہ آور ہونا ہے۔ پھر ان پر یہ راز کھلے گا کہ ان کا وہ لشکر جو جنگل میں داخل ہوا تھا' اس کا خاتمہ کر دیا گیا ہے۔ یہ خبر ملنے کے بعد میرے خیال میں وہ فکرمند ہو جائیں گے اور دو میں سے ایک کام ضرور کریں گے۔"

"اول یہ کہ دونوں باقی لشکر متحد ہو جائیں گے۔ دوئم یہ کہ وہ جنگ ترک کر کے واپس جانے کا ارادہ کریں گے۔"

یہاں تک کہنے کے بعد وہ مخبر جب رکا' تب اس کا شانہ تھپتھپاتے ہوئے ایاز بن سیف الدین کہنے لگا۔

"میرے عزیز بھائی یہ خبریں دے کر تم نے میرا دل خوش کر دیا ہے۔ اب میں اس لشکر کو اپنا ہدف بناؤں گا جو آذر بائیجان سے نکل کر مراغہ کی طرف جانے والی شاہراہ پر سفر کرے گا اور اس کی حالت اس لشکر سے بھی بدتر کروں گا' جس کے ساتھ ہم جنگل میں ٹکرائے ہیں۔"

یہاں تک کہنے کے بعد ایاز بن سیف الدین رکا پھر انہیں کو مخاطب کر کے کہنے لگا۔

"تم کھانا کھانے اور آرام کرنے کے بعد پھر اپنے کام پر نکل جاؤ اور مجھے پھر یہ اطلاع کرنا کہ کب دو شاہراؤں کے چوراہا پر وہ لشکر پہنچ کر دو حصوں میں تقسیم ہوتا ہے۔ دو حصوں میں تقسیم ہونے کے بعد جب ایک سیدھا آگے مراغہ کا رخ کرے گا تو پھر میں اس لشکر کو اپنا ہدف بناؤں گا۔"

"تمہارے روانہ ہونے کے بعد میں بھی اپنے لشکر کے ساتھ کل یہاں سے کوچ کروں گا اور آذر بائیجان سے نکلنے والی شاہراہ پر کسی مناسب جگہ اپنے لشکر کا پڑاؤ کروں گا۔ تم لوگ مجھے وہی آئندہ کی خبروں سے آگاہ کرنا اور تمہاری مہیا کردہ ان خبروں کے مطابق ہی میں دشمن

کے خلاف حرکت میں آؤں گا۔" مخبروں نے اس سے اتفاق کیا تھا۔ چنانچہ وہ لشکر میں آرام کرنے کے لئے چلے گئے۔ ایاز بن سیف الدین چکرمش پہلے کی طرح اپنے کام میں لگ گئے تھے۔

مخبروں کے روانہ ہونے کے ایک دن بعد ایاز بن سیف الدین اور چکرمش بھی اپنے لشکر کو لے کر جنگل کے نواح سے اس شاہراہ کی طرف گئے تھے جو شاہراہ تبریز سے مراغہ شہر کی طرف جاتی تھی۔ شاہراہ سے کافی ہٹ کر ایسی جگہ لشکر نے پڑاؤ کیا تھا' جہاں زمین کافی ٹوٹی ہوئی تھی اور شاہراہ کی طرف درختوں کے جھنڈ بھی تھے۔ اس طرح شاہراہ پر اگر کوئی سفر کرے تو پڑاؤ نہ دیکھ سکتا تھا۔

ایاز بن سیف الدین نے ایک دن اور ایک رات ہی وہاں قیام کیا ہو گا کہ جو مخبر جنگل کے نواح میں اس سے ملے تھے وہ پھر لوٹ کر آئے۔ ان کی آمد پر ایاز بن سیف الدین نے خوشی کا اظہار کیا۔ پھر انہیں مخاطب کر کے ایاز بن سیف الدین کہنے لگا۔

"کیا تم باغیوں کے دوسرے لشکر کے متعلق بھی کوئی خبر لے کر آئے ہو۔"

اس موقع پر ایاز بن سیف الدین کے ساتھ چکرمش اور دیگر سالار بھی تھے۔ وہ ان مخبروں کی آمد سے پہلے ہی کسی موضوع پر صلاح مشورہ کر رہے تھے۔ آخر کار ایاز بن سیف الدین کے پوچھنے پر مخبر بولا اور کہنے لگا۔

"امیر حالات پوری طرح ہمارے حق میں ہیں۔ آج شام سے کچھ پہلے بلکہ آپ یوں کہہ سکتے ہیں کہ عصر کے بعد دشمن کا لشکر اس شاہراہ پر سے گزرے گا' جو تبریز سے مراغہ شہر کی طرف جاتی ہے اور ایسا ہی ایک لشکر علیحدہ ہو کر دائیں ہاتھ کو جا چکا ہے اور وہ مراغہ کے دائیں جانب سے مراغہ شہر کی طرف بڑھے گا جب کہ ادھر آنے والا لشکر سیدھا آگے چلا جائے گا۔"

مخبر جب خاموش ہوا' تب غور سے اس کی طرف دیکھتے ہوئے ایاز بن سیف الدین کہنے لگا۔

"کیا تم بتا سکتے ہو کہ اس لشکر کی تعداد کیا ہو گی؟"

جواب میں مخبر نے کچھ سوچا پھر کہنے لگا۔

"امیر بات یہ ہے جس لشکر کو آپ نے جنگل کے اندر ختم کیا تھا اس کی تعداد کا اندازہ آپ نے کر لیا ہو گا۔ باغیوں کے تینوں لشکر تعداد کے لحاظ سے بالکل برابر ہیں۔"

مخبر کے ان الفاظ پر ایاز بن سیف الدین اور چکرمش دونوں نے خوشی کا اظہار کیا۔ یہاں تک کہ ان مخبروں کو مخاطب کرتے ہوئے ایاز بن سیف الدین کہنے لگا۔

"اب تم جا کر آرام کرو اور جب تک باغیوں کے اس لشکر سے ہم نمٹ نہیں لیتے تم لشکر کے اندر ہی رہنا۔" اس کے ساتھ ہی وہ مخبر وہاں سے ہٹ گئے تھے۔ ان کے جانے کے بعد کچھ دیر تک ایاز بن سیف الدین گہری سوچوں میں ڈوبا رہا۔ پہلے ایک گہری نگاہ چکرمش اور وہاں کھڑے چھوٹے سالاروں پر ڈالی اس کے بعد کہنے لگا۔

"باغیوں کے اس لشکر سے نمٹنے کے لئے میرے ذہن میں اس وقت ایک تجویز ہے۔ میں پہلے ہی بتا دوں یہ حرف آخر نہیں ہے۔ میری سوچیں' میری تدبیریں' میری منصوبہ بندی غلط بھی ہو سکتی ہے۔ اس بنا پر میں تم لوگوں کے سامنے پیش کرتا ہوں تم میں سے جو کوئی بھی اس میں تبدیلی کرنا چاہے یا اس سے متفق نہ ہو بلا جھجک کہے تا کہ ہم متفقہ طور پر کسی منصوبہ بندی پر عمل کر سکیں۔"

یہاں تک کہنے کے بعد ایاز بن سیف الدین جب خاموش ہوا' تب ایک چھوٹا سالار بڑی عقیدت اور عاجز مندی سے کہنے لگا۔

"امیر ایاز بن سیف الدین یہ کیسے ممکن ہے کہ آپ کوئی منصوبہ بندی ترتیب دیں اور دوسرے سالار اسے پسند نہ کریں۔ آپ کی منصوبہ بندی کی وجہ سے تو ہمیں جگہ جگہ کامیابیاں نصیب ہوتی ہیں۔"

اس سالار کے ان الفاظ پر ایاز بن سیف الدین مسکرا دیا' پھر کہنے لگا۔

"دیکھو جنگل کے اندر ہم نے لشکر کو چار حصوں میں تقسیم کیا تھا۔ وہ ہماری مجبوری تھی اور اسی طریقہ سے ہم جنگل کے اندر داخل ہونے والے باغی لشکر سے نمٹ سکے تھے' لیکن یہاں معاملہ مختلف ہے۔ لشکر کو دو حصوں میں تقسیم کیا جائے گا۔ چونکہ دشمن کے لشکر نے آج ہی عصر کے بعد یہاں سے گزرنا ہے لہٰذا ہم اپنی منصوبہ بندی کو ابھی تھوڑی دیر تک آخری شکل دے دیں گے۔"

"لشکر کو جو دو حصوں میں تقسیم کیا جائے گا۔ ایک حصہ میرے پاس' دوسرا چکرمش کے پاس رہے گا۔ کچھ دستے علیحدہ کر دیئے جائیں گے جو پڑاؤ کی حفاظت پر مقرر ہوں گے۔ وہ بہترین تیر انداز ہوں گے تا کہ ہمارے پڑاؤ کو کوئی نقصان نہ پہنچا سکے۔ میں اپنے حصہ کے لشکر

کے ساتھ دوپہر سے پہلے ہی یہاں سے مراغہ کی سمت چند فرلانگ بڑھ جاؤں گا۔ وہاں میں شاہراہ کے قریب گھات لگا لوں گا۔ باغیوں کا لشکر یہاں سے گزر کر جب آگے جائے گا تو میں اپنے لشکر کے ساتھ ان کی راہ روکوں گا۔"

"لازمی بات ہے جب باغی دیکھیں گے کہ ایک چھوٹے سے لشکر نے ان کی راہ روکی ہے تو وہ مجھ پر چڑھ دوڑیں گے۔ میں انہیں روکے رکھوں گا' دفاع بھی کروں گا' جارحیت بھی اختیار کروں گا۔ اتنی دیر تک چکرمش اپنے حصے کے لشکر کے ساتھ ان کی پشت کی طرف سے حملہ آور ہوگا اور جب چکرمش ایسا کرے گا تو یقیناً باغیوں کو دو طرفہ حملوں کا مقابلہ کرنا پڑے گا۔ وہ اپنے لشکر کے اندر تبدیلی کریں گے اور اس تبدیلی کی وجہ سے ان کا نظم' ان کی تنظیم خراب ہوگی۔ اسی سے ہم فائدہ اٹھائیں گے۔ ان کے اندر مزید کھلبلی اور افراتفری برپا کریں گے اور ان کی شکست اور اپنی فتح مندی کو یقینی بنا کے رہیں گے۔"

یہاں تک کہنے کے بعد ایاز بن سیف الدین رکا' پھر چکرمش کی طرف دیکھتے ہوئے کہنے لگا۔

"چکرمش میرے بھائی لشکر کے دوپہر کے کھانے کا بندوبست پہلے کر دیا جائے تا کہ میں اپنے حصے کے لشکر کو لے کر بوقت اپنی گھات کی طرف چلا جاؤں اور مجھے امید ہے اس منصوبہ بندی پر عمل کر کے ہم اپنی کامیابی کو آخری شکل دے سکتے ہیں۔ بہرحال میں نے جو کہنا تھا کہہ دیا۔ اب اس معاملہ پر تم غور کرو اور اگر تم میں سے کوئی بھی اس میں کوئی تبدیلی کرنا چاہے یا اس سے متفق نہ ہو' کوئی اور تجویز پیش کرنا چاہے تو اس کی اس تجویز کا خیر مقدم کیا جائے گا۔"

ایاز بن سیف الدین کی اس تجویز اور منصوبہ بندی کو سب نے سراہا تھا اور یک زباں اس پر اتفاق رائے کا اظہار کیا تھا۔ اس کے بعد ایاز بن سیف الدین کہنے لگا۔

"اگر یہ بات ہے تو اپنے خیموں کی طرف جاؤ ہتھیاروں کا جائزہ لو جو دستے یہاں پڑاؤ کی حفاظت کے لئے رہنے ہیں انہیں تیر مہیا کر دیئے جائیں تا کہ دشمن کا اگر کوئی بھولا بھٹکا دستہ ہمارے پڑاؤ کو ہدف بنانا چاہے تو وہ دستے پڑاؤ کی حفاظت کر سکیں۔ چکرمش اپنے حصہ کے ساتھ پڑاؤ ہی رہے گا۔ جب کہ میں ظہر کی نماز کے بعد یہاں سے نیچے کی طرف گھات کی طرف چلا جاؤں گا۔"

اس کے بعد ایاز بن سیف الدین کے کہنے پر سب وہاں سے ہٹ گئے تھے۔ ایاز بھی اپنے خیمہ کی طرف چلا گیا تھا۔ ایاز جب اپنے خیمہ میں گیا تو خیمے میں توزین اپنے اور ایاز بن سیف الدین کے کپڑے تہہ کر کے درست کر رہی تھی۔ ایاز بن سیف الدین جب آگے بڑھ کر اس کے قریب نشست پر بیٹھ گیا' تب ایک گہری نگاہ توزین نے ایاز بن سیف الدین پر ڈالی' پھر کہنے لگی۔

"جو آپ اپنا پڑاؤ کبھی جنگل کے قریب' کبھی ادھر لے کر آئے ہیں تو لگتا ہے حالات کچھ دگرگوں ہیں۔ کیا باغیوں کا کوئی اور لشکر ہم سے ٹکرانے کے لئے کوچ کر رہا ہے۔ میں دیکھتی ہوں آپ مجھے پوری بات نہیں بتاتے۔ میں آپ سے کہوں میں ایک مجاہد کی بیوی بھی ہوں۔ ہر قسم کے حالات' ہر قسم کی تلخی' ہر قسم کی تکلیف اور دشواری کا مقابلہ کر سکتی ہوں۔"

توزین جب خاموش ہوئی' تب غور سے اس کی طرف دیکھتے ہوئے ایاز بن سیف الدین کہنے لگا۔

"توزین ایسا کوئی معاملہ نہیں ہے۔ جنگل سے باہر کا پڑاؤ اس لئے کیا تھا کہ جہاں ہم نے جنگل کے اندر پڑاؤ کیا تھا' وہاں سانپ تھے۔ اس کی شکایت تم نے بھی کی تھی۔ باقی لشکریوں نے بھی اور ان کے اہل خانہ نے بھی شکایت کی تھی کہ وہاں سانپ بہت ہیں۔ اس موقع پر چکرمش کا یہ خیال تھا کہ پڑاؤ کو وہیں رکھتے ہیں اور اردگرد جو جھاڑ جھنکار' جو گھاس ہے انہیں آگ لگا دیتے ہیں' جو سانپ نکلے اس کا خاتمہ کر دیا جائے اور پھر اطراف میں جس قدر بل نظر آئیں ان میں پتھر کوٹ کر اوپر مٹی ڈال کر انہیں بھر دیا جائے۔"

"لیکن میں نے اس سے اتفاق نہیں کیا تھا۔ اس لئے کہ اس جنگل کے اندر ہمارا کام ختم ہو چکا تھا۔ اب ہم نے جنگل سے باہر نکل کر باغیوں کے دوسرے لشکریوں سے جلد نمٹنا تھا۔ اس بنا پر میں نے جنگل سے باہر اپنے لشکر کا پڑاؤ کر لیا تھا۔"

"وہاں ہمارے مخبر آئے اور انہوں نے اطلاع دی کہ تبریز کی طرف کوچ کرتے وقت دشمن نے اپنے بہت بڑے اور جرار لشکر کو دو حصوں میں تقسیم کیا ہے۔ ایک حصہ جنگل کی طرف گیا' جس کا ہم نے خاتمہ کر دیا تھا۔ باقی دوسرا حصہ سیدھا اس شاہراہ کی طرف آئے اور یہاں سے چند میل اوپر انہوں نے اپنے آپ کو دو حصوں میں تقسیم کر لیا۔ ایک حصہ سیدھا اس شاہراہ کی طرف آئے گا۔ دوسرا حصہ دائیں جانب سے لمبا چکر اور کاوا کاٹتے مراغہ شہر کے دائیں

جانب سے اپنا ہدف تلاش کرے گا۔

چونکہ ایک بار کسی نے بتا دیا ہے کہ سلطان برکیاروق کا لشکر مراغہ کے نواح میں قیام کیے ہوئے ہے اور ان کے جس لشکر کو ہم نے شکست دی ہے' شکست اٹھا کر جو لشکری بھاگے انہوں نے جا کر یہی اطلاع دی کہ سلطان برکیاروق کا لشکر مراغہ کے نواح میں ہے۔ لہٰذا انہوں نے منصوبہ بندی کی کہ تین اطراف سے ہم پر حملہ آور ہو کر ہمارا خاتمہ کیا جائے۔ ایک لشکر نے جنگل میں سے ہو کر نکلنا تھا۔ اس نے ہمارے دائیں پہلو پر ضرب لگانی تھی' جو مراغہ شہر کی دائیں جانب سے نمودار ہونا تھا۔ اس نے ہمارے بائیں پہلو پر ضرب لگانی تھی اور جو اس شاہراہ پر بالکل آگے جانا تھا اس نے اس سمت سے ہم پر حملہ آور ہو کر اپنی کامیابی اور فتح مندی کو یقینی بنانا تھا۔"

"ان کی بدقسمتی کہ جنگل میں ہم ان کے لشکر کے ایک حصہ کا تو خاتمہ کر چکے ہیں اب آج عصر قریب ان کے لشکر کا دوسرا حصہ اس شاہراہ پر گزرے گا۔ لشکر کو میں نے دو حصوں میں تقسیم کر دیا ہے۔ ایک حصہ لے کر میں آگے نکل جاؤں گا۔ دوسرا چکرمش کے پاس رہے گا۔ میں ان کی راہ روکوں گا۔ سامنے کی طرف سے میں اور پشت کی جانب سے چکرمش حملہ آور ہو گا۔ خداوند قدوس نے چاہا تو ان باغیوں کا ہم خاتمہ کر کے رکھ دیں گے۔"

ایاز بن سیف الدین کی اس تجویز اور منصوبہ بندی پر توزین خوش اور مطمئن ہو گئی تھی۔ پُر فکرمندی سی آواز میں کہنے لگی۔

"جب آپ سامنے کی طرف سے ان کی راہ روکیں گے اور پشت کی جانب چکرمش حملہ آور ہو گا تو کیا پڑاؤ یہیں رہے گا؟"

"ہاں پڑاؤ یہی رہے گا۔" توزین کی طرف دیکھتے ہوئے ایاز بن سیف الدین مسکرایا تھا۔

"اور اگر دشمن کا کوئی حصہ علیحدہ ہو کر پڑاؤ پر حملہ آور ہو گا تو پھر ہمارا کیا بنے گا۔"

ایاز بن سیف الدین مسکرا دیا اور کہنے لگا۔

"کچھ نہیں بنے گا۔ اس لئے کہ لشکر کے چند دستے جو بہترین تیر اندازوں پر مشتمل ہوں گے وہ پڑاؤ کی حفاظت کے لئے مقرر کیے جائیں گے اور ان کے پاس تیروں کے ڈھیر ہوں گے اور خداوند قدوس نے چاہا تو وہ کسی کو بھی پڑاؤ کے قریب نہیں آنے دیں گے۔ اول تو امید

ہے کہ ان کا کوئی لشکر ادھر آئے گا ہی نہیں۔ اگر آئے گا تو ان پر ہمارے لشکری ایسی تیز تیر اندازی کریں گے کہ ان کے پاس دو ہی راستے ہوں گے یا اپنی جانیں گنوا بیٹھیں یا تیروں سے چھلنی ہو کر واپس بھاگنے پر مجبور ہو جائیں۔''

خیمے میں کچھ دیر خاموشی رہی۔ اس دوران اچانک توزین سنجیدہ اور پریشان سی ہو گئی۔ پھر دکھ اور غمگین انداز میں ایاز بن سیف الدین کو مخاطب کر کے کہنے لگی۔

''کبھی کبھی میں سوچتی ہوں اماں اتنی بڑی حویلی میں کیسے رہ رہی ہوں گی اور اماں یہ بھی سوچتی ہوں گی کہ ہم دونوں میاں بیوی ایسے بیگانے ہو گئے ہیں کہ رفادہ کی موت کی خبر سن کر ہم رے شہر نہیں پہنچے۔''

جواب میں ایاز بن سیف الدین سنجیدہ ہو گیا۔ دکھ بھرے انداز میں کہنے لگا۔

''توزین ایسی بات نہیں، تم جانتی ہو کہ ہم نے ہمدان کے نواح میں قیام کیا ہوا تھا۔ ہمدان ہی سے ہم نے آذربائیجان کی طرف روانہ ہونا تھا اور پھر اماں سے ملنے کے لئے ہمیں سینکڑوں میل پیچھے رے شہر کی طرف جانا پڑتا تھا۔ ایسی صورت میں بروقت ہم ان باغیوں سے نمٹ نہیں سکتے تھے۔ ان سے فارغ ہونے کے بعد یہ دیکھیں گے کہ سلطان نے باقی لشکر کے ساتھ کہاں پڑاؤ کیا ہوا ہے؟ ہم یہاں سے واپس رے شہر کے راستے جائیں گے۔ لشکر کا وہاں پڑاؤ کریں گے۔ چند روز اماں کے پاس گزاریں گے۔ اماں سے کہیں گے کہ وہ بھی لشکر میں ہمارے ساتھ رہے اور اگر وہ ضد کرے کہ نہیں میں اپنی حویلی میں رہوں گی تو کوئی بات نہیں۔ وہاں ان کی بحفاظت قیام کا عمدہ بندوبست کر دیا جائے گا۔ اگر تم خود بھی اماں کے پاس رہنا چاہو تو مجھے کوئی اعتراض نہیں ہو گا۔''

جواب میں توزین نے چاہت بھرے انداز میں ایاز بن سیف الدین کی طرف دیکھا، پھر کہنے لگی۔

''جی نہیں تین دن اماں کے پاس رہیں گے۔ کوشش یہی کریں گے کہ اماں ہمارے ساتھ رہے۔ میں اپنے آپ کو آپ کے ساتھ محفوظ سمجھتی ہوں اور میں اکیلی رے شہر کی اپنی حویلی میں نہیں رہوں گی۔ اس وقت رہوں گی جب آپ بھی میرے ساتھ رہیں گے۔''

ایاز جواب میں کہنے لگا۔

''دیکھو توزین کوئی بھی کام تمہاری مرضی کے خلاف نہیں ہو گا، جیسا تم چاہو گی ویسا ہی ہو

گا۔''

توزین ایاز بن سیف الدین کے یہ الفاظ سن کر خوش ہو گئی تھی، پھر کہنے لگی۔

''پہلے یہ بتائیں کہ آج ظہر کے بعد جب آپ نیچے کی سمت جا کے وہاں گھات لگائیں گے تو آپ کے پاس کتنے دن کی خوراک کا اہتمام ہو گا۔''

ایاز بن سیف الدین مسکرا دیا اور کہنے لگا۔

''تم تو خوراک کا ایسے پوچھ رہی ہو، جیسے میں بڑے لمبے سفر پر روانہ ہو رہا ہوں۔ توزین میں چند فرلانگ نیچے جاؤں گا۔ اس کے ساتھ ہی وہاں گھات لگا لوں گا۔ عصر کے بعد جب دشمن کا لشکر وہاں سے گزرے گا تو میں وہاں سے اس کی راہ روک کر اس پر حملہ آور ہوں گا۔ پشت کی جانب سے چکرمش ان پر حملہ آور ہو گا اور مجھے امید ہے کہ ہم دشمن کا صفایا کرنے میں زیادہ دیر نہیں لگائیں گے اور دشمن کا کام تمام کرنے کے بعد میں اور چکرمش اپنے لشکر کو لے کر واپس پڑاؤ میں آ جائیں گے۔ اس میں دنوں کی کیا بات ہے۔ میں اپنے ساتھ کچھ بھی نہیں لے کر جاؤں گا۔''

ایاز بن سیف الدین کی اس گفتگو سے توزین خوش اور مطمئن ہو گئی تھی۔ اس کے بعد جنگل میں جن باغیوں کو شکست دی تھی اور وہاں سے مال غنیمت حاصل ہوا تھا اس کا جو حصہ ایاز کو ملا تھا دونوں میاں بیوی اس کا جائزہ لے رہے تھے۔

............*

ظہر کی نماز کے بعد ایاز بن سیف الدین چند میل نیچے جا کر گھات میں چلا گیا تھا جب کہ چکرمش اپنے حصے کے لشکر کے ساتھ پڑاؤ کے اندر بالکل تیار اور مستعد ہو گیا تھا۔

عصر کے بعد باغیوں کا لشکر شاہراہ پر نمودار ہوا۔ جب وہ پڑاؤ کے پاس سے گزرنے کے بعد تھوڑا سا آگے گیا' تب اچانک ایاز بن سیف الدین اپنے لشکر کے ساتھ اپنی گھات سے نکلا اور باغیوں کے اس لشکر کی راہ روک کھڑا ہوا تھا۔

باغیوں کا لشکر ایسی کوئی امید ہی نہیں رکھتا تھا کہ راستے میں ان کے لشکر سے کوئی ٹکرا جائے گا۔ وہ یہی امید لگائے بیٹھے تھے کہ انہوں نے سیدھا مراغہ کا رخ کرنا ہے۔ وہاں پہنچنے تک دائیں بائیں سے ان کے دوسرے لشکر بھی رابطہ قائم کریں گے اور پھر بیک وقت تین لشکر سلطان برکیاروق کے لشکر کو اپنا ہدف بنائیں گے' لیکن انہیں یہ خبر نہ تھی کہ جس لشکر کو جنگل میں ہو کر گزرنا تھا اس کا خاتمہ کیا جا چکا ہے اور یہ کہ مراغہ شہر کے نواح میں ایاز بن سیف الدین نے اپنا پڑاؤ ختم کر دیا ہے۔

باغیوں کے لشکر نے جب دیکھا کہ ان کی راہ روکی گئی ہے تو وہ رک گئے۔ اسی سے ایاز بن سیف الدین نے فائدہ اٹھایا اور انہیں تیاری کا موقع نہیں دینا چاہتا تھا۔ چنانچہ ایک دم اس نے اپنے لشکر کو آگے بڑھایا' پھر وہ ٹھہرے وقت کے جلال میں آتشی لاوے کی خوفناک فنا کے گھاٹ اتار دینے والی باجبروت و ہولناک طاقتور موت' خوش بختی کو بدبختی شرف و شادمانی کو مایوسی اور نفرت میں تبدیل کرنے والی شدید انتقام کی گرم اور مایوسی پھیلاتے بھنور کی طرح حملہ آور ہو گیا تھا۔

ایاز بن سیف الدین کے اس طرح حملہ آور ہونے سے اجالوں سے محروم دشت و بیاباں میں قہر کی تنگی کے منظر اٹھ کھڑے ہوئے تھے۔ ادھوری خواہشوں' زیست کے آخری

لمحوں' دکھ کی دھوپ میں آلام کی گرد نے ہر چیز کو لپیٹنا شروع کر دیا تھا۔ مجسم قیامت خیز لمحوں نے اپنی گرفت کرنا شروع کر دی تھی۔

ایاز بن سیف الدین تھوڑی دیر ہی باغیوں کے اس گروہ سے ٹکرایا ہو گا کہ تبدیلی رونما ہوئی۔ باغی یہ سمجھ رہے تھے کہ جس لشکر نے ان کی راہ روکی ہے وہ اس پر فوراً قابو پا کر آگے بڑھ جائیں گے' لیکن اس لمحہ چکرمش اپنے حصے کے لشکر کے ساتھ چہروں کو سلگتے سراب دیتی سرسراتی گرم ہواؤں' دشمن کے ہر حصار کو ریزہ ریزہ کرتے موت کے ہولناک سایوں کی طرح ان کی پشت کی طرف سے نمودار ہوا۔ پھر وہ ان پر ارمانوں کو اور حسرتوں تک کو ویران' بنجر کر دینے والے کرب خیزی کے نہاں طوفانوں' گناہوں کے سیاہ ہولوں کو دردناک سموں میں مبتلا کر کے حشر برپا کرتی طغیانیوں اور جلتے تپتے ریگستانوں میں قضا سے کھیلتے خونی عناصر اور تشنگی میں سمٹے پیاسے ذروں کی طرح حملہ آور ہو گیا تھا۔

اس طرح سامنے اور پشت کی جانب سے جب باغیوں پر ایاز بن سیف الدین اور چکرمش حملہ آور ہوئے تب شاہراہ پر جو رزم گاہ سجائی گئی تھی اس میں نفرتوں کے اتھاہ نوحے درد و الم کی سلگتی آتش' دکھ کے بھورے سائے' لہو کے طوفاں اٹھاتی کرب خیزیاں' چنگاڑے' ناچتے شعلوں اور سرابوں کی دھول میں حسرتوں کے منتشر حروف اڑنے لگے تھے۔

رزم گاہ میں تعمیر و تخریب گروہ بندی اور انتشار آپس میں ایک دوسرے سے دست و گریباں ہو گئے تھے۔

کچھ دیر کی ہولناک جنگ کے بعد باغیوں نے خود اندازہ لگا لیا کہ سلطان برکیاروق کے لشکر کے مقابلہ میں ان کی حالت بڑی تیزی سے زندان کی داستان الم' گلیوں میں اڑتے کاغذات' الم نصیب سایوں' آلام کی گرد اور کرب خیز داستانوں سے زیادہ بری ہونا شروع ہو چکی ہے۔

لہٰذا انہوں نے اپنی عافیت و خیریت اسی میں جانی کہ شکست قبول کر کے بھاگ کھڑے ہوں۔ چنانچہ جب وہ بھاگنے لگے تو ان کے پاس صرف دو ہی راستے تھے' نہ سامنے کی طرف جا سکتے تھے اس لئے ادھر سے ایاز بن سیف الدین ان پر حملہ آور ہو کر بڑی تیزی سے ان کی تعداد کم کرتا جا رہا تھا اور پشت کی طرف یہی عمل چکرمش دہرا رہا تھا۔ لہٰذا بچے کھچے باغی دائیں بائیں بھاگ کھڑے ہوئے۔ ایاز بن سیف الدین چکرمش نے باغیوں کا گرجتے ابر کڑکتی

برق آسمان پر کمندیں ڈالتے ہواؤں کے تیز طمانچوں اور زندگی کی پوشیدہ تہوں میں ہیجان خیزیاں برپا کرتی آتش فشاں کے پھٹنے کی آوازوں کی طرح ان کا تعاقب شروع کیا تھا۔ اس تعاقب کے دوران بھی ان گنت باغیوں کا خاتمہ کر دیا گیا۔ بہت کم باغیوں کو بھاگ کر اپنی جانیں بچانے کا موقع ملا ہوگا۔ باقی کا کام تمام کر دیا گیا تھا۔

اس کے بعد ایاز بن سیف الدین اور چکرمش اپنے لشکر کے ساتھ پلٹے۔ شاہراہ پر ان گنت سامان سے لدے بار برداری کے جانوروں کے علاوہ بھیڑ بکریوں کے ریوڑ کے ریوڑ تھے جنہیں لشکریوں کی خوراک کے طور پر استعمال ہونا تھا۔ باغیوں کے لشکر سے جو کچھ حاصل ہوا وہ سب سمیٹا جانے لگا۔ اس موقع پر ایاز بن سیف الدین اور چکرمش ایک جگہ جمع ہوئے۔ پہلے دونوں نے ایک دوسرے کو شاندار فتح پر مبارکباد دی۔ پھر ایاز بن سیف الدین مسکراہٹ لیتے ہوئے کہنے لگا۔

”چکرمش میرے بھائی ہم نے دشمن کے دو لشکروں کا تو خاتمہ کر دیا ہے۔ اب باقی ایک لشکر رہتا ہے۔ میرے خیال میں وہ بھی ہمارے ہاتھوں پہلے دو لشکریوں کی نسبت زیادہ ذلت اور ہزیمت اٹھائے گا اور اگر ہم ایسا کرنے میں کامیاب ہو گئے تو پھر میرے خیال میں کچھ عرصہ تک آذربائیجان میں کسی باغی کو سر اٹھانے کی جرأت اور ہمت نہیں ہوگی۔“

چکرمش نے بھی اس سے اتفاق کیا تھا۔ اتنی دیر تک لشکریوں نے باغیوں کے پڑاؤ کے ہر جانور اور سارے سامان کو سمیٹ لیا تھا۔ اس کے بعد ایاز بن سیف الدین اور چکرمش اپنے پڑاؤ کی طرف جا رہے تھے۔

............*

جن دنوں ایاز بن سیف الدین اور چکرمش ایک خاصے بڑے لشکر کے ساتھ آذربائیجان کی سرزمینوں میں باغیوں سے نمٹنے میں مصروف تھے موصل کے حالات نے ایک دم پلٹا کھایا۔ پہلے موصل کے حالات خراب ہوئے اور پھر خرابی اور بربادی کا یہ سلسلہ دور دور تک پھیلنا شروع ہو گیا تھا۔

اس کی تفصیل کچھ اس طرح ہے کہ جس وقت سلطان برکیاروق نے ایاز بن سیف الدین، واسط کی طرف اور کربوغا کو آذربائیجان کی بغاوت کو فرو کرنے کے لئے روانہ کیا تھا تو کربوغا وہاں ہلاک ہو گیا۔ کربوغا کے تحت دو بڑے سالار تھے۔ ایک کا نام خمار تکین اور

دوسرے کا نام سنقرجہ تھا۔ جس وقت کربوغا کی ہلاکت یقینی ہو گئی تو مرنے سے پہلے کربوغا نے سنقرجہ کو اپنا جانشین بنایا تھا اور لشکریوں کو ہدایت کی تھی کہ آذربائیجان میں باغیوں کا قلع قمع کرنے کے لئے وہ سنقرجہ کا ساتھ دیں‘ کیونکہ سنقرجہ کو اس نے اپنا نائب مقرر کیا تھا۔

اس موقع پر سنقرجہ نے غیر ذمہ داری کا مظاہرہ کیا۔ بجائے اس کے وہ آذربائیجان میں باغیوں کے خلاف اپنی مہم کو جاری رکھتا۔ اس نے موصل پر قبضہ کرنے کی ٹھانی اور یہ ارادہ کر لیا کہ چونکہ کربوغا نے اسے نائب مقرر کیا تھا لہٰذا موصل پر حکومت کرنے کا اسے حق حاصل ہے۔ اس لئے کہ سلطان برکیاروق نے کربوغا کو حاکم موصل مقرر کیا تھا۔

چنانچہ ان سوچوں کے تحت سنقرجہ اس لشکر کو جسے آذربائیجان کی مہم پر روانہ کیا تھا لے کر موصل کی طرف روانہ ہو گیا اور آذربائیجان کی مہم کو اس نے ادھورا چھوڑ دیا۔ اس کے جانے کے بعد ہی ایاز بن سیف الدین او چکرمش نے باغیوں کے خلاف اپنی کارروائیوں کی ابتداء کی تھی۔

چنانچہ جس وقت سنقرجہ کربوغا کے لشکر کو لے کر موصل کی طرف بڑھا تو اہل موصل کو یہ خبر تو پہنچ چکی تھی کہ کربوغا آذربائیجان میں مارا جا چکا ہے لہٰذا انہوں نے کنعا نام کے قلعہ کے حاکم موسیٰ ترکمانی کو طلب کیا۔ موسیٰ ترکمانی کو کربوغا نے ہی اپنا نائب اور کیفا شہر اور قلعہ کا حکم مقرر کیا تھا۔ چنانچہ حالات کی ستم ظریفی کہ موسیٰ ترکمانی اور سنقرجہ جو اب کربوغا کا نائب ہونے کا دعویٰ کر رہا تھا‘ دونوں موصل پہنچ گئے۔

پہلے تو سنقرجہ اور موسیٰ ترکمانی دونوں بغل گیر ہو کر ایک دوسرے سے ملے۔ دونوں کو ایک دوسرے کے ارادوں اور خواہشوں کا علم نہیں تھا۔ پھر بیٹھ کر جب گفتگو کرنے لگے تو مؤرخین لکھتے ہیں کہ باتوں باتوں میں دونوں کے درمیان جھگڑا ہو گیا۔ جب یہ تکرار بڑھی تو مؤرخین مزید لکھتے ہیں کہ تنگ آ کر سنقرجہ نے کہا کہ ہمارا تمہارا جھگڑا فضول ہے اس لئے نہ سلطان برکیاروق نے تمہیں یہاں کا حاکم مقرر کیا‘ نہ مجھے یہ سارا علاقہ چونکہ سلطان برکیاروق کے قبضہ اقتدار میں ہے چنانچہ معاملہ اس پر چھوڑ دیتے ہیں۔ جسے وہ چاہے موصل کا امیر بنا دے گا۔“

موسیٰ ترکمانی نے اس کا معقول جواب نہ دیا اور اس طرح دونوں میں طعن و تشنیع اور سخت کلامی ہونے لگی۔ جب یہ جھگڑا اور تکرار زیادہ بڑھ گیا‘ تب موسیٰ ترکمانی نے سنقرجہ کے سر پر

ضرب لگائی اس سے سنقر جہ کا سر کھل گیا اور موسیٰ ترکمانی نے شہر پر قبضہ کر لیا۔

جن دنوں یہ واقعات پیش آ رہے تھے سلطان نے ہمدان کے نواح میں قیام کر رکھا تھا۔ چنانچہ ان حالات کو دیکھتے ہوئے سلطان نے ہمدان کے نواح سے کوچ کیا اور اصفہان کی طرف چلا گیا۔ سلطان فی الحال اپنے لشکر کو لے کر کسی مہم پر روانہ نہیں ہونا چاہتا تھا۔ اس لئے کہ اس کے لشکر کا بڑا حصہ ایاز بن سیف الدین اور چکرمش کے ساتھ آذربائیجان کی طرف گیا ہوا تھا اور یہ بھی خبریں آ رہی تھیں کہ محمد طبع آزمائی کے لئے پھر ایک بہت بڑا لشکر جمع کر رہا ہے اور کسی بھی وقت سلطان کے خلاف حرکت میں آ سکتا ہے اور اس کا بڑا سالار امیر نیال بن انوشتکین بھی ادھر ادھر جا کر مزید لشکری بھرتی کرتے ہوئے اپنی عسکری طاقت اور قوت کو بڑھا رہا ہے۔

یہ صورتحال یقیناً سلطان برکیاروق کے لئے تشویشناک تھی۔ ان حالات میں اس نے تیز رفتار قاصد ایاز بن سیف الدین کی طرف روانہ کیے اور اسے یہ پیغام بھیجا کہ وہ خود تو لشکر کے ساتھ آذربائیجان کی مہم کو مکمل کرے، جب کہ چکرمش کو چند دستوں کے ساتھ فوراً جزیرہ ابن عمر کی طرف روانہ کرے۔

جزیرہ بن عمر کا پہلے ہی سلطان برکیاروق نے چکرمش کو وہاں کا حاکم مقرر کر رکھا تھا۔ ساتھ ہی سلطان نے یہ بھی پیغام بھیجا کہ چکرمش جب جزیرہ بن عمر پہنچے گا تو اس کی وہاں آمد سے پہلے ہی سلطان کی طرف سے ایک لشکر وہاں پہنچ جائے گا اور سلطان نے یہ بھی حکم دیا کہ چکرمش اس لشکر کے ساتھ حرکت میں آئے اور موصل کے حالات کو فی الفور درست کرے۔

سلطان برکیاروق کا قاصد اس وقت ایاز بن سیف الدین اور چکرمش کے پاس پہنچا جس وقت وہ باغیوں کے دوسرے لشکر کو بدترین شکست دینے کے بعد اپنے پڑاؤ میں منتقل ہو گئے تھے۔ چنانچہ قاصد نے جب یہ پیغام ایاز بن سیف الدین تک پہنچایا۔ اس وقت ایاز بن سیف الدین اپنے لشکر میں چکرمش کے ساتھ مل کر مال غنیمت کی تقسیم کا کام انجام دے رہا تھا۔ اس موقع پر جب سلطان کا پیغام ایاز بن سیف الدین کو ملا تو چکرمش اور چھوٹے سالار بھی اس کے پاس موجود تھے۔ موصل کے حالات کا سن کر ایاز بن سیف الدین اور چکرمش دونوں پریشان ہو گئے تھے۔ پھر قاصد کو مخاطب کر کے ایاز بن سیف الدین کہنے لگا۔

''تھوڑی دیر تک چکرمش یہاں سے چند دستوں کے ساتھ روانہ ہو گا۔ تم اس کے ساتھ

جانا۔ میری طرف سے واپس جا کر سلطان برکیاروق کو یہ پیغام دینا کہ ہم نے وقت ضائع نہیں کیا۔ آپ کا پیغام ملتے ہی چکرمش لشکر کے ساتھ جزیرہ ابن عمر کی طرف روانہ ہو چکا ہے۔''

قاصد یہاں تک کہنے کے بعد جب خاموش ہوا تب ایاز بن سیف الدین نے چکرمش کی طرف دیکھا۔ پھر کہنے لگا۔

''چکرمش میرے بھائی قاصد کو جو پیغام دیا ہے کیا......''

چکرمش مسکرایا کہنے لگا۔

یہ پیغام غلط نہیں ہو سکتا۔ میرے عزیز بھائی میں آج ہی یہاں سے کوچ کروں گا۔ اگر اس معاملہ میں تاخیر سے کام لیا گیا تو موصل کے خلاف مہم خطرناک صورتحال اختیار کر جائے گی۔''

ایاز بن سیف الدین اور چکرمش نے چند دستوں کو علیحدہ کیا اور اسی روز چکرمش ان دستوں کو لے کر بڑی تیزی اور برق رفتاری کے ساتھ جزیرہ ابن عمر کی طرف روانہ ہو گیا تھا۔ اس لئے کہ چکرمش برکیاروق کی طرف سے جزیرہ ابن عمر کا حاکم بھی تھا۔

یہ سارے کام نمٹانے کے بعد ایاز بن سیف الدین جب اپنے خیمہ میں داخل ہوا، تب کسی قدر فکرمندی کا اظہار کرتے ہوئے توزین بولی اور کہنے لگی۔

''لشکر گاہ میں یہ افواہیں اڑی ہوئی ہیں کہ سلطان برکیاروق ہمدان سے نکل کر اصفہان کی طرف جا چکے ہیں اور موصل کے حالات انتہا درجہ کے ابتر اور خراب ہو چکے ہیں اور وہاں بغاوتوں کا سلسلہ اٹھ کھڑا ہوا ہے۔''

اس پر بڑی سنجیدگی میں ایاز بن سیف الدین نے اثبات میں گردن ہلائی، پھر کہنے لگا۔

''توزین تمہارا کہنا درست ہے۔ لشکر میں واقعی یہ خبریں پھیلی ہیں اور یہ درست ہے۔ اس لئے کہ موصل کے حالات خراب ہوئے ہیں۔ سلطان برکیاروق کی طرف سے ایک قاصد آیا تھا جو سلطان کا یہ پیغام لایا کہ چکرمش کو فوراً موصل کے حالات درست کرنے کے لئے روانہ کر دیا جائے۔ چنانچہ چکرمش کے حوالے کچھ دستے کیے ہیں اور وہ جزیرہ ابن عمر کی طرف کوچ کر گیا ہے۔ سلطان کی طرف سے ایک لشکر جزیزہ ابن عمر میں آ کے چکرمش کا انتظار کرے گا اور لشکر کو لے کر چکرمش باغیوں کے خلاف حرکت میں آئے گا۔''

یہاں تک کہنے کے بعد ایاز بن سیف الدین جب خاموش ہوا، تب کسی قدر فکرمندی کا

اظہار کرتے ہوئے توزین کہنے لگی۔

"اگر یہ بات ہے تو باغیوں کا جو تیسرا لشکر مراغہ شہر کی دائیں جانب سے اس جگہ کا رخ کرے گا' جہاں ہم نے پہلے پڑاؤ کیا ہے پھر کیا اس لشکر کو اس کے حال پر چھوڑ دیں گے' تا کہ وہ ان علاقوں میں دھندناتا......"

جواب میں مسکراتے ہوئے ایاز سیف الدین نے نفی میں گردن ہلائی' پھر کہنے لگا۔

"ایسے کیسے ہوسکتا ہے۔ مجھے اپنے مخبروں کا انتظار ہے۔ جب مجھے یہ اطلاع دیں گے کہ باغیوں کا تیسرا لشکر مراغہ شہر کے نواح کی طرف روانہ ہو چکا ہے تو میں بھی یہاں سے کوچ کروں گا۔ پھر میں دیکھوں گا باغیوں کا وہ تیسرا لشکر کیسے بچ کے بھاگتا ہے۔ خداوند قدوس کو منظور ہوا تو جس طرح ہم نے باغیوں کے پہلے دو لشکروں کا خاتمہ کیا ہے ایسے ہی تیسرے لشکر کو بھی کاٹ کے رکھ دیں گے۔"

ایاز بن سیف الدین کی اس گفتگو سے توزین خوش ہوگئی تھی۔ پھر ایاز بن سیف الدین اسے وہ سامان دکھانے لگا تھا' جو مال غنیمت میں اس کے حصے میں آیا تھا۔

............*

دوسری طرف چکرمش پہلے جزیرہ ابن عمر پہنچا' جو لشکر وہاں آ کر قیام کر کے اس کا انتظار کر رہا تھا۔ اسے اپنے انداز سے مرتب کیا۔ پھر دستوں پر چھوٹے سالار مقرر کیے۔ اس کے بعد اس نے کوچ کیا۔ پہلے نصیبین کا رخ کیا' کیونکہ وہاں بھی گڑبڑ شروع ہوگئی تھی۔ چکرمش آندھی اور طوفان کی طرح آگے بڑھا اور بقول مؤرخین نصیبین پر چڑھ دوڑ اور قبضہ کرلیا۔

یہ علاقہ موسیٰ ترکمانی اپنا سمجھتا تھا۔ اسے جب خبر لگی کہ چکرمش ایک لشکر لے کر جزیرہ ابن عمر سے روانہ ہوا ہے اور نصیبین شہر پر اس نے قبضہ کرلیا ہے۔ مؤرخین کہتے ہیں وہ غصے سے کانپ اٹھا اور انتقام لینے کے لئے نصیبین کی طرف روانہ ہوا۔

دوسری طرف چکرمش بھی اپنے لشکر کے ساتھ حرکت میں آیا اور موسیٰ ترکمانی بھی اس کی راہ روکنے کے لئے روانہ ہوا۔ نصیبین کے نواح میں دونوں لشکر ایک دوسرے کے آمنے سامنے آئے۔ چکرمش ان حالات سے پہلے تنگ اور بیزار تھا' لہٰذا جوں ہی موسیٰ ترکمانی اپنے لشکر کے ساتھ اس کے سامنے آیا تھا' چکرمش اس پر صدیوں پرانے کھنڈروں میں شہرت کے ہر تکبر' عظمت کے ہر پندار' سلگتے معدوم ہوتے لمحوں میں تبدیل کر دینے والے کرب کی ژالہ باری'

جلتے عذابوں کی طرح حملہ آور ہوگیا تھا۔

جوابی کارروائی کرتے ہوئے موسیٰ ترکمانی بھی زیست کی شاخوں کو خشک کرتے گئے دنوں کے پرانے الیوں' گزرے ماہ و سال کی تقویم میں تلاطم کے اضطراب کھڑے کرتی' لگتی قیامت اور تمدن کی طوفانی کمند کی طرح ٹوٹ پڑا تھا۔

اس طرح نصیبین کے نواح میں لشکریوں کی حالت نگر نگر سرگرداں بے منزل مسافروں' گلیوں گلیوں اڑتے خشک پتوں کی سی ہونا شروع ہوگئی تھی۔ فراق والم کے بنجارے حرص و ہوس کی تلخیاں' اذیت میں رچی رودادیں' تلپٹ کر دینے والی آندھیاں' بیگانہ سوچوں کی کہر رزم گاہ میں ناچ اٹھی تھی۔

کچھ ہی دیر کی لڑائی اور ٹکراؤ کے بعد موسیٰ ترکمانی پر واضح ہوگیا کہ اس کی شکست اور اس کی ہزیمت یقینی ہے اور یہ کہ چکرمش اپنے لشکر کے ساتھ بڑی تیزی سے اس پر اور اس کے لشکریوں پر حاوی ہوتا چلا جارہا ہے۔ یہ سوچتے ہوئے موسیٰ ترکمانی نے شکست قبول کی اور بھاگ کھڑا ہوا اور بقول مؤرخین چکرمش نے آگے بڑھ کر موصل شہر کا محاصرہ کرلیا۔

اس شکست سے موسیٰ ترکمانی بڑا مایوس ہوا۔ چنانچہ مؤرخین کہتے ہیں کہ موسیٰ ترکمانی نے اپنی مدد کے لئے دیار بکر کے حاکم کے علاوہ اپنے کچھ اور ساتھیوں کو بھی اپنی امداد کے لئے طلب کرلیا اور دیار بکر کے حاکم کو اس نے یہ لالچ دی کہ اگر وہ چکرمش کے خلاف اس کی مدد کرے اور موسیٰ ترکمانی کامیاب رہا تو وہ دیار بکر کے عامل کو کیفا نام کا قلعہ حوالے کر دے گا۔

چنانچہ اس پر دیار بکر کا عامل راضی ہوگیا اور دوسرے جو موسیٰ ترکمانی کے جاننے والے تھے وہ بھی اس کی مدد کو آ پہنچے۔ اس طرح انہوں نے بہت بڑا اور جرار لشکر تیار کرلیا۔ یہ صورتحال یقیناً چکرمش کے لئے تشویش ناک تھی۔ اس نے مصلحت سے کام لیا۔ جب دیکھا کہ دشمن کی قوت بہت زیادہ ہوگئی ہے' تب اس نے موصل کا محاصرہ اٹھالیا' لیکن زیادہ دور نہیں گیا۔ نزدیک ہی رہا اور حالات پر نگاہ رکھی۔ پھر ٹکرایا اور ایک آدمی کے ذریعے اس نے موسیٰ ترکمانی کو قتل کروا دیا۔ دوبارہ اس نے موصل کا محاصرہ کرلیا اور موصل پر قبضہ کرنے کے بعد چکرمش نے موصل شہر پر بھی قبضہ کر کے اپنی طاقت اور قوت کو مزید مستحکم کرنا شروع کر دیا تھا۔

دوسری جانب دیار بکر کے حاکم نے چونکہ موسیٰ ترکمانی کی مدد اس وعدہ پر کی تھی کہ قلعہ

کیفا اس کے حوالے کر دیا جائے گا۔ چنانچہ دیار بکر کے حاکم نے کیفا نام کے قلعہ پر قبضہ کر لیا۔ مؤرخین یہ بھی لکھتے ہیں دیار بکر کے اس حاکم کا خاندان ایک عرصہ تک قلعہ کیفا پر حکمرانی کرتا رہا۔

............*

ان ہی دنوں جب کہ ایاز بن سیف الدین آذربائیجان میں اور چکرمش موصل میں مصروف کار تھا ایک اور تبدیلی رونما ہوئی۔

محمد سلطان برکیاروق کے ہاتھوں شکست اٹھانے کے بعد اصفہان سے بھاگا تھا۔ چنانچہ جب اس نے اپنی عسکری حالت خوب مضبوط اور مستحکم کر لی تب اس کا سالار امیر نیال بن انوشتگین ایک روز مؤرخین کے مطابق اس کی خدمت میں حاضر ہوا اور اس نے محمد سے یہ اجازت لی کہ اسے رے شہر پر حملہ آور ہونے کی اجازت دے دی جائے۔ محمد نے غیر ذمہ داری کا مظاہرہ کیا۔ نیال بن انوشتگین کو اس کی اجازت دے دی۔ چنانچہ نیال بن انوشتگین اور اس کا بھائی علی بن انوشتگین دونوں صفر کے مہینے میں ہجری 498ء کو رے پہنچے۔ رے شہر پر جو سلطان برکیاروق کا حاکم تھا اسے جب اتنے بڑے لشکر کی آمد کی اطلاع ہوئی تو اس نے اطاعت قبول کر لی۔ چنانچہ نیال بن انوشتگین اور اس کے بھائی نے رے شہر پر قبضہ کر لیا۔ اس موقع پر سلطان برکیاروق کی حویلی کے محافظ بروزہ کو لے کر حرکت میں آئے اور رے شہر کے شمال میں جہاں کا ایک محافظ رہنے والا تھا اس جگہ کی طرف چلے گئے تھے۔

رے میں داخل ہونے کے بعد نیال بن انوشتگین اس کے بھائی علی بن انوشتگین نے رے شہر کے لوگوں کے ساتھ بے رحمی اور ظلم کیا۔ لوگوں سے تاوان وصول کیا اور ایسا ظلم اور جبر انہوں نے رے شہر کے لوگوں پر روا رکھا جو اس سے قبل کسی نے نہ کیا ہوگا۔

............*

سلطان برکیاروق ان دنوں بڑا بے بس اور مجبور تھا اور اس کے لشکر کا ایک حصہ امیر ایاز بن سیف الدین کی سرکردگی میں آذربائیجان میں مصروف کار تھا اور ایک اور حصہ چکرمش کی کمانداری میں موصل کے حالات درست کر رہا تھا۔ سلطان کو جب رے شہر کے حالات کا علم ہوا تو اسے بڑا دکھ اور صدمہ ہوا اور نیال بن انوشتگین پر غصہ بھی آیا کہ رے شہر کے سلطان کے حاکم کو شہر بدر کر کے نیال بن انوشتگین رے پر خود قابض ہو گیا ہے۔ چنانچہ انوشتگین سے نمٹنے

کے لئے سلطان برکیاروق نے اپنے ایک اور سالار امیر برسق کو لشکر دے کر روانہ کیا۔

چنانچہ رے شہر کے نواح میں نیال بن انوشتگین اور برسق کے درمیان ہولناک ٹکراؤ ہوا۔ اس ٹکراؤ کے نتیجہ میں نیال بن انوشتگین اور اس کے بھائی علی بن انوشتگین دونوں کو بدترین شکست کا سامنا کرنا پڑا۔ وہ اپنے لشکر کے ساتھ بھاگ گئے اور برسق نے آگے بڑھ کر رے شہر پر قبضہ کر لیا۔ ایسا ہونے کے بعد سلطان برکیاروق کی حویلی کے محافظ جو شمال کی طرف چلے گئے تھے' وہ پھر بروزہ کو لے کر واپس رے شہر آ گئے تھے۔

نیال بن انوشتگین بڑا غیر ذمہ دار اور بدمزاج انسان تھا۔ مؤرخین لکھتے ہیں کہ برسق کے ہاتھوں شکست اٹھانے کے بعد علی بن انوشتگین تو قزوین کی طرف چلا گیا وہ ویسے بھی قزوین کا حاکم تھا۔ جب کہ اس کا بڑا بھائی نیال بن انوشتگین اپنے لشکر کو لے کر بغداد کی طرف روانہ ہوا۔

چونکہ اس کے پاس ایک خاصا بڑا لشکر تھا' جب وہ بغداد پہنچا تو مؤرخین کہتے ہیں کہ خلیفہ مستظہر نے اس کی بڑی آؤ بھگت کی اور نہایت عزت و احترام سے ٹھہرایا۔ اس موقع پر بزور قوت نیال بن انوشتگین نے لوگوں کو سلطان محمد کی اطاعت اور فرمانبرداری پر اکسایا۔ اپنے کچھ ساتھیوں کے ساتھ اس نے بغداد میں ایک خاص جلسہ منعقد کیا۔ سلطان محمد کی حمایت کرنے کا حلف اٹھایا اور اس کے بعد نیال بن انوشتگین کے تحت کام کرنے والے محمد کے وہ سارے لشکری حلہ شہر کے حاکم صدقہ بن مزید کے پاس چلے گئے تھے۔ اسے بھی اپنے ساتھ ملایا اور دوبارہ بغداد کا رخ کیا۔

صدقہ بن مزید کو ساتھ ملانے کے بعد نیال بن انوشتگین کی عسکری طاقت اور قوت میں چونکہ مزید اضافہ ہوا تھا لہٰذا مؤرخین کے مطابق پھر بغداد آیا اور بغداد میں قدم جمانے کے بعد اہل بغداد سے ظالمانہ برتاؤ کرنا شروع کر دیا۔ خلیفہ مستظہر کو بے بس کر دیا اور وہاں ستم ظریفی کے ساتھ حکومت کرنے لگا۔ خلیفہ کے حکم کے بغیر لوگوں پر جرمانے کئے۔ سوداگروں اور روسا سے تاوان وصول کیا۔ چنانچہ مؤرخین کہتے ہیں نیال بن انوشتگین کے ظلم و تشدد میں ایسا اضافہ ہوا اور اس کا ایسا چرچہ ہوا کہ کوئی اس کی چیرہ دستیوں اور مظالم سے محفوظ نہ رہا۔ چنانچہ کچھ لوگ خلیفہ مستظہر کی خدمت میں حاضر ہوئے اور بغداد میں نیال کے ظلم و ستم سے خلیفہ کو مطلع کیا۔ خلیفہ نے بغداد کے قاضی اور ابوالحسن درمغانی کو مقرر کیا کہ وہ اس سلسلہ میں

نیال سے بات کرے اور اسے کہے کہ بغداد میں ظلم وستم کی کارروائیاں بند کرے۔

مؤرخین لکھتے ہیں کہ نیال نے عہد و پیماں کا حلف اٹھایا کہ میں اہل بغداد کے ساتھ نرمی اور مہربانی سے پیش آؤں گا اور کسی قسم کا ظلم نہیں کروں گا' لیکن سب کچھ بیکار گیا اور وہ اپنی بدعادات سے باز نہ آیا۔

چنانچہ خلیفہ مستظہر نے نیال بن انوشگین کے جور وستم اور بداعمالیوں کو روکنے کے لئے حلہ شہر کے حاکم صدقہ بن مزید کو طلب کیا۔ شوال کے مہینے میں صدیقہ بن مزید بغداد پہنچا اور نیال بن انوشگین سے ملاقات کی اور اس سے بغداد چھوڑ دینے کا قرار لے کر واپس اپنے شہر حلہ چلا گیا اور اپنے بیٹے کو بغداد میں چھوڑ گیا تا کہ وہ نیال بن انوشگین کو ظلم وستم روکنے کا پابند کرے۔

نیال بن انوشگین پر اس کا بھی کچھ اثر نہ ہوا۔ غارت گری' خون ریزی' راہ زنی آتش زنی اور بالجبر رقوم وصول کرنے کا طریقہ بدستور رکھا۔ نیال بن انوشگین کی غارت گری اور دارالخلافہ بغداد تک محدود نہ تھی۔ قرب وجوار کی بستیاں اجڑ گئیں۔ راستے بند ہو گئے۔ امن کا نام مٹ گیا۔ خلیفہ نے دوبارہ حلہ کے حاکم صدقہ بن مزید کو اس صورتحال سے آگاہ کیا۔ اسی دوران کچھ اور سالاروں نے بھی کمر ہمت باندھی اور نیال بن انوشگین کے خاتمہ کے لئے نکلے۔ چنانچہ نیال بن انوشگین اس سے مطلع ہو کر بڑی افراتفری اور تیزی سے بغداد سے نکلا اور آذربائیجان کا رخ کیا۔ اس کو یہ خبر نہیں تھی کہ آذربائیجان میں اس وقت ایاز بن سیف الدین ایک لشکر کے ساتھ باغیوں سے نمٹ رہا ہے۔

ان حالات میں جب کہ محمد کا سالار نیال بن انوشگین بغداد سے نکل کر آذربائیجان کی طرف چلا گیا تو ان ہی دنوں سلطان برکیاروق کا ایک سالار کمشتگین اصفہان سے نکلا۔ یہ دراصل جگہ جگہ سے سلطان برکیاروق کے لئے لشکر جمع کرنے کے علاوہ بڑی تیزی اور محنت سے سلطان کی اطاعت اور فرمانبرداری کیلئے کام کر رہا تھا۔

چنانچہ نیال بن انوشگین کے بغداد سے نکلنے کے بعد یہ کمشتگین جس نے ایک لشکر جمع کر لیا تھا قیام وکوچ کرتا ہوا وہ بڑی تیزی کے ساتھ پہلے قرسین کے مقام پر پہنچا۔ یہاں سلطان برکیاروق کے حمایتیوں کے کچھ گروہ بھی کمشتگین سے آملے جس سے کمشتگین کی طاقت اور قوت میں اضافہ ہوا۔ چنانچہ کمشتگین ان لوگوں کے ساتھ بغداد کی

طرف بڑھا اور بغداد میں جو سلطان برکیاروق کی مخالف قوتیں تھیں انہیں مار بھگا کر شہر سے باہر نکال دیا اور خود بغداد میں قیام کر لیا۔

بغداد میں قیام کرنے کے بعد کمشتگین نے سب سے پہلا کام یہ کیا کہ محمد کے حامی اور سلطان برکیاروق کے بڑے مخالف صدقہ بن مذید کی طرف اس کے مرکزی شہر حلہ ایک قاصد کو روانہ کیا اور صدقہ بن مذید کے نام یہ پیغام بھیجا کہ وہ سلطان برکیاروق کی اطاعت قبول کرے۔

صدقہ بن مذید نے بقول مؤرخین انکار کر دیا اور وہ بھی مختلف شہروں میں گھوم پھر کر لوگوں کو سلطان برکیاروق کے خلاف کرنے لگا۔

چنانچہ ان حالات میں صدقہ بن مذید ایک بہت بڑا لشکر لے کر بغداد کی طرف بڑھا۔ راستہ میں جس قدر چھوٹے بڑے گاؤں ملے سب کو لوٹ لیا اور بغداد پہنچ کر وہ آفت مچائی کہ بقول مؤرخین توبہ ہی بھلی۔

چنانچہ صدقہ بن مذید اور اس کے سالاروں اور ساتھیوں کے بغداد میں آنے کے بعد بغداد میں گرانی بے حد بڑھ گئی۔ لوگوں کو اپنی عزت اور اپنے مال واسباب کا سنبھالنا مشکل ہو گیا۔ کاروبار بند ہو گیا۔ مؤرخین یہاں تک لکھتے ہیں کہ راستہ چلنا دشوار ہو گیا۔ فتنہ فساد کی کوئی انتہا نہ تھی۔ اس کے بعد صدقہ بن مذید اپنے ساتھیوں کے ساتھ بغداد سے نکلا اور رملہ میں قیام کر لیا۔

اس موقع پر چونکہ بغداد کے لوگوں کو بے پناہ نقصان اٹھانا پڑا تھا لہٰذا بغداد کے لوگ مسلح ہو کر حرکت میں آئے اور صدقہ بن مذید سے انتقام لینا چاہا' لیکن اس میں انہیں ناکامی ہوئی۔

اب صدقہ بن مذید نے بغداد کے لوگوں پر مزید ظلم کرنے کی ٹھان لی۔ اس موقع پر خلیفہ مستظہر نے قاضی ابوالحسن دامغانی' تاجروں اور رؤسا کو صدقہ بن مذید کے پاس بھیجا۔ صلح اور اطاعت کا پیغام دیا۔ صدقہ بن مذید نے یہ شرط پیش کی کہ آپ سلطان برکیاروق کے سالار کمشتگین کو بغداد سے نکال دیجئے۔

اس لئے کہ جوں ہی صدقہ بن مذید بغداد سے نکلا تھا کمشتگین پھر بغداد میں گھس کر حاوی ہو گیا تھا اور لوگوں کے ساتھ اس نے نرمی اور شفقت کا رویہ اختیار کیا تھا۔

خلیفہ مستظہر کمشتگین کو نکالنا تو نہیں چاہتا تھا۔ اس لئے کہ اس نے بغداد کے

حالات درست کئے تھے۔ لوگوں کے ساتھ بڑا نرم رویہ رکھا تھا۔ جب صدقہ بن مذید کی طرف سے دھمکی ملی کہ وہ بغداد پر حملہ آور نہیں ہوں گے اگر کمشتگین کو بغداد سے نکال دیا جائے۔ چنانچہ اس شرط کو پیش نظر کمشتگین سے خلیفہ نے التماس کی کہ وہ بغداد سے نکل کر نہروان کی طرف چلا جائے۔

کمشتگین چونکہ سلطان برکیاروق کا سالار تھا اور برکیاروق کی طرح وہ بھی مسلمانوں کا قتل عام نہیں چاہتا تھا لہٰذا خلیفہ کی بات مانتے ہوئے وہ بغداد سے نکلا اور نہروان کی طرف چلا گیا۔ اس طرح بغداد اور اس کے نواح میں فتنہ وفساد تمام ہو گیا۔ صدقہ بن مذید اپنے مرکزی شہر حلہ کی طرف چلا گیا اور حلہ کے علاوہ دوسرے بہت سے علاقوں میں اس نے سلطان برکیاروق کے علاوہ محمد کے نام کا خطبہ جاری کرنے کے پیغام بھجوانے شروع کر دیئے۔

سلطان برکیاروق کا سالار کمشتگین بھی آرام اور سکون سے نہیں بیٹھنے والا تھا۔ چنانچہ بغداد سے نکل کر وہ نہروان پہنچا اور وہاں سے بھی کوچ کیا اور واسط شہر کا رخ کیا۔ واسط شہر پہنچ کر اس نے اپنی طاقت اور قوت کا استعمال کیا اور وہاں اس نے سلطان برکیاروق کے نام کا خطبہ پڑھوایا اور واسط شہر کے گردونواح میں جو سلطان برکیاروق کے مخالف اور محمد کے حامی تھے انہیں تاراج کیا۔ چنانچہ واسط میں جب سلطان برکیاروق کا سالار کمشتگین طاقت اور قوت پکڑنے لگا تب محمد پریشانی کا شکار ہوا۔ اس نے تیز رفتار قاصد صدقہ بن مذید کی طرف روانہ کئے جو حلہ شہر کا حاکم تھا اور اس سے کہا کہ برکیاروق کا سالار کمشتگین اپنی حدود سے بڑھ کر برکیاروق کا ساتھ دے رہا ہے اور جدھر جدھر جاتا ہے وہاں لوگوں اور شہروں کو سلطان برکیاروق کا مطیع اور فرمانبردار بناتا جا رہا ہے لہٰذا اس پر حملہ آور ہو کر اسے واسط شہر سے نکال باہر کیا جائے تاکہ وہ آنے والے دنوں میں برکیاروق کے حق میں کوئی مہم جاری نہ رکھ سکے۔

چنانچہ محمد کے کہنے پر صدقہ بن مذید والئی حلہ نے ایک بہت بڑا جرار لشکر تیار کیا اور کمشتگین سے نمٹنے کے لئے اس نے واسط شہر کا رخ کیا تھا۔

کمشتگین واسط شہر سے باہر ایک دوسرے کے سامنے صف آرا ہوئے۔ صدقہ بن مذید کا لشکر کمشتگین کے لشکر سے دوگنا سے بھی زیادہ تھا، لیکن کمشتگین نے ہمت نہیں ہاری اور خم ٹھونک کر وہ صدقہ بن مذید کے سامنے آ گیا تھا۔ صدقہ بن مذید کو کیونکہ اپنی

طاقت وقوت کو اور اپنے لشکر کی عددی فوقیت پر ناز اور گھمنڈ تھا۔ لہٰذا صفیں درست ہوتے ہی کمشتگین اور اس کے لشکر پر بے یار و بے سامان کرتے فرقتوں کے سیاہ اندھیروں، بدترین ادبار کی برق گراتے انوکھے جذبوں کی یلغار، وقت کی کرب خیز داستانوں کا اضافہ کرتی فنا کی ہلاکت خیزیوں کی طرح حملہ آور ہو گیا تھا۔

جوابی کارروائی کرتے ہوئے کمشتگین بھی تشنگی کے سمندر، اوہام کے کالے بادلوں، سکوت کے صحرا اور لرزاں خاموشیوں میں بھاپ اور تیل کے بکھرتے غبار کی طرح حرکت میں آیا اور وہ بھی دلوں کی ساری آرزوئیں، روحوں کی تمام امیدوں کو مسمار کرتی نامرادیوں کی دھند، تیزابی تلخیوں، مشکل و دردناک سموں اور عداوت کے ریتلے جھکڑوں کی طرح حملہ آور ہوا تھا۔

اس طرح واسط شہر کے نواح میں بے نام خواہشیں وقت کی تباہی کے قصوں میں دم توڑنے لگی تھیں۔ اداس خشک رتوں کے نوحے، بے کراں وسعتوں کے عذاب رقص کرنے لگے تھے۔ زاویے بدلتے سنگریزوں کے طوفان اجاڑ ویرانوں میں شورشوں کی صداؤں کی طرح لشکری ایک دوسرے پر حملہ آور ہو کر ایک دوسرے کے خاتمہ کے درپہ ہو گئے تھے۔

کمشتگین نے اپنی طرف سے پوری کوشش کی صدقہ بن مذید کو شکست دے کر بھاگنے پر مجبور کر دے، لیکن صدقہ بن مذید کے پاس اس کی نسبت بہت بڑا لشکر تھا، لہٰذا کمشتگین کو پسپائی اختیار کرنی پڑی۔ بقول مؤرخین صدیہ بن مزید کے ہاتھوں پسپائی اٹھانے کے بعد کمشتگین سلطان برکیاروق کی طرف چلا گیا تھا۔

............*

توزین اپنے خیمہ میں کافی دیر سے اکیلی بیٹھی ایاز بن سیف الدین کا انتظار کر رہی تھی۔ وہ عصر کی نماز کے وقت گیا تھا۔ اب مغرب کی نماز بھی ہو رہی تھی۔ ابھی تک وہ لوٹ کر نہیں آیا تھا۔

چنانچہ توزین نے بھی مغرب کی نماز ادا کی اور پھر وہ اپنی نشست پر ہو بیٹھی تھی کہ خیمے میں ایاز بن سیف الدین داخل ہوا۔ جوں ہی وہ توزین کے پہلو میں آ کے بیٹھا توزین نے غور سے اس کی طرف دیکھتے ہوئے پوچھ لیا۔

”آپ کہاں چلے گئے تھے؟ عصر کی نماز کے لئے گئے تھے اور اب مغرب کی نماز ادا کر کے آپ لوٹ رہے ہیں۔“

توزین جب رکی' تب غور سے اس کی طرف دیکھتے ہوئے ایاز بن سیف الدین کہنے لگا۔

”توزین مجھے تمہاری ذات پر فخر ہے۔ میں جانتا ہوں تم میرا کس شدت سے انتظار کرتی ہو اور مجھ سے کیسی چاہت اور لگاؤ رکھتی ہو اور کبھی کبھی تم اس قسم کی گفتگو کرتی ہو توزین تو مجھے رفادہ بھی بہت یاد آتی ہے۔“

رفادہ کا نام سن کر توزین بیچاری اداس اور افسردہ ہو گئی تھی۔ کچھ دیر تک خاموش بیٹھی رہی۔ گردن اس کی جھک گئی تھی۔ آخر ایاز سیف الدین نے اس کا سر تھپتھپایا' پھر کہنے لگا توزین مجھے غور سے سنو میں عصر کی نماز کے لئے گیا تھا اور مغرب پڑھ کر آ رہا ہوں۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ جن مخبروں کا مجھے انتظار تھا وہ لوٹ کے آئے ہیں اور انہوں نے اطلاع دی ہے کہ کل صبح باغیوں کا تیسرا لشکر مراغہ شہر کے جنوب مغرب میں نمودار ہو گا۔ لہٰذا آج عشاء کی نماز کے بعد یہاں اپنا پڑاؤ ختم کر دیا جائے گا اور لشکر بڑی تیزی اور برق رفتاری کے ساتھ

مراغہ شہر کا رخ کرے گا۔ باغیوں کے اس تیسرے لشکر کو میں شہر سے باہر ہی روک دینا چاہتا ہوں اور مجھے امید ہے کہ جس طرح اس سے پہلے ہم نے باغیوں کے دو لشکروں کا خاتمہ کیا ہے تیسرے سے بھی ہم اسی طرح نمٹیں گے۔“

یہاں تک کہنے کے بعد ایاز بن سیف الدین جب رکا تب فکر مندی کا اظہار کرتے ہوئے توزین کہنے لگی۔

”پہلے بھائی چکرمش آپ کے ساتھ تھا' کیا اس کے جانے کے بعد ہمارے لشکر میں ضعف پیدا نہیں ہوا ہو گا۔“

جواب میں ایاز بن سیف الدین مسکرایا اور کہنے لگا۔

”اس سلسلہ میں تم کو فکر مند ہونے کی ضرورت نہیں ہے۔ خداوند قدوس نے چاہا تو ہمارے لشکری باغیوں کے تیسرے لشکر کے خلاف پہلے جیسی جرأت مندی اور دلیری کا مظاہرہ کریں گے اور اس لشکر کو بھی بدترین شکست دیں گے۔ اب تم ایسا کرو اٹھو اپنا سامان سمیٹ لو۔ اتنی دیر تک کھانا آ جائے گا۔ اس کے بعد عشاء کی نماز یہاں ادا کر کے لشکر کوچ کرے گا۔“

ایاز بن سیف الدین کے ان الفاظ کے ساتھ ہی توزین اٹھ کھڑی ہوئی اور اپنا سامان سمیٹنے لگی تھی۔

سورج غروب ہونے سے پہلے ہی پہلے ایاز بن سیف الدین اپنے لشکر کے ساتھ مراغہ شہر کے جنوب مغرب میں آ کے پڑاؤ کر گیا تھا۔ پڑاؤ میں عورتوں کی حفاظت کے لئے چند دستے مقرر کر دیئے گئے تھے اور پھر لشکر کے کھانے کا اہتمام کرنے کے بعد ایاز بن سیف الدین نے اپنے لشکر کو بالکل تیار اور مستعد کر دیا تھا۔ اس لئے کہ اس کے مخبر باغیوں کے تیسرے لشکر کے متعلق بڑی تیزی سے خبریں پہنچانے لگے تھے۔ آخری خبر جو آئی تھی اس کے مطابق باغیوں کا لشکر مراغہ شہر سے صرف چار میل کے فاصلہ پر رہ گیا تھا۔ چنانچہ ایاز بن سیف الدین نے اپنے لشکر کی صفیں درست کرنا شروع کر دی تھیں۔

دوسری طرف باغیوں کا لشکر جب ایاز بن سیف الدین کے لشکر کے سامنے آیا اور باغیوں کے سپہ سالار نے دیکھا کہ سلطان برکیاروق کے جس لشکر کو اپنا ہدف بنانے کے لئے وہ آئے ہیں۔ وہ پہلے ہی ان سے نمٹنے کے لئے آیا ہے۔ اپنی صفیں درست کر چکا ہے۔ یہ صورت حال ان کے لئے یقیناً پریشانی' حیرت' خوف اور اندیشوں کا باعث تھی۔ اس لئے کہ

مراغہ کے جنوب میں پہنچنے کے بعد ان کا تو اپنے باغی دو لشکریوں کے ساتھ رابطہ ہونا تھا۔ اس کے بعد سلطان برکیاروق کے لشکر پر ضرب لگانی تھی' لیکن سلطان برکیاروق کے لشکر کو اپنے سامنے دیکھ کر پہلے تو وہ اپنے حواس کھو سے بیٹھے تھے' آخر انہیں حالات سے مصالحت کرنا پڑی۔ صورت حال جو ان کے سامنے تھی اس سے نمٹنے کے لئے انہوں نے فوراً اپنے لشکر کی صفیں درست کرنا شروع کر دی تھیں۔

ایاز بن سیف الدین نے انہیں خوب موقع اور وقت دیا تا کہ وہ اپنے لشکر کی صفیں درست کر لیں۔ اپنی تیاری کو آخری شکل دے لیں۔ اس کے بعد وہ ان پر حملہ آور ہو گا۔

باغی بڑی تیزی سے اپنی صفوں کو درست کرتے ہوئے لشکر کی تقسیم کو آخری شکل دینے لگے تھے۔

اپنے لشکر کی صفیں درست کرنے کے ساتھ ہی باغیوں کا لشکر زیست کے حروف ارقام کو شکست خوردہ غم میں تبدیل کرتی پیچ و تاب کھاتی آتش بے دود بستیاں بسانے والوں اور اجالوں کے ایوانوں میں ننگ و ذلت کے شبستان کھڑے کرتے وقت کے بے رحمی کے سیلاب کی طرح ٹوٹ پڑا تھا۔

دوسری طرف اس بار ایاز بن سیف الدین اکیلا تھا۔ چکرمش جا چکا تھا۔ اس کے باوجود ایاز بن سیف الدین نے بڑی ثابت قدمی کا مظاہرہ کیا۔ جوابی کارروائی کرتے ہوئے وہ بھی اپنے لشکر کو موت کا پیغام دیتے جھوم کر اٹھتے طوفانوں' غموں کی نایاب لہروں سے انگڑائیاں لے کر نکلتے آتش سیل کی طرح آگے بڑھا۔ پھر وہ باغیوں کے لشکر پر وصال وعدوں کو حسرتوں کے تلاطم' امیدوں کی شبنم کو لفظوں کے اضطراب' خواہشوں کے گلابوں کو تشنگی کے بحر میں تبدیل کرتی فنا کی ہلاکت خیزی طاری کرتی لہروں کے ارتعاش اور قضا کے رقص لازوال کی طرح حملہ آور ہو گیا تھا۔

باغیوں کا لشکر زیادہ دیر تک ایاز بن سیف الدین کے سامنے ٹھہر نہ سکا۔ شکست اٹھا کر بھاگ کھڑا ہوا۔ ایاز بن سیف الدین نے پوری ہولناکی' پوری طاقت اور قوت کے ساتھ ان کا تعاقب کیا اور ان کی تعداد ایسی کم کی کہ باغی اِدھر اُدھر بکھر کر اپنی جانیں بچاتے ہوئے بھٹکنے والے مسافروں کی طرح بھاگ گئے تھے۔

چنانچہ دشمن کے لشکر کی اکثریت کا خاتمہ کرنے کے بعد ایاز بن سیف الدین لوٹا۔ یہاں

بھی اس کے ہاتھ مال غنیمت کی صورت میں بہت کچھ لگا۔ پہلے کی طرح سلطان برکیاروق کے لئے مال غنیمت کا حصہ علیحدہ کرنے کے بعد باقی سامان ایاز بن سیف الدین نے چھوٹے سالاروں کے ساتھ مل کر اپنے لشکر میں تقسیم کر دیا تھا۔ اس طرح یہاں سلطان برکیاروق کو دو فائدے ہوئے۔

اول یہ کہ آذربائیجان کی باغی قوتوں کا مکمل طور پر خاتمہ کر دیا گیا اور آنے والے دور میں آذربائیجان میں کسی کو سرکشی کرنے یا بغاوت کھڑی کرنے کی جرأت اور جسارت نہ ہو سکی۔

دوئم یہ کہ اس مہم کے دوران چونکہ تین لشکریوں کو شکست دی گئی تھی جو تینوں سے باربرداری کے بے شمار جانوروں کے علاوہ مالی غنیمت بھی بہت ہاتھ لگا تھا اس بنا پر سلطان برکیاروق کو اس مہم میں فائدے زیادہ اور زحمت کم اٹھانا پڑی تھی۔

باغیوں کے لشکر کو شکست دینے کے بعد ایاز بن سیف الدین نے اپنے لشکر کے جن دستوں کو اپنے پڑاؤ کی حفاظت پر مقرر کیا تھا انہیں مستعد اور تیار رہنے کا حکم دیا تا کہ کوئی اور قوت اچانک کہیں سے نکل کر انہیں اپنا نشانہ اور ہدف نہ بنائے۔ زخمیوں کی دیکھ بھال کرنے کے بعد باقی لشکریوں کو اس نے آرام کرنے کے لئے کہا تھا۔ خود بھی وہ اپنے خیمہ میں داخل ہوا۔

خیمہ میں توزین کھڑی اسی کا انتظار کر رہی تھی۔ جوں ہی وہ خیمہ میں داخل ہوا بے پناہ مسرت اور خوشی کا اظہار کرتے ہوئے توزین بولی اور کہنے لگی۔

"ایک شوہر کی حیثیت سے میں آپ کی ذات پر جتنا فخر کروں اتنا ہی کم ہے۔ آپ نے اکیلے باغیوں کے اس لشکر کو بدترین شکست دی ہے۔ مجھے دھڑکا اور وسوسہ لگا ہوا تھا۔ بھائی چکرمش کے جانے کے بعد لشکر میں کہیں ضعف نہ آ گیا ہو اور باغی ہم پر غلبہ نہ حاصل کر لیں' لیکن آپ نے باغیوں کے اس لشکر کو ایسا سبق سکھایا ہے کہ آئندہ اس علاقے میں میرے خیال میں کوئی بغاوت اور سرکشی کرنے کی جرأت نہیں کرے گا۔"

توزین کی اس گفتگو سے ایاز بن سیف الدین مسکرا دیا تھا۔ پھر توزین حرکت میں آئی اور ایاز بن سیف الدین کو مخاطب کر کے کہنے لگی۔

"آپ جنگ میں استعمال ہونے والا یہ لباس اتار دیں۔ میں نیا لباس نکال کر دیتی ہوں۔" اس کے ساتھ ہی وہ خیمہ کے ایک کونے میں گئی اور نیا لباس ایاز بن سیف الدین کو

تھمایا' جسے لے کر وہ طہارت خانے کی طرف چلا گیا تھا۔ ایاز بن سیف الدین نے چند روز تک اپنے لشکر کے ساتھ وہیں قیام کیا۔ وہاں قیام کرنے کے تین مقاصد تھے۔ اول یہ کہ احتیاط برتی کہ اگر کوئی اور باغی قوت ان علاقوں میں موجود ہے تو نکل کر سامنے آئے تاکہ اس سے بھی نمٹا جائے۔

دوئم یہ کہ جنگ کے دوران جو لشکری زخمی ہو گئے تھے ان کے زخم مندمل ہو جائیں اور تیسری وجہ یہ تھی کہ وہ اپنے لشکر کو مکمل آرام دینا چاہتا تھا' تاکہ وہ آرام کر کے پھر سے تازہ دم ہو جائیں۔ اس کے بعد اس نے اپنے لشکر کے ساتھ مراغہ شہر سے کوچ کر لیا تھا۔

............*

ایاز بن سیف الدین کو مخبر یہ اطلاع دے چکے تھے کہ کچھ وجوہات کی بنا پر سلطان برکیاروق نے دوبارہ اصفہان سے نکل کر ہمدان کے نواح میں قیام کر لیا تھا اور سلطان کے ایسا کرنے کی دو وجوہات تھیں۔

اول یہ کہ موصل کے لگاتار بگڑے ہوئے حالات نے سلطان برکیاروق کے دل میں خدشات بھر دیئے تھے لہٰذا جو چھوٹا سا لشکر اس کے پاس تھا اسے لے کر وہ اصفہان سے ہمدان میں آ کے قیام کر گیا تھا۔ ہمدان ہی میں کمشتگین اور چکرمش اپنے لشکر لے کر سلطان کے پاس پہنچ گئے تھے۔

اور دوسری وجہ یہ تھی کہ سلطان کے مخبر دبے دبے الفاظ میں سلطان تک یہ خبریں بھی پہنچانے لگے تھے کہ ان کا بھائی محمد اپنی عسکری تیاریوں کو اپنے عروج پر لا رہا ہے اور اس نے ایک بہت بڑا لشکر جمع کر لیا ہے جس کی تربیت کا کام وہ خود اور اس کے سالار کر رہے ہیں۔ ان ہی حالات کو مدنظر رکھتے ہوئے سلطان نے ہمدان کے نواح میں قیام کر لیا تھا اور اس نے اِدھر اُدھر پھیلے بکھرے اپنے سالاروں اور لشکریوں کی طرف پیغام بھجوا دیا تھا کہ وہ ہمدان ہی میں آ کر اس سے ملیں۔

اس بنا پر ایاز بن سیف الدین نے بھی مراغہ شہر کے نواح سے ہمدان کی طرف کوچ کیا تھا۔

ایاز بن سیف الدین نے اپنے لشکر کے ساتھ ابھی پچیس تیس میل کا یہ سفر طے کیا ہوگا کہ مراغہ شہر کے نواح سے کوچ کرنے سے پہلے جو اپنے مخبر اس نے اِدھر اُدھر اپنے لشکر کی حفاظت کے لئے پھیلائے تھے وہ اس کے سامنے آئے اور انہیں دیکھتے ہوئے ایاز بن سیف الدین نے اپنے لشکر کو روک دیا تھا' پھر اس نے آنے والے مخبروں کی طرف دیکھا اور انہیں

مخاطب کر کے کہنے لگا۔

''کیا تم سلطان کی طرف سے کوئی خبر لے کر آئے ہو یا......''

ایاز بن سیف الدین یہیں تک ہی کہنے پایا تھا کہ ایک مخبر بولا اور کہنے لگا۔

''امیر ایاز بن سیف الدین ہم آپ کے لئے ایک اچھی خبر لے کے آئے ہیں۔ امیر نیال ایک لشکر کے ساتھ یہاں سے لگ بھگ پندرہ میل کے فاصلہ پر ہے۔ وہ آذر بائیجان ہی کا رخ کیے ہوئے ہے۔ اس کے بعد آنے والے ان مخبروں نے محمد کے سپہ سالار نیال بن انوشتگین نے جو مظالم بغداد میں اور گردونواح میں مسلمانوں پر ڈھائے تھے ان کی تفصیل بھی ایاز بن سیف الدین سے کہہ دی تھی۔

یہ خبر سن کر ایاز بن سیف الدین نے خوشی کا اظہار کیا۔ اس کے چہرے پر مسکراہٹ نمودار ہوئی تھی۔ پھر آنے والے مخبروں کو مخاطب کر کے کہنے لگا۔

''تم ایک اچھی نہیں بلکہ بہت اچھی خبر لے کر آئے ہو۔ نیال سے نمٹنا میرے خیال اور اندازے کے مطابق ثواب کا کام ہے۔ نیال بن انوشتگین وہ بدبخت انسان ہے جس نے بغیر کسی وجہ سے صرف لوبھ اور لالچ کی خاطر سلطان برکیاروق کا ساتھ چھوڑا اور محمد کے ساتھ جا ملا۔ اس کے بعد اس نے مزید کارروائیاں ایسی کیں جس سے مسلمانوں کو ہی نہیں بلکہ مسلمانوں کے مفادات کو بھی نقصان پہنچا۔ لہٰذا نیال سے نمٹنا اب میرا فرض ہو چکا ہے۔ جس سمت سے نیال آ رہا ہے اس سمت تم میری تینوں رہنمائی کرو۔ دیکھنا میں اس سے اور اس کے لشکر کے ساتھ کیسا نمٹتا ہوں۔''

ایاز بن سیف الدین کے اس فیصلے سے وہ مخبر خوش ہو گئے تھے۔ اس کے بعد ایاز بن سیف الدین نے اپنے لشکر کے ساتھ کوچ کیا۔ وہ تینوں مخبر اس کی رہنمائی کر رہے تھے۔

ایاز بن سیف الدین تیزی سے آگے بڑھا۔ یہاں تک کہ مخالف سمت سے نیال بن انوشتگین اپنے لشکر کے ساتھ آتا دکھائی دیا اور ایاز بن سیف الدین اس کی راہ روک کھڑا ہوا تھا۔

اس موقع پر نیال بن انوشتگین کو خبر نہ تھی کہ ان علاقوں میں ایاز بن سیف الدین آیا ہوا ہے اور وہی اس کی راہ روک کھڑا ہوا ہے۔ جب اس کی راہ روکی گئی تب اس کے اردگرد اس وقت جو چھوٹے سالار جمع ہو گئے تھے انہیں مخاطب کر کے نیال بن انوشتگین کہنے لگا۔

''یہ کون لوگ ہیں جنہوں نے ہماری راہ روکی ہے۔ آذر بائیجان میں تو آئے دن اب بغاوت اٹھتی رہتی ہیں۔ برکیاروق کا سالار کربوغا ان بغاوتوں کو فرو کرنے کے لئے آیا تھا اور یہیں کا ہو کر رہ گیا' جب کہ اس کے تحت کام کرنے والے اس کے دونوں سالار لشکر کو لے کر موصل کی طرف چلے گئے تھے۔ تو یہ لشکر جس نے ہماری راہ روکی ہے یہ کون ہے؟ کیا یہ باغیوں کا لشکر ہے؟''

یہاں تک کہنے کے بعد نیال انوشتگین تھوڑی دیر تک چپ اور خاموش رہا اور راہ روکنے والے لشکر کا جائزہ لیتا رہا۔ پھر اپنے دو سالاروں کی طرف دیکھا' انہیں مخاطب کر کے کہنے لگا۔

''تم ذرا راہ روکنے والے لشکر کی طرف جاؤ اور دیکھو وہ کون لوگ ہیں؟ ان کے سالار سے بات کرو۔ یہ جاننے کی کوشش کریں کہ وہ ہماری راہ کیوں روک کر کھڑے ہوئے ہیں اور ہم سے کیا چاہتے ہیں؟''

نیال بن انوشتگین کے کہنے پر اس کے دونوں سالار جب آگے بڑھ کر ایاز بن سیف الدین کے لشکر کے قریب گئے اور لشکر کے سامنے انہوں نے ایاز بن سیف الدین اور اس کے چھوٹے سالاروں کو اپنے گھوڑوں پر سوار دیکھا تو وہ دنگ رہ گئے۔ انہوں نے ایاز بن سیف الدین کو پہچان لیا تھا۔ لہٰذا آہستہ آہستہ اپنے گھوڑوں کو آگے بڑھاتے ہوئے ایاز بن سیف الدین کے قریب گئے۔ ایاز بن سیف الدین بھی بڑی گہری نگاہوں سے ان کا جائزہ لے رہا تھا۔ قریب جا کر ان دونوں چھوٹے' سالاروں نے ایاز بن سیف الدین سے سلام کیا۔ قبل اس کے ان دونوں میں سے کوئی ایاز بن سیف الدین کو مخاطب کر کے کچھ کہتا ایاز نے انہیں مخاطب کرنے میں پہل کی' کہنے لگا۔

''پہلے یہ بتاؤ جس لشکر کی میں نے راہ روکی ہے یہ لشکر کس کا ہے؟ اس لشکر کا سالار کون ہے؟''

گویا ایاز بن سیف الدین جانتا تھا کس کی اس نے راہ روکی ہے' لیکن وہ بات ان چھوٹے سالاروں سے اگلوانا چاہتا تھا۔ لہٰذا اس کے اس استفسار پر ایک مخبر بولا اور کہنے لگا۔

''امیر ایاز بن سیف الدین یہ لشکر نیال بن انوشتگین کی کمانداری میں ہے اور آذر بائیجان کا رخ کیے ہوئے ہیں۔''

اس موقع پر ایاز بن سیف الدین نے مصنوعی حیرت اور انوکھے پن کا مظاہرہ کرتے

ہوئے کہا۔

’’کیا وہی نیال بن انوشتگین جس نے بے غیرتی کی وجہ سے سلطان برکیاروق کے ساتھ بے وفائی کی تھی۔ کیا وہی نیال بن انوشتگین جو محمد سے جا ملا تھا۔ کیا وہی نیال بن انوشتگین جس نے بغداد میں پہنچ کر وہاں مظالم کی حد کر دی اور بغداد شہر کے علاوہ آس پاس کی بستیوں میں لوٹ مار کا کام سرانجام دیا اور اب وہ آذربائیجان کا رخ کیے ہوئے ہے تاکہ ان علاقوں میں اپنے مظالم کا کوئی نیا گل کھلائے۔‘‘

اتنا کہنے کے بعد ایاز بن سیف الدین رکا‘ پھر آنے والے ان دونوں سالاروں کو مخاطب کر کے کہنے لگا۔

’’واپس نیال بن انوشتگین کے پاس جاؤ۔ اسے کہنا جس لشکر نے اس کی راہ روکی ہے اس لشکر کا سالار ایاز بن سیف الدین ہے۔ اس پر یہ بھی انکشاف کرنا کہ میں سلطان برکیاروق کا وہ سالار ہوں جو سلطان سے جفا کرنا نہیں جانتا۔ میرے دل کے قرطاس پر صرف وفا کا لفظ لکھا ہوا ہے لہٰذا جفا کرنے والوں کے خلاف حرکت میں آنا میں اپنا فرض خیال کرتا ہوں۔ میری طرف سے اس پر یہ بھی انکشاف کرنا کہ اس انکشاف کے بعد اگر اس نے مڑ کر واپس جانا چاہا یا بھاگنے کی کوشش کی تو میں اس کا اس طرح تعاقب کروں گا‘ جس طرح ڈھلتے سورج میں لمبے سائے دوڑتے ہوئے کرنوں کے تعاقب میں لگ جاتے ہیں۔ اب تم جاؤ نیال بن انوشتگین سے کہو جنگ کی تیاری کرے میں اسے یہاں سے بچ کر جانے نہیں دوں گا۔ وہ اگر محمد کی طاقت اور قوت ہے تو میں سلطان برکیاروق کا دست راست ہوں۔ پھر دیکھتے ہیں کس کے بازو میں دم خم زیادہ ہے۔ اب تم جا سکتے ہو اس سے زیادہ میں تم سے کچھ نہیں کہنا چاہتا۔‘‘

اس کے ساتھ ہی وہ دونوں چھوٹے سالار مایوس ہو کر لوٹ گئے تھے۔

وہ دونوں سالار اپنے گھوڑوں کو دوڑاتے ہوئے جب اپنے لشکر کے سامنے نیال بن انوشتگین کے پاس پہنچے نیال بن انوشتگین نے ان کا جائزہ لیا۔ وہ کچھ اداس اور افسردہ تھے۔ لہٰذا ان کی طرف غور سے دیکھتے ہوئے اس نے پوچھ لیا۔

’’تمہارے چہرے بتاتے ہیں تم کچھ پریشان اور فکرمند سے لوٹے ہو۔ یہ بتاؤ وہ لشکر کس کا ہے اور وہ کیا چاہتے ہیں؟‘‘

اس پر ایک چھوٹا سالار بولا اور نیال بن انوشتگین کو مخاطب کر کے کہنے لگا۔

’’ابن انوشتگین حالات ہمارے حق میں نہیں ہیں۔ وقت اور فطرت شاید ہمارے خلاف ایک بہت بڑا فیصلہ رقم کرنے والی ہیں۔ جس لشکر نے ہماری راہ روکی ہے وہ لشکر سلطان برکیاروق کا ہے اور لشکر کی کمانداری امیر ایاز بن سیف الدین کر رہا ہے۔‘‘

ایاز بن سیف الدین کا نام سن کر نیال بن انوشتگین کے چہرہ کے رنگ بدلنے لگے تھے۔ چہرے پر دکھ کے سائے‘ آنکھوں میں پریشانی کی لہریں رقص کرنے لگی تھیں۔ کچھ دیر خاموش رہ کر سوچتا رہا‘ پھر ان دونوں چھوٹے سالاروں کی طرف غور سے دیکھتے ہوئے اس نے پوچھ لیا۔

’’ایاز بن سیف الدین کیا چاہتا ہے؟‘‘

جواب میں ایک چھوٹے سالار نے وہ ساری گفتگو نیال بن انوشتگین سے کہہ دی تھی‘ جو گفتگو ان دونوں کی ایاز بن سیف الدین سے ہوئی تھی۔

یہ خبر سن کر نیال بن انوشتگین سخت پریشان ہو گیا تھا۔ گہری سوچوں میں ڈوب گیا تھا۔ پھر انہی چھوٹے سالاروں کو مخاطب کر کے کہنے لگا۔

’’یہ ایاز بن سیف الدین ان علاقوں کی طرف کس غرض سے آیا ہے؟‘‘

جواب میں ایک چھوٹا سالار بولا اور کہنے لگا۔

’’ہم نے تو یہ نہیں پوچھا کہ وہ کس غرض سے ادھر آیا ہے‘ لیکن ہمارا اندازہ یہ ہے جس وقت کربوغا آذربائیجان کی مہم کو ادھورا چھوڑ کر چل بسا تھا تو میرے خیال میں یہاں کی بغاوتوں کو فرو کرنے کے لئے برکیاروق نے ایاز بن سیف الدین کو ان علاقوں کی طرف بھیجا ہوگا اور میرا یہ بھی اندازہ ہے کہ ایاز بن سیف الدین آذربائیجان سے اٹھنے والی ساری بغاوتوں کا خاتمہ کر کے شاید واپس سلطان کی طرف جا رہا ہے۔‘‘

یہاں تک کہتے کہتے چھوٹے سالار کو رک جانا پڑا۔ اس لئے کہ اس لمحہ ایاز بین سیف الدین کے لشکر کے اندر تکبیریں بلند ہونے لگی تھیں۔ چنگاڑتی آوازوں میں بڑے جوش و خروش سے اس کے سالار اور لشکری لگاتار تکبیریں بلند کرتے جا رہے تھے‘ جو اس بات کی نشاندہی تھی کہ ایاز بن سیف الدین تھوڑی دیر تک نیال بن انوشتگین لشکر پر حملہ آور ہو گا۔

یہ صورتحال دیکھتے ہوئے ایاز بن سیف الدین کو حیرت میں مبتلا کرنے کی خاطر نیال بن انوشتگین نے پہلے حملہ آور ہونے کا فیصلہ کر لیا تھا اور یہ فیصلہ کرنے کے بعد اس نے اپنے

لشکر کو بصارتوں اور سماعتوں کو گروی رکھتے ستم کے برستے تازیانوں، ارادوں کو سلب کر لینے والے زمین کے انوکھے نگران عناصر کی طرح آگے بڑھا، پھر وہ ایاز بن سیف الدین کے لشکر پر چہروں پر المناکی کے انبار لگاتے اچانک پھٹ پڑنے والے آتش فشاں خونخوار وحشی لمحوں میں موت کا رقص لازوال کرتے سرخ تھلوں کے رقص اور انوکھے ذوق و میلان کے ساتھ ارادوں کو سلب کرتی شکست کے لہروں کے ارتعاش کی طرح ٹوٹ پڑا تھا۔

دوسری سمت ویسا ہی رویہ ایاز بن سیف الدین نے بھی روا رکھا۔ اس نے بھی اپنے لشکر کو مایوسی کی گھٹاؤں میں برق کے گہواروں میں کھولتی سیال، آتش کی طرح پیش قدمی کی۔ پھر وہ نیال بن انوشتگین کے لشکر پر جوہر لاتخف بن کر زمین کی رگ رگ میں دریاؤں کے قطرے قطرے میں دشت کے ذرے ذرے میں شعلہ وخوں سامان بھرتی لہروں، چارسو بھڑکتی عزم راسخ کی آگ، جرأت محکم عظیم اعتماد اور لازوال ایمانی جذبوں کے ساتھ جلتے غم کدوں، آتش کے بھڑکتے الاؤ کی طرح حملہ آور ہو گیا تھا۔

کھلے میدانوں اور جنگل میں دونوں لشکریوں کے ٹکرانے سے زمین پر سرگرداں سرابوں کی دھول قضا بن کر ناچ اٹھی تھی۔ تجسس بھری فضاؤں میں شورش بھری موجوں کا خروش اٹھ کھڑا ہوا تھا۔ درد کے کالے حبس الم نصیبی کے سائے دکھ کی کسک غموں کی یلغار نظر نظر سلگتے سائے نفس نفس قضا کی امر بیل رزم گاہ میں ناچ اٹھی تھی۔ ایاز بن سیف الدین نے نیال بن انوشتگین کو بدترین شکست دی۔ اس کے لشکر کی اکثریت کو موت کے گھاٹ اتار دیا۔ بہت کم لشکریوں کو اپنی جانیں بچا کر بھاگنا نصیب ہوا تھا۔ نیال بن انوشتگین کا کچھ پتہ نہ چلا کہ وہ جنگ کے دوران مارا گیا ہے یا بھاگ گیا ہے۔ چنانچہ نیال بن انوشتگین کے لشکر کو شکست دینے کے بعد صرف ایک رات ایاز بن سیف الدین نے اپنے لشکر کے ساتھ وہاں قیام کیا اور اگلے روز وہ پھر ہمدان کے نواح میں سلطان برکیاروق کی طرف کوچ کر گیا تھا۔

............*

ہمدان کے نواح میں جب ایاز بن سیف الدین اپنے لشکر کے ساتھ داخل ہوا تو برکیاروق کے علاوہ چکرمش، کمشتگین اور دوسرے سارے سالاروں نے شاندار انداز میں اس کا استقبال کیا تھا۔ سلطان نے ایاز بن سیف الدین کے لشکر کو پڑاؤ کا حکم دیا۔ جب پڑاؤ قائم ہو گیا۔ عورتوں کو ان کے خیموں میں منتقل کر دیا گیا۔ اس کے بعد سلطان اپنے سارے سالاروں کو لے کر اس خیمہ میں داخل ہوا جو سالاروں، امراء سے صلاح مشورہ کے لئے مختص تھا۔ جب سب اس خیمہ میں بیٹھ گئے تب گفتگو کا آغاز سلطان نے کیا۔ ایاز بن سیف الدین کی طرف دیکھتے ہوئے کہنے لگا۔

''ایاز تمہاری کارگزاری کی ساری خبریں میرے ہرکارے مجھے پہنچاتے رہے ہیں۔ میں تمہیں تمہاری ان ساری کامیابیوں پر مبارکباد دیتا ہوں۔ کربوغا کے مارے جانے کے بعد میں فکرمند تھا کہ آذربائیجان کے حالات مزید خراب نہ ہو جائیں، لیکن تم نے حالات پر خوب گرفت کی۔ باغی تین لشکروں میں تقسیم ہو گئے تھے۔ سب کو کڑی سزا دی۔ ان کا خاتمہ کیا اور پھر سب سے بڑی بات یہ کہ واپسی پر نیال بن انوشتگین کو بھی تمہارے ہاتھوں خوب سزا ملی۔ تمہاری غیر موجودگی میں یہاں موصل میں جھگڑوں کا ایک طویل سلسلہ شروع ہو گیا تھا اور یہ بھی ایک اچھی بات تھی میرے پاس کمشتگین اور چکرمش تھے اور ان کے ذریعے میں نے حالات پر گہری نگاہ رکھی۔ میں پہلے اصفہان چلا گیا تھا، لیکن موصل کے حالات نے مجھے یہاں آنے پر مجبور کر دیا۔''

''دوسری خبریں جن کے متعلق تم کو آگاہ کرنا ہے کہ ہمارے ہرکارے یہ بھی بتا چکے ہیں کہ محمد ایک اور جنگ کی تیاری کر رہا ہے۔ ہمارے مخبروں کا کہنا ہے کہ اس نے ایک بہت بڑا لشکر بھی تیار کر لیا ہے اور کسی بھی وقت وہ حرکت میں آ کر ہمارے خلاف جنگ کی طرح ڈال

سکتا ہے۔ میں چاہتا ہوں اس کا ایسا کرنے سے پہلے تم ایک اہم کام کرو۔''

سلطان برکیاروق کے ان الفاظ پر ایاز بن سیف الدین چونکا پھر کہنے لگا۔

''سلطان محترم کون سا کام؟''

برکیاروق نے اپنے ہونٹوں پر دوبارہ زبان پھیری پھر دکھ بھرے انداز میں کہنے لگا۔

''یہ بڑے غم اور افسوس کا مقام ہے کہ تمہاری غیر موجودگی میں تمہاری بیوی رفادہ' اس دنیا فانی سے ہمیشہ کے لئے کوچ کر گئی اور تم اس کا افسوس کرنے یا بروزہ کو اپنے پاس لانے کے لئے رے شہر نہیں جا سکے۔ یہ سب کچھ حالات کی مجبوری نے کیا۔ اگر آذربائیجان کے حالات خراب نہ ہوتے تو تمہیں آذربائیجان بھیجنے کے بجائے میں تمہیں مشرق کی طرف رے شہر بھیجتا تاکہ تم چند دن قیام کرو اور بروزہ کو اپنے ساتھ لے آؤ۔''

''ابن سیف الدین ہماری غیر موجودگی میں نیال بن انوشتگین نے رے شہر میں داخل ہو کر لوگوں پر بڑے مظالم ڈھائے تھے' لیکن میری حویلی کے محافظ بروزہ کو رے شہر سے باہر اپنی بستی میں لے گئے تھے۔ اس طرح وہ محفوظ رہی۔ میں چاہتا ہوں کہ دو ایک دن آرام کرو پھر اس کے بعد توزین کو لے کر رے شہر کی طرف کوچ کر جاؤ۔ وہاں بروزہ تم دونوں کا انتظار کر رہی ہوگی۔ جو خبریں مجھے ملی ہیں ان کے مطابق اس کا کہنا ہے کہ وہ اب رے شہر ہی میں رہے گی۔ پہلے کوشش کرنا اسے اپنے ساتھ لشکر گاہ میں لا سکو۔ اگر وہ اس پر آمادہ نہ ہو تو کوئی بات نہیں۔ اسے وہیں رہنے دو۔ دو چار روز اس کے پاس رہ کر واپس آ جانا۔ اگر توزین اپنی ماں کے پاس رہنا چاہے تب بھی اسے اجازت دے دینا' لیکن میرے بھائی تم خود زیادہ دن قیام نہ کرنا۔ اس لئے کہ محمد کسی بھی وقت ہمارے خلاف جنگ کی طرح ڈال سکتا ہے اور جب وہ ایسا کرے تب تمہارا میرے پاس ہونا انتہائی اہم اور ضروری ہے۔''

یہاں تک کہنے کے بعد سلطان جب خاموش ہوا' تب ایاز بن سیف الدین بولا اور کہنے لگا۔

''سلطان محترم میں حالات کی سنگینی سے پوری طرح آگاہ ہوں۔ آپ بے فکر رہئے میں رے شہر میں زیادہ دن قیام نہیں کروں گا۔''

ایاز بن سیف الدین کے ان الفاظ پر سلطان خوش ہو گیا تھا۔ یہاں تک کہ سلطان نے پھر اسے مخاطب کیا۔

''تم کب تک رے شہر کے لئے روانہ ہونا پسند کرو گے۔''

جواب میں ایاز بن سیف الدین نے کچھ سوچا' پھر کہنے لگا۔

''سلطان محترم! میں چاہتا ہوں میں اور میری بیوی دونوں چند دن یہاں آرام کریں۔ اس کے بعد ہم یہاں سے رے شہر کا رخ کریں گے۔''

ایاز بن سیف الدین کے اس فیصلہ سے سلطان برکیاروق نے اتفاق کیا تھا۔ تھوڑی دیر خاموشی رہی۔ یہاں تک کہ اپنے سارے سالاروں کو مخاطب کر کے کہنے لگا۔

''ایاز بن سیف الدین کے جانے کے بعد میں چاہوں گا سب لوگ چوکس رہو' پہلے کی طرح اپنے مخبروں کو ہمدان کے نواح میں دور دور تک پھیلا دو۔ ان علاقوں میں اگر کوئی بغاوت اٹھتی ہے یا محمد ہمارے خلاف حرکت میں آتا ہے تو ہمارے مخبر بروقت ہمیں اطلاع کریں تاکہ ہر خدشے سے نمٹنے کے لئے ہم تیار اور مستعد رہیں۔''

سارے سالاروں نے سلطان برکیاروق کی اس تجویز سے اتفاق کیا تھا۔ پھر سلطان نے ایاز بن سیف الدین کی طرف دیکھا' پھر کہنے لگا۔

''تمہارا خیمہ نصب ہو گیا ہے۔ توزین اپنے خیمے میں منتقل ہو گئی ہے۔ تم جاؤ جا کر آرام کرو۔ دو دن بعد تمہارے کوچ کا یہاں سے اہتمام کیا جائے گا۔'' اس کے ساتھ ہی ایاز بن سیف الدین اور باقی سالار سلطان کے اس خیمہ سے نکل گئے تھے۔

ایاز بن سیف الدین اپنے خیمہ میں داخل ہوا۔ اندر توزین نے سارا سامان خیمے میں لگا دیا تھا۔ وسط میں دو بستر بھی اس نے لگا دیئے تھے۔ آگے بڑھ کر ایاز بن سیف الدین ایک بستر پر بیٹھ گیا۔ اس کی آمد پر توزین بھی اس کے قریب آ کے بیٹھ گئی' پھر کہنے لگی۔

''کیا سلطان نے کسی خاص موضوع پر گفتگو کی ہے۔''

ایاز بن سیف الدین نے اثبات میں گردن ہلائی' پھر کہنے لگا۔

''پہلی بات یہ ہے کہ سلطان چاہتا ہے کہ میں اور تم دونوں رے شہر جائیں۔ چند روز وہاں قیام کریں اور اماں بروزہ کو لے کر یہاں آ جائیں۔ سلطان کا کہنا ہے کہ مجھے زیادہ دیر وہاں قیام نہیں کرنا چاہئے۔ اس لئے کہ ہمارے مخبر محمد کی طرف سے یہ خبر دے چکے ہیں کہ اس نے ایک بہت بڑا لشکر تیار کر لیا ہے۔ لشکر کی تربیت کا کام سرانجام دے رہا ہے اور کسی بھی وقت وہ ہمارے خلاف جنگ کی ابتداء کر سکتا ہے۔''

"سلطان کا یہ بھی کہنا ہے کہ اگر بروزہ وہاں رہنا چاہے تو اس کے ساتھ زبردستی نہ کرنا۔ کوشش کرنا تم اماں کو لے کر یہاں آ جاؤ۔ لیکن اس کی مرضی کے خلاف کچھ نہیں کرنا۔ سلطان نے یہ بھی کہا ہے توزین بھی اگر رے شہر میں اپنی ماں کے پاس رہنا چاہے تو اسے بھی رہنے کی اجازت دے دینا۔ اب یہ سارا معاملہ تمہاری مرضی پر منحصر ہے۔"

ایاز بن سیف الدین ابھی مزید کچھ کہنا چاہتا تھا کہ اس کی بات کاٹتے ہوئے توزین بولی اور کہنے لگی۔

"پہلے کوشش یہ کی جائے کہ ہم اماں کو اپنے ساتھ لے کر یہاں آئیں۔ اماں نے اگر ضد کی کہ میں وہیں رہنا چاہتی ہوں تو میں پھر وہاں تو نہیں رہوں گی' میں آپ کے ساتھ واپس آؤں گی۔ پر آپ پہلے بتائیں کہ یہاں سے کب روانہ ہوں گے۔"

اس پر ایاز بن سیف الدین کہنے لگا۔

"میں نے سلطان سے وعدہ کیا ہے میں اور میری بیوی دونوں دو دن یہاں آرام کریں گے۔ اس کے بعد ہم یہاں سے کوچ کریں گے اور سلطان نے اس کی اجازت دے دی ہے۔"

"ہمارے ساتھ کون ہو گا؟" غور سے ایاز بن سیف الدین کی طرف دیکھتے ہوئے توزین نے پوچھ لیا تھا۔

اس پر توزین کے شانے پر ہاتھ رکھتے ہوئے ایاز بن سیف الدین کہنے لگا۔

"ہمارے ساتھ کس نے جانا ہے۔ ہم دونوں میاں بیوی ہوں گے۔ تیزی سے سفر کریں گے۔ رے پہنچ کر چند دن وہاں رہیں گے۔ اماں کو بھی اپنے ساتھ لانے کی کوشش کریں گے اور واپس لشکر میں آ جائیں گے۔"

ایاز بن سیف الدین کے یہ الفاظ سن کر توزین تھوڑی دیر تک گہری سوچوں میں ڈوبی رہی' پھر کہنے لگی۔

"آپ سلطان برکیاروق کے سالار اعلیٰ ہیں۔ سلطان کے علاوہ آپ سے بھی بہت سے لوگوں کی دشمنی اور عداوت ہے اور پھر کچھ لوگ میرے اور رفادہ کے پیچھے لگے ہوئے تھے اور اب تو بہت سے لوگوں کو یہ خبر ہو چکی ہے کہ نیلی آنکھوں والی دو خوبصورت لڑکیاں ایاز بن سیف الدین کی بیویاں ہیں۔ ہماری بدقسمتی رفادہ تو اب ہم سے جدا ہو چکی ہے۔ اگر کسی کو یہ

خبر ہو گئی کہ آپ میرے ساتھ اکیلے رے شہر کا رخ کر رہے ہیں اور کوئی ہماری راہ روک کر کھڑا ہوا اور ہم سے انتقام لینا چاہا تو پہلے یہ بتائیں کہ اس کا کیا ہو گا۔"

ایاز بن سیف الدین مسکرایا پھر کہنے لگا۔

"تمہاری یہ گفتگو بچوں جیسی ہے۔ تمہیں پریشان اور فکرمند ہونے کی ضرورت نہیں ہے۔ میں تمہارے ساتھ ہوں۔ نہ کوئی ہماری راہ روکے گا اور نہ ہی ہمیں نقصان پہنچانے کی کوشش کر سکے گا۔ ہم بخیریت رے شہر پہنچ جائیں گے اور عافیت کے ساتھ واپس اپنے لشکر میں آ جائیں گے۔"

ایاز بن سیف الدین کے ان الفاظ پر توزین مطمئن اور چپ ہو گئی تھی۔ پھر دونوں میاں بیوی اپنے خیمے میں آرام کرنے لگے تھے۔ دو دن بعد ایاز بن سیف الدین اور توزین دونوں نے ہمدان شہر کے نواح سے رے شہر کا رخ کیا تھا۔

ایاز بن سیف الدین اور توزین دونوں میاں بیوی جس وقت رے شہر سے الگ بھگ تیس میل دور درختوں کے ایک گھنے جنگل میں سے گزر رہے تھے۔ تب اچانک دس کے لگ بھگ سوار سامنے آئے اور شاہراہ پر ایک قطار میں اپنے گھوڑے کھڑے کر کے ان دونوں میاں بیوی کی راہ روک کر کھڑے ہوئے تھے۔

اس موقع پر انتہائی پریشانی' فکرمندی اور غم زدہ سے انداز میں توزین نے ایاز بن سیف الدین کی طرف دیکھا' پھر روتی ہوئی آواز میں کہنے لگی۔

"آخر وہی کچھ ہو رہا ہے' جس کا مجھے دھڑکا اور خدشہ تھا۔ میں نے خیمے میں ہی آپ سے کہہ دیا تھا کہ ہم دونوں کا اکیلے سفر کرنا ہم دونوں کے لئے انتہا درجہ کا خطرناک ثابت ہو سکتا ہے اور اب یہ دیکھیں دس سوار ہماری راہ روک کر کھڑے ہوئے ہیں۔ کیا آپ سمجھتے ہیں یہ ہمیں زندہ سلامت رے شہر پہنچنے دیں گے۔"

توزین کے ان الفاظ کے جواب میں ایاز بن سیف الدین نے مسکراتے ہوئے اس کی طرف دیکھا' کہنے لگا۔

"تم کیسی گفتگو کر رہی ہو۔ جب خدا اپنے بندہ کے ساتھ ہو تو دس سوار کیا حیثیت رکھتے ہیں۔ میں تمہیں یقین دلاتا ہوں ہم دونوں میاں بیوی خیر و عافیت کے ساتھ اماں بروزہ کے پاس رے شہر پہنچیں گے۔ راہ روکنے والوں کی کیا جرأت اور کیا جسارت ہے کہ ہمیں روک

پائیں۔"

اس پر جستجو بھرے انداز میں توزین ایاز بن سیف الدین کی طرف دیکھتے ہوئے کہنے لگی۔

"تو کیا آپ اکیلے ان دس سواروں کا مقابلہ کریں گے۔"

ایاز بن سیف الدین نے پھر بڑے مطمئن انداز میں توزین کی طرف دیکھا' کہنے لگا۔

"جی نہ چھوڑو اور نہ ہی ہمت ہارو۔ ہم اکیلے نہیں ہیں۔ ہمارا خدا ہمارے ساتھ ہے۔ پھر دیکھو وہ ہماری حفاظت' ہمارے تحفظ کا کیا سبب بناتا ہے۔"

اتنی دیر تک راہ روکنے والے قریب آ گئے تھے اور ان میں سے ایک ایاز بن سیف الدین کو مخاطب کر کے کہنے لگا۔

"امیر ایاز بن سیف الدین اب تک تو نے زندگی کی بے کراں مسافتوں' ناموری کی بے کنار کامیابیوں' چاندنی راتوں پر یم کی بھڑکتی جوالا چھکتی آرزوؤں سے خوب لطف اٹھایا ہے۔ اب دکھ کی اندھی مسافرت' آتش کے بھڑکتے الاؤ' اجل کے سیاہ خانوں اور درد و کرب کے کالے حبس لمحوں کے خونی غبار کا سامنا کرنے کے لئے تیار ہو جاؤ۔ اس لئے کہ اس جنگل میں آج کا دن تمہاری زندگی کا آخری دن ہوگا اور آج ہی کے دن تمہاری بیوی توزین نئی زندگی کی ابتداء کرے گی۔"

یہ الفاظ سن کر غصے میں ایاز بن سیف الدین کا چہرہ سرخ ہو گیا تھا۔ کھولتے ہوئے لہجے میں کہنے لگا۔

"ہوس کے شیطانو! اپنے لئے موت کی کراہ بنجر پن کی پیاس سوگ کی آنچ زندان کی الم بھری داستانوں کو دعوت نہ دو......"

ایاز بن سیف الدین مزید کچھ کہنا چاہتا تھا کہ راہ روکنے والوں کا جو سرخیل تھا' وہ دوبارہ بول اٹھا۔

"ایاز بن سیف الدین ایک بات اور سن لو' تمہاری بیوی نام جس کا توزین ہے اس کی جسامت کی زیبائی' اس کی سرو کی قامت' اس کی کمر کے بل کھاتے زاویئے' لہکتا لپکتا جسم بدن کے خطوط کی ضیاء خیزی' دہکتے سرخ لبوں کی قیامت خیز مسکراہٹ' جذبوں کی شدت سے بھرپور آنکھیں اور خوشبو کی بکھراں تجسیم اب تمہارے مقدر میں نہ رہے گی۔ یہ اب کسی اور کے ساتھ

زندگی بسر کرے گی۔ اگر تم امن صلح کے ساتھ اپنی بیوی کو ہمارے حوالے کر دو تو تمہیں زندگی مل سکتی ہے' لیکن وہ زندگی آزادی کی نہیں ادھوری ہوگی۔ ہم تمہارے جسم کو کوئی ایسا روگ ضرور لگائیں گے جس کی وجہ سے آنے والے دور میں تم ہمارے خلاف حرکت میں نہ آ سکو' بلکہ تم کہیں اپنی حویلی کے چار دیواری میں صنم خانوں کی اجاڑ شام' حیران پریشان کا قلعی گرے برباد دریچوں' قبر کی خاموشی کے سراسیمہ حصار' وحشت بھری تنہائیوں میں اداس پتوں کی زرد رتوں جیسی زندگی بسر کرتے رہو اور کسی کے خلاف کوئی کارروائی نہ کر سکو۔"

یہ الفاظ سن کر توزین مزید پریشانی اور غم کا شکار ہو گئی تھی۔ اسی موقع پر وہ ایاز بن سیف الدین کو مخاطب کر کے کچھ کہنا چاہتی تھی کہ ایاز بن سیف الدین کھولتے ہوئے لہجے میں راہ روکنے والوں کو مخاطب کر کے بول اٹھا۔

"ادھورے خواب دیکھنے والے بھیڑیو! شرافت و نجابت کے دشمنو! کردار کی تقدیس سے گرے کتو' دکھ کے اندھے جنگل میں سنگریزوں کے طوفانوں کا شکار ہونے سے پہلے ہتھیار ڈال کر اپنے آپ کو میرے حوالے کر دو ورنہ یاد رکھنا سانسوں کے قاتل' دھاروں دکھ کے اندھے اوہام درد کے الفاظ' منزلوں کے کرب کو تمہاری زندگی کا مقصد اور محور بنا دوں گا۔"

یہاں تک کہنے کے بعد ایاز بن سیف الدین رکا۔ دوبارہ انہیں مخاطب کر کے وہ کہہ رہا تھا۔

"راہ روکنے والو! میرا نام ایاز بن سیف الدین ہے۔ دشمن اور دوست کے درمیان تمیز رکھنے' جانچ اور ہنرمندی جانتا ہوں۔ پھر تم سے کہتا ہوں اپنے ہتھیار پھینک کر اپنے گھوڑوں سے نیچے اتر کر چند قدم پیچھے ہٹ جاؤ ورنہ پچھتاؤ گے۔"

ایاز بن سیف الدین کے ان الفاظ پر ان میں سے دو نے بھرپور اور غضبناک قہقہہ لگایا تھا۔ پھر ان میں سے ایک بولا اور کہنے لگا۔

"دیکھتے ہیں تم کیا قیامت برپا کرتے ہو۔ ہم تمہاری طرف بڑھ کر حملہ آور ہوتے ہیں۔ پھر دیکھیں گے کہ کیسا دفاع کرتے ہو؟"

ابھی انہوں نے گھوڑوں کو تھوڑا سا ہی آگے بڑھایا تھا کہ دائیں جانب سے ان گنت تیروں کی ایک بوچھاڑ آئی اور وہ تیر ایاز بن سیف الدین اور توزین اور راہ روکنے والوں کے درمیان پیوست ہو گئے تھے۔ اس کے ساتھ ہی دائیں جانب کے درختوں کے جھنڈ سے آتش ناک گرم سی رو کھولتی بھڑکتی لہروں اور غم انگیز کر دینے والی ایک آواز سنائی دی۔

"راہ روکنے والو! آگے بڑھنے کے بجائے پیچھے ہٹ جاؤ۔ اپنے ہتھیار پھینک دو ورنہ یاد رکھنا ہم لوگ وقت کی قامت اپنی ذات میں امرت بھی ہیں' زہر بھی' فضاؤں کے ٹھہرے جلال میں خیالوں کی حسین دنیا بھی ہیں' وحشی صدیوں کا راز بھی ہیں۔ ہماری بات نہیں مانو گے تو ہم تمہاری گرسنہ شریانوں میں آتشیں لاوے تمہارے سکون و آسودگی کی لہروں میں کھولتے کہر آلود بحر بھر دیں گے۔"

جب راہ روکنے والوں نے ہتھیار نہیں پھینکے تب تیروں کی ایک اور بوچھاڑ آئی' جوان کے پچھلے حصہ میں پیوست ہو گئی تھی۔ یہ صورتحال دیکھتے ہوئے راہ روکنے والے پریشان ہو گئے تھے۔ یہاں تک ان کے سامنے ایاز بن سیف الدین کی کھولتی ہوئی آواز سنائی دی۔

"گن کر دس قدم پیچھے ہٹ جاؤ اور ہتھیار پھینک کر سامنے آؤ۔ ایسا نہیں کرو گے تو میں ایک ہی اشارہ دوں گا اور میرے اس اشارہ کے بعد نہ تیر تمہارے سامنے گریں گے اور نہ تمہاری پشت پر' بلکہ تمہارے جسموں کو چھید کر رکھ دیں گے۔ میرے پاس وقت نہیں ہے۔ تم سب نے تھوڑی سی تاخیر سے کام لیا تو پھر تم میں سے کوئی نہیں بچے گا۔ یہیں سب کو ڈھیر کر دیا جائے گا۔"

راہ روکنے والے سہم گئے تھے۔ کچھ دیر انہوں نے کھسر پھسر کی' پھر پیچھے ہٹے' اپنے ہتھیار وہاں پھینک کر جس جگہ پہلے تھے وہیں آن کھڑے ہوئے۔ اتنی دیر تک بائیں جانب کے درختوں کے جھنڈ سے کچھ گھوڑسوار نکلے۔ وہ اپنے گھوڑوں کو سرپٹ دوڑاتے ہوئے آئے تھے اور راہ روکنے والوں کے گرد کھڑے ہو گئے تھے۔ راہ روکنے والے پریشان ہو گئے تھے۔ اس موقع پر ایاز بن سیف الدین ان کے قریب ہوا۔ توزین اپنی جگہ پر ہی رہی۔ ان کے قریب جا کر لاوے جیسے کھولتے انداز میں ایاز بن سیف الدین نے انہیں مخاطب کر کے پوچھا۔

"تم میں سے جو میری بیوی کے متعلق گفتگو کر رہا تھا' وہ دو قدم آگے آئے۔"

اس پر سب پریشانی سے ایک دوسرے کی طرف دیکھ رہے تھے۔ ایاز بن سیف الدین نے ایک جھٹکے کے ساتھ اپنی برچھا نما تلوار بے نیام کی' پھر ان سب کے سامنے اپنی تلوار کو لہراتے ہوئے کہنے لگا۔

"جو کچھ میں نے کہا ہے اس پر عمل کرو' نہیں کرو گے تو کیا تم میری اس تلوار کی چمک

میں اپنی موت نہیں دیکھ رہے۔"

اس پر ان میں سے ایک دو قدم آگے آ کر کھڑا ہو گیا تھا۔ ایاز بن سیف الدین نے پھر انہیں مخاطب کیا۔

"کیا یہ تمہارا سرخیل ہے؟" اس پر ان میں سے ایک نے گردن ہلائی' کہنے لگا۔

"آپ کا اندازہ درست ہے۔"

اس موقع پر ایاز بن سیف الدین کی آنکھیں قہر برسا گئی تھیں۔ چہرے پر وحشت بکھر گئی تھی۔ تلوار بلند کی اور جو دو قدم آگے آیا تھا اس پر گرائی اور اس کا کام تمام کر کے رکھ دیا۔ باقی پر موت طاری ہو گئی تھی اور چہرے پیلے ہو گئے تھے۔ ایاز بن سیف الدین نے وہ خوں آلود تلوار باقی کے سامنے لہرائی اور کہنے لگا۔

"میری تلوار پر لگے اس خون کو دیکھو' جو کچھ میں پوچھنے لگا ہوں سچ بتانا ورنہ یاد رکھنا سب کا انجام تمہارے اس سرخیل سے بھی زیادہ ہولناک اور برا ہوگا۔"

"یہ بتاؤ تم کون ہو......؟"

جواب میں ایک بولا اور کہنے لگا۔

"ہم باطنی ہیں۔ آپ سے دو باتوں کا انتقام لینے کے لئے ہمیں مقرر کیا گیا تھا۔ ایک اس بات کا کہ آپ نے گزشتہ جنگوں میں باطنیوں کو سب سے زیادہ نقصان پہنچایا۔"

"دوسرا یہ کہ کچھ باطنیوں کو شبہ ہو گیا تھا کہ آپ کی دو بیویاں ہیں۔ دونوں وہی ہیں جن کی باطنیوں کو تلاش تھی۔ اس لئے ان علاقوں میں ہمارا بڑا داعی ہے۔ اس نے ہمیں اس کام پر مامور کیا۔"

ایاز بن سیف الدین نے کچھ سوچا' پھر کہنے لگا۔

"تمہارا داعی جو ان علاقوں میں اپنے فرائض انجام دیتا ہے وہ اس وقت کہاں ہے؟"

اس پر ان میں سے ایک پھر بولا اور کہنے لگا۔

"یہاں سے پانچ میل دائیں جانب ایک بستی ہے۔ اس میں وہ اپنے چند ساتھیوں اور محافظوں کے ساتھ قیام کیے ہوئے ہے۔"

"اس کے ساتھ کتنے محافظ اور ساتھی ہیں؟"

"پندرہ کے قریب ہیں۔"

"کیا یہاں اس کی اپنی رہائش ہے یا......؟"

باطنی بیچ میں بول پڑا کہنے لگا۔

"اس بستی کا ایک آدمی باطنیوں کا خاص نمائندہ ہے۔ اس کے ہاں قیام کر رکھا ہے۔ یہ ظاہر نہیں کیا جاتا کہ ہم سب باطنی ہیں' بلکہ اپنی پرہیزگاری' اپنے زہد کا جھانسہ دے کر لوگوں کی نظروں سے ہم بچ کر ان کے اندر رہتے ہیں۔"

اس پر ایاز بن سیف الدین کہنے لگا۔

"لوگوں کی نظروں سے بچے رہو' لیکن اب میری نظروں سے تو نہیں بچو گے۔"

درختوں کے جھنڈ سے جو گھڑسوار نکلے تھے' وہ اپنے منہ پر اور چہرے پر ڈھاٹے چڑھائے ہوئے تھے۔ ہاتھ کے اشارہ سے ایک کو جو شاید ان کا سالار تھا ایاز بن سیف الدین نے اپنے قریب بلایا۔ جب وہ قریب آیا تو ایاز بن سیف الدین نے تھوڑی دیر تک اس کے کان میں کھسر پھسر کی' پھر وہ چھوٹا سالار پیچھے ہٹا' اپنے چند ساتھیوں کو ساتھ لیا' جو راہ روکنے والے نو رہ گئے تھے ان میں سے آٹھ کی اس نے گردنیں اڑا کر رکھ دی تھیں۔ ایک کو چھوڑ دیا تھا۔

اس کے بعد جس کو چھوڑا گیا تھا اسے مخاطب کر کے ایاز بن سیف الدین کہنے لگا۔

"تم ہمارے ساتھ اس بستی تک چلو جس بستی میں تمہارے داعی نے قیام کر رکھا ہے۔ دیکھنا دھوکہ اور فریب دینے کی کوشش کی تو ایسی ذلت کی موت ماروں گا یاد رکھو گے۔"

اس کے ساتھ ہی وہ چھوٹا سالار پھر حرکت میں آیا۔ ایک بچنے والے باطنی کے ہاتھ پشت پر باندھ دیئے' پھر ایک لشکری نے اسے اپنے سامنے گھوڑے پر بٹھا لیا۔ مرنے والے سارے گھوڑوں کو ہانکتے ہوئے اس بستی کا رخ کر رہے تھے' جس کی نشاندہی اس باطنی نے کی تھی۔ جس کے ہاتھ پشت پر باندھ کر اسے ساتھ لیا جا رہا تھا۔

پانچ میل دائیں جانب جانے کے بعد اس باطنی کے کہنے پر اس بستی کے نواح میں ایک بہت بڑی حویلی تھی۔ اس کا محاصرہ کر لیا گیا تھا۔ ایسا کرنے کے بعد اس حویلی کے دروازے پر ایاز بن سیف الدین نے دستک دی تھی۔

تھوڑی دیر بعد دروازہ کھلا۔ اتنی دیر تک جس باطنی کو گرفتار کر کے لایا گیا تھا اس کے پشت پر باندھے ہوئے ہاتھ کھول دیئے گئے تھے۔ دروازہ جب کھلا تو دروازہ کھولنے والے کی

طرف سے غور سے دیکھتے ہوئے ایاز بن سیف الدین نے پہلے اس کا جائزہ لیا' جس باطنی کو گرفتار کر کے لائے تھے اسے ذرا پیچھے کھڑا کیا گیا تھا۔ دروازہ کھولنے والے نے جوں ہی دروازے پر ایاز بن سیف الدین کو دیکھا تو اس نے ایک دم دروازہ بند کر دیا تھا۔ شاید وہ ایاز بن سیف الدین کو پہچان گیا تھا۔ ایاز بن سیف الدین پیچھے ہٹا' جس باطنی کو گرفتار کر کے لایا گیا تھا اسے مخاطب کر کے کہنے لگا۔

"جس نے دروازہ کھولا تھا اسے تم نے غور سے دیکھا وہ کون تھا؟"

اس پر وہ باطنی دھیمے لہجہ میں کہنے لگا۔ ان علاقوں میں یہی ہمارا داعی کبیر ہے۔"

اس باطنی کے اس انکشاف پر ایاز بن سیف الدین کے چہرے پر مسکراہٹ نمودار ہوئی' پھر اس نے اپنے ساتھیوں کی طرف دیکھا اور کہنے لگا۔

"حویلی کا دروازہ توڑ دو۔"

پانچ چھ لشکری فوراً حرکت میں آئے۔ دروازہ انہوں نے توڑ کر پھینک دیا تھا۔ انہوں نے دیکھا چودہ پندرہ جنگجو قسم کے تیغ زن حویلی کے صحن میں جمع ہو چکے تھے۔ ان کے ہاتھوں میں برہنہ تلواریں تھیں۔ ایاز بن سیف الدین ٹوٹے ہوئے دروازہ کے جب قریب گیا تو اندر سے وہی داعی کبیر جس نے دروازہ کھول کر بند کر دیا تھا' ایاز بن سیف الدین کو مخاطب کر کے کہنے لگا۔

"ایاز بن سیف الدین میں تمہیں پہچان چکا ہوں۔ اگر تم میرے ساتھیوں سے بچ کے آ گئے ہو تو یہاں سے بچ کے نہیں جاؤ گے۔"

ایاز بن سیف الدین کے پیچھے اس کے ساتھی جب آن جمع ہوئے' تب داعی کبیر کسی قدر پریشان اور فکرمند ہوا۔ اس موقع پر گرجتے ہوئے ایاز بن سیف الدین نے اسے مخاطب کیا۔ "یہ تمہارا دھوکہ' تمہارا فریب ہے۔ اگر تم یہ سمجھتے ہو کہ داعی کبیر کی حیثیت سے تم مجھے کسی فریب' کسی دھوکے میں ڈال کر یہاں سے بھاگنے والی بات کرو گے۔ یہ بالکل فضول اور عبث ہوگا۔ اس لئے کہ اس حویلی کے چاروں طرف میرے مسلح جوان پھیلے ہوئے ہیں۔ تم میں سے جس نے بھی حویلی سے باہر کودنے کی کوشش کی تیروں سے چھلنی کر دیا جائے گا۔ رہی بات یہ کہ تمہارے ساتھ مسلح ساتھی کھڑے ہیں۔ یہ تو میرے ساتھیوں کا ایک جھٹکا بھی برداشت نہیں کریں گے۔ پھر نہ جانے تم کس زعم میں میرے ساتھ ایسی گفتگو کرنے کے لئے تیار ہو گئے

ہو۔"

اس کے ساتھ ہی ایاز بن سیف الدین اپنے مسلح جوانوں کے ساتھ حویلی میں داخل ہوا اور جس باطنی کو گرفتار کر کے لایا گیا تھا وہ بھی ساتھ تھا۔ پھر داعی کبیر کی طرف دیکھتے ہوئے ایاز بن سیف الدین کہنے لگا۔

"تم نے اپنے جن ساتھیوں کو میری راہ روکنے' میرا اور میری بیوی کا کام تمام کرنے کے لئے بھیجا تھا۔ ان کا کام میں نے تمام کر دیا ہے۔ ان کی لاشیں رے شہر جانے والی شاہراہ پر پڑی ہیں۔ تمہارے ایک ساتھی کو بچا کر میں لایا ہوں' تاکہ تمہاری نشاندہی ہو سکے۔ کیا اب بھی تم سمجھتے ہو کہ مجھے یہاں سے بھاگنا نصیب نہیں ہوگا یا یہ کہ تمہیں بھاگنا نصیب نہیں ہو گا۔"

پھر ایاز بن سیف نے اپنے ساتھیوں کو مخصوص اشارہ کیا' جس پر وہ داعی کبیر اور اس کے ساتھیوں کے گرد ہالہ بنا کر کھڑے ہو گئے تھے۔ اس موقع پر داعی کبیر اور اس کے ساتھی عجیب سی پریشانی اور الجھن کا شکار تھے۔ ابھی وہ انہی سوچوں میں مبتلا تھے کہ کیسے اپنی جانیں بچائیں کہ ایاز بن سیف الدین نے اپنے ساتھیوں کو مخصوص اشارہ کیا' جس پر وہ نعرے بلند کرتے ہوئے آگے بڑھے اور داعی کبیر اور اس کے سارے ساتھیوں کا اسی حویلی میں خاتمہ کر کے رکھ دیا گیا تھا۔ حویلی کے اندر کافی گھوڑے بندھے ہوئے تھے۔ ان سب گھوڑوں کو کھول لیا گیا۔ اس کے بعد ایاز بن سیف الدین حویلی سے باہر نکلا اور اپنے ساتھیوں کو مخاطب کر کے کہنے لگا۔

"ان سب گھوڑوں کو فروخت نہیں کریں گے۔ اپنے ساتھ رے لے کر چلیں گے۔ واپسی پر یہی گھوڑے لشکر میں شامل کر لیں گے۔"

اس کے بعد ایاز بن سیف الدین بستی سے رے جانے والی شاہراہ پر روانہ ہوا۔ راستے میں توزین بڑے غور سے ایاز بن سیف الدین کی طرف دیکھتے ہوئے کہنے لگی۔

"میرا یہ کہنا سچ ہوا کہ راستے میں ہمیں خطرہ لاحق ہو سکتا ہے' لیکن میری سمجھ میں یہ بات نہیں آئی کہ آپ نے اپنی حفاظت کا یہ اہتمام وانتظام کیسے کر لیا تھا؟"

جواب میں ایاز بن سیف الدین کے چہرے پر مسکراہٹ نمودار ہوئی' پھر کہنے لگا۔

"توزین بات یہ ہے جس وقت سلطان نے مجھے رے شہر جانے کی اجازت دے دی

تھی تو سلطان نے میری حفاظت کا بھی اہتمام کیا تھا۔ دراصل یہ جتنے لشکری ہمارے ساتھ اس بستی کی طرف آئے ہیں۔ ان سب کا تعلق رے شہر سے ہے۔ یہ رے تک ہمارے ساتھ جائیں گے اور جب ہم واپس آئیں گے تو واپسی پر بھی ہمارے ساتھ آئیں گے۔ اس لئے یہ میرے لشکر کے انتہائی قابل اعتماد اور بھروسے کے لشکری ہیں۔"

ایاز بن سیف الدین کا جواب سن کر توزین مطمئن ہو گئی تھی۔ توصیفی انداز میں اس کی طرف دیکھے جا رہی تھی۔

اپنے گھوڑوں کو سرپٹ دوڑاتے ہوئے وہ رے جانے والی شاہراہ پر چڑھے۔ اس کے بعد وہ بڑی تیزی سے فاصلوں کو سمیٹتے ہوئے مشرق کا رخ کیے ہوئے تھے۔

ایاز بن سیف الدین اور توزین نے ایک روز رے شہر میں اپنی حویلی کے دروازہ پر دستک دی تھی۔ دوسری دستک پر دروازہ کھلا' دروازہ کھولنے والی بروزہ تھی۔ جوں ہی اس نے ایاز بن سیف الدین اور توزین کو اپنے گھوڑوں کی باگیں پکڑے کھڑے دیکھا وہ بیچاری رونے لگی۔ توزین کی حالت پہلے ہی بری ہو رہی تھی۔ گھوڑے کی باگیں چھوڑ کر وہ اندر داخل ہوئی اور اپنی ماں سے لپٹ کر دھاروں دھار رونے لگی تھی۔

اتنی دیر تک ایاز بن سیف الدین دونوں گھوڑوں کو لے کر حویلی میں داخل ہوا۔ حویلی کا دروازہ اس نے اندر سے بند کیا۔ توزین اور بروزہ دونوں کو اس نے ڈھارس دی' سنبھالا دیا کہ پھر وہ گھوڑوں کو اصطبل کی طرف لے گیا تھا۔ گھوڑوں کو وہاں باندھنے کے بعد وہ مڑا' توزین اور بروزہ دونوں ابھی حویلی کے صحن میں کھڑی سسک رہی تھیں۔ ایاز بن سیف الدین بروزہ کے قریب آیا اور کہنے لگا۔

"اماں رفادہ کے مرنے کا بے حد دکھ اور افسوس ہے۔" پھر اچانک ایاز بن سیف الدین چونکا۔ حویلی کے ایک کونے میں جو ایک قبر تھی اس کی طرف دیکھتے ہوئے کہنے لگا۔

"کیا یہ رفادہ کی قبر ہے؟"

اس پر بروزہ نے روتے ہوئے اثبات میں گردن ہلائی تھی۔ ایاز بن سیف الدین قبر پر گیا۔ فاتحہ پڑھی۔ بروزہ اور توزین بھی اس کے ساتھ تھیں۔ پھر وہاں سے ہٹ کر تینوں دیوان خانے میں جا کر بیٹھ گئے اور ایاز بن سیف الدین نے بروزہ کو مخاطب کر کے دیر سے آنے اور رفادہ کی موت پر رے شہر نہ پہنچنے کے سارے حالات تفصیل کے ساتھ کہہ سنائے تھے۔

ایاز بن سیف الدین کی اس گفتگو سے بروزہ مطمئن ہو گئی تھی۔ پھر ایاز بن سیف الدین اسے مخاطب کر کے کہنے لگا۔

"اماں ہم زیادہ سے زیادہ تین چار دن یہاں قیام کریں گے۔ اس کے بعد ہم کو واپس جانا ہو گا۔ یہی سمجھئے کہ ہم دونوں میاں بیوی آپ کو لینے کے لئے آئے ہیں۔"

اس پر بروزہ بڑے پیار اور شفقت میں ایاز بن سیف الدین کی طرف دیکھتے ہوئے کہنے لگی۔

"بیٹے میں تو اب یہاں سے نہیں جاؤں گی۔ میرے لئے یہی کافی ہے کہ یہ حویلی اب ہماری ہے۔ یہاں رفادہ کی قبر ہے۔ میرے بیٹے میں زندگی کے باقی دن یہی چین اور سکون سے گزارنا چاہتی ہوں۔ مجھے یہاں کوئی دکھ' تکلیف نہیں ہے۔ سلطان کی حویلی کے جو محافظ ہیں وہ میرا ایسے خیال رکھتے ہیں' جس طرح بیٹے اپنی ماں کی نگہداری کرتے ہیں۔ ہر چیز مجھے مہیا کرتے ہیں۔ کسی چیز کی کمی نہیں رہنے دیتے۔ بیٹے میری عمر ویسے بھی اب لشکر میں گزارنے کی نہیں ہے۔ میں یہیں رہوں گی۔ تم دونوں میاں بیوی اکٹھے رہتے ہو اسی میں میری خوشی' اسی میں میرا اطمینان ہے۔"

پھر بروزہ اٹھی۔ اس کی طرف دیکھتے ہوئے توزین بھی اٹھ گئی۔ دونوں نے مل کے کھانا تیار کیا۔ سب نے مل کے کھانا کھایا۔ پھر ایاز بن سیف الدین توزین کو مخاطب کر کے کہنے لگا۔

"میں ذرا سلطان کی حویلی کے محافظوں سے مل لوں' پھر اس کے بعد میں آتا ہوں۔"

اس کے ساتھ ہی ایاز بن سیف الدین سلطان کی حویلی کی طرف گیا۔ سلطان کی حویلی کے محافظوں نے جب ایاز بن سیف الدین کی طرف دیکھا تو ان کی خوشی کی کوئی انتہا نہ تھی۔ ایاز نے ان سب کا شکریہ ادا کیا کہ اس کی غیر موجودگی میں بروزہ کا وہ خیال رکھتے ہیں اور سارے محافظوں کو اس نے نقدی سے بھی نوازا۔ اس طرح ایاز بن سیف الدین نے تین دن رے شہر میں گزارے تھے اور تیسرے دن وہ توزین کو لے کر اپنے انہی لشکریوں کے ساتھ جن کے ساتھ وہ رے شہر کی طرف آیا تھا' واپس ہمدان کی طرف کوچ کر گیا تھا۔

............*

سلطان برکیاروق کے ہاتھوں شکست اٹھانے کے بعد محمد نے اپنے لشکر کے ساتھ خراسان کے زیریں علاقوں میں قیام کر رکھا تھا۔ اس کے پاس ایک بہت بڑا لشکر بھی جمع ہو گیا تھا جس کی تربیت کا کام بھی تقریباً اس نے مکمل کر لیا تھا۔ محمد ایک روز تربیت کے میدان ہی میں زیر تربیت لشکریوں کی تربیت کا جائزہ لے رہا تھا۔ اس کے دو بڑے سالار غز غلی اور محمد بن موید الملک اس کی خدمت میں حاضر ہوئے' پھر غز غلی محمد کو مخاطب کر کے کہنے لگا۔

"میرے خیال میں ہم نے جو یہ تربیت کا کام شروع کر رکھا ہے اسے ختم کر دینا چاہئے۔ اب ہم اس کے بغیر ہی اپنا کام نکال سکتے ہیں۔"

اپنے سالار غز غلی کی اس گفتگو پر محمد بن ملک شاہ سلجوقی چونکا تھا۔ اس کی طرف دیکھتے ہوئے پوچھ لیا۔

"تم کیا کہنا چاہتے ہو میں نہیں سمجھا۔"

اس پر غز غلی مسکرایا اور کہنے لگا۔

"ہم آپ سے یہ گزارش کرنا چاہتے ہیں کہ ایک بہت بڑا اور اچھا انکشاف ہوا ہے اور یہ ایک ایسا انکشاف ہے جس کو گزشتہ کئی برسوں سے چھپایا جاتا رہا تھا اور جس پر پردہ ڈال دیا جاتا رہا ہے۔"

"کیسا انکشاف......؟" محمد نے جستجو بھرے انداز میں غز غلی کی طرف دیکھتے ہوئے پوچھ لیا تھا۔

غز غلی پھر بولا اور کہنے لگا۔

"بات یہ ہے کہ برکیاروق گزشتہ کئی سالوں سے سل کا مریض چلا آ رہا ہے۔ یہ بھید کسی پر نہیں کھلا۔ اب ہمارے مخبر یہ خبر لے کر آئے ہیں کہ برکیاروق نے ان دنوں ہمدان میں قیام

کر رکھا ہے اور وہ اب عملی طور پر کوئی کام کرنے کے قابل بھی نہیں رہا۔ میں اور محمد بن موید الملک نے ایک منصوبہ بندی کی ہے‘ جس کے تحت ہم آپ کے سلطان بننے کے سارے راستے صاف کر سکتے ہیں اور اگر ہم نے اس وقت کو استعمال نہ کیا اور فائدہ نہ اٹھایا تو آنے والے دور میں ہم کبھی بھی کوئی کامیابی حاصل نہ کر سکیں گے۔“

”کیا منصوبہ بندی ہے تمہاری؟“ محمد نے غور سے اس کی طرف دیکھتے ہوئے پوچھ لیا۔

غزغلی کہنے لگا۔ ”جو لشکر ہمارے پاس اس وقت تیار ہو چکا ہے تعداد کے لحاظ سے وہ برکیاروق کے لشکر سے تقریباً دوگنا ہے۔ لشکر کو ہم دو حصوں میں تقسیم کرتے ہیں۔ ایک حصہ گمنام راستوں سے بڑی راز داری کے ساتھ اصفہان کی طرف روانہ کرتے ہیں۔ سب سے پہلے اصفہان پر قبضہ کر لیا جائے۔ اس طرح اصفہان کی طرف سے برکیاروق کو کوئی مدد نہیں ملے گی اور اس کی پشت ننگی ہو جائے گی۔ دوسرے حصہ کے ساتھ ہم خم ٹھونک کر برکیاروق کے مقابلہ میں جاتے ہیں اور ہمیں امید ہے جب برکیاروق عملی طور پر جنگ میں حصہ نہیں لے گا تو اس کی شکست یقینی ہو جائے گی۔“

محمد نے اس تجویز کو پسند کیا تھا۔ لہٰذا تربیت کے میدان سے وہ اٹھ کھڑا ہوا۔ زیر تربیت لشکریوں کو بھی اس نے تیاری کرنے کا حکم دیا۔ اس کے بعد اس نے غزغلی کے فیصلہ میں یہ تبدیلی کی کہ پہلے لشکر کا ایک حصہ لے کر برکیاروق کا رخ کیا جائے اور جب برکیاروق اس کی طرف متوجہ ہو جائے تو لشکر کا دوسرا حصہ گمنام راستوں سے ہوتا ہوا اصفہان پہنچ کر شہر پر قبضہ کر لے۔“

چنانچہ ایسا ہی ہوا۔ ایک لشکر لے کر محمد خراسان سے روانہ ہوا‘ دوسرے لشکر کو اصفہان پر قبضہ کرنے کے لئے تیار کر دیا تھا۔

دوسری طرف سلطان برکیاروق کے مخبر بھی بڑی تیزی سے کام کر رہے تھے۔ محمد ابھی خراسان سے روانہ بھی نہیں ہوا تھا کہ مخبروں نے سلطان کو اس کے عزائم کی اطلاع کر دی تھی۔ سلطان برکیاروق واقعی سل کے مرض میں مبتلا تھا اور بہت لاغر اور کمزور ہو چکا تھا۔ اس نے اپنے سالاروں کا اجلاس طلب کر لیا تھا۔

چنانچہ سارے سالار جب سلطان کے پاس جمع ہو گئے‘ تب صورت حال سے سلطان نے سب کو آگاہ کیا۔ سلطان جب خاموش ہوا تب ایاز بن سیف الدین بولا اور کہنے لگا۔

”سلطان محترم! اگر محمد یہ سمجھتا ہے سلطان برکیاروق سل کا مریض ہے اور اب وہ اپنا دفاع نہیں کر سکے گا تو یہ اس کی بھول ہے۔ ہم اس کا ایسا مقابلہ کریں گے کہ زندگی بھر یاد رکھے گا۔“ اس کے بعد ایاز بن سیف الدین نے کچھ سوچا‘ دوبارہ سلطان کی طرف دیکھتے ہوئے کہنے لگا۔

”سلطان محترم ہم وقت ضائع کئے بغیر محمد کی طرف کوچ کریں اور اسے خراساں کے زیریں علاقوں ہی میں جالیں۔ آپ لشکر میں رہئے گا۔ جنگ میں عملی حصہ نہیں لیں گے۔ اس لئے کہ آپ کی کمزوری آپ کے لئے نقصان کا باعث ہے۔ آپ پڑاؤ میں ہی قیام کیجئے گا۔ پھر دیکھئے گا کہ ہم ان کا مقابلہ کیسے کرتے ہیں۔ لشکر کی رہنمائی چکرمش‘ کمشتگین‘ سرخاب بن بدر‘ سرخاب بن کیخسرو کریں گے۔ میں لشکر کے ایک حصہ کے ساتھ گھات میں رہوں گا۔ میں یہیں سے علیحدہ روانہ ہوں گا تاکہ میرے گھات میں جانے کی کسی کو خبر نہ ہو۔ اس کے بعد پھر دیکھئے گا محمد کے لشکر کا ہم کیا حشر کرتے ہیں۔“

سلطان برکیاروق کے علاوہ سارے سالاروں نے ایاز بن سیف الدین کی اس تجویز سے اتفاق کیا۔ چنانچہ اس روز لشکر نے عشاء کی نماز کے بعد کوچ کیا تھا جب کہ لشکر کے ایک حصے کے ساتھ ایاز بن سیف الدین نے علیحدہ کوچ کیا تھا۔

مؤرخین لکھتے ہیں کہ سلطان برکیاروق نے خراسان کے علاقے ہی میں محمد کے لشکر کو جا لیا تھا اور اس کا اثر محمد کے لشکریوں پر منفی انداز میں پڑا۔ وہ تو سوچ رہے تھے سلطان برکیاروق کے لشکر پر اچانک جا پڑیں گے‘ لیکن جب انہیں یہ خبر ہوئی کہ سلطان تو خود اپنا لشکر لے کر ان کا مقابلہ کرنے کے لئے پہنچ رہا ہے۔ اس سے ان پر ایک طرح کی دل شکنی طاری ہوئی تھی۔ بہر حال بقول مؤرخین دونوں لشکر خراسان ہی کے علاقے میں ایک دوسرے کے آمنے سامنے ہوئے۔

دوسری طرف محمد کا دوسرا لشکر گمنام راستوں سے ہوتا ہوا اصفہان کی طرف بڑھا اور اصفہان پر جا کے اس نے قبضہ کر لیا تھا اور یہ خبر سلطان برکیاروق‘ اس کے لئے لشکریوں کے لئے یقیناً حوصلہ شکن تھی۔

بہر حال دونوں لشکر خراسان کے زیریں علاقوں میں ایک دوسرے کے سامنے آئے۔ محمد بڑا خوش تھا کہ وہ سلطان برکیاروق پر دوطرفہ ضرب لگا رہے ہیں۔ ایک اصفہان پر قبضہ کی اور

دوسرے اس پر حملہ آور ہونے کی۔ لہٰذا دونوں لشکر ایک دوسرے کے سامنے آئے۔ پھر جنگ کی ابتداء محمد کی طرف سے ہوئی اور وہ لہولہو اضطراب خون خون پیچ و تاب کھڑے کرتے نفرتوں کے لق و دق کہرام' ستم کی آگ کا ایندھن بناتی تعصب کی گھنی خونخواری' تعمیر کے گلدانوں میں خار کھلیانوں میں قحط کے ڈھیر' ظلمتوں کے بھنور اور تباہی کے گھنے سناٹوں کی طرح حملہ آور ہو گئے تھے۔

جواب میں سلطان برکیاروق تو پڑاؤ کے اندر آرام کر رہا تھا۔ اس کی طبیعت زیادہ ناساز تھی۔ لشکر کی کمانداری چکرمش' کمشتگین' سرخاب بن بدر اور سرخاب بن کیخسرو کے ہاتھ میں تھی۔ چنانچہ وہ بھی بڑے عمدہ انداز میں حرکت میں آئے۔ پہلے انہوں نے دلوں کو لخت لخت کر دینے والی ہیبت ناک نوائے ہاتف ذہنوں کی منڈھیروں اور خیالوں کی وادیوں میں ہلچل برپا کر دینے والی وقت کی مسافتوں جیسی کسی حدی خواں کی آوازوں میں تکبیریں بلند کیں' پھر وہ محمد کے لشکر پر زندہ رہنے کی جدوجہد تمام کر کے خستگی و بیچارگی طاری کرتی آتش زنی اور خون ریزی' ذرے ذرے کو لہولہان نظر نظر کو ویران رگ رگ کو خوف و بیم کا شکار کرتے خونی عقابوں کے غول' پیاسے سرابوں میں اندیشوں کی ریت اڑاتے بے تاب امنگوں کے جنوں کی طرح حملہ آور ہو گئے تھے۔

میدان جنگ بری طرح بھڑک اٹھا تھا۔ گھوڑوں کے سموں سے ریت کے گراؤز اڑنے لگے تھے۔ جگر دوز چیخیں فضاؤں کو اداس' رتوں کو مضمحل کرنے لگی تھی۔ خون شام تلواروں تلے لہو کی لکیریں پھیلاتی داستانیں سسکتے تڑپتے الفاظ اور جملوں کی بنت کو لہولہو کرتی چلی گئی تھیں۔

جنگ جس وقت خوب بھڑک اٹھی' تب اپنی پہلے سے طے شدہ منصوبہ بندی کے مطابق ایاز بن سیف الدین آغوش اجل میں پلتی برفانی سانسوں' بیواؤں کی آہوں سے نمودار ہوتی عناصر کی طوفانی یلغار' تسلیم و رضا کی زنجیروں میں جکڑتی تلپٹ کر دینے والی آندھیوں کی طرح نمودار ہوا۔ پھر وہ محمد کے لشکر پر پشت کی جانب سے ظلم کی بکھری چادر سمیٹتے جبر کی شیرازہ بندی توڑتے ستم کی قوت کو نشانہ ہدف بناتے جرم و عصیان کے عناں گروں کو مٹاتے مرگ و قضا کے عناصر' آمریت کی رعونت کا جنازہ نکالتے طوفانی حوادث' اداسیوں کی زرد ریت اڑاتے آتشیں رقص سے رندانہ کی طرح حملہ آور ہو گیا تھا۔

پشت کی طرف سے حملہ آور ہو کر اپنے پہلے ہی حملے میں ایاز بن سیف الدین نے جب

محمد کے لشکریوں کو ریت کے ذروں کی طرح اڑانا شروع کیا' تب محمد کے لشکر میں ایک ہلچل اور ایک خونی افراتفری برپا ہو گئی تھی۔ بڑی تیزی سے اس کے لشکر کی حالت اس کے وسطی حصہ تک دھوئیں کے میلے سندسوں' بے بہار پودوں کی وادیوں' گمراہیوں اور غلطیوں کی کدورتوں' بت خانوں کی ویرانیوں' دکھ کے اندھے جنگل' بے لفظوں کرب کی پیلی رتوں کی سی ہونا شروع ہو گئی تھی۔

تھوڑی دیر کی مزید جنگ کے بعد محمد کو اپنے سامنے اپنی بدترین شکست صاف دکھائی دینے لگی تھی۔ لہٰذا ہزیمت اٹھا کر بھاگ کھڑا ہوا۔

اس موقع پر مؤرخین لکھتے ہیں کہ جب ایاز نے لشکر کے ایک حصہ کے ساتھ محمد کی پشت سے حملہ کر دیا تو محمد کی فوج میدان جنگ سے بھاگ کھڑی ہوئی۔ چنانچہ اس کے بعد مؤرخین لکھتے ہیں کہ محمد نے اپنے بچے کھچے لشکر کے ساتھ صوبہ خلاط کے مقام ارقیس جا کے دم لیا۔ جب کہ اس کے سالاروں میں سے کچھ اردن کی طرف بھاگ گئے' کچھ نے اصفہان کا رخ کر لیا تھا۔

محمد کے سالار غزغلی اور محمد بن مرید الملک نے اپنی جان بچانے کے لئے بغداد میں جا کے پناہ لے لی تھی۔ سلطان برکیاروق اور محمد کے ٹکراؤ کی یہ صورت حال مسلمانوں کے لئے بڑی ناقابل برداشت تھی۔ بار باران دونوں بھائیوں کا آپس میں ٹکرانا نہ صرف یہ کہ مسلمانوں کی طاقت اور قوت کو کمزور کر رہا تھا' بلکہ صلیبی قوتیں بھی مسلمانوں کی اس خانہ جنگی سے فائدہ اٹھا کر پھیلنا شروع ہو گئی تھیں۔ ان حالات میں جو اشخاص حرکت میں آئے اور بقول مؤرخین وہ دو اشخاص قاضی ابومظفر جرجانی اور ابوالفرج احمد بن عبدالغفار ہمدانی تھے۔ ان دونوں نے یہ فیصلہ کیا کہ مسلمانوں کو ان خانہ جنگیوں سے ہر صورت میں نجات ملنی چاہئے۔ چنانچہ یہ دونوں حضرت سلطان برکیاروق کے مزاج سے تو واقف تھے' یہ بھی جانتے تھے کہ برکیاروق حق اور سچائی پر ہے اور محمد اس سلسلہ میں زیادتی کر رہا ہے۔ چنانچہ یہ دونوں حضرات بقول مؤرخین صلح اور صفائی کی گفتگو کرنے کے لئے محمد کی خدمت میں حاضر ہوئے اور مؤرخین یہ بھی لکھتے ہیں کہ ان دونوں فقیہوں نے محمد کو سمجھا بجھا کر مصالحت پر آمادہ اور تیار کر لیا۔ چنانچہ ان دونوں فقیہوں کے ساتھ صلح کے لئے اور ایلچی بھی آئے۔ گفت و شنید کے بعد باہم شرائط پر صلح بھی ہو گئی۔ محمد بھی یہی چاہتا تھا۔ اس لئے کہ اب اسے بار بار سلطان برکیاروق کے ہاتھوں شکست کا سامنا

کرنا پڑ رہا تھا۔ لہٰذا وہ بھی یہی چاہتا تھا کوئی قوت بیچ میں آئے تو سلطان برکیاروق کے ساتھ اس کی صلح صفائی کرا دے۔ چنانچہ ان دونوں فقیہوں کا جانا محمد کے لئے سود مند ثابت ہوا اور وہ اپنے بڑے بھائی برکیاروق کے ساتھ صلح پر آمادہ ہو گیا۔

مؤرخین کے بقول ان دونوں بھائیوں کے درمیان صلح کی جو شرائط طے ہوئیں وہ کچھ اس طرح کی تھیں۔

اول' محمد کے قبضہ اقتدار میں بروئے مصلحت جو شہر دیئے جائیں ان کا مستقل حکمران محمد کو تسلیم کیا جائے۔ سلطان برکیاروق کو ان پر دست اندازی کرنے کا کوئی حق نہیں ہوگا۔

دوئم' سلطان برکیاروق محمد کے علم و طبل سے معارض نہ ہوگا۔

سوئم' دونوں کے درمیان خط و کتابت وزیروں کے ذریعے ہوا کرے گی۔

چہارم ہر لشکری کو اختیار ہوگا کہ وہ چاہے سلطان برکیاروق کے لشکر میں رہے یا محمد کے لشکر میں۔ اپنی خدمات انجام دیں۔ نہر استر سے باب الابواب تک اور دریائے بکتر جریزہ موصل اور عراق میں محمد کو حکومت ملے گی۔ جب کہ بقیہ ممالک اسلامیہ سلطان برکیاروق کے پاس رہیں گے۔ مؤرخین لکھتے ہیں کہ جب سب قرارداد اور شرائط مذکورہ پر صلح نامہ لکھا گیا تو فریقین نے دستخط کئے۔ پابندی شرائط کا حلف اٹھایا۔ سارے جھگڑے رفع دفع ہو گئے اور تمام امور انتظام سے انجام پانے لگے۔

مؤرخین یہ بھی لکھتے ہیں چونکہ یہ مصالحت رے شہر میں ہوئی تھی۔ قبل مصالحت رے جبال' طبرستان' خوزستان' فارس' تکریت' حرمین شریفین سلطان پر برکیاروق کا قبضہ تھا۔ آرمینیہ اصفہان پر محمد کا قبضہ تھا۔ بصرہ پر سلطان برکیاروق اور محمد دونوں کے علم لہرائے جاتے تھے۔ اس کے علاوہ چونکہ محمد کے سگے بھائی سنجر کو خراسان کا حاکم پہلے ہی سلطان برکیاروق نے مقرر کیا تھا لہٰذا اسے بھی سلطان کہلانے کا حق دیا گیا اور خراسان جرجان سے ماوراء النہر تک سنجر کا قبضہ تسلیم کر لیا گیا تھا۔

محمد کی نسبت سلطان برکیاروق کو لوگ زیادہ پسند کرتے تھے۔ اسی بنا پر اکثر لوگوں کا رجحان سلطان برکیاروق کی ہی طرف تھا۔ بہر حال یہ صلح ہونے کے بعد چونکہ امن کی ایک کرن پیدا ہوئی تھی لہٰذا اس صلح نامہ پر دستخط کرنے کے بعد محمد نے اپنے اس لشکر کی طرف پیغام بھجوایا جو اصفہان پر جا کے قابض ہو گیا تھا اور اس کے نام یہ حکم بھیجا کہ وہ سلطان برکیاروق

کے لئے اصفہان شہر خالی کر دیں۔

محمد کا جو لشکر اصفہان پر قابض ہو گیا تھا اس نے پس و پیش سے کام لیا۔ اسی دوران سلطان برکیاروق وہاں پہنچ گیا۔ سلطان برکیاروق کی بیماری زور پکڑتی جا رہی تھی اور وہ بڑی نرمی سے کام لے رہا تھا۔ اصفہان پہنچ کر اس نے اصفہان میں جو محمد کا لشکر تھا اسے اپنی اطاعت کا پیغام دیا۔ جواب میں لشکر نے انکار کر دیا۔ اس پر سلطان برکیاروق اور ایاز بن سیف الدین اور دوسرے سالاروں نے دھمکی سے کام لیا اور شہر پر حملہ آور ہونے کا فیصلہ کیا تھا۔

اب محمد کے ان لشکریوں نے شہر خالی کر دیا' چونکہ محمد کی بیگمات اور اس کے قریبی عزیز و اقارب اور دوسری عورتیں بھی اصفہان میں ہی قیام کئے ہوئے تھیں لہٰذا مؤرخین یہ بھی لکھتے ہیں سلطان برکیاروق نے سلطان محمد کی بیگمات کو باحفاظت تمام اصفہان سے محمد کی طرف روانہ کیا۔ مؤرخین مزید لکھتے ہیں سلطان برکیاروق نے لشکریوں اور بیگمات کی حد سے زیادہ عزت کی اور مال و اسباب دے کر محمد کے پاس با احترام تمام پہنچا دیا۔ اسی دوران ایک اور تبدیلی بھی آئی۔ محمد کے لشکر کا ایک سالار ایلغازی جو اندرونی طور پر سلطان برکیاروق کے حق میں تھا ان حالات میں وہ بغداد پہنچا اور خلیفہ مستظہر سے التماس کی کہ وہ سلطان برکیاروق کے نام کے خطبہ کی اجازت دے۔

خلیفہ مان گیا۔ اس موقع پر حلہ شہر کے حاکم صدقہ نے اعتراض کیا اور جب اسے یہ خبر ہوئی کہ برکیاروق اور محمد کے درمیان مصالحت ہو گئی ہے تو اس نے اس پر کوئی اعتراض نہ کیا۔ جب مملکت میں امن قائم ہو گیا۔ اصفہان شہر پر سلطان برکیاروق کا قبضہ ہو گیا تب ان دنوں سلطان برکیاروق کی بیماری زور پکڑ گئی تھی اور سلطان کی حالت بڑی نازک ہو گئی تھی۔ اس موقع پر سلطان نے بغداد جانے کا ارادہ ظاہر کیا۔

مؤرخین لکھتے ہیں کہ سلطان برکیاروق اصفہان سے بعارضہ سِل یزدگرد سے ہو کر بغداد روانہ ہوا۔ مؤرخین یہ بھی لکھتے ہیں یزدگرد میں جب سلطان اور اس کا لشکر پہنچا تو سلطان کے مرض میں اور اضافہ ہو گیا۔ چنانچہ اس نے اپنے نابالغ بیٹے ملک شاہ کو اپنے پاس بلوایا اور اپنی بیماری کے زور کو دیکھتے ہوئے لشکریوں اور سارے سالاروں کی موجودگی میں سلطان برکیاروق نے اپنے بیٹے ملک شاہ کو اپنا ولی عہد مقرر کیا۔ خلعت دی۔

اس کے بعد مؤرخین یہ بھی لکھتے ہیں کہ سلطان نے امیر ایاز کو طلب کیا۔ ایاز بن سیف الدین جب سلطان برکیاروق کی خدمت میں حاضر ہوا تو سارے سالاروں اور لشکریوں کے سامنے سلطان برکیاروق نے ایاز کو اپنے بیٹے ملک شاہ کا وزیر مقرر کیا۔ اس کے بعد سلطان بغداد کی طرف روانہ ہوا۔ سلطان اپنے لشکر کے ساتھ ابھی بغداد کے قریب ہی تھا کہ سلطان کی بیماری کے زور کو دیکھتے ہوئے ایاز بن سیف الدین نے وہاں لشکر کو پڑاؤ کرنے کا حکم دیا۔

مؤرخین یہ بھی لکھتے ہیں کہ خلیفہ بغداد کو جب خبر ہوئی سلطان برکیاروق اپنے لشکر کے ساتھ بغداد کی طرف آ رہا ہے تب اس نے سلطان برکیاروق کے پڑاؤ کی طرف کوچ کیا۔ وہاں سلطان برکیاروق نے امیر ایاز اور سلطان کے وزیر خطیر کو خلعتیں عطا کیں اور اطاعت اور فرمانبرداری کا حلف لیا۔ اس کے بعد وہ بغداد واپس لوٹ گیا۔ لیکن وقت اور حالات کی ستم ظریفی کہ بغداد سے باہر جہاں ایاز بن سیف الدین نے اپنے لشکر کو پڑاؤ کرنے کا حکم دیا تھا، وہاں سلطان کی بیماری حد سے زیادہ ہوگئی تھی، چنانچہ اپنے بیٹے اور سارے سالاروں کو سلطان نے اپنے خیمہ میں طلب کیا۔

اس موقع پر سلطان پر نقاہت طاری ہو چکی تھی۔ سلطان کا بیٹا اس کے اہل خانہ اس وقت سلطان کے پاس موجود تھے۔ سارے سالار جب سلطان کے خیمے میں داخل ہوئے تو سب سلطان کچھ دیر تک بڑے غور سے اپنے سارے سالاروں کا جائزہ لیتا رہا، کچھ دیر کے لئے اس کی نگاہیں ایاز بن سیف الدین پر جم گئیں، پھر دھیمے سے لہجہ میں کہنے لگا۔

''سیف الدین کے بیٹے میں نے زندگی کے ہر موڑ پر تم پر اعتماد اور بھروسہ کیا اور میں جانتا ہوں میری موت کے بعد تم میرے اہل خانہ سے بھی ویسا ہی سلوک کرو گے جیسا مجھ سے کرتے رہے ہو۔''

سلطان کے ان الفاظ پر سارے سالار غم زدہ اور آب دیدہ ہو گئے تھے۔ یہاں تک کہ سلطان پھر بول اٹھا۔ ''میرے بعد آپس میں اتفاق رکھنا۔ انسان کی یہ حیات ایک دن ختم ہونی ہے۔ ہر اک کو یہاں سے کوچ کرنا ہے۔ میری اپنی زندگی کی کہانی و داستاں بھی ختم ہو رہی ہے۔ اسی بنا پر میں نے تم لوگوں کو بلایا ہے۔ جو کچھ میں کہنے لگا ہوں انہیں میری زندگی کے آخری الفاظ سمجھ کر ان پر عمل کرنا۔''

''دیکھو موت وہ دشمن ہے جسے زیر نہیں کیا جا سکتا۔ میرے عزیز ساتھیو! مجھے فخر ہے کہ

زندگی بھر تم لوگوں نے میرا ساتھ دیا۔ میری خاطر تم لوگوں نے مصائب کا سامنا کیا۔ پر یاد رکھنا زندگی کے یہ لمحے مستعار ہیں۔ ایک دن موت نے سب کو یہاں سے کھینچ لے جانا ہے۔ یہ بھی یاد رکھنا کوئی قاضی بازار، وقت کا کوئی محتسب، اجالوں کی تزئین کرنے والا کوئی حرف نگار اور غرور وفخر کے طبل وعلم بلند کرنے والا کوئی عنان بھی ٹال نہیں سکتا۔''

''بڑے بڑے کوہستانوں کا سینہ شق کرنے والے اس دشمن کا شکار ہو گئے۔''

یہاں تک کہنے کے بعد سلطان برکیاروق کی آواز ڈوبنے لگی تھی۔ مدھم ہو گئی تھی۔ کچھ دیر کے سکوت کے بعد سلطان کی پہلے کی نسبت زیادہ دھیمی آواز سنائی دی۔

''میرے عزیز ساتھیو! میری موت کے لمحات صف در صف، قطار در قطار اس وقت میرے سامنے کھڑے ہیں۔ زیست کے سارے ارادے بے جہت ہوتے جا رہے ہیں۔ بدن سے جی اکھاڑتے موت کے انوکھے قہقہے میری سماعتوں میں گونجنے لگے ہیں۔ میری ایک بات پر ضرور عمل کرنا۔ آپس میں اتفاق اور تعاون رکھنا۔ دیکھو قطرہ اگر قطرے سے جدا ہو جائے تو کچھ نہیں رہتا۔'' یہاں تک کہتے کہتے سلطان پھر خاموش ہو گیا تھا۔ اونچے اونچے سانس لے رہا تھا۔ تھوڑی دیر کے بعد اس کی پھر مدھم آواز سنائی دی۔

''سنو قطرہ قطرے سے جب جدا ہو جاتا ہے یاد رکھنا نہ موج رہتی ہے نہ بھنور صدف رہتی ہے نہ گوہر دریا رہتا ہے، نہ بحر چشمہ رہتا ہے، نہ آبشار۔ ساری برکتیں ساری کامیابیاں اتفاق اور یکجہتی ہی سے ہیں۔ نااتفاقی کسی قوم میں وارد ہوتی ہے تو اندھے بگولوں کی طرح اتحاد اور تعاون پر قدغن لگا دیتی ہے۔ نااتفاقی دکھ کے شگوفوں بریدہ شاخوں کی طرح ہے جو چشم ونظر کو فریب میں مبتلا کر دیتی ہے اور جب نااتفاقی کسی قوم سے تاک جھانک کرتی ہے تو یاد رکھنا وہ قوم بدبختیوں کے سرابوں اور موت کی وادیوں کا شکار ہو جاتی ہے اور پھر صحرا میں دفن کرتے سرابوں کی طرح اس قوم کا نام ونشان بھی مٹا دیتی ہے۔''

سلطان مزید کچھ کہنا چاہتا تھا کہ یہاں تک کہتے کہتے اس کی زبان رک گئی اور پھر اچانک موت اس پر غلبہ پا گئی۔ ایاز بن سیف الدین اور سلطان کے بیٹے ملک شاہ نے آگے بڑھ کر جب سلطان کا جائزہ لیا تو سلطان برکیاروق کی روح اس عالم فانی سے ہمیشہ کیلئے کوچ کر چکی تھی۔ یہ صورت حال دیکھتے ہوئے لشکر کے اندر غم اور اندوہ کی لہر دوڑ گئی تھی۔ اس روز ایاز بن سیف الدین کے حکم پر لشکر نے کوچ کیا۔ اصفہان کا رخ کیا اور اصفہان میں سلطان کو

دفن کر دیا گیا۔ مؤرخین یہ بھی لکھتے ہیں سلطان برکیاروق نے اپنے زمانہ حکومت میں اس قدر تکالیف' مصائب اور جھگڑے دیکھے اور اٹھائے کہ اس سے بیشتر سلجوقی سلطانوں میں کسی نے نہ دیکھے تھے' لیکن جب اس کی حکومت مستقل ہو گئی' فتنہ و فساد ختم ہو گیا اور چاروں طرف سے خوش نصیبی کے آثار نمایاں ہو چکے تو اس کی موت کا زمانہ آ گیا اور سلطان قضا کو گلے لگاتے ہوئے زمین کی آغوش میں چلا گیا۔

............*